

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224112

UNIVERSAL
LIBRARY

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱]

یکم محرم سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

اس پرچہ میں بعض مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ مندرج نہوگا *

مضمون نمبر ۲۳

دین اور دنیا کا رشتہ

نجات ابدی جو نتیجہ سچے مذہب یا سچے دین کا ہی وہ دنیا کے ساتھ لازم و ملزوم نہیں ہی ایک شخص جس نے تمام عمر سعادت و تنگی میں بسر کی ہو اور لباس بڑھنگی کے سرا اور کوئی لباس زیب تن نہ کیا ہو اور بناس پتی کے سرا جو کے بن چھنے آئے کی زد پٹی بھی نصیب نہ ہوئی ہو وہ بڑھنگی سچے مذہب کی بدولت نجات ابدی حاصل کر سکتا ہی اور جس شخص نے لاکھوں روپوں روپیہ بطور جائز پیدا اور خرچ کیئے ہوں اور سعادت و تن زیب زیب تن کیا ہو اور مسکوں میں سو گیا ہو اور باغوں کی ٹھنڈی ہوا میں پھرا ہو پری شمال عربی گھوڑوں پر چڑھا ہو وہ بڑھنگی سچے دین و مذہب کی بدولت نجات ابدی پاسکتا ہی — ہم دنیا میں بے التما مذاہب مختلفہ کے لوگ دیکھتے ہیں جنہیں بلاشبہ کوئی سچے اصول پر اور کوئی غلط بنیاد اور چھوٹے اصول پر مبنی ہوگا اور ہر مذہب کے لوگوں میں تنگی و فراخی دولت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چنڈہ خراہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہرگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساتھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چنڈہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں سمیر متضرر ہوگا *

ملاوہ اس کے جو شخص کچھ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکر گذاری تمام لیا جارہیگا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یکا قیمت فی پرچہ در آنہ اور صح معصوم تین آنہ ہرگی مگر خریداروں کو کم سے کم تین روپیہ قیمت اور ایک روپیہ آنہ آنہ معصوم چار روپیہ آنہ آنہ پیشگی بھیجنے ہونگے *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کوئی پرچہ چار آنہ قیمت اور ایک آنہ معصوم دینا ہوگا *

ممبروں کو بلا قیمت یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھی بلا قیمت جسکر وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اچھے مولوی ٹم ٹم کو مارے پھرتے ہیں اور کوئی نہیں پرچھتا تو اُسوقت دین کا کیا حال ہوگا *

مگر اسکے ساتھ یہ بھی تصور کرنا چاہیئے کہ بیت لیبی چیز ہی کہ دین رہے یا جاوے خدا ملے یا نہ ملے اُسکو بھرنا چاہیئے تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو بیت بھرنے کی تو کچھ فکر کرنی چاہیئے گی اور نہ کر کیا ہوگی اُسکا خیال بڑے دینداروں کی نسبت تو یہ ہو سکتا ہی کہ کسی کے گھر چھتری ڈھو رہے ہیں کسی جنگل میں گھانسیں چھیل رہے ہیں کسی پہاڑ پر لکڑیاں چن رہے ہونگے کسیکا گھوڑا مل رہے ہوں اور جو ایسے بکے دیندار نہیں ہیں اُنکی نسبت کچھ خیال نہیں ہو سکتا کہ وہ کیا کیا کریں گے معلوم نہیں کہ اُن سے جیلخانے اور جازائر نو آبادی بھریں گے یا یتیم خانے اور کلیسیا رونق پاریں گے پس ایسی حالت میں خیال کرنا چاہیئے کہ دین اسلام کی کیا شان ہوگی اور اُسوقت ہم سلام کریں گے اور پوچھیں گے کہ کیوں جناب قبلہ و کعبہ ہم جو مسلمانوں میں دنیوی ترقی و تہذیب ترویج و شایستگی میں کوشش کرتے تھے وہ ہمارا امر معاش میں مہموم ہو رہا اور ترغیب دینا اور امر معاد کی طرف سے بالکل ڈھول اور غفلت کا پردہ ڈالنا تھا یا یہ کام خاص خدا کا اور بالکل دین کا اور سرتاسر معاد کا تھا *

خدا تعالیٰ نے مذہب اسلام کو عین حکمت بنایا ہی اُسکی بھلائی چاہنے والے کو ضرور ہی کہ وہ بھی حکیم ہو نہ مکار اور دغا باز اور حکیم کا یہ کام ہی کہ جو مومن دیکھتا ہی اُسکی دوا کرتا ہی اُسوقت ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ حال ہی کہ امور معاش و تمدن و حسن معاشرت اور علم کی ابتوی و خرابی کے سبب روز بروز خراب و ذلیل و حقیر و برباد ہوتے جاتے ہیں اور یہ واقعہ و مولوی اور پیر جی خدا و رسول کے دشمن اُنکو روز بروز برباد و قیلاہ کرتے جاتے ہیں پس ایسی حالت میں کہ ہم بھڑکی یقین کرتے ہیں کہ وہ یعنی مسلمان یقینی اپنے مذہب پر پختہ ہیں خدا کو ایک جائتہ ہیں رسول کو ہر حق سمجھتے ہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ فرض جانتے ہیں ایک ایک جولایا بھی ضروری نماز روزے کے مسئلے جانتا ہی یا ہر طرح پر اُسکے جاننے کا سامان یا موقع موجود ہی مذہب اسلام کے درستدار کا یہ کام ہی کہ اپنے تئیں پیر جی یا حضرت صاحب یا مولوی صاحب کہلانے اور دغا بازی سے دنیا کمانے کے لیئے اُنہی باتوں کا جنکی ضرورت نہیں ہی بیٹھا ہوا رخصت کیا کرے یا جنکی ضرورت درحقیقت مسلمانوں کو اور خود اسلام کو ہی اُسکی تدبیر اور کوشش کرے *

و مفلسی کو پاتے ہیں اِسلامی یقین کرتے ہیں کہ دنیا کسی کے ساتھ لازم و ملزوم نہیں ہی مسلمانوں کو اس مضمون پر یقین کرنے کے لیئے حضرت ابوذر غفاری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا حال جاننا کافی ہی جو ملائیمہ اور حضرت مورضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سے تقبیہ کے مقابلہ میں فرماتے تھے کہ ”و اللہ صاحب الامال کافر“ مگر دنیا اور دین سے ایسا مستحکم رشتہ ہی جو کیصطوح ثروت نہیں سکتا جس طرح کہ بد بختی سے کبھی دنیا دین کو غارت بھی کر دیتی ہی اِسی طرح خوش قسمتی سے دنیا دین کو سنوار بھی دیتی ہی مشہور مقولہ ہی—
پراگندہ روزی پراگندہ دل *

اب ان عقلی باتوں کو جانے دو اس پر تو یقینی سب مسلمان یقین کرتے ہونگے کہ کسی بندہ پر خدا کا غضب دنیوی امور کے سبب نہیں ہوتا بلکہ دینی قصور اور نافرمانی اور گناہ و مصیبت کے سبب ہوتا ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ دنیا دار جزا نہیں ہی اور جو گناہ اور مصیبت بندوں کی ہی اُس کی سزا کے لیئے دنیا نہیں پالیں ہمہ ہم قرآن مجید میں دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دینی تقصیرات پر بھڑکیوں کے ساتھ دنیا میں کیا معاملہ کیا کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں یہ فرماتا ہی ”و ضرب علیہم الذلۃ والمسلکۃ واولاٰ یغضب من اللہ ذلک با نہم کانوا یکفرون با یات اللہ و یقتلون النبیین یشیر اللعۃ ذلک بما عصر و کانوا یعتدون“ پس اگر دنیا کو دین کے ساتھ کوئی مستحکم رشتہ نہ تھا تو خدا تعالیٰ نے بھڑکے بھڑکیوں کو دنیا میں ذلیل اور مسکین کیوں کیا *

اب دوسری طرح پر غور کرو اور ایک خیالی دنیا بناؤ اور یہ تصور کرو کہ ہندوستان میں تمام مسلمانوں کے پاس دولت و حکومت اور منصب تھے سب مقامات اور نان شبینہ کو محتاج ہوں (جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان بد عقالیوں اور بد فہمیوں اور بد نصیبیوں کے سبب جو زمانہ حال میں اُن کے خطوط پشانی سے بڑھی جاتی ہیں عقربہ ہونے والا ہی) (اور در بدر بھیک مانگتے پھریں ان کی اولاد جاہل اور ذالائق اور اور بد معاش و راعطیں کو جو محض ریاکاری اور مکاری سے دنیا کمانے لڑے پھرتے ہیں کوئی نکا دینے والا یا حرام کا لقمہ تر کھانے والا توڑے جناب حضرت پیر جی صاحب جو لوگوں کو مرید کرکے اپنا لشکر بناتے پھرتے ہیں اور سالانہ ٹیکس یا جزیہ اُنہیں مقرر کرتے ہیں اور ہوسال اُسکی تحصیل میں مصروف ہیں اُنکو کوئی دینے والا توڑے یا جناب مولوی صاحب قبلہ جو حدیث و تفسیر یا صفرا و شمس باز مہتمموں کو پڑھاتے ہیں اُنکو کوئی چار پیسے کو توڑ کر کھانے والا توڑے جیسا کہ اب بھی یہی حال موجود ہی کہ اچھے

اتحاد پیدا کرتی ہی اور جسکو لوگ لفظ دوستی سے تعبیر کرتے ہیں اس لیئے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی حظ زندگی کے لیئے دوستی ضرور ہی لیکن دوستی کی حقیقت قرار واقعی دریافت کرنی البتہ دشوار ہی بعض اُس کو وہ طبیعت مہر دی قرار دیتے ہیں جو کہ بڑی نوع انسان میں بسبب مختلف وجوہات کے اکثر بسبب بہت سے ارتباط کے پیدا ہوجاتی ہی مگر ایک نوع کی دوستی اشخاص متفق الارے یا متفق الحال کے درمیان بھی ہوتی ہی گو وہ آپس میں ایک دوسرے سے رائق نہیں اس قسم کی دوستی سب سے زیادہ ہم مذہبوں میں ہوتی ہی اور ایسی جگہ جہاں کہ اُن کے ساتھی کم ہوں سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہی اس ہی طرح ایک خاص قسم کی دوستی کسی بڑے نامی گرامی اُستاد اور اُسکے ملاحوں میں بلکہ خود ملاحوں میں آپس میں بھی ہوتی ہی گو وہ اُستاد اپنے ملاحوں اور ملاح آپس میں ایک دوسرے سے نارائف ہو غرض کہ کس طرح دوستی پیدا ہوتی ہو اس میں کچھ قلم نہیں کہ انسان کی آسائش و راحت کے لیئے لازم ہے *

انسان گویا ہزار ہا خواہشوں اور جذبات کا مجموعہ ہے اور اُن میں سے ہزاروں خواہشیں اور جذبات ایسے ہیں کہ بغیر دوسرے کے ہو گئے نہیں سیر ہو سکتے اور لارے بیکن † - سچ کہتا ہی کہ ”سب سے بڑا فائدہ دوستی کا وہ نوحہ قلبی اور اظہار جوش دلی ہی جو کہ ہو قسم کی خواہشیں اور رولہ پیدا کرتا ہی“ ”ہو زمانہ کے حکماء اور عاقل اور بڑے امیر و کبیر ایسے دوست کی جسکو وہ اپنے رنج و خرابی کا مہدم اور صلاح و مشورہ میں محرم ہڈائیں نہایت قدر کرتے آئے ہیں اور سلاطین جو کہ تمام خلائق کی نسبت عالی مرتبہ ہونے کے سبب دوستی کے اس مقدم فائدہ سے محروم رہ جاتے اُس فائدہ سے بہرہ اندوز ہونے کے لیئے اپنی رعایا میں سے ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو مراتب عالی عطا فرما کر اُن کو اپنا ”رفیق رنج و راحت“ کرلیتے تھے اس کی متعدد مثالیں ہیں منجملہ اُن کے ایک شاہ جولیس سیزر کی ہی جس نے پروس کو مرتبہ عالی عطا کرکے اپنا دوست بنایا تھا اور دوسرے شاہ اگلس کی ہی جس نے آفریقا پر لسی غرض سے عیاں و نوازش فرمائی تھی *

علامہ فوائد مذکورہ بالا اُتر بھی ایسے فائدے ہیں جو بغیر دوسرے حقیقی کے حاصل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ سچی دوستی کے ثمرہ ہوتے ہیں مثلاً وہ فوائد جو کہ انسان کو صلاح و مشورہ سے حاصل ہوتے ہیں بشر کے خیالات کی اصل قدر (یعنی اُن کی صفعت و غلطی یا حسن و عیب) بغیر بیان کرنے کے نہیں معلوم ہو سکتی بلکہ لیکن نے تو یہاں تک

† یہ بڑا سافنی انگریز گذرا ہی اور اس سے بڑے کر آج تک کوئی انگلستان میں نہیں ہوا *

اندرس خدا ہاتھ نہیں آتا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں موجود نہیں ہیں ررنہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اُنکے سامنے لیٹاتا اور کہتا ار خدا ار اے جناب رسول خدا تم مجھے • میں اور اُنمیں مصافحہ کرو اور بتاؤ کہ کون تمہارا دوستدار ہی میں گنہگار یا یہ دیندار اور انشا اللہ تعالیٰ اگر خدا سچ ہی اور قیامت درست ہی تو یہ معرکہ ہونا ہی لیکن بالینہمہ اگر کوئی مبالغہ پر آمادہ ہو تو میں مبالغہ کو موجود ہوں *

”تعجب کی بات ہی کہ اُسیات پر کوشش کرنا کہ مسلمانوں میں قومی ترقی ہو علوم دینی قائم رہیں علوم دنیاوی جو مفید و بکار آمد ہیں اُنکا رواج اور ترقی ہو لوگ معاش سے فارغ البال ہوں اذل حال پیدا کرنے کے وسیلہ ہاتھ آویں حسن معاشرت میں جو نقص ہیں وہ رنج ہوں جن بد رسوس اور خراب عادتوں سے غیر قرمیں مسلمانوں کو اور اسلام کو حقیر و ذلیل سمجھتی ہیں وہ موقوف کی جاویں جو خلاف شریعت تصبیات و تہذبات ہیں اور ہر طرح کی ترقی کے مانع ہیں وہ دور لیئے جاویں اِن تمام باتوں کو معض دینداری اور حب قومی سے نہ سمجھنا اور انہماک دنیا کا الزام دینا کس طرح خدا کے نزدیک درست ہوگا *

باقی رہا اختلاف بعض مسائل میں وہ ایک جدایات ہی میں جس مسئلہ کو حق اور سچ سمجھتا ہوں بلا خوف اُسکو کرتا ہوں بقول شمس — از خدا شرم دار و شرم مدار * اُن مسائل میں سے جب کوئی مسئلہ کسی صاحب کی تھویر یا تقریر سے غلط ثابت ہوگا مجھکو اُسکا اقرار کرنے اور توبہ کرنے میں ایک لمحہ کی بھی خدا نے چاہا تو دیر نہوگی واللہ العلی التوفیق *

یہ امر جو پیش لکھ مجھکو لکھنے زبنا نہ تھے مگر بمحض ہری جو کچھ اپنی نیت اور اپنا ارادہ اور قصد ہی اُسکا عام طرح پر ظاہر کرنا ضرور تھا اس لیئے درچار حرف اُسی سختی سے جو میرے دامن ہی لکھ گئے ہیں تاکہ میرے مضائف اور موافق سب آپر فور کریں *

رات — م
سید احمد

نمبر ۲۳

دوستی

خدا نے انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا ہی اور اس لیئے اُس کو مصیبت اور جلسہ کی حاجت ہی اور مصیبت و محاسنات نہیں ہو سکتی بغیر کیندر ہونے اُس ذبیعت کے جو کہ ارکان محاسن کے درمیان

تقلید مروجہ کی مضرت

تقلید کے معنی لغوی تلامذہ گردن میں ڈالنا ہی اور اصطلاح میں اس لفظ سے یہ مراد ہے کہ کسی شخص کا قول اُسکی معنیت سے بلا نظر و فکر قبول کیا جاوے اور جب تمصب اور عقاد سے جو نفع داریں کے ہمیشہ سنگ راہ ہوتے ہیں قطع تعلق کیا جاوے تو خانہ پر انداز مصالح دینی و دنیوی اس کی تفسیر باللازم بہت ٹھیک ہی ہمیں جو یہ لازم پیدا کیا اس کی تسلیم میں شاید بعض ناظرین بلکہ اکثر کو کامل ہوگا لہذا ہم کو اس مقام پر استدر مجملہ لکھنا ضرور ہے کہ ہم جملہ اقسام تقلید کو بھڑدی و فلاح کے مضر نہیں بتاتے بلکہ ہم کو صرف اُس تقلید پر اعتراض ہے جو بالفعل رائج اور مسلمانوں کی ترقیات علمی و اخلاقی کی مزاحم ہے اور جب ہم صفحہ خاطر پر جو حقیقت اشیاء کا جلوہ گاہ ہے نظر ڈالتے ہیں تو جملہ صفات ذمیمہ مثلاً اپنے منعم کا حق نہ پہچاننا نفق و اختلاف کا شعلہ بھڑکانا اپنی ترقیات میں سامی ٹھوننا ہت دھرمی کو ایمان جاننا ہر ایک کا منشاء یہی تقلید مروجہ ہے اور سب کا سلسلہ یکساں اسی تقلید تک پہنچتا ہے *

ہر چند اکثر اقوام ایشیائی تقلید کی ظلمت میں گھوے اور اسی ایک سلسلہ میں سب کے سب بندھے ہیں مگر انصاف یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں پر یہ ظلمت زیادہ تر چھائی ہے اور چونکہ اہل اسلام کے اسلاف ایسی تقلید سے ہمیشہ متغیر تھے اور اُس کو اپنی ترقیات روز افزوں کی ممانع تصور کر کے کٹارے کش تھے لہذا اب اس زمانہ کے مدعیان اسلام کا ابتلاہ اس امر مذہب میں کون تھہ سکتا ہے کہ زیادہ تر بدتمنا نہیں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ خوبصورت شکل میں اندک عیب زیادہ معلوم ہوتا ہے اور سفید ہرف کے کردہ میں میل داغ صاف دیکھائی دیتا ہے ویسا ہی ہوگا مذہب اسلام خربوں سے آراستہ ہے لہذا اُس پر پابندی رسم و رواج و تقلید بپہرہ کا دھبہ جو حال کے پیرروان اسلام نے لگایا ہے دوست دشمن دونوں کی نظروں میں بدتمنا دیکھائی دیتا ہے پس ان خیالات کی بنیاد پر اگر کوئی مخالف ہمارے اصول مذہبی پر جو فی نفسہ عیوب سے مبرا ہے معترض ہو یا ہم کو حقارت کی نظر سے دیکھے تو ہم کو اضافہ سرائے سکوت کے چارہ نہیں ہے ہاں جب ہم اُس آفتاب عالمتاب کو اپنے خیالات خارجی کے کسوف سے نکالیں اُس وقت جو شخص اُس کے انوار کے چھپانے کا ارادہ کرے وہ ارباب عقول کے نزدیک امر محال میں سامی متصور ہوگا *

کہا ہے کہ ”انسان کا اپنے خیالات کو ایک بت یا تصویر کے سامنے بیان کرنا اُنکو اپنے دل ہی دل میں گھونٹ رکھنے سے بدرجہا بہتر ہے“ اور فی الحقیقت نہایت دانشمند تھا وہ عربی حکیم جو اپنے مسائل علمی کی صحت بظہری دریافت کرنے کے لیئے اُن کو اپنے بکرے کے روپرو بیان کیا کرتا تھا *

صلاح و مشورے سچے دوست کے سب سے بہتر ہوتے ہیں خود اپنی رائے سے بھی بڑے کریدلکہ اپنی رائے اپنی ہی بابت مثل خوشامدی کی رائے کے ہوتی ہے ”کیونکہ کوئی اپنے سے زیادہ اپنا خوشامدی نہیں ہوتا“ + انسان کی سمجھہ اکثر اُس کی رائے کے صرف حسن دکھاتی ہے اور اُس کے عیب دریافت کرنے کے لیئے دوسرے کی رائے ضرور ہی چنانچہ عربی شاعر نہایت خوبصورتی سے کہتا ہے *

اقرب برائے رائے غریک راحتہر * ذالرائے لایظفی علی الاثنین
ذالمر مہرقہ ترقیہ و جہہ * ویرای قفاہ بجمیع مراتین
علامہ اس سب باتوں کے دنیا دارالاسباب ہی اور انسان کے کاروبار زندگی پیچ در پیچ ہیں اس لیئے مدد اور سہارے کے بغیر کام نہیں چل سکتا اور مدد اور سہارے کا ہمیشہ دستیاب ہوجانا بغیر سچی دوستی کے تحقیق نہیں ہوتا نظر بروں دنیا میں انسان کے کاروبار اور ضروریات بے انتہا ہیں اور اُس کا وسیلہ و قدرت کیا مکانا اور کیا زمانا محدود پس بہت سے ایسے کاروبار ہیں اور بہت سی ایسی ضرورتیں ہیں کہ جنکا قرار واقعی انجام دینا ہمارے بس میں نہیں لیکن ہمارے دوست کی حد قدرت میں ہی اور اُس لیئے بدوں اُس کی سعی اور مدد کے اُن کا پورا اور مہیا کرنا ممکن نہیں اس قسم کے کاروبار وہ ہوتے ہیں جو کہ آدمی ایسے مکان و زمان میں جہاں اور جب وہ موجود نہیں ہو سکتا کرنے چاہتا ہے مثلاً ایسے کام جو کہ کوئی شخص ایسی جگہ جہاں کہ وہ جا نہیں سکتا کرنے چاہتا ہو یا ایسے وقت میں جب کہ وہ زندہ ہوگا پس ایک بڑے فلسفی نے کیا خوب کہا ہے کہ ”درس خود ہم سے زیادہ ہوتا ہے“ *

ان سب باتوں سے صاف ثابت ہے کہ اس عالم ذاتی میں بے عیش و خوشی زندگی بسر کرنے کے لیئے دوستی فرض ہے یہ وہ جوش معیت ہے جو کہ قدرت سے صرف انسان ہی میں نہیں بلکہ حیوانات مطلق میں بھی کیقدر پایا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص درست نہ رکھتا ہو اور نہ دوستی کر سکتا ہو تو بہتر کہ وہ دنیا سے سقر کوجارے *

رقیمہ

معتمد معتمد عفی عنہ

از کرسٹ کالج کیمبرج
۳ فروری سنہ ۱۸۷۱ع

تقلید مروجہ کی مضرت یکم محرم سنہ ۱۴۸۸ ہجری تقلید مروجہ کی مضرت

کو بے سمجھے پورے کالرحی من السما معتبر تصور کرتے اپنی صبر عزیز کو وحشیانہ خیالات میں راہیں کریں *

کوئی مذہب ہو اُس میں بہت ایسے پیشوا و ہادی بنتے ہیں جنکی کوششوں کی اصلی غایت اشاعت دین نہیں بلکہ اُنکا منشاء اس پیروی میں مال و دولت کا حاصل کرنا ہوتا ہے ہاں ہم کو اس امر سے انکار نہیں ہے کہ بعض حضرات اپنی دلی ترجیح سے اپنی قوم و ملت کی ترقی اور اپنی شریعت کے اشاعت کے خواستگار ہوتے ہیں اور دنیا و نمایش کو اُنکی کوششوں میں مداخلت نہیں ہوتی پس ہم کو ان دونوں فرقوں میں تمیز کرنے کے لیئے اُسی عقل کے آئے سے جو انہیں دونوں کے لیئے ایجاد کیا گیا ہے کام لینا چاہیئے تاکہ صاف ظاہر ہو جاوے کہ ان مذہبوں میں کون ہمارا دل سے ہوا خواہ اور کون اس پیروی میں اپنی خاص منفعت کا طالب ہے اور اس مطلب کے لیئے صرف رتبہ فائز ہو نظر عقل کو مقتصر کرنا کافی نہیں بلکہ اُس کے اقوال پر بھٹ کرنا اور دلائل پر نظر کرنا واجب ہے ہی تاکہ ہر قول کا علم الیقین حاصل ہو جاوے اور پھر تشکیک مشکک کے لیئے کوئی موقع و گنجائش باقی نہ رہے *

انٹر ایسا بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض بزرگ زادے عابد و خدا ترس پیشوائی کا مقام اپنے سر پر رکھتے ہیں اور اپنی عمر اس پیشہ میں جو ہدایت کے نام سے مشہور ہے بسر کرتے ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُنکی نیت میں ہوا خواہی اسلام پر عیبہ جاکڑنے ہی مگر اس بات میں گفتگو ہے کہ نفقہ فی الدین اور ادراک صحیح مصالح دنیوی میں اُن کو حاصل ہے یا نہیں پس بسا اوقات اُن کی تقلید آف جات ہوتی ہے اس لیئے کہ وہ لوگ تو خود اُس راہ سے جسکی رہبری پر کمر چسپا باندھے ہوئے خلائق کو اپنی طرف بلاتے ہیں نا آشنا ہیں بقول مشہور * او خوبشتم کمر است کرا رہبری کند * اُن کی پیروی میں سوائے خطر کے دوسری کیا امید ہے *

جب ہم دریافت کیا چاہیں کہ کیا رجحان ہے کہ ہندوستانی مسلمان مثلاً اپنے ہوموں کی شایستگی اور ترقیات روز افزوں کے حاصل کرنے میں سامی نہیں ہوتے اور اپنے میں اُن خصائص پسندیدہ سے جو تہذیب نفس کے لیئے ضروری ہیں مجھے نہیں کرتے تو اس کی وجہ سوائے اس تقلید سے متصل ہے جس کے وہ عادی ہو رہے ہیں اور ضعیف و بیکار کردینے قوت عقلیہ کے دوسری معلوم نہیں ہوتی اور کیونکر یہ سب غرایب باص انتشار خامار و تفرق جماعت اسلامی کے نہیں کہ زمانہ حال کے پیشوایان اسلام کا یہ حال ہو چکا ہے کہ اگر کوئی ناصح مشفق اہل اسلام کی ترقی میں بھٹ کرے اور اُنکی اصلاح حال کی تدبیر مناسب بتا دے تو اُس کی بات ابھی تمام ہوئی

ہمارے علمائے صاحب الزامے کا قول مسلم ہے کہ مدار تکلیف عقل پر ہی اسے بے صحیح و مجہول لایعقل پر احکام شریعہ مروجہ نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر چند سب نعمتیں جو ہم کو میدا فیاض سے ملتا ہو اپنی خوبیوں میں بے بہا ہیں مگر یہ جوہر لطیف عقل و درایت کا ان سب میں یکتا ہے کہ اُسکی بدولت ہم دوسرے حیوانات پر دعوے شرافت کرتے ہیں پس انسان پر واجب ہے کہ مجرد تقلید پر اپنے کام کا مدار نہ کرے بلکہ اُس قوت کو بھی جو مایہ انتضار انسانی ہے اچھ و بُرے کے پہچاننے میں آزما دے مثلاً جب دو قوتوں میں تعارض ہو یا جب کوئی فعل ہمارا پہلے سے چلا آیا ہو اور اب زمانہ مابعد میں کوئی شخص اُس کے مخالف راے دیوے تو ایسی حالتوں میں بے دسم و پا ہوئے ہمیں دوسروں کا منہہ تکنا یا ہت دھرمی کے ساتھ اپنے عمل قدیم پر ثابت قدم رہنا بیہودہ بات ہے اور انارچدنایا نامی اُمتہ وانامی اُثار ہم مہتدوں کے مفاد کی جسکی مذمت قرآن پاک میں مذکور ہے پیروی کوئی ہی دیکھو صناعت ازل نے بمقتضای صحت کاملہ واسطے کفایت ان مہمات کے عقل و درایت کی ایک نعمت ہے بہا ایسی ہتشی ہے کہ اگر ہم تمصب اور عناد کے لگاؤ کو چھوڑ کے ثابت قدمی کے ساتھ تامل کریں تو ٹیک و بد میں بخوبی تمیز کر سکتے ہیں *

ہمارے زمانہ کے مذہبان اسلام قوت عقلیہ کو کام میں لانا اور اچھ و بُرے کو باعانت انوار عقلیہ دریافت کرنا کفر جانے ہیں حالانکہ ایسے جوہر پاکیزہ کی قدر نہ جاننا اور اپنی مہمات دارین میں اس مرشد کامل کو رہنما نہ بنانا عین خطا اور نفراں نعمت بلکہ لایعقلوں شیاً و لایہتدوں کا مصداق بنتا ہے بعض اہل اسلام جو تھوڑے بہت حرف آشنا ہیں دو چار بیہتیں مثنوی اور دیوان کی پڑھ کے مہمات دینی میں استدلال کو بیکار بٹاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ وہ کتابیں جسے اس مضمون کا استخراج کیا گیا ہمارے عقائد کی کتابوں میں شمار نہیں کی گئی ہیں مزید برآں اُن آیات کا منشاء یہی ہے کہ صرف قوت علمی و ادراکی سے تکملہ ایمان ممکن نہیں بلکہ مومن کامل ہونے کے لیئے اپنے مفاد علمی پر بصدق نیت عمل کرنا ضرور ہے نہ یہ کہ استدلال محض بے سود اور اندھوں کی مانند بن دیکھ چاہنا مقتضی الی المطالب ہے *

جب یہ گروہ گرانمایہ ہمارے بھائیوں کی نظروں میں محض بیکار نظر آیا تو اب اپنے مصالح و منافع دارین کے دریافت کرنے کی کوئی سبیل دوسری سوائے اسکے باقی نہیں رہی کہ بعض اخصاص کو بلا دلائل عارفانہ و شریعت کا حامی قرار دیں اور اُن کے نورمانے

یہ تلخی اور ناگوار پیچھے اس سبب سے نہیں ہے کہ وہ غذا بمعہودہ لگے کہ جب اُس پر قوت ذائقہ اپنا عمل و تصرف کرتی ہے تب وہ غذا بنفسہ تلخ اور ناگوار ہوجاتی ہے بلکہ یہ بات ہے کہ وہ قوت ذائقہ خود ہی ناقص ہوتی ہے اور اُس میں وہ لیاقت بسبب مرض کے باقی نہیں رہتی ہے کہ جس سے وہ اصلی مزہ غذا کو دریافت اور اُسکی تمیز کرسکے *

پس آدمی کو لازم ہے کہ وہ تدبیر کرے جس سے روشن ضمیری اور ادراک عقلی اُسکا ترقی پارے اور قیاح اور خیالات فاسد کی آلودگی زایل ہوجاے اور تلاش اور طلب اُس آنے کی کرے جس سے اُنکی کدر و بر و آرایش دور ہو جاوے اسباب سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا ہے کہ وہ الہ اُنکے صاف اور صیقل اور صحیح کرنے کے لیئے عالم ہی اور بغیر عالم کے کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ وہ صاف اور شفاف اور صحیح ہوسکیں — علم اشرف سعادات اور انقل کمالات سے ہے اور اُسکی تحصیل اور طلب کی اباحت بہت اخبار اور احادیث وارد ہوئی ہیں اور طرح طرح پر اُسکے اجر اور ثواب مذکور ہوئے ہیں بعض احادیث میں لفظ عالم عام ہے اور بعض احادیث میں لفظ دین کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور بعض جگہ مثل علم ادیان باطلہ اور علم سحر اور علم کہانت اور مثل اُسکے سیکنے کی ممانعت بھی ہے — ہر حال سوائے اُس علم کے کہ جسکی بتصریح ممانعت ہوئی ہے (یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ کس کس علم کی تحصیل کی ممانعت کی اور کون کون شعبہ اُس میں داخل ہوسکتے ہیں) باقی علم عام ہو یا خاص علم دین ہو اس میں کسی بات کو طول سے لکھنا ضرور نہیں ہے اسلیئے کہ مسلمانوں میں علم دین کے ادراک کے واسطے علوم متعارفہ مثل علم ہیئت اور علم طبیعات اور ریاضی یا اُنکے شعبہ کا حاصل کرنا ضروریات سے سمجھا گیا ہے اور جب تک ان علوم میں آدمی کو کچھ دستگاہ نہ ہو تب تک اُسکا علم دین بھی ناقص سمجھا جاتا ہے فوراً کہ خاص قرآن شریف اور عام مسائل شرع کے لیئے کیا علم ہیئت کی ضرورت نہیں ہے کیا علم انتظام مدن اور حسن معاشرت کی حاجت نہیں ہے کیا علم جغرافیہ درکار نہیں ہے کیا علم ہندسہ کی ضرورت نہ پڑیگی کیا علم طب کا حاصل کرنا ضرور نہیں ہے کیا علم تہذیب کی مہارت بیکار ہوگی وہ کون سا مطلب اور باب اس ہے جو قرآن مجید میں نہیں ہے اور جب تک مفصل پر عبور نہ ہو مجمل کا ادراک بہت اشکال شے ہے حقیقت میں یہ علوم ایک جہت سے متعلق علم دین سے ہیں اور ایک جہت سے انتظام مدن اور حسن معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں جسکو عرف عام میں لوگ دنیا بڑے ہیں لیکن حقیقت میں شریعت مسلمانوں میں سوائے اُن بعض امور کے جنکی بابتصریح ممانعت ہوئی ہے ایسے

نہیں ہونے پاتی کہ یہ حضرات ہموش سیاست نہایت خشونت کے ساتھ جدل و خلاف کے لیئے آمادہ ہوجاتے ہیں اور حکم نفاذ و تداوم کا جو اُنکی پندار میں عامہ اور ردی اُس بیچارے کے حق میں صادر ہوتا ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی امر میں مظاہرہ نہایت کڑا پیچھا ہی الیبتہ ہمکو اُن کی ترش روئی اور مجادلہ ناملازم کی شکایت ہے اور جسقدر اس شکایت کا سلسلہ دراز کیا جاوے بچا ہی * پس جب تک ہمارے مسلمان بھائی تقلید مردجہ و پابندی رسم و رواج کو نہ چھوڑیں اور اپنے ہوا خواہ و بدخواہ کو بقوت عقلیہ نہ پہچانیں کوئی تدبیر کر کیسی ہی مددہ ہو اُن کی اصلاح حال کے لیئے مفید نہیں ہوسکتی اور نہ اُنکی ترقیات کا ستارہ جو خانہ بستی میں آگیا ہی ہلندی اقبال پر چمک سکتا ہے و بالذات ترقیت و ماملینا الا بلایغ *

الارائے

محمد عبدالغفور

مقام معتمد آباد ضلع اعظم گڑہ

نمبر ۲۶

طلب علم

صانع حقیقی نے ایک نہایت عمدہ اور قیمتی گھر طبع انسانیت میں سپرد کیا ہے اور ایک نہایت لطیف اور صاف آئینہ ہے جس سے تمام ممکنات کو دیکھ سکے بشر کو عطا فرمایا ہے کبھی اُس سے ساتھ دل کے تعبیر کیجاتی ہے اور کبھی ساتھ عقل کے لیکن جیسے کہ گھر اور آئینہ چرک اور بشارت سے مکر اور بے اب ہو جاتا ہے ویسے ہی عقل اور دل خیالات فاسد اور اوصاف ذمیمہ کے باعث کہ جب وہ ہجوم کر کے گھیر لیتے ہیں اپنی آب و تاب اور روشنی دکھانے میں معطل و بیکار ہو جاتے ہیں *

یہ بات کیطرح تسلیم نہیں ہوسکتی کہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف ذمیمہ ایک جگہ جمع ہوں حقیقت میں یہ دو جنس بیگانہ ہیں وہ آپس میں کیسے مل سکتی ہیں اور کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف میں آگ و پانی جمع ہوسکیں ان دونوں میں ایسا ہمد ہی جیسے مشرق اور مغرب میں جب کوئی ایک طرف سے دوسری طرف کو چلے تو ضرور ہوتا کہ ایک سے قرب دوسرے سے بعد ہوتا جویکجا جب تک طبیعت انسان میں وجود خیالات فاسد کا باقی رہیگا تب تک اوصاف حمیدہ اُسکو کسی طرح پسند اور مغرب نہونے سے دیکھو بیمار کی حالت کو کہ جب مرض طبیعت کو بگاڑ دیتا ہے اور خراب کردیتا ہے تو عمدہ سے عمدہ خوشگوار غذا جسکی خوبی پر جہور کا اتفاق ہو اُس مریض کو تلخ اور بدمزہ معلوم ہوتی ہے *

ہو چکی ہی اُسکو جس جگہ ضرورت ہوئی ہی قول سے مطابق کیا گیا
 ہی تا کہ قول اور فعل میں اختلاف واقع نہ ہوے لیکن جبکہ اُنہیں
 اشیاء کی حقیقت کی تحقیقات کی ترقی کی جارے اور اس تحقیقات
 میں کوئی بات لائق یقین کے ایسی ثابت ہو جاوے جو بظہانی
 تحقیقات کے سراسر مخالف ہووے تو جب تک کہ ہمکو ان تحقیقات
 جدید پر جس سے ترقی عبارت ہی عبور اور اُنکے تمامی حالات بلکہ
 ماہیت دریافت نہ ہووے تب تک ضرور ہی کہ قول اور فعل صانع کا
 مختلف سمجھا جاوے گا اور جبکہ قول اور فعل میں اختلاف پایا گیا
 تو ضرور ہوا کہ ایک کو اُنہیں سے صحیح اور دوسرے کو غلط قرار دیں
 اور فعل کی صحت پر یقین کرچکے ہوں تو پھر قول کو کس طرح سے
 صحیح مان سکیں گے ہاں جب ان تحقیقات جدیدہ کا ہمکو علم
 حاصل ہوگا اور ہم اُسکے حالات سے بخوبی ماہر ہوئے تو ہمکو بہت
 آسان ہوگا کہ یا تو کسی دوسرے وسیلہ سے ایسی تحقیقات کریں کہ
 جس سے غلطی اُس تحقیقات درمیان کی واضح ہو جاوے یا ایسی
 دلیل پیش کریں یا ایسی عمدہ تائید کریں کہ اُس تحقیقات کی
 حالت ترقی سے بھی قول مطابق ہو جاوے اس نرضی صورت پر
 یہ اعتراض ہو سکتا ہی کہ جب ہم قول کی صحت کو یقینی جان چکے
 ہوں تو پھر کس طرح ترقی تحقیقات کے باعث جو خلاف تحقیقات مرتبہ
 اول کے ہی اور جو اب قول کے مخالف ظاہر معلوم ہوتی ہی یقین
 کر سکیں گے لیکن میرا مقصود یہ نہیں ہی کہ قول کی صحت جسکو یقینی
 جان لیا گیا ہی مستلزم صحت تحقیقات اشیاء ہی بلکہ مراد یہ ہی
 کہ ان درجوں کو باہم مطابق ٹھہرایا ہی پس جبکہ کوئی تحقیقات غلط
 ثابت ہو جاوے تو اُس قول کی غلطی خواہ مخواہ لازم نہیں آوے گی
 بلکہ قول سے پھر مطابق کرنے کے لیئے موقع اور قوت باقی ہوگی الا یہ
 قوت اور موقع تب ہی باقی رہے گا کہ جب اس ترقی تحقیقات پر
 ہمکو کامل مہارت ہو روئے گو زبان سے نہ کہہ سکیں مگر دل میں
 شبہ ضرور رہے گا اور مراد جو استحکامی دین سے ہی اُس میں بڑا
 خلل پڑے گا پھر ہمکو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ آیا جو نئی ترقی
 ہوئی ہو اُسکا علم ہمکو حاصل کرنا اُسی حالت میں چاہیئے کہ جب
 ہم میں سے کسی کے باعث وہ ترقی ہوئی ہو یا کسی دوسری قوم اور
 فرقہ نے وہ ترقی حاصل کی ہی تو بھی اُسکے حاصل کرنے کے لیئے
 کوئی امر ہمکو ممانع ہی یا نہیں تو عقلاً یا نقلہ کوئی امر اُسکا مانع
 نہیں نکلیگا بلکہ اسی بات کی تائید نکلیگی کہ علم کے حاصل کرنے کے
 لیئے لازم ہی کہ اُسکے حصول کا حصر کسی خاص وسیلہ سے یا کسی
 خاص مقام سے نہ کیا جاوے بلکہ جس وسیلہ سے اور جس مقام سے

بُنی امور داخل دینیات ہیں — اب ہمکو اسبات پر غور کرنا چاہیئے
 کہ مسلمانوں میں بابت اُن علوم کے جس قدر کہ متقدمین نے تحقیق
 کرے اپنی کتابیں تالیف کی ہیں اُسی پر اکتفا کرنی چاہیئے یا جو
 کچھ کہ اُن علوم کو کسی اور محنتوں اور گوشوں اور عمدہ عمدہ
 وسیلہ اور ذریعوں سے نئی نئی تحقیقاتیں اور تجربہ ہو کر جو کچھ
 ترقی ہوئی ہو اُسکو بھی ہم لوگ تحصیل کریں — ظاہر ہی کہ
 بعض متقدمین کی تحقیقات تک عام بھم پھرنچانا اور کسی دوسری
 ترقی کی طالب نہ کرنا ایک بیہودہ اور لغر بات ہی — قرآن شریف
 میں یا حدیث میں ایسے امور کے لیئے کوئی حد معین نہیں کی گئی
 اور عقل بھی کسی طرح ایسے امر کو پسند نہیں کرتی ہی جو مانع
 ترقی کی ہو خصوصاً اُس حالت میں کہ جب کوئی ممانع شرعی
 اُس میں نہیں ہی — نہیں ہمکو یہ کہنا چاہیئے کہ جو کچھ
 نئی ترقی علوم کو ہوئی ہی اُسکا ہمکو حاصل کرنا ضرور اور لازم
 ہی کیونکہ یہ مسئلہ مسلم ہی کہ اصول دین کی تقویت اور استحکام
 کے لیئے اُن علوم متعارفہ کا استحصال ضروری اور ایک رکن ارکان
 امور دین سے ہی اور وہ علوم متعارفہ جب اپنی ایک حالت سے
 دوسری حالت اعلیٰ پر پھرنچتے ہیں تو حالت اول ناقص متصور ہوتی
 ہی بمقابلہ حالت ثانی کے اور ہم مسلمان لوگ جب اول ہی حالت کو
 پکڑے رہیں گے جو ناقص ہی تو ہمارے امور دینی میں بھی نقصان
 ضرور لازم آوے گا اور جب ہم حالت ثانی پر جو ترقی کی حالت ہی
 پھرنچ جاوینگے تو ضرور ہی کہ ہمارے امور دینی بھی ترقی
 پاوینگے ترقی امور دینی سے مراد میری اس جگہ یہ نہیں ہی کہ
 جو اصلی امور دینی معین و محدود ہیں اُنہیں کچھ بڑے جاریگا
 بلکہ مقصود میرا اُسکے استحکام سے ہی مثلاً فرض کرو کہ علوم
 متعارفہ کی تحقیقات کی بنا پر جو کوئی ثبوت یا دلیل استحکام
 کسی امر دینی کے لیئے قائم کی گئی ہی اور اب وہ بناء غلط ثابت
 ہو جاوے تو اس سے اُس امر دینی ہمارے میں بھی غلطی یا ضعف
 سمجھا جاوے گا لیکن جب ہم اُس حالت ترقی پر پھرنچے ہوئے ہوں تو
 نئی تحقیقاتوں کی بناء پر ہم دوسرا ثبوت یا دلیل قائم کرینگے اور
 اُسکی اصلاح کر سکیں گے اور اُسی طرح ہمارے امور دینی زیادہ تر مستحکم
 اور مضبوط ہوتے جاوینگے مسلمانوں کو یہ بات تسلیم ہی کہ قرآن شریف
 قول ہی صانع حقیقی کا اور تمام اشیاء موجودہ جو قدرتی کہلاتی
 ہیں وہ اُسکی مصنوعات سے ہیں یعنی اُسکے فعل سے ظہور میں آئیں
 ہیں پس ضرور ہی کہ صانع کا قول اور فعل مطابق ہووے اب فرض
 کرو کہ مسلمانوں میں جو حقیقت اشیاء کی بعد تحقیقات کے دریافت

چین ہو یا انگلستان روم ہو یا ایران ہند ہو یا روس جسطورے
ممکن ہو حاصل کرے — اعطاء العلم لوکان فی الصین *

المبدالہ حقیر

مرزا عابد علی عفی اللہ عنہ

مقام ہاتھوس ضلع علیگڑہ

نمبر ۲۷

تدبیر فلاح

ہم ان چند سطروں کو نہایت انسوس کے ساتھ تحریر کرتے ہیں
کہ جب ادبار آتا ہے تو آدمی کی عقل بالکل سلب ہو جاتی ہے پھلے
پورے کی تمیز باقی نہیں رہتی اگر کوئی شخص اُس کے حال تاسف
خیز پر رحم کرے کوئی فکر اُس کی فلاح کی کرتا ہے تو اُس کو برعکس
سمجھتے ہیں فی زمانہ بعینہ یہی حالت ہم مسلمانان ہند کی ہے
کہ بارجودیکہ اس حالت قنول میں ہیں لیکن کوئی فکر اپنی بہبودی
کی نہیں کرتے تحصیل علم کو جو کہ ذریعہ فلاح داریں ہی بالکل
ترک کردیا ہے علم کی رز بروز کمی ہوتی جاتی ہے اور اسی سبب
سے اُن لوگوں کی نظروں میں جو رز بروز ہر قسم کے علوم اور فنون میں
ترقی کرتے جاتے ہیں حقیر اور ذلیل معامد ہوتے ہیں اب ہم کو لازم
ہی کہ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور فکر حصول بہبودی دنیا و دھنات
آخرت کی کریں علم کے رواج دینے میں جان اور مال سے کوشش کریں
تاکہ ہماری اور ہماری آیندہ نسل کی عزت اور بہتری کی کوئی صورت
نکلے علوم اور فنون حاصل کریں اور اُن تعلیم یافتہ لوگوں میں جو کہ
فی الحال ہماروں کو بسبب ادبار کے (جسٹے کہ ہماری عقلوں کو
اس قدر زایل کردیا ہے کہ ہم لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم کس حالت
میں ہیں اور کون سی تدبیر عزت حاصل کرنے کے واسطے کریں) حقیر
سمجھتے ہیں عزت حاصل کریں اور بے شک جہالت ایک بہت بڑا
ادبار ہے کہ جسکے سبب سے آدمی تدبیر کا رہتا ہے نہ دنیا کا اور
صرف بوجھ کمی علم کے ہم لوگ اس حالت کو پھونچتے ہیں کہ تعلیم
یافتہ لوگوں کے سامنے حقیر معلوم ہوتے ہیں اگر ہم لوگ علم کو
حاصل کریں اور فنون کو ترقی دیں تو ضرور اگر خدا نے چاہا تو ہم
لوگ بھی عزت حاصل کرینگے جو اب تعلیم یافتہ لوگوں کو حاصل ہے
وہ لوگ جو کہ اس زمانہ میں ہر قسم کے علوم اور فنون میں کامل
ہیں علم اور ہنر لیکر پیدا نہیں ہوئے یہ صرف ثمرہ اُن کی کوشش کا

ہی کہ اس درجہ ترقی کو پھونچتے ہیں ہم بھی آدمی ہیں جنہوں
مطلق نہیں اگر کوشش کریں تو کریں نہ علوم اور فنون میں کامل
ہوں ہم لوگوں کو بسبب ہمت ہوتا نہایت غرور حتی الامکان سعی اور
کوشش کریں اور اپنے ہم مذہبوں کو جو کہ سب کے سب ایک ہی
حالت میں ہیں مستعد کریں کہ وہ لوگ حصول عزت و رفیع ذلت کی
تدبیر کریں تمام مسلمانان ہند کو لازم بلکہ فرض ہے کہ وہ ذریعہ
جو کہ دافع ذلت اور باعث عزت ہو پیدا کریں اور وہ ذریعہ کیا ہے علم
ہی جب تک آدمی علم حاصل نہیں کرتا ہی تب تک سبکی نظروں
میں حقیر معامد ہوتا ہے عزت جس کا نام ہی صرف ایک ان عمدہ
نتیجوں میں سے ہے کہ جو علم سے حاصل ہوتے ہیں ہر مسلمان کو
بقدر امکان کے چندہ دینا چاہیئے تاکہ ہر ضلع میں مدارس
اسلامیہ قائم ہوں اور ہر طرح کے علوم مثلاً عربی فارسی ہندی انگریزی
پڑھانے جارہیں تاکہ ہر شخص جو علم چاہے پشورشی و آسانی تمام
حاصل کرے سو پھر دیکھیں کہ کون ہم پڑھتا ہے اور کون ہم سے
زائد شایستگی حاصل کرتا ہے ایسی حالت میں یہ بھی ضرور ہے
کہ اگر کوئی شخص ذی رتبہ جس کی کوششیں عمدہ ہوں کوئی صورت
ہماری فلاح کی نکالے اور ہمارے حال پر رحم کرے ہماری مستگیری کیا
چاہے تو بوجھ زایل ہوجائے عقل کے جو اثر حالت ادبار میں ہوتا ہے
اگر ہم اُس کی ٹیپ کو نہ سمجھیں تو بے سمجھے بوجھ اُس پر
اعتراض نہ کریں پھلے غور کر کے دیکھیں اور معامد کریں کہ اسکی اصل
غرض کیا ہے نہ کہ بلا تامل اُس کی رائے کو غلط ٹھہرانے لگیں ایسی
حالت میں اگر کوئی ایسا شخص مددگار ملے تو نہایت خوشی کے ساتھ
اور خوبی تقدیر سمجھکر اُس کی پوری کریں اور جو تدبیر وہ
ہماری بہتری کے واسطے نکالے اُس کو خوب سمجھکر اُس پر عمل
کریں اب فرض ہمارے اس نکلنے سے صرف یہی ہے کہ جسقدر ممکن
ہو اپنے ہم مذہبوں کی مدد کریں اور اعتراضات وغیرہ جو اس حالت
میں نہایت مضر ہیں چھوڑ دیں ایسے وقت میں جب کہ گورنمنٹ
بھی ہر طرح سے اپنی رمایا کی فلاح کے واسطے کوشش کر رہی ہے اس
کی تدبیر ہم جلد ممکن ہی ورنہ جس قدر مرصہ ہوتا جائیگا تدبیر
مشکل ہوتی جائیگی جتنا عارضہ پرانا ہوتا ہے اتنا ہی اصلاح ہوتا
ہی آیندہ اختیار *

محمد منایہ الرحمن

از مقام بنارس

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیبِ الاخلاق

نمبر ۲

۱۵ محرم سنہ ۱۳۰۸ ہجری

جلد دوم

یہ پرچہ میں بعض مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ مندرجہ ذیل *
مضمون نمبر ۲۸

طبقات علوم الدین

ہم خیال کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں جو مسلمان بعض مسائل مذہبی کی تحقیقات کو دیکھ کر متعجب ہوتے ہیں اور اس تدقیق کو خلاف جمہور اور خرق اجماع سمجھتے ہیں غالباً اسکا سبب یہ ہے کہ وہ علوم دین کے طبقات سے واقف نہیں ہیں اس لیے مناسب ہے کہ کچھ اُنکا ذکر کیا جائے *

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب حجة اللہ البالغہ میں طبقات علوم الدین کی تفصیل اس طرح پڑ بیان کی ہے *
طبقة اول — حدیثوں کے پہچاننے کا علم نہ کرنسی صحیح ہے اور کرنسی ضعیف اور کرنسی معتبر ہی اور کرنسی نامعتبر چنانچہ اس کام کو علماء محدثین رحمہ اللہ علیہم اجمعین نے اختیار کیا اور حدیث کی کتابیں اُس میں تالیف کیں *

طبقة دوم — کلام الہی اور اُن حدیثوں کے معنی بیان کرنے کا نام کہ مطابق معارضہ اور استعمال زبان عرب کے اس کے کیا معنی ہیں چنانچہ اس کام کو علماء علم ادب نے اختیار کیا *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چئدہ خواہ بطور قیامت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ رہے بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوے گا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چئدہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا *
علاوہ اس کے جو شخص کچھ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکر گزاری تمام لیا جاوے گا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر قیامت ہی پرچہ دو آنہ اور صح مصحول تین آنہ ہوگی مگر خریداروں کو کم سے کم تین روپیہ قیامت اور ایک روپیہ آنہ آنہ مصحول جملہ چار روپیہ آنہ آنہ پیشگی بھیجنے ہرنگے *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اس کوئی پرچہ چار آنہ قیامت اور ایک آنہ مصحول دینا ہوگا *
سیپروں کو یہ قیامت یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اس کے تقسیم کا بھی یہ قیامت جسکر وہ چاہیں اختیار ہوگا *

ہماری آنکھ سے دکھائی نہیں دیتی تھ ہم اُسکو چھو سکتے ہیں تو اُسکا خیال ہمارے دل میں بیچڑ بیچڑ ایسی چیزوں کی تشکیل کے جنکو ہم جانتے ہیں اُور دیکھتے ہیں اور کسی طرح پور نہیں آسکتا مثلاً اگر مذاب قبر میں گنہگاروں کی نسبت سانپوں کا چھٹنا اور کاٹنا بیان کیا جائے تو اُسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ درحقیقت سچ سچ کے یہ سانپ جنکو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں مردے کو چمت جاتے ہیں بلکہ جو کیفیت کہ گناہوں سے روح کو حاصل ہوتی ہی اُسکا حال انسانوں میں اُس رنج و تکلیف و مایوسی کی مثال سے پیدا کیا جاتا ہی جو دنیا میں سانپوں کے کاٹنے سے انسان کو ہوتی ہی عام لوگ اور کھٹلا اُسکو واقعی سانپ سمجھتے ہیں اور عارف باللہ اُسکی حقیقت اور اصلیت پورے پہنچاتے ہیں اور اسی اصلیت کے جاننے اور پورے بیان کرنے کو علم ارادین کہتے ہیں اور یہ رہی علم ہی جس سے انسان کا ایمان تصدیق کے درجہ سے بھی بڑے کو عام الیقین اور حق الیقین بلکہ میں الیقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہی *

اگلے زمانہ میں علماء کی یہ رہے تھے کہ علم اسرار الدین کو عام لوگوں میں پھیلانے سے جو اُنکی سمجھ سے باہر ہی کچھ فائدہ نہیں بلکہ اُنکی تصدیق کو تشکیک میں ڈالنا ہی مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا حال کے زمانہ میں ہر چار طرف علم کی ترقی بہت زیادہ ہوگئی اور اُسکی شوائب تمام دنیا میں پھیل گئیں اور پھیلتی جاتی ہیں اور پھیلتی جا رہی ہیں بعض ملکوں میں تو عام و عوام اور خاص و خواص سب کے خیالات کو وسعت ہوگئی اور بعض ملکوں میں شاید ابھی عوام کے خیالات کو وسعت نہ ہوئی ہو الا عام کے خیالات کو تو ضرور وسعت ہوگئی ہی اور اِس لیے اب دین کی تہنیتی باتوں کا بیان کرنا کافی نہیں رہا بلکہ اسرار الدین کے مثنیہ بیان کرنے کا وقت ہی اور جو بات کہ اگلے زمانہ میں کسی عالم کے دو چار شاگرد رشید جانتے تھے اُسکو عموماً ہر ایک کو بتلانا چاہیئے تاکہ حقائق مسایل اور اسرار دین سے لوگ واقف ہوکر اپنے مذہب کی سچائی پورے صفا میں ہوں اور کھٹلاؤں کے اس قوی کفر سے کہ عذاب قبر سے انکار کیا اور معراج سے منکر ہوئے اور شیطان کے وجود کو حیز جداگانہ میں نمائنے سے نص قرآنی کا انکار کیا کچھ دُور نہیں چاہیئے اگلے لوگوں نے جنہیں سب کے حقائق اہم حجتہ الاسلام غزالی ہیں اور سب کے آخر شاہ ولی اللہ صاحب ہیں اُنکی تہمت بھی ان کھٹلاؤں نے اسرار دین کے خلاف کرنے کے سبب سے بہت سے کفر کے قوی دہیے ہیں اُن قوتوں سے اُنکا تو کچھ نہیں بگڑا مگر ان کھٹلاؤں کی ہڈیاں میں جو تھا وہی اُنکے چمچوں میں نکل آیا *

مابقہ حرم — کلام الہی اور حدیثوں کے معنوں کو بطور اصطلاحات ہرمیہ قرار دینے اور اُن سے احکام شریعہ کے نکالنے اور ایک حکم سے دوسرے پر قیاس کرنے اور اشارات و کنایات مبادی سے حکم نکالنے اور ناسخ منسوخ قرار دینے اور راجح مرجح نہرانے کا علم چنانچہ اِس کام کو نقہا نے اختیار کیا *

مابقہ چہارم — مذہب اسلام کے اسرار جاننے کا علم اور یہ وہ علم ہی جس میں مذہب اسلام میں جو کچھ ہی اُسکی حقیقت اور اصلیت اور جو حکمت کہ شارع نے اُس میں رکھی ہی وہ بیان کی جاتی ہی *

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہی علم ہی جس سے آدمی پکا مسلمان ہوتا ہی اور اُسکا ایمان مثلاً ایسے شخص کے کامل یقین کے پختہ ہو جاتا ہی جسکو کسی نہایت سچے شخص نے یہ بات کہی ہو کہ سنگھیا زہر قاتک ہی اُسکے کھانے سے آدمی مر جاتا ہی اور اُس شخص نے بسبب اُس قابل کی سچائی اور معتبری کے اُسکی تصدیق کی اور پھر قواعد علم کھٹک سے یہ بات بھی جانی کہ زہر میں حرارت اور بے وسعت ہے اکتھا ہی اور وہ دروں خاصیتیں انسان کے مزاج کے برخلاف ہیں اور اِس لیے اُسکو مارتا ہی ہیں اور اِس بات کے جاننے سے اُسکا یقین اُس ذیل پور اور اُسکی بات پور اُور زیادہ پختہ ہو جاتا ہی پس اسرار دین کے علم کا یہی نتیجہ ہی کہ وہ انسان کے ایمان کو ایسا پختہ کر دیتا ہی کہ کسی طرح کھٹکا ہی نہیں سکتا *

شاہ صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگرچہ عام عالموں نے فقہ کو لب لباب عوام دین کا سمجھا ہی مگر اُن کے نزدیک علم اسرار دین ہی سب کا حراج ہی پور وہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کہ یہی علم اِس لائق ہی کہ بعد اداے فرائض کے آدمی اسی علم میں اپنی تمام اوقات عزیز صرف کرے اور ذخیرہ آخرت لیجاردے *

شاہ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ جبکہ اِس قسم کے مطالب پور لوگ غور کرتے آئے ہیں اور مسائل اور مطالب نکالتے رہے ہیں تو اب عام اسرار دین پور گفتگو کرنا اور بحث کرنا خرق اجماع ہی نہیں رہا میں کہتا ہوں کہ خرق اجماع کیسا اب اسپر بھٹ کرنا فرض میں ہو گیا ہی *

حال یہ ہی کہ جو حالات کہ انسان کی روح سے متعلق ہیں اور جو انکشافات کہ انسان کی روح پور ہوتے ہیں اور اعمال صالح اور غیر صالح سے جو کیفیت انسان کی روح میں پیدا ہوتی ہی اور جو حالت کہ اسپر بعد موت کے طاری ہوتے ہیں جسکو معاد کہتے ہیں وہ پدید تشکیل کے انسان کے خیال میں نہیں آسکتے کیونکہ جو چیز کہ

اعتزل النساء فلا تزوج ایذا، ذہاب النبی صلعم الیہم فقال انتم الذین قتلتم کذا وکذا واللہ انہی لاشاکم لکلمہ و اتقائم لہ لکنہی اصوم و افعلو و اصلي و اردد و اتزوج النساء ذنوب من سنتي فلیس مني متفق علیہ *

بقاری و مسام نے حضرت انس سے یہ حدیث نقل کی ہے نہ عرب کی تین قوموں کے کچھ لوگ پیغمبر خدا صلعم کی ازواج مطہرات کے پاس آنحضرت صلعم کی عبادت کا حال دریافت کرنے کو آئے جب اُن کو بتایا گیا تو اُنہوں نے اُس کو بہت کم سمجھا اور اُنہیں لہنے لگے کہ کچھ ہم اور کچھ پیغمبر صاحب اُن کو تو بہت سی عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اُن کو تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے گناہوں سے پاک کر دیا ہے پھر اُن میں سے ایک نے کہا کہ ہم تو ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کرینے اور دوسروں نے کہا کہ ہم ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کرینے اور کبھی روزہ نہ چھوڑنے اور اُن میں سے ایک نے کہا کہ ہم مرتروں کے پاس نہ جارہے اور کبھی دروازہ نہ کھولیں گے اتنے میں جذب پیغمبر خدا صلعم تشریف آئے اور فرمایا کہ تم نے ایسی ایسی باتیں کہیں ہیں جانو خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے قرتا ہوں اور تم سے زیادہ اُسے حضور میں پاک رکھنا چاہتا ہوں لیکن میں تو روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی رکھتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پھر جو کوئی میرے طریقہ کو پسند نہ کرے وہ میرے ساتھیوں میں سے نہیں *

یہ حدیث ہم مسلمانوں کے لیئے بہت بڑی سندِ احسان کی ہے کہ اصلي اور سچی عبادت رہی ہے جو قانون قدرت کے اصول کے مطابق ہے تمام قوی جو خدا تعالیٰ نے انسان میں پیدا کیئے ہیں وہ اسلیئے پیدا نہیں کیئے کہ وہ بیکار کر دیئے جارہیں بلکہ اس لیئے پیدا ہوئے ہیں کہ سب کام میں لائے جائیں شریعت حقہ مصطفویہ صلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے کوئی نئی بات نہیں پیدا کی بلکہ صرف اُن قوی کے کام میں لانے کے طریقہ کو بتایا ہے جس سے جملہ قوی اعتدال پر اور شگفتہ و شاداب رہیں اور ایک کے غلبہ سے دوسرا بیکار اور بڑبڑا نہ ہو جائے مگر بہت ہی کم ارگ ہیں جو اس نکتہ کو سمجھتے ہیں بلکہ اُس طریقہ کو جسکو ہمارے پیغمبر خدا صلعم نے رہنمائی قرار دیا ہے اور جسکو ہندی زبان میں گوگنی یا جگ کہتے ہیں کمال عبادت اور منتہا ہے زہد و تقویٰ قرار دیتے ہیں *

نویاض جو مذهب اسلام میں ہیں اُن کا ادا کرنا بلاشبہ باعث نجات ابدی ہے من ابی ہریرۃ قال اتی امرابی النبی صلعم فقال دلنی علی عمل اذا ملتہ دخلت الجنۃ قال تعبد اللہ ولا تشرب بہ شیاء و تقیم الصلوٰۃ المکتوبۃ و تردی الزکرة المفروضۃ و تعوم رمضان قال والنبی

اس علم یعنی علم اسرار دین میں احیاء العلوم امام حجة الاسلام قزانی کی اور حجة اللہ ابوالفتح شاہ ولی اللہ صاحب کی تہائیت عمدہ کتابیں ہیں مگر زمانہ حال کے مطابق اُنکو بھی کامل نہ سمجھنا چاہیئے اس لیئے کہ اس زمانہ میں بہت سی چیزیں اب معلوم یا مروج نہ رہیں جو اُس زمانہ میں تھیں اور یہ کہ مارز تحریر کے طریق تقریر اور مناسبات استدلال اور طریقہ ایراد اس زمانہ میں نئے طور پر شروع ہوا ہے جو اُن زمانوں میں نہ تھا اور یہ کہ حال کے زمانہ کے لوگوں کے خیالات کو بہ نسبت اُس زمانہ کے بہت زیادہ وسعت ہو گئی ہے اور یہ کہ اُن کتابوں میں بہت باتیں ہو بنیاد امورات مسلمہ مذہبی بیان کی گئی ہیں جو صرف معتقدین اسلام کے لیئے بلاشبہ مفید ہیں مگر بلحاظ شان و قدر و منزلت اُس علم کے اُس کے بیان کا ایسا عام ہونا چاہیئے جو معتقدین اور غیر معتقدین سب کے لیئے مفید اور باریک مرثو ہو پس وہ مطالب اس لائق ہیں کہ اُنکو حال کے پیرایہ تقریر کے موافق از سر نو بیان کیا جاوے مگر یہ کام اُسی سے ہو سکتا ہے جسپر خدا کی مہربانی ہوئی ہو اور اُس کے دل کو نور ایمان سے منور کیا ہو اور کچھ حصہ علم ادنیٰ سے عطا فرمایا ہو ان من اعظم نعم اللہ علی ان اتانی منہ حظا و جعل فی منہ نصیبا و ما انک اعترف بفقہ صبری و ابرو و ما ابرو نقی اب النفس لامارۃ بالسوء *

راقۃ
سید احمد

نمبر ۲۹

عبادت

تمام نیکیاں اور عبادتیں جو قانون قدرت کے برخلاف ہیں پوری نیکیاں اور عبادتیں نہیں ہیں مگر انہوں ہی کہ بہت سے ارگ اس کا خیال نہیں کرتے اگر صرف اس کا خیال ہی نہ کیا جاتا تو چنداں مشکل نہ تھی دقت یہ ہے کہ قانون قدرت کے مطابق جو نیکیاں اور عبادتیں ہیں اُن کو نیکیاں اور عبادتیں ہی نہیں سمجھتے *

اس مطلب کے ثابت کرنے کو ہمارے لیئے ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا کافی اور وافی ہے اور اُس کے بعد کسی درستی کے قول و فعل کی سند کی حاجت نہیں *

من انس قال جاء ثلثہ وعطالی ازواج النبی صلعم یسألون عن عبادۃ النبی فلما اخبروا بها کانہم یقولوا فقالوا این نحن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد غفر اللہ ماتقدم من ذنبہ و ما تاتوا فقال احدہم اما انا غاصی اللیل ایدا و قال الآخر انا اصوم النهار ایدا و الاخر و قال الآخر انا

آتی ہی کہ * علم دین فقہ اسد و تفسیر و حدیث * ہرگز خواند فیروز ازیں گردد خبیث * مگر یہ خیال اُس کا محض غلط ہی اور اسی سبب سے مسلمانوں میں روز بروز علم کا تنزل ہی اور جس کے ساتھ خود علم دین بھی معدوم ہوتا جاتا ہی *

جاننا چاہیئے کہ علم کے معنی دانستن کے ہیں علوم دینیہ کا صرف جاننا نہ کچھ عبادت ہی اور نہ کچھ ثواب الہیہ وہ اُس رتبہ عبادت یا ثواب ہو سکتا ہی جب کہ اُس کو امور دینی کے کام میں لانے کی نیت سے پڑھا جارے پس مدار عبادت اور ثواب تحصیل علوم دینیہ کا نیت پر منحصر رہا نہ نفس علم پر — یہی حال تمام باقی علوم کا ہی تمام علوم جن کو علوم دنیوی کہتے ہیں واسطے ترقی اور استحکام اور تعالیٰ علوم دینی کے ضروری ہیں گو اُن کا پڑھنا فی نفسہ عبادت نہو جیسا کہ علوم دینیہ کا پڑھنا بھی فی نفسہ عبادت نہ تھا مگر جب کہ وہ اس نیت سے پڑھے جاریں یا پڑھائے جاریں کہ علوم دینیہ کے لیئے مثل آتہ کے ہیں تو اُن کا بھی پڑھنا یا پڑھانا ویسا ہی عبادت ہی جیسا کہ علوم دینیہ کا تھا پس ایک کو عبادت سمجھنا اور دوسرے کو نہ سمجھنا کسی غلطی ہی *

ملاحظہ اس کے وہ علوم بھی جن کو ہم علوم دنیوی کہتے ہیں اگر اُن کی تعلیم نیک طرح ہو تو بامقصد ترقی ایمان اور سبب مصلحت اور ترقی معرفت ذات باری تعالیٰ جل شانہ کے ہوتے ہیں امام غزالی صاحب احیاء العلوم میں جہاں خدا تعالیٰ کی مصلحت کے اسباب کو بیان فرماتے ہیں لکھتے ہیں کہ ترقی معرفت سبب ترقی مصلحت ہی اور یہ بات خدا تعالیٰ کی صفات اور ملکوت سموات و ارض پر دہیان لگائے سے ہوتی ہی اس لیئے کہ کئی ذرہ آسمان و زمین سے ایسا

نہیں ہی جو اُس کی حکمتوں اور عجیب نشانوں سے خالی ہو جس ذرہ پر نظر کی جارے وہ اُس کی قدرت کاملہ پر شہادت دیتا ہی اور جس پرک درخت پر نظر کی جارے اُس کی حکمت بالغہ پر دلالت کرتا ہی کوئی دائرہ زمین سے نہیں اُگتا کہ اپنے اُگنے والے کی توحید پر ہزار زبان سے اقرار نہ کرتا ہو اور اُس کی قدرت کاملہ پر ہزار طرح سے شہادت نہ دیتا ہو جس درخت پر نظر کی جارے ہو رزق اُسکا اللہ جل شانہ کی رحمانیت کا مقرر ہی اور جس رزق پر غور سے خیال کیا جارے اُس کی معرفت کا دقتور ہی اور ان سب باتوں کا علم باعث ایمان کامل اُس قادر مطلق پر ہی جس کی عبادت کرنا عین مسلمانوں کا ایمان ہی پس تمام علوم دنیوی اس اعتبار سے علوم دینیہ سے کم نہیں ہیں *

جس وقت کہ ہم علم ریاضی پڑے کہ خدا تعالیٰ کی اُس قدرت کاملہ سے واقف ہوتے ہیں جو خلق آسمان و زمین و کواکب سیارہ

نفسی پیدا لازماً علیٰ هذا شیاً ولا تقص منه فلما قال النبی صلم من سرہ ان ینظر الی رجل من اهل الجنة لیلطرا لی هذا متفق علیہ *

بظاہر و مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث نقل کی ہی کہ ایک دھقانہ عرب پیغمبر خدا صلم پاس آیا اور کہا کہ مجھکو ایسی بات بتائیئے کہ اگر میں اُسکو کیا کروں تو بہشت میں جاؤں آپنے فرمایا کہ خدا ہی کی عبادت کیا کر اور کسی دوسرے کو اُسکی عبادت میں صلا اور فرض نمازیں پڑھا کر اور زکوٰۃ دیا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر اُٹنے کا کہ خدا کی قسم نہ تو میں اسہیں کچھ پڑھاؤنگا اور نہ کھٹاؤنگا جب وہ پخت پھیر کر چلا تو آنحضرت صلم نے فرمایا کہ جو شخص جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے تو اس شخص کو دیکھے *

فرضکہ اداۃ فرایض بلاشبہ اصلی عبادت ہی جسکا ادا کرنا ہر شخص مکلف پر فرض ہی مگر ہم اس مقام پر فرایض کے سرا جو اور عبادتیں ہیں اُنسے بھد کرتی چاہتے ہیں اور اُنہیں بھی اسبات سے بھد کرنا مقصود نہیں ہی کہ وہ عبادتیں عبادتیں نہیں ہیں بلکہ اسبات سے بھد منظور ہی کہ عبادت کو اُنہی میں منحصر سمجھنا غلط ہی اور یہ کہ بعضی ذمہ پسند تبدل حالت کے ادنیٰ درجہ کی عبادت اصلی درجہ کی عبادت ہرجاتی ہی اور اصلی درجہ کی عبادت اس درجہ کی نہیں رہتی اور ہرعیص مہمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی ایک حکمت بالغہ ہی جس سے تمام قوانین قدرت قائم رہتے ہیں الا انسرہ ہی کہ اس زمانہ میں انٹر لوگوں کو اس حکمت بالغہ پر خیال نہیں ہی *

ہمارے زمانہ کے مسلمان بھائیوں نے سوائے فرایض کے باقی عبادتوں کو صرف نماز روزہ و تلاوت قرآن مجید اور خیالی ترک دنیا اور درس تدریس علوم دینیہ اور اواراد ماثورہ یا وظایف مقررہ پیران ہی میں منحصر کر رکھا ہی حالانکہ اُنہی پر اُن کا انحصار محض غلط ہی بلکہ اُن میں سے بعض ایسے درجہ پر پہنچ گئی ہیں جو قانون قدرت کے برخلاف ہیں اور اس لیئے مقصود شارع نہیں ہیں اور بہت سی ایسی متروک ہیں جو پسند تغیر و تبدل حالت کے اُس سے بھی مقدم اور اصلی ہیں اب ہم اپنے اس مطلب کو چند مثالوں کے بیان کرنے سے زیادہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں *

علم — مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات سمائی ہی کہ علمی عبادت صرف علوم دینیہ ہی کے پڑھنے پر منحصر ہی اور اُس کے سرا کسی علم کا پڑھنا یا پڑھانا یا اُس پر روپیہ خرچ کرنا داخل عبادت نہیں اور اسی لیئے ثواب بھی نہیں اُن میں یہ مسئلہ مشہور چلی

ایسے شخص کا مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ مذہب اسلام حقیقت کے برخلاف ہی ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا چاہیئے کہ یا تو وہ مذہب اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہوا یا اس کو مذہب اسلام کے سچے ہونے پر کامل یقین نہیں ہے *

اب ہم اس خیال کو کہ عبادت صرف علوم دینیہ ہی کا پڑھنا اور پڑھانا ہی دوسری طرح پر باطل کرتے ہیں خدا تعالیٰ نے انسان میں وہ تمام قوی پیدا کیئے ہیں جن سے وہ علم دین اور وہ علوم جنکو دنیوی علوم کہتے ہیں دونوں کو حاصل کر سکتا ہے پس ان دونوں قوتوں کو ہمیں کام میں لانا چاہیئے تاکہ ہم نے خالق کی مرضی کے مطابق کام کیا ہو نہ یہ کہ ایک کو شکستہ و شاداب اور دوسرے کو معطل و بیکار کر دیں کیونکہ یہ امر قوتوں قدرت کے برخلاف ہی اور اس لئے ٹیکہ نہیں ہو سکتا اور جب ٹیکہ نہیں ہو سکتا تو عبادت بھی نہیں ہو سکتا ہاں اتنی بڑی ضرورت ہے کہ ہم ان دونوں قوتوں کو حد اعتدال پر رکھنے دیں اور ایک کو دوسرے سے مغلوب نہ کر دیں *

خدا تعالیٰ نے ہمارا مذہب ایسا عمدہ دیا ہے جو ہماری معاد اور معاش دونوں کو قانون قدرت کے مطابق اصلاح کرنے والا اور ترقی دینے والا ہے جس طرح کہ ہم اسباب کو خیال کر سکتے ہیں کہ اگر تمام ارگ صرف علوم دنیوی کی تحصیل کریں تو دین کا کیا حال ہوگا اسبطرح اگر تمام ارگ صرف علوم دینی ہی پڑھا کریں تو ہماری دنیا کا جس کی اصلاح شریعت سے خارج نہیں ہے کیا حال ہوگا بلکہ علوم دنیوی کے معدوم ہونے سے دین اور علوم دینی دونوں کے معدوم ہونے کا قوی اندیشہ ہی پس ہمارا فرض ہے کہ ہم دونوں قسم کے علوم کی ترویج پر سعی و کوشش کریں اور ایک کو دوسرے کا آنہ سمجھ کر دونوں کو پڑھنا اور پڑھانا داخل عبادت جانیں *

قطع نظر ان سب باتوں کے اگل حلال کا پیدا کرنا ہر شخص پر فرض ہے اور اس کے لئے اسباب و سامان اور ذریعہ اور وسیلے ہم پونہچانے بلاشبہ شرب اور داخل عبادت ہونگے دنیوی علوم بلاشبہ کسب حلال کے لئے نہایت عمدہ ذریعہ اور وسیلے ہیں پس مسلمانوں کے لئے ان ذریعوں کا مہیا کرنا بلاشک و شبہ بہت بڑی ٹیکہ اور عمدہ ثواب تصور کیا جاوے گا اور اس لئے ٹیکہ عبادت ہر کا *

زهد و ریاضت — ایک بڑی غلطی جس میں مسلمان پڑے ہیں وہ یہ ہے کہ انہوں نے زهد و ریاضت کو صرف راتوں کو جاگنے اور نگو و شغل کرنے اور نفل پڑھنے اور نفل روزہ رکھنے پر منحصر سمجھا ہے قطع نظر اس کے کہ ان کا ایسا کرنا اور حد اعتدال سے گذر جانا جو قانون قدرت کے برخلاف ہے مقصد شارع ہی یا نہیں ہم تسلیم کرتے

و ثواب میں کام میں آئی ہے اور کتنے بڑے بڑے کرات کو کسی سرورج حرکت سے معلق پھرتے دیکھتے ہیں اور اس کی عجائب حکمت کو دریافت کرتے ہیں تو کس طرح ہم کو وجود صانع اور اس کی قدرت کاملہ پر یقین ہوتا ہے *

جس وقت کہ ہم عالم ارض یعنی جیالوجی پڑھتے ہیں اور ان عجائبات سے واقف ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے صرف اس کوہ خاک میں بنائے ہیں جو دن رات ہمارے پاؤں کے تلے روندنا جاتا ہے تو ہم کو کیسا مستحکم اس خدا کی خدائی پر یقین ہوتا ہے *

علم نباتات اور علم حیوانات سے جب ہم کو واقفیت ہوتی ہے تو پھر ان کی پنکھڑوں کی رنگ آمیزی اور مکھی کی آنکھ کی چھٹی کاری ہی ہم کو اس حکیم مطلق کی حکمت کاملہ پر یقین کامل دلاتی ہے *

اسبطرح تمام علوم کیا علم آب اور کیا علم ہوا اور کیا علم جو ٹھیل اور کیا علم برق و مقناطیس سب کے سب ہماری معرفت کو قوت اور ہمارے ایمان کو خدایے واحد پر پختہ اور مستحکم کرتے ہیں اور حق الیقین بلکہ میں الیقین کے مرتبہ تک پہنچاتے ہیں پس اگر اس اعتبار سے ہم ان علوم کو بھی علوم دینیہ کے شامل سمجھیں تو کچھ عیب نہیں *

بعض عاملانے علم معقول اور علم ظلم دونوں کا پڑھنا ناجائز سمجھا تھا اور بعض نے اس کے برخلاف آنکر ضروری ٹھہرایا تھا ہم اُسکے جائز یا ناجائز ہونے کی بحث سے در گذر کر کے یہ کہتے ہیں کہ وہ علم معقول جس پر علماء نے انکار کیا صرف یونانی حکیموں کے عقلی تھے وہ اپنی عقل ناقص سے خدا کی ذات و صفات سے بحث کرتے تھے جس کا الہیات انہوں نے نام رکھا تھا وہ علوم ان کے ساتھ گئے اب جو نئے علوم پیدا ہوئے اور جو انگریزوں کی بدولت هندوستان میں آئے وہ علوم صرف عقلی نہیں ہیں نہ الہیات سے ملاوہ رہتے ہیں وہ تو اشیا موجودہ کے حقائق کے علوم ہیں جن سے ہر ایک شے جسکو ہم دیکھتے ہیں اُسکی حقیقت معلوم ہوتی ہے پس ان علوم کو اس قدیم یونانی معقولات پر قیاس کرنا کتنی بڑی غلطی کی بات ہے وہ علم تو ہماری عقلوں کو گمراہ کرنے والے تھے اور یہ علم حقیقت اشیا کے بتانے والے اور خدا کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر یقین دلانے والے ہیں *

بعضے کتب ملا یہ کہتے ہیں کہ ان علوم میں بھی جو حقیقت بعض اشیاء کی ثابت کی گئی ہے وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہی اور اس لئے ان علوم سے بھی عقاید اور مسالک اسلام میں نقصان آنے کا احتمال ہے مگر ایسی رائے پر بجز انوسر اور نفیریں کے کیا کہا جاسکتا ہے

قانون قدرت کے مطابق ہی مگر اس زمانہ کے لوگوں کے خیال کے مطابق خارج والی ترک دنیا میں شقاوت اور کمال دنیا داری ہی نمودار ہے۔ مگر دنیا ہمارے لیٹے پیدا ہوئی ہی اور ہم دنیا کے لیٹے پھر ہم اُس کو اُس طرح جس طرح کہ چھوٹے دنیا ترک کرنے والے ترک کرنے کو کہتے ہیں کیونکہ ترک کر سکتے ہیں ہاں جس طرح کہ خارج نے دنیا کا ترک کرنا بتایا ہی اُس طرح پر ترک کرنا سچا ہی اور وہ یہ ہی کہ ہم دنیا کو اس طرح پر پکڑیں جس طرح کہ شارع نے بتایا ہی نہ اپنے جذبات نفسانی کی مرضی پر اور اُس کو اس طرح پر کام میں لائیں جس طرح قانون قدرت نے ہم کو سکھایا ہی کہ اپنی ہوائے نفسانی کے مطابق *

لندن میں ایک پوزیشن لامذہب میرا درجہ تھا اُس کو اسباب کے معلوم ہونے سے کہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کو اور اُن کی وعظ و نصائح کو جو انجیلیوں میں مندرج ہیں ماننا ہوں نہایت تعجب تھا لندن میں دستور ہی کہ اقرار کے دن تمام دوکانیں بند ہو جاتی ہیں اور اگر ایک دن پہلے نہ خرید لیں تو کھانے پینے کی بھی کوئی چیز نہیں ملتی ایک دفعہ وہ دوست اقرار کے دن کھانے کے وقت مجھے سے ملنے آیا اور میز پر تمام کھانے کی چیز چنی ہوئی دیکھ کر تعجب سے پوچھنے لگا کہ آج یہ سب چیزیں آپ کو کیونکر میسر ہوئیں مینے کہا کہ ہفتے کے دن سب کچھ لے رکھا تھا وہ ہنس کر بولا کہ خوب ہوا جو آپ نے حضرت مسیح کے اس قول پر کہ اسباب کی نکر معذ کو کہ کل کیا کھاؤ گے عمل نہیں کیا ورنہ آج بھوکہ وہ جاتے مینے ہنس کر یہ کہا کہ یہ مطلب اُس کا نہیں پس جو مسلمان کہ خلاف قانون قدرت ترک دنیا کا رخصت فرماتے ہیں وہ اسی طرح سے اپنے مذہب کو مضحکہ بناتے ہیں اور غور کر کے دیکھو تو وہ خود جو کچھ کرتے ہیں دنیاہی کمانے کو کرتے ہیں پس یہ بات سمجھنا کہ امورات دنیا میں مصروف ہونا عبادت نہیں ہی عین غلطی ہی ہاں اُس کو قانون قدرت کے برخلاف استعمال میں لانا شقاوت اور اُس کے مطابق پرتاؤ میں لانا عین عبادت ہی *

راۓ

مید احمد

نمبر ۳۰

شیریں زبانی

شیریں زبانی بھی انسان کے واسطے ایک نہایت عمدہ صف ہے اور تہذیب انسانی کا ایک بڑا رکن ہے یہ وہ جوہر ہے جسکے ذریعہ سے انسان بغیر استعمال زور اور زر کے دوسرے انسانوں کی طبیعت پر غالب آسکتا ہی اور اپنے خیالات کو دوسروں کے ذہن میں پھیلا سکتا

ہیں نہ وہ عبادت صحیح مگر اُس کے سوا اور نیک باتوں کو عبادت نہ سمجھنا جو اُن سے بھی بہت زیادہ مفید ہیں بہت بڑی غلطی ہی * زہد و ریاضت جہاں تک کہ حد شرعی سے تجاوز نہ کرے بلاشبہ ایکی و عبادت ہی مگر عام فلاح پر کوشش کرنا اور اپنے امور پر کوشش کرنا جو اپنے ہم مذہبوں کے دینی اور دنیوی حال اور مال کی بھلائی و بہتری کے ہوں اُس سے بہت زیادہ تو مفید ہیں زہد و ریاضت ایک بظیل نیکی ہی جو صرف اپنی ذات کے لیٹے کی جاتی ہی اُسکی مثال ایسے شخص کی ہی جو ایک کوٹھری میں بیٹھ کر کھانا کھاوے اور صرف اپنا پیٹ بھرے مام فلاح چاہنے والا جو اس کام میں زہد و ریاضت کرتا ہی اُس کی مثال حاتم کی شقاوت کی سی ہی جو ہزاروں آدمیوں کو کھلا کر کھاتا ہی پس کیسی بڑی غلطی ہی جو تن پڑی کو تو عبادت سمجھا جاوے اور اصلی فیاضی اور شقاوت اور ہمدردی کو عبادت نہ سمجھا جاوے *

علامہ اس کے درجہ ثواب و عبادت تبدیل حالات سے بالکل بدل جاتا ہی فرض کر کہ اگر کسی مقام میں پانی کا قطع ہو تو اُس کو کچھ پیٹھ پر نفل پڑھنے یا قرآن مجید کی تلاوت کرنے یا ذکر و عمل کی ضرب لگانے زیادہ ثواب کی بات ہی یا نڈھے پر پانی لانا اور لوگوں کو پلانا زیادہ ثواب ہی پس جو حالت کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی ہی اگر اُن کی بہتری پر سعی کی جاوے تو نفل و رات کے جاگنے کی ریاضت سے بلاشبہ زاید ثواب ہی انصاف سے دیکھو کہ اگر پیڑجی صاحب مریدوں سے حوالہ ماننے لیٹے کے بدلے مسلمانوں کی تعلیم کے لیٹے کچھ جمع کریں اور جناب مرادی صاحب و قذیفہ جو منبر پر بیٹھ کر دنیا کی ہیجے اور اہل دنیا کے کانز ہونے کا رخصت فرماتے ہیں مگر جب مفید مفید گول گول نذر پیش ہوتی ہی تو جھٹھات لیتا کر اور ایک عجیب شکر غمزہ سے اُٹھتا کر جیب مبارک میں رکھ لیتے ہیں اگر اُسے پائید کو و ناپاک دنیا یعنی نذر کو مسلمانوں کی تعلیم میں دنیوی نہ سہی دینی ہی تعلیم میں صرف کریں تو کیسا کچھ ثواب کمائیں پس جھوٹ موٹ کی عبادت اور دھڑلے کی ریاضت جس سے انسان کا دل بمرض نوم ہونے کے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہرجاتا ہی ہماری سمجھ میں تو کچھ کام کی نہیں ہی *

ترک دنیا — ایک اور جھوٹا اور غلط خیال یہ ہے کہ ترک دنیا عبادت ہی یہ ایک ایسا غلط اور جھوٹا قول ہی کہ اس سے زیادہ دوسرا نہیں ہو سکتا دنیا کا ترک کرنا جس طرح کہ لوگ سمجھتے ہیں غیر ممکن ہی البتہ جس طرح خارج نے فرمایا ہی اور ترک دنیا سے جو اُس نے مراد لی ہی وہ بالکل صحیح اور نہایت درست اور بالکل

کہہ لیں پس اس قدر اندوس کی بات ہی کہ ہمارے ان معزز بھائی مسلمان مصنفوں نے اپنی نہایت عمدہ مصنفوں اور تصنیفات کو تلخیص اور سہولتی قلم سے فقط داغ ہی نہیں لگایا بلکہ اُن مصنفوں کو بالکل بیکار کردیا اور اس سے بھی بڑا کہ جو نقصان مسلمانوں کو ان تصنیفات سے ہوا وہ یہ ہے کہ ہمارا اخلاق بھی غیر قوموں کے نزدیک ایسا ہی معیوب سمجھا گیا جیسا ہمارے نزدیک اُن نا مہذب لوگوں کا اخلاق تھا جن کے جواب میں بلکہ در حقیقت اُن کے جانے کے واسطے ہم نے یہ نہایت نکالیں لکھیں *

بھلا ان اہل تصنیفات سے جو یہ غلطی ہوئی اُس کو نا سمجھی سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان تصنیفات کا حال جواب تو کی بہ ترکی ہی حالانکہ ہم کبھی اس جواب کو تسلیم نہ کریں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض وہ یا مہذب مسلمان جو اس بات کا بیڑا اٹھاتے ہیں کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح میں جہانتک ممکن ہوگا کوشش کریں گے اور اس لئے اُن پر نریض ہی کہ جو حرف اُن کے مرنہ سے نکلے اور جو لفظ اُن کے قلم سے نکلا جا رہا ہے کہ وہ ایک پہلو پر خوب غور کر لیں کہ اس سے کوئی ناسخ یا رضامندی تو مسلمانوں کو نہ ہوگی اُن صاحبوں کا بعض اوقات یہ حال ہوتا ہے کہ وہ بھی جادہ اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں اور فرط مہیب اور جوش ہوا خواہی میں آکر پش دہمہ اپنے نامناسب لفظ اُن کی زبان اور قلم سے سرزد ہو جاتے ہیں جن پر عام لوگ یہ نہیں لیجھا سکتے اور اُن مرام کے سامنے خراس کا تاریلین کرتے کرتے ناک میں دم آجاتا ہے ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ناصح جتنا داسوز ہوگا اُسی قدر اُس کی نصیحت کے فقرے تلخ ہونگے لیکن ایک دانا ناصح یقیناً اپنے جوشوں کو ضبط ہی کرے گا اور بلا شیعہ وہ جس مطلب کو اچھے لفظوں میں بیان کر سکتا ہے اُن کو پھرے لفظوں میں بیان نہ کرے گا *

ہم مسلمانوں کے اعتقاد کے بموجب ابتدائے آفرینش سے آج تک اس دنیا میں کوئی ایسا دانا اور دلنرس ناصح پیدا نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے جیسے ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے پھر دیکھو کہ اُس خدا نے جو بڑی حکمتوں والا اور تمام مہظرت کے قلوب پر حادی اور متصرف ہی اپنے رسول سے اس معاملہ میں جیسا ہم یہ گفتگو کر رہے ہیں کیا ارشاد فرمایا ہے + قال تبارک و تعالیٰ ادع الی سبیل ربک بالکھفۃ والہدۃ والنعۃ وجادلہم بالاتی ہی احسن — یعنی جس لوگوں کی اصلاح مد نظر ہے اگر فی الواقع اُن میں کوئی

+ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہلا لوگوں کو اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور اچھی طرح نصیحت کر کر اور اِزام دے اُن کو جس طرح بہتر ہو — رکوع اخیر پارہ ۱۳

ہی نصاب اور بلاغت بلکہ ہر قسم کے صائغ اور بدائع جو انسان کے قلم کے پورے پورے رکت ہیں اور جن کے سبب سے آدمی بڑا قابل اور بڑا فصیح اور ادیب یا ایک بہت بڑا ہمار مشہور ہو سکتا ہے ان سب کمالات کا سہلہ اثر اوقات صرف زبانی مدح و ثنا سے کافی طور پر ادا ہو جاتا ہے لیکن وہ قلم جس سے انسان کی قدر کچھ کام نکال سکتا ہے اور دوسروں کو اُس کے فزیم سے اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے وہ در حقیقت اُس قسم کا قلم ہوتا ہے جس میں شیرینی ہو میٹھا ہو لٹا دشمنوں کو بھی دوست بنا لیتا ہے اور برخلاف اُس کے تلخیص سے اپنے بھی بیگانے ہو جاتے ہیں اور ہم سے کیوں کر اُن کا کام ملتا میت اور اور کئے گزرے ہو جاتے ہیں *

زبان شیریں انسان کی وہ ذاتی صفت ہے جو اُس کو ہر موقع پر ہر درجہ کے لوگوں کے ساتھ چھوٹا ہو یا بڑا اعلیٰ ہو یا ادنیٰ ہم قوم ہو یا غیر قوم ہم مذہب ہو یا غیر مذہب دوست ہو یا دشمن امید ہو یا فقیر سب سے یکساں پرتنی چاہیئے عمدہ ترین انسانوں میں وہ انسان ہے کہ جو لوگ اُس کو برا کہیں اُن سے بھی وہ نہایت نرمی اور ملائمت سے قلم کرے اور دوسروں کی جہالت اور نا شایستگی کے مقابلہ پر اپنی تہذیب کو ہاتھ سے نہ جانے دے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے حلیم الطبع آدمی بعض اوقات اس انسانی حد سے آگے کو قدم بڑھا جاتے ہیں چنانچہ ہمارے بعض مسلمان بھائیوں نے کسی غیر مذہب والہ یا کسی خاص فرقہ کے مقابلہ پر جو کتابیں تحریر فرمائیں اُن میں بھی ان صاحبوں نے اس عمدہ صفت کو اکثر نورگذاشت کیا ہے یہ سچ ہے کہ بعض اوقات کسی غیرت یا غصہ یا جوش میں آدمی کو اس بات کا خیال نہیں رہتا لیکن اس میں بھی شیعہ نہیں کہ کسی قدر بلکہ اکثر اُسکا یہ بھی سبب ہوا ہے کہ اُن بزرگواروں نے کسی فقر اور غیر مذہب شخص کے مقابلہ پر ریشی ہی فقری سے پیش آنے کو معیوب خیال نہیں کیا ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ عارضی غصہ یا جوش کتابوں کی صورت پکڑ کر ایک قوم کے اخلاق کا جزو ہو جاتا *

عمدہ غرض اور اعلیٰ مقصد ان تصنیفات کا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ جن لوگوں کے سمجھانے اور قائل کرنے کی غرض سے وہ کتابیں تحریر ہوئی تھیں وہ اُنکو انصاف کی نظروں سے دیکھتے مگر یہ جب ہی ہوتا جب وہ کتابیں نامناسب الفاظ سے پاک و صاف ہوتیں اور طرز بیان اُن کا نہایت شیرینی اور لطافت کے ساتھ ہوتا حالانکہ اب اُن کتابوں سے سوائے اُس کے اور کوئی نائدہ بظاہر مرتب نہیں ہو سکتا کہ خود وہ مصنف یا اُن کے آؤر چند ہم مذہب آپس ہی میں اُن تصنیفات کو دیکھ کر خوشی ہوں اور باہم ایک دوسرے کو راہ راہ اور مرحبا

† ”قل لعبادی یقول اللہ ہی احسن ان الشیطان فیضہ
ان الشیطان کان لالانسان عدوا مبینا رہکم اعلم انکم ان یثا یروحمکم او
ان یثا یعد یکم“ *

کہی کہی یہ ہوتا ہی کہ ایک شخص کے ذہن میں یہ
بات جم جاتی ہی کہ میں نے جو کچھ سمجھا ہی سب سچ سمجھا
ہی اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اور کر رہا ہوں وہی بالکل سچ
ہی اور اس ایٹم وہ آؤ آدمیوں کو جو اس کی رائے سے نا واقف
یا بدخلاف ہوتے ہیں خواہ مغرور حقارت سے دیوہنے لگتا ہی اور اسی
حقارت کی نظر سے کوئی کوئی سخت اور نامناسب لفظ بھی ان لوگوں
کی نسبت اُسکی زبان یا قلم سے نکل جاتا ہی اور یہ عمل درآمد بالاخر
پامعنی نزاع اور بڑھتی کا سبب ہو جاتا ہی پس خدا تعالیٰ نے اپنے
اس کلام پاک میں اس قسم کے خیالات کی بھی رزق توام فرمائی اور
ارشاد کیا نہ ان باتوں کو تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہی جسدا
علم ہو طرح پر کامل ہی تم اپنے خیالات کے لفظ سے ایک دوسرے
کی نسبت ایسے نامناسب الفاظ نہ کہو جو پامعنی رنجش کا سبب
ہو جاویں اور شیطان کو جو ہمیشہ اسی فکر میں رہتا ہی اپنا موقع
ہاتھ آئے اعمال کی بھلائی اور برائی پر جزا اور سزا دینا یہ
خدا ہی کا کام ہی چنانچہ اگر ایک مقام پر بھی خدا تعالیٰ نے
اس کی تصریح فرمائی ہی *

† ”قل لک لعل علی شانئہ“ * فریمک اعلم یمن ہوا ہدی سیلا
پس میری غرض اور میرا التماس عموماً اپنے تمام مسلمان بھائیوں
سے اور خصوصاً اُن اہل ہمت سے جو علم کلام کے لوگ ہیں اور جو
اپنی قوم کو اپنی عمدہ نصیحتوں سے مہذب بنانا چاہتے ہیں یہ ہی
کہ اپنے کلام کو درست سے ہو یا ذہن سے اعلیٰ سے ہو یا ادنیٰ سے
نہایت شیرینی اور لطافت اور نرمی سے استعمال میں لاریں اور سخت
اور درشت لفظ سے جس قدر ہوسکے فخر کرین اور جو قانون کارخانہ
قدرت کے بنائے ہوئے ہمارے لیٹے مقرر کردیا اُس کو اپنے کسی جوش
و خروش کا تابع نہ کریں اور جو عمدہ اور نہایت عمدہ مہذب اُن کو
خوش قسمتی سے نصیب ہوا ہی اُس پر بہت سچائی اور نیک نیتی
سے قابو رہیں نہ یہی سچی ہایتگی ہی اور یہی سچی تہذیب ہی
اور دونوں جہان کی ہر قسم کی خرابیوں سب اس میں موجود ہیں *

راقم

† یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہدے میرے ہندوں
کو کہ بات وہی کہیں جو بہتر ہو پسک شیطان تجھ پر کرا دیتا ہی
آپس میں بے شک شیطان انسان کا دشمن صریح ہی تمہارا رب بہتر
جانتا ہی تم کو اگر چاہے تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تم پر عذاب
کرے (پارہ ۱۰ رکوع ۵)

† کہدے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر کوئی اپنی اپنی
وضع پر عمل کرتا ہی سر یہ بات کہ کسے اچھی راہ اختیار کی تیرا
رب ہی خوب جانتا ہی (پارہ ۱۵ رکوع ۸)

انعام کی بات ہی تو اُس کے بیان کرنے کا مضائقہ نہیں لیکن طرز بیان
ایسا ہونا چاہیئے کہ اُس سے لوگوں کو آزدگی نہر چنانچہ کچھ
شیعہ نہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کی
تعمیل نہایت غریبی اور غرض اسلوبی سے کی تمام حدیث کی کتابیں
اس کی شاهد حال ہیں کہ جو مطالب اُن میں بیان کیے گئے ہیں
کیسے معتدل اور ملایم اور شریں لفظوں میں بیان ہوئے اور گو یہ
صریح ہی کہ جن لوگوں کی قسم میں ہدایت نہ تھی اُن کو
ہدایت نصیب نہ ہوئی لیکن یہ انعام شاید رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم پر کسی نے نہیں لگایا کہ معاذ اللہ وہ مغارب الغضب تھے یا
اپنے جوش میں آکر ایسے سخت لفظ کہہ جاتے تھے کہ سامعین کو ناگوار
خاطر ہوتے تھے اور اس ایٹم وہ لوگ اُن کے ذریعہ سے ہدایت پانے سے
باز رہے پس ہمارے مسلمان بھائیوں کو مناسب ہی کہ جو نہایت سچا
اور عمدہ راستہ اُن کے نبی نے خود اختیار کیا اور آؤں کو بھی اُسی پر
چلنے کی نصیحت کی اُسی راستہ پر قابو رہیں *

اس بات پر بھی اچھی طرح غور کرنا چاہیئے کہ خدا نے یہ
مذکورہ بالا نصیحت اپنے ایسے نبی کو فرمائی تھی جن کو شر شیطان
سے ہر طرح محفوظ رکھا تھا رے جو حال ہم گنہگاروں کے کہ کسی
بڑی طرح سے اُس کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں یہ اُسی شیطان
کا قریب ہی کہ ہم کو کسی غیر مذہب یا ہم مذہب کے کسی نامہذب
شخص کے مقابلہ میں لاکر ہم سے بھی ویسی ہی حرکتیں کرانے لگتا ہی
جیسی اُس غیر مذہب شخص میں تھیں اور پھر اُس کا نام ہمارے
غرض کرنے کی غرض سے کہی جو اب ترکی یہ ترکی ڈھونڈتا ہی کہی
اُس کو جواب دندان شکن کے نام سے تعبیر کرتا ہی کہی ہم کو
ہماری ان بیجا حرکتوں پر ثواب کا امیدوار کرتا ہی اور کہی اُن
غیر معتدل بلکہ نامناسب الفاظ کو جو ہم سے تقویٰ یا تہذیب میں
ناممکن ہی راہ سے سرزد ہوتے ہیں اپنی قوم کی فطرت نصیحت سے
منسوب کرتا ہی اور پھر خود ہی وہ آفت روزگار دوسروں کے دلوں میں
اُن الفاظ اور فقرات کے سبب سے ایک رنج پیدا کر دیتا ہی اور اس
حیثیت و گیرنگ سے باہم عداوت کرا دیتا ہی بڑے بڑے اقتداروں اور مہکتوں
کو مارنے والوں میں درہم برہم کر دیتا ہی اور بڑے بڑے عالمی ارادوں کو
جو عام کے فائدہ کے واسطے کیئے جاتے ہیں بالکل پریشان کر دیتا ہی *

علم اخلاق میں یہ بات عقل اور نقل ہو طرح سے ثابت ہو چکی
ہی کہ تعلیم اور نہایت ہی ہمیشہ نرم لفظوں میں چاہئے اور اس
کے برخلاف کہی وہ کارکرد نہ ہوگی اور تمام عقائد روزگار اور انبیاء
علیہم السلام کا عمل درآمد اسی پر رہا لیکن اکثر اوقات انسان اپنے
جوش یا غصہ سے مجبور ہو جاتا ہی اور زور تھریو یا زور تھریو
تمام مصلحت پر غالب آجاتا ہی چنانچہ ان شیطانوں و وسوسوں اور
آفتوں سے محفوظ رہنے کے واسطے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں
اپنے نبی کی موعظ ہم کو یہ ارشاد فرمایا ہی *

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور ہاتھتام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۳]

یکم صفر سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

اس پرچہ میں بھیجے مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ مندرج ہوگا *

مضمون نمبر ۳۱

امام حجتہ الاسلام غزالی

منجمہ ان مشہور شخصوں کے جو کہ مسلمانوں میں ہوئے ہیں امام غزالی ہیں ہماری قلم میں سے کیا عالم کیا جاہل چند ہی ایسے لوگ ہونگے جو ان کے نام سے واقف اور ان کے کمالات سے آگاہ نہوں مگر اکثر لوگ ان کے ذاتی حالات سے اطلاع نہیں رکھتے اسلئے ہم انکا مختصر حال لکھتے ہیں *

انکا نام زین الدین ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد ہے اور افضالہ کے رہنے والے ہیں جو کہ ایک قصہ طبرستان کے نصیبات سے ہی اسی واسطے انکو غزالی کہتے ہیں شہر طبرستان میں سنہ ۳۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۵۵ برس کے ہو کر سنہ ۵۰۵ ہجری میں رحلت کی انہوں نے اول طبرستان میں احمد زاکانی سے تعلیم پائی بعدہ نیشاپور میں آئے اور امام ابوالمعین ابوالمعالی جوینی سے علم حاصل کیا چونکہ ذہن اور عقل ان کو خدا نے اعلیٰ درجہ کی دی تھی اسلئے تہذیب سے ہی عرصہ میں علوم معقول و منقول کے جامع اور اپنے استاد کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جسقدر روپیہ بایہ اس پرچہ کے بطور چندہ خواتین بطور قیامت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممیز متصور ہوگا * ملانہ اس کے جو شخص کچھ روپیہ بطور ٹرینیشن دے وہ بشکر ثناری تمام لیا جارہیگا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کریگا قیامت ہی پرچہ دو آنہ اور مع مہصول تین آنہ ہوگی مگر خریداروں کو ہم سے کم تین روپیہ قیامت اور ایک روپیہ آٹھ آنہ مہصول چار روپیہ آٹھ آنہ پیشگی بھیجنے ہونگے *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اس کو ہی پرچہ ہار آٹھ قیامت اور ایک آنہ مہصول دینا ہوگا *

میٹروں کو بڑے قیامت یہ پرچہ ملیگا اور ان کو اس کے تقسیم کا بھی حق قیامت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

کیا ہی اور مقبول کو معقول سے ملایا ہی یہ ہمارے جدید انہوں سے جاری ہوا اور اسرار نکات مسائل شرعیہ کے بیان کرنا انہیں کی ذات سے شروع ہوا اس کتاب کو انہوں نے نیشاپور میں ایک سوار پانچویں پچیس دن میں تالیف کیا چونکہ انہوں نے احیاء العلوم میں کیا طریقہ اختیار کیا یعنی تقلید کو چھوڑا اور تحقیق پر مستند ہوئے اور الفاظ کے معنی اور مطالب اصلی بیان کیئے اور بظاہر اُس وقت کے فقہاء کے دقائق و حقائق ظاہر کرنے پر آمادہ ہوئے نظر بریں یہی سے متعمہیں و مقلدین نے اُن کی کتاب کو ناپسند کیا اور اُس کے الفاظ و عبارت کو خلاف اپنے طریقہ کے جانکر اُنہیں اللہ کا الزام لگایا بلکہ فقہاء جبال نے اُن کے کفر کا فتویٰ دیا اور اُن کی کتاب احیاء العلوم کے دیکھنے کو حرام بتلایا اور اُس کے جلا فیض کا حکم دیا اور اُس امر کے استقامت تحریری و عامہ و فضلاء کے پاس آئے لگے چنانچہ شیخ کبیر عارف بالہ ابوالعباس نے یہ فرمایا کہ انا نشہدہ بالصدیقۃ العظمیٰ کہ ہم امام غزالی کی صدیقہ پر شہادت دیتے ہیں اور شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے وقت کے قطب تھے یہ کہا کہ میں کانہ لہ الی اللہ تعالیٰ حاجۃ فلیتول بہ الیہ بالامام احمد غزالی اور ابوالقادم اسماعیل بن محمد حضرمی کے پاس فقہاء جبال نے ایک استفادہ مشعر طعن و تدح امام غزالی کے بھیجا جس میں انہوں نے یہ لکھا تھا ہل یجوز قرة کتب الغزالی کہ آیا پڑھنا غزالی کی کتابوں کا جائز ہی انہوں نے یہ جواب لکھا کہ انا لا و انا الیہ راجعون الغزالی سید المصنفین علوہ ان مختصر جوابوں کے اُس وقت کے علماء نے منکوبین امام غزالی کے اعتراضات کے تفصیلی جواب لکھے اور اُن کے تعصبات کو رد کیا بلکہ خود امام غزالی نے اُن اعتراضات کو جو الفاظ و عبارت پر احیاء العلوم کے فقہاء نے کیئے تھے ایک مصلحہ رسالہ لکھ کر رد کیا مگر با این ہمہ لوگ اُن پر اعتراض کرتے سے باز نہ آئے چنانچہ علی بن یوسف مؤلف کتاب مغرب نے جو نہایت دیندار اور متشرع مشہور تھا اور جو پلے سرے کا عابد تھا اور جسکے پاس اکثر سوائے علماء اور فضلاء کے اور کرکٹ نہ ہوتا تھا سنہ ۴۳۷ھ ہجری میں یہ فتویٰ دیا کہ کتاب احیاء العلوم کا نام و نشان تو ہے اور بالکل جلا دی جاوے تاکہ مسلمانوں کے عقائد میں اُس سے کچھ خلل نہ آوے *

یہ حال چند ہی روز رہا اور نیا طریقہ دیکھ کر لوگوں کو جو اول اول تنفر ہوا آخر وہ امام غزالی کی مروتات دیکھ دیکھ جاتا رہا اور لوگوں نے احیاء العلوم کے خلاصہ کرنا شروع کیئے چنانچہ ابو ذریا یحییٰ نے جو سنہ ۵۵۸ھ میں مرے اور امام احمد برادر امام حجة الاسلام نے جنہوں نے سنہ ۵۲۰ھ میں وفات پائی احیاء العلوم کو مختصر کیا ہمدہ اور اورگور نے بھی اُس سے فائدے حاصل کیئے اور ہزاروں

جیتے جی مشہور اور نامور ہو گئے اور کتابوں کا تالیف بلکہ تصنیف کرنا شروع کیا جب اُن کے اُستاد ابوالعمالی نے انتقال کیا تب وہ نیشاپور سے چلے اور وزیر نظام الملک سے ملے اُس نے اُن کی نہایت ہی تعظیم و تکریم کی اور اُس کی مجلسوں میں اکثر علماء و محدثین سے فربہ مناظرہ کی پہنچی جب اُن کے علم و کمالات کی شہرت ہو گئی تب وزیر نے اُن کی قابلیت اور استعداد دیکھ کر مدرسہ عالیہ نظامیہ کو جو بغداد میں تھا اُن کے تعلق کیا چنانچہ سنہ ۴۸۴ھ ہجری میں انہوں نے انتظام اور تدریس اُس مدرسہ کی اپنے ذمہ لی اور تمام اہل عراق اُن کی طرف رجوع کرنے اور اُن سے علوم معقول و منقول تحصیل کرنے لگے چار برس تک وہ خدمت انہوں نے اپنے تعلق رکھی سنہ ۴۸۸ھ ہجری میں اپنے بھائی احمد غزالی کو اپنا قائم مقام کر کے اُس سے دست کش ہوئے اور زہد اختیار کر کے بیضا المقدس کو چلے گئے بعد اُس کے شام اور دمشق اور مصر اور اسکندریہ کی سیاحت کی اور بسراوی جہاز کے دیار مغرب کی طرف گئے اور حج کر کے اپنے وطن عوس کو لوٹ آئے *

اُن کی تالیفات و تصنیفات چار سر سے زیادہ ہیں منجملہ اُن کے مشہور کتابیں یہ ہیں فقہ میں وسیط و بیط و جیز اصول فقہ میں مستصفیٰ منقول منقول علم نظام میں تہذیب الفلاسفہ صحت النظر معیار العلم مقاصد مضنون بہ علی غیر اہلہ مشکوٰۃ الانوار صنف من اشغال تفسیر میں یانوت التاریخ جس کی چالیس جلدیں ہیں علم اخلاق و تصوف میں احیاء العلوم اسرار علم الدین منہاج العابدین در فائزہ فی کشف عارم الاخرا انیس فی الوحدت کتاب القویۃ الی اللہ اخلاق الارواح و تہذیب من الاشرار ہدایۃ الہدایۃ جواہر القرآن اربعین فی اصول الدین المقصد الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی میزان العمل القسماط المستقیم التفرقة بین الاسلام و الزندقہ کتاب التریخ الی مکارم الشریعہ کتاب العبادی و الغایات کیعہ سادات تدیس ابلیس نصیحة العارک کتاب الاقتصاد فی الامتداد شفا العلیل فی القیاس والتعلیل احاس القیاس کتاب المقاصد کتاب العہام العوام من علم الکلام کتاب الانتصار کتاب الماخذ القول البصیر فی الرد علی من غیر الانجیل کتاب المستطیری کتاب الامانی کتاب فی علم اعداد الوقف حدیثہ کتاب مقصد الضلال اور ایک چھوٹا رسالہ فی الرد علی المنکوبین فی بعض الفاظ احیاء علوم الدین *

تمام علماء کا اِقتناع ہی کہ منجملہ مؤلفات امام غزالی کے احیاء العلوم کیا باعتبار فصاحت و بلاغت کے اور کیا باعتبار مضامین اور معانی کے عمدہ ترین کتابوں سے ہی جس میں انہوں نے تمام علوم نقلی کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہی اور دلائل عقلی سے مسائل شرعی کو مدلل

اُس میں کیا فرق ہی حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ ظاہر اور باطن ہریمس کے اختلاف کے چند سبب ہیں اور اُسکی اُنہوں نے پانچ قسمیں کی ہیں *

پہلی قسم کہ شی فی نفسہ ایسی دقیق ہو کہ اکثر لوگ اُس کے سمجھنے سے عاجز ہوں اور اُس حقیقت کے بیان کرنے سے اُن کو ترہمات اور پھندا ہوں تو ایسی ہی کی حقیقت بیان کرنے سے شارع نے احتیاز کیا ہی اور اُس کو ظاہر نہیں کیا مثلاً حقیقت روح کے •

دوسری قسم کہ اگرچہ وہ شی فی نفسہ ایسی دقیق نہ کہ اکثر لوگ اُس کو سمجھتے نہ سکیں لیکن عام سننے والوں کے حق میں اُسکے سننے سے اندیشہ ضرور پیدا ہونے کا ہو اس واسطے اُس شی کی حقیقت کو شارع نے ظاہر نہیں کیا مثلاً مسئلہ جہنم و قہر کے •

تیسری قسم اگرچہ اُس شی کی حقیقت ظاہر کرنے سے احتمال ضرور پیدا ہونے کا بھی نہ لیکن استعارہ اور رمز میں بیان کرنے سے اُسکی وقعت عام لوگوں کے دلوں میں زیادہ ہو جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اما یضفی الذی یرئع راسہ قبل الا ما ان یرھول اللہ راسہ راس حمار کے جو شخص امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہی کیا وہ اس سے نہیں ترستا کہ خدا اُسکا سر گدھے کا سا کر دے پس بامتیاز صورت کے آدمی کا سر گدھے کا سا ہوجانا نہ ہوا ہی نہر کا لیکن مقصود اس سے ضرورت گدھے کی نہیں ہی بلکہ خاصیت اُسکی ہی یعنی حماقت یا حضرت نے فرمایا ہی کہ قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن کہ مومن کا دل خدا در انگلیوں پر لیٹے ہوئے ہے یہ کلام بھی بامتیاز ظاہر کے نہیں ہی اسلامیئے کہ اگر کسی کے دل کو تکرے تکرے کر کے کوئی دیکھے تو ایک انگلی کا نشان بھی نہ ملے گا تو یہاں بھی انگلیوں سے مراد قدرت ہی •

چوتھی قسم کہ کسی شی کی مہایت اجمالاً بیان کر دی جارے اور اُس کی حقیقت کی تفصیل اہل ذوق کی طبیعتوں پر چڑھ کر دی جارے کہ وہ اجمال بمنزائہ ظاہر کے اور وہ تفصیل بمنزائہ باطن کے ہوگی •

پانچویں قسم کہ کسی شی کا بیان بڑباز حال کیا جارے اور اُس سے ظاہری نطق و بیان مراد نہ ہو بلکہ اُسکی کیفیت اور حقیقت مقصود ہو جیسا کہ خدا فرماتا ہی ثم استروا الی السماء وہی دھان نکال لھا والارض اثیبا طویلاً اور کھا ڈالتا اثیبا طائیفین کہ خدا نے آسمان و زمین سے کہا کہ تم دونوں عروہی سے چلے آؤ انہوں نے کہا کہ ہم عروہی سے حاضر ہوتے ہیں تو اس سے مراد باہم خدا اور زمین و آسمان کے گفتگو ہونا نہیں ہی بلکہ اُن کی تفسیر اور اطاعت مراد ہی اور اسی قبیل سے ہی خدا کا یہ فرمانا کہ ان من ہئی الا یسبح بسمہ کہ کوئی چیز نہیں ہی جو خدا کی تسبیح نہ کرے • تو اس سے یہ

ماہوں نے اُس نقاب کی تعریف میں اشعار اور قصیدے کہے اور منکرین امام غزالی پر اعتراضات کیئے چنانچہ شیخ الاسلام قطب الدین محمد بن الشیخ الامام ابی العباس تطلانی نے ایک بڑی کتاب معترضین امام غزالی کے رد میں تصنیف کی اور اُس میں معترضین کے اعتراضات کو بیان کر کے پھر بھی باطل کیا اور ابی الذبیح شیخ فقیہ نے امام غزالی کی نہایت تعریف لکھی اور اُن کی کتابوں کو یہ سبب تبلیغ و مقول و منقول کے بہترین ثبوت سے تصور کیا •

امام غزالی ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے نیا طریقہ تصانیف میں المقول و المنقول کا نکالا اور عقاید اور احوال کے اسرار و حقائق کو بیان کیا اس طریقہ کے اختیار کرنے اور اسرار و حقائق کے بیان کرنے میں جو کچھ اُس پر اعتراضات ہوئے اُس کو اُنہوں نے جائز یا اپنی تالیف میں ذکر کیا ہی اور اُن متعصبین و متقفین نقہار پر جو منقول میں مقلد کو دخل دینا حرام جانتے ہیں بہت ملامت کی ہی اور جنہوں نے شریعت کو صرف ظاہر پر معمول کیا ہی اور اُس کے اسرار و حقائق سے انکار کیا ہی اُن پر نہایت انسوس فرمایا ہی چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ ماوم عروہی کے ظاہر و باطن پر مشتمل ہونے سے کوئی صاحب بصیرت انکار نہیں کر سکتا سوائے اُن کرتاہ فہموس کے جنہوں نے لڑکائی میں کوئی چیز من لی اور اُس پر جم گئے اور مقامات عالیہ پر نہ پہنچے حالانکہ خدا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی نہ تران ظاہر و باطن کا جامع ہی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس آیت کی تفسیر میں جسدہ ذکر سات آسمانوں و زمین کا ہی یہ فرمایا ہی کہ اگر میں اُس کی تفسیر کروں تو اگر مجھے سنگسار کر دیں یا کانٹے کہنے لگیں •

امام غزالی نے اپنی تالیفات میں تہل بیان کرنے اسرار و حقائق ہریمس کے ایک نہایت عمدہ بیان نسبت اختلاف ہریمس کے ظاہر اور باطن کے کیا ہی وہ لکھتے ہیں کہ جو لوگ نا سمجھہ ہیں وہ جب ہریمس کے حقائق سنیں تو حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ اگر حقیقت خلاف ہریمس ہی تو کفر ہی اور اگر موافق اُس کے ہی تو پھر

† واعلم ان تقسام هذه العلوم الى خفية وجلية لا ینکرھا ذریعۃ انما ینکرھا القاصرون الذین تلقوا فی ارباب الہدیٰ حیثا وجہدا علیہ فام یکن لهم ترقی الی حیثا والملاء مقامات العلماء والابرہاء و ذلک ظاہر من اداتۃ الشروع قال صلی اللہ علیہ وسلم ان القرآن ناهراً و باطناً و جہداً و مطلقاً قال ابن عباس فی قوله عز وجل اللہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثاہن لکن اکثر تفسیرہ لرجعتمونی و فی لفظ آخر لقلتم انه کانو —

اُس کو کام میں لاتے ہیں وہ اُس کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں اور اُس کے ثمرات اور نتائج کا لطف اُٹھاتے ہیں جو اُس کو کام میں نہیں لاتے وہ اُس کی حقیقت ہی کے منکر ہو جاتے ہیں اور اُس کو استعمال میں لانے اور اُس سے فائدہ اُٹھانے سے معذور رہتے ہیں *

امام غزالی ایسا انسان پر یکم قالوا بلی کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بے ذمہ فرمانا خدا کا کہ ہم نے بے ذمہ آدم سے اپنی ربوبیت کا رزق ازل میں اقرار کیا اور اُس سے کہا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں تو سبھوں نے اقرار کیا اُسی استعداد کے مطابق کہ اعلان ہی کہ انسان کو رزق ازل میں ملنے والا ہے استعداد ہی جس سے اُن کی ذات نے مہربانی ربوبیت پر ازل کے دن اقرار کیا اس اقرار سے مراد زبانی اقرار نہیں ہی اس لیے کہ ازل کے روز نہ جسم تھا نہ زبان بلکہ وہی استعداد مراد ہی اور اُس اقرار اور میثاق کا بھلا دینا اور یاد رکھنا اشارہ اسی استعداد کے کام میں لانے اور نہ لانے پر ہی یعنی جو اُس استعداد سے کام لیتے ہیں وہ مہربانی ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اور جو اُس کو استعمال میں نہیں لاتے خوارِ تقلید آباد و اجداد کے سبب سے یا اپنی لغفلت اور کالہی کے سبب سے وہ مہربانی ربوبیت سے انکار کرتے ہیں اور یہی مطلب ہی خدا کے اس قول کا کہ لئن سالتهم من خلقهم لیقرنن اللہ کہ اگر تو پوچھے لوگوں سے تو سب یہی کہیں گے کہ ہم کو خدا نے پیدا کیا حالانکہ باعتبارِ ظاہر کے بے ذمہ ذلیفہ صحیح نہیں ہی اس لیے کہ بعض فرقے بالکل خدا کے منکر ہیں *

نعمنا ان اعترفت احوالهم شہدت بهذا نفوسهم و بواعنهم نظروا الہ التي فطر الناس علیہا اے نل انسان فطر علی ایمان باللہ مزرجل بل علی معرفۃ الالہیاء علی ماہی علیہ پس مطلب اس کا یہی ہی کہ اُن کی ذاتیں خرد اس کی مقدر ہیں کہ ہم کو خدا نے پیدا کیا ہی اور خدا نے ہر آدمی میں استعداد ایمان کی بلکہ تمام چیزوں کی حقیقت کماہی ہی دریافت کرنے کی دی ہی اگر اُن کو ایسی استعداد نہ دی ہوتی تو تکلیف ایمان کی اور اُس کے قبول پر جزا اور اُس کے انکار پر سزا دینا جائز نہ ہوتا *

امام غزالی ان آیات کو اور اس کی مانند اُور آیات کی تفسیر بیان کرتے لکھتے ہیں کہ وہ اگر جو تقلید سے نہیں نکلتے اور اپنی اُس استعداد کو کام میں نہیں لاتے ایسی آیتوں کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں اور اُسکا مطلب جب اُنکی سمجھ میں نہیں آتا تو اُس یقین سے جو ہرنا چاہیئے حقیقت میں ہر جاتے ہیں اور اپنے نزدیک اُنکو غیر صحیح سمجھتے ہیں گو زبان سے اُنکی تصدیق کرتے رہیں حقیقت میں اُنکی مثال ایک ایسے آدمی کی ہی جو کہ آنکھ بند کرتے کسی مصلحت سے

مطلب نہیں ہی کہ جمادات بھی حیات اور عقل اور نطق رکھتے ہیں اور سبحان اللہ سبحان اللہ بولتے ہیں بلکہ مراد اُس سے اُن کا رجوع ہی ہی کہ وہ اپنے صانع اور پیدا کرنے والے کی پائی پر شاہد ہیں اور اُنکی ہستی ہی زبان حال سے اپنے صانع کی قدرت بیان کر رہی ہی *

امام غزالی نہایت تعجب اپنا نسب اُن لوگوں کے ظاہر کرتے ہیں جو فقط تقلید پر جاتے ہیں اور خود تحقیق کو دخل نہیں دیتے اور اپنی عقل کو بیکار کر دیتے ہیں اُن کا مقولہ ہی کہ وہ صفحہ جس سے انسان انسان ہوا اور جس نے اُسکو حیدر اے جدا کر دیا ہر انبی استعداد بقول العلوم النظریۃ و تدبیر الصناعات الخفیۃ الفکریۃ وہ ایک استعداد قبول کرنے مایہ نظریہ کی اور پیدا کرنے تدبیر صنعتوں پوشیدہ کی ہی اور اسی استعداد کا نام عقل ہی اور کوئی انسان نہیں ہی جسکو بے استعداد ٹھہری گئی ہوتام علوم اور جمیع فنون اُسی سے پیدا ہوتے ہیں گویا وہ سب اُس میں پوشیدہ ہیں اور صرف ایک سبب کی حاجت ہی جو اُن علوم کو اُس سے پیدا کرے کوئی علم اور فن نہیں ہی کہ جو اُس سے خارج ہو اور آدمیں پوشیدہ نہو عقل کی اور علوم کی آدمیں پوشیدہ ہونے کی مثال بعینہ پانی اور مٹی کی ہی کہ کوئی زمین نہیں ہی جس میں پانی نہو مگر اُسکا نکلتا محتاج کھودنے اور نکالنے اور پانی مٹی کا ہی یا اُسکی تشکیل مثل روغن کے ہی کہ وہ ہر درجہ میں موجود ہی مگر اُس کا پیدا ہونا ایک تدبیر خاص پر موقوف ہی پس جو شخص اُس استعداد کو کام میں لائے اور عقل کو بیکار کر دے وہ نہ حقیقت اُس استعداد کو ضایع کرتا ہی جو خدا نے اُس کو دی ہی اور وہ انسان ہو کر اپنے آپ کو حیوان بناتا ہی *

وہ کہتے ہیں کہ کسی کے علم اور صفات اور فن کے اوپر بے یقین نہ کرنا چاہیئے کہ جو کچھ معلوم ہو گیا یا جو ظاہر ہو چکا وہی اُس کا کمال ہی اور اب اُس سے زیادہ لہذا ہونا غیر ممکن ہی اور نہ کبھی کسی خاص قوم یا فرقہ یا شخص کی تکالیف ہوئی بات پر بے پھرور کرنا چاہیئے کہ وہ اخیر درجہ اُس استعداد کے ظہور کا ہی بلکہ ہمیشہ اُس کو ابتدائی حالت سمجھے اور اُس میں ترقی کرے اور اُس استعداد کے ظہور کے ختم ہونے کا معتقد نہوے اور جو امر عقل کے خلاف ہووے اُس کو کبھی نہ مانے اور کسی شرعی مسئلہ کو مخالف عقل کے نہ سمجھے اور اگر اُس کی سمجھ قاصر ہووے تو اُس کے اسرار اور اسباب دریافت کرے اور اُس مغز کو جو الفاظ کے پوست میں چھپا ہوا ہو باہر نکالے اور اُس پانی کی جو مٹی کے اندر موجود ہو کھود کھود کر پیدا کرے *

اُس استعداد کا کمال اور ترقی تجربہ اور تحقیقات اور مصلحت پر موقوف ہی قدرت نے بدرِ نظارت میں وہ قوت سب کو دی ہی جو

داخل ہو اور وہاں اسباب زینت رکھا ہو اور وہ اُس سے ٹھوکر کھارے اور کہنے لگے کہ کیسے وہ لوگ ہیں جنہوں نے راہ میں برتنوں کو پھینکا ہے حالانکہ وہ چیزیں سب اپنی اپنی جگہ پر رکھی ہوئی ہیں مگر یہ اُسکیا تصور ہی کہ آنکھ موجود ہی ہے اور پھر اُس سے کام نہیں لیتا اور اندھا بنکر چلتا ہے تو وہ کیونکر ٹھوکر نہیں دے گا؟

وہ کہتے ہیں کہ اُسی استدعا کا نام عقل ہی اور اُسکیا خطاب بصیرت ہی اور اُسکیا لقب نور ہی اور اُسکو ایمان کہتے ہیں وہ سب ایک ہی چیز ہی صرف نام ملحدہ و مبدعہ ہیں تو جس شخص نے اُس کو دنیا میں استعمال کیا وہ آخرت میں بھی بیٹھا ہی جائے اُس سے یہاں کام نہ لیا وہ وہاں بھی اندھا ہی اور یہی معنی ہیں اِس آیت کے من کان فی ہذہ اعمیٰ نو فی الاخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلاً

وہ ایک سوال لکھتے ہیں کہ جب عقل بہترین مشاوقات ہی تو کیوں بعض علماء نے اُسکو شریعت کے مسائل میں دخل دینے سے منع کیا ہے اور پھر خود ہی یہ جواب دیتے ہیں کہ یا تو وہ منع کرنے والے خود بے عقل تھے اور انہوں نے اپنی عقل کو بیکار کر دیا تھا یا کہ وہ لوگوں کی عقل پر توہمات کا اطلاق کرنے پاتے تھے جیسا کہ بعض اعلیٰ کلام نے عقائد دینی میں اپنے توہمات اور خیالات کو دخل دیا اور اُس کا نام عقل رکھا تو صرف اُن کا منع کرنا اصلی عقل کے استعمال سے نہ تھا بلکہ اُن توہمات اور خیالات کے دخل دینے سے

انہوں نے اِس حکم کو کہ عقل اور دھم میں کیا فرق ہے اور اُس میں کیونکر تمیز ہو سکتی ہے نہایت خوبی سے رفع کیا ہے اور اِس مشکل مسئلہ کو نہایت عمدہ تمہیدات اور تمہیلات سے حل فرمایا ہے چنانچہ کتاب منافع من الافعال اور اسرار علم الدین اور مشکوۃ الانوار کے دیکھنے سے اُسکی حقیقت معلوم ہوتی ہے +

وہ کہتے ہیں کہ بڑے نادان وہ لوگ ہیں جو عوام اور حقائق کے درمیان کرنے میں سعی نہیں کرتے اور وہ عوام دینی ہوں یا دنیاوی اُن میں اُوروں کی بتلائی ہوئی باتوں پر قناعت کرتے ہیں حالانکہ دین میں کسی کو سوائے نبی کی بتلائی ہوئی بات کے اور کسی پر کلیۃً اعتماد کرنا اور اورگوں کی پٹائی ہوئی کتابوں پر اپنے یقین کو قائم کرنا نہ چاہیئے اور رسول کی بتلائی ہوئی باتوں کے اسرار اور حقائق کے دریافت کی فکر کرنا لازم ہے اِس لیئے کہ اِن اکتفیانہ باللفظ مایقال کاں وعاہل العلم والاعمال کہ اگر اُسے اُسکی حقیقت نہ جانی تو وہ اُس علم کا برتن ہوا نہ عالم پس کہا سبب ہے کہ انسان بارجود ہونے استعداد کے حقیقت اشیاء کے دریافت سے غافل رہے اور اپنے آپ کو جاہل رکھے *

وہ اُن فقہاء اور علماء پر نہایت انوس کرتے ہیں جو تقلید پر قانع ہیں اور جنہوں نے صفات نفس اور حالات قلب کا علم چھوڑ کر وعظ اور قصہ گوئی پر قناعت کو لی ہے اور علم یقین کو چھوڑ کر مجاہدہ اور مناظرہ میں پڑ گئے ہیں اور جنہوں نے تمصب اور تقشف کو دینداری سمجھ رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ان علماء کے حالات بالکل متضاد صحابہ کے ہیں اور جہلاً اور متعصبین آج کل علماء کہلائے جاتے ہیں +

+ کا قال رحمہ اللہ ملکہ فصار یسمی المجادل المتکلم عالم ا و القاص المزخرف الکلام بالعمات المسجبة عالم ہکذا ضعف الدین فی قلوب سالفۃ کیف اکان بزمانک هذا و تدانیتہ الامر الی ان مہر الانار یتہذف لنسبۃ الی الجنون فالاربی ان یشغل الانسان بنفسہ و یسکت

داخل ہو اور وہاں اسباب زینت رکھا ہو اور وہ اُس سے ٹھوکر کھارے اور کہنے لگے کہ کیسے وہ لوگ ہیں جنہوں نے راہ میں برتنوں کو پھینکا ہے حالانکہ وہ چیزیں سب اپنی اپنی جگہ پر رکھی ہوئی ہیں مگر یہ اُسکیا تصور ہی کہ آنکھ موجود ہی ہے اور پھر اُس سے کام نہیں لیتا اور اندھا بنکر چلتا ہے تو وہ کیونکر ٹھوکر نہیں دے گا؟

وہ کہتے ہیں کہ اُسی استدعا کا نام عقل ہی اور اُسکیا خطاب بصیرت ہی اور اُسکیا لقب نور ہی اور اُسکو ایمان کہتے ہیں وہ سب ایک ہی چیز ہی صرف نام ملحدہ و مبدعہ ہیں تو جس شخص نے اُس کو دنیا میں استعمال کیا وہ آخرت میں بھی بیٹھا ہی جائے اُس سے یہاں کام نہ لیا وہ وہاں بھی اندھا ہی اور یہی معنی ہیں اِس آیت کے من کان فی ہذہ اعمیٰ نو فی الاخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلاً

وہ ایک سوال لکھتے ہیں کہ جب عقل بہترین مشاوقات ہی تو کیوں بعض علماء نے اُسکو شریعت کے مسائل میں دخل دینے سے منع کیا ہے اور پھر خود ہی یہ جواب دیتے ہیں کہ یا تو وہ منع کرنے والے خود بے عقل تھے اور انہوں نے اپنی عقل کو بیکار کر دیا تھا یا کہ وہ لوگوں کی عقل پر توہمات کا اطلاق کرنے پاتے تھے جیسا کہ بعض اعلیٰ کلام نے عقائد دینی میں اپنے توہمات اور خیالات کو دخل دیا اور اُس کا نام عقل رکھا تو صرف اُن کا منع کرنا اصلی عقل کے استعمال سے نہ تھا بلکہ اُن توہمات اور خیالات کے دخل دینے سے

انہوں نے اِس حکم کو کہ عقل اور دھم میں کیا فرق ہے اور اُس میں کیونکر تمیز ہو سکتی ہے نہایت خوبی سے رفع کیا ہے اور اِس مشکل مسئلہ کو نہایت عمدہ تمہیدات اور تمہیلات سے حل فرمایا ہے چنانچہ کتاب منافع من الافعال اور اسرار علم الدین اور مشکوۃ الانوار کے دیکھنے سے اُسکی حقیقت معلوم ہوتی ہے +

مگر وہ اپنے اِس قول پر نہایت مضبوطی سے قائم رہے ہیں کہ کل قلب نور بالظفر صالح المحرۃ لتفاتیق لانه امر ربانی ہرشف فارق سائر جواہر العالم بہذہ الطاضیۃ والشرف والہما الاشارة بقولہ مزجل انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبۃل فابین ان یرسلنا راعفقن منہا کہ جو دل ہے وہ پامتبار اپنی فطرت کے صلاحیت اور استعداد حقایق اشیاء کے دریافت کرنے کی رکھتا ہے اور اسی صلاحیت اور استعداد سے مراد وہ امانت ہے جو آیۃ انا عرضنا الامانة میں مذکور ہے کہ یہ استعداد نہ آسمان میں ہی نہ زمین میں نہ پہاڑ میں نہ کسی میں سوائے انسان کے یہ کہتے ہیں کہ خدا نے ہر انسان کے دل کی لوح پر اپنے قدرت کے قلم سے حقیقت اشیاء کو لکھ دیا ہے اور اسی کی طرف اشارہ

+ ہم کسی اگلے پرچہ میں اُسکا خلاصہ بھی لکھینگے -

نہ دیکھ سکی کسی کی حقارت نہ کریگا ہمیشہ اپنے دل کو لوگوں کی باتوں کے سننے کے لیے کھولا رکھیں گے ہر ایک کی بات پر غور کریگا ہر چیز کی حقیقت اور ماہیت دریافت کرنے کی فکر میں رہیں گے شے کی وجوہات اور اسباب کی تحقیق کریگا انصاف اور سچائی اور راستی اور مصلحت کو ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں گے وہ اصول شریعت میں خاص خدا اور اُس کے رسول کے قرائن پر متمدن ہوگا اور اُس کے حقائق اور اسرار کو دریافت کریگا وہ کبھی اپنے آپ کو پرائیوں سے پاک اور میزوں سے صاف نہ سمجھیں گے وہ مذہب اور شریعت کو اپنے مطالب کی تصدیق کا ذریعہ نہ گردانے گا وہ جادو و سحر کا مذہب کے حیلے سے خزاں نہ ہوگا وہ اپنے آپ کو کامل نہ جانے گا وہ سب کو شفقت کی نظر سے دیکھیں گے وہ ہمیشہ اپنے دل کے پاک کرنے اور اپنے نفس کے مہذب کرنے پر متوجہ رہیں گے *

وہ کہتے ہیں کہ تمہیں سے لوگوں نے اپنے سچے دین اور اصلی مذہب کی خوبیوں کو چھپا دیا ہے اور پرائیوں کو بھلائی اور بھلائیوں کو برائی سمجھ کر رکھا ہے اگر کسی متعصب کے سامنے کوئی شریعت کے اسرار اور مصالح بیان کرے وہ اُسکے دشمن ہو جائے ہیں اور اُسکو ملحد اور زندیق سمجھتے ہیں اُنکے نزدیک شریعت میں نہ کوئی خوبی ہے نہ اُس میں کوئی مصلحت ہے جتنے احکام شریعت کے ہیں وہ سب جہڑی ہیں اور خدا نے بلا کسی حکم اور سبب کے اپنے بندوں کو اپنے احکام کا معین کر دیا ہے اُسکے نزدیک خدا مثل ایسے جادو بادشاہ کے ہے جو بلا سبب اپنے نوکرین کو کسی بیوردہ کام کے کرینکا حکم دے اور اُس سے صرف اُسکی اطاعت کا امتثال اُسے منظور ہوئے حالانکہ یہ بڑی تمہید خدا پر ہے کوئی حکم اور کوئی مسئلہ شریعت کا ملحد اور سبب اور مصلحت سے خالی نہیں ہے ہاں وہ مسئلے اور وہ باتیں جو لوگوں کی ایجاد اور اختراع ہیں اور جنکا کچھ نشان شریعت میں نہیں ہے وہ پوشیدہ بیفائدہ ہیں اور جب نہ تعصب سے وہ اپنی نکالی ہوئی باتوں یا اپنے بزرگوں کے منہ سے ہوئے مسئلوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اُسکو بیفائدہ اور لغو جانتے ہیں تو اسی سے اُنکو یہ دھم پیدا ہوتا ہے کہ سب احکام خدا کے ایسے نہیں ہیں ورنہ اگر وہ اُنکے کھولکر دیکھیں اور تعصب کے پردہ کو اپنی بصیرت قلبی سے اڑھائیں اور اپنے مسئلوں اور خدا کے حکموں کو جدا جدا کر کے اُسکی حقیقت کے دریافت کرنے پر متوجہ ہوں تب اُنکو اُسکی ماہیت معلوم ہو جائے *

اکثر متعصب اپنے تعصب پر قائم رہنے کے لیے یہ دھم دیتے ہیں کہ ہمارے دین و مذہب کا مدار تعصب پر ہے اگر تعصب کو ہم بڑا جائیں تو ہم ملحد اور لامذہب ہو جائیں اور اپنے عقاید دینی میں شک کرنے لگیں اگر تعصب منع ہوگا تو اصحاب رسول کیوں اپنے دین

وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ تعصب کو دینداری سمجھتے ہیں وہ احمق ہیں اس لیے کہ احمق اُسی کو کہتے ہیں جس کی غرض تو مصلحت ہو مگر اُس کے حصول کا طریق غلط ہو اور جس راہ سے اُس مقصود تک پہنچنا ممکن ہو اُس سے وہ منحرف ہوئے *

یہی حال متعصب کا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ میں اپنے دین میں کامل اور اپنے مذہب میں مضبوط اور شریعت پر قائم ہوں اور اس سے وہ درجہ عزت کا جو خدا نے کاملوں کے لیے مقرر کیا ہے مجھے ملے گا حالانکہ جس طور سے وہ دین اور مذہب پر چلتا ہے اور جس طرح سے وہ شریعت کو لیتا ہے اُس میں وہ غلطی ہے وہ متعصب ہمیشہ اُڑوں کو ذلت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور لوگوں سے بغض و عناد رکھتا ہے جو کچھ اُس کے توہمات اور خیالات ہیں اُنہیں کو یقینیات سمجھتا ہے جو جھوٹے تصدیقات دینی خود اُس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ تعصب کے سبب سے اُس کی آنکھوں کو سچے عقائد کی صورت پر دکھائی دیتے ہیں اور جو بیوردہ دوسرے اور راہی مذہبی اُس کی سمجھ کی غلطی سے اُس کی خاطر میں گذرتے ہیں وہ اُس کو خدا کے بتائے ہوئے اور نبی کے فرمائے ہوئے مسئلہ معارف ہوتے ہیں تعصب اُس کے دل کو فرور اور تکبر سے ایسا گھیر لیتا ہے کہ انصاف اور سچ اور سمجھ کی راستی بھی اُس تک نہیں ہوتی نصیحت یا ملامت کسی کی اُس کے دل کے کنارے تک پہنچنے نہیں پاتی اُس کی آنکھوں کے سامنے تعصب مثل ایک سیاہ کثیف غبار کے ہو رہتا ہے جیسے وہ کسی چیز کی برائی پہلائی ہو دیکھ نہیں سکتا وہ کسی شے کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتا وہ ہمیشہ لوگوں کو برا اور احمق اور فاسق سمجھتا رہتا ہے اور جس کو اپنا سا سخت اور متعصب نہیں جانتا اُس کو دین میں ضعیف اور سست جانتا ہے اور چونکہ فرور اور تکبر انسان کی جبلی عادت ہے اس لیے وہ اپنے فرور کے سبب سے اُس بھی احمق ہو جاتا ہے اور یہ سمجھ کر کہ اصل دینداری یہی ہے جو مجھے میں ہے وہ عقلمند کا کھیل ہو جاتا ہے شیطان اُس کے دل میں یہ دھم پیدا کر دیتا ہے کہ جو میں جانتا ہوں اور جو میں سمجھتا ہوں وہی اصل دین اور عین مذہب ہے اور اس سے اُس کے دل میں ایک حلاوت اور چاشنی پہنچتی ہے اور جس کو وہ کبھی کسی کے کہنے سے چھوڑ نہیں سکتا اور اپنی اس حماقت پر نہایت خوش رہتا ہے کہا قال رحمہ فاذا خیل الیہ الشیطان ان ذلک ہو الحق و کان مرانقا لطیفہ غلیظہ حلاوت علی قلبہ فاشتغل بہ بکل ہمت و ہو بذالک نوحاس مسرور و یظن انہ یمسی فی الدنیا و ہو ساع فی اتباع الشیاطین پر خلاف اس کے جو شخص سچا دیندار ہوگا وہ کبھی کسی کو ذلت سے

متعصب اپنے خیالات کی صحت پر جو یقین رکھتا ہے مگر اسکا یقین مثل ایک دیندار کے یقین کے نہیں ہوتا اس لیے کہ متعصب کے خیالات کی بناء صحیح نہیں ہوتی اس لیے ممکن ہے کہ کبھی وہ اپنے خیالات کی بناء کے غلط ہونے پر آگاہ ہو جاوے اور تب وہ اپنے خیالات کے غلط ہونے پر متنبہ ہووے اور دیندار کے خیالات کی بناء ہمیشہ اُن مضبوط اور صحیح دلیلوں پر ہوتی ہے جن میں احتمال بھی غلطی کا نہیں ہوتا اور شک اور ظن کا اُس میں دخل نہیں ہوتا اس لیے کبھی وہ اپنے یقین سے پھر نہیں سکتا *

متعصب جس طرح پر اول اپنی سمجھ کے غلطی سے اپنے خیالات پر غلط اصول پر قیام کر لیتا ہے اس طرح پر اخیر تک اُسی غلطی میں گرفتار رہتا ہے یعنی وہ کبھی اپنے خیالات پر غور و تامل نہیں کرتا جو اگر اُس کی غلطی بیان کرتے ہیں اُن کے سننے کا متحمل نہیں ہوتا اپنے مخالفوں کی آواز مخالفت اپنے کان میں آنے نہیں دیتا اور اسی سبب سے اُسکو کبھی موقع اُس غلطی سے نکلنے اور اُس بلا سے چھوڑنے کا نہیں ملتا بظراف ایک دیندار کے کہ وہ اول ہی اپنے خیالات کی بناء صحیح اصول پر قیام کرتا ہے اور اخیر تک اُس پر عمل کرتا ہے جو کوئی اُسکے مخالف بات کہتا ہے اُس کو سختی اور سوچتا ہے جو کوئی اُس کے یقین میں شکوک پیدا کریں اور اُسکی غلطی بیان کریں وہ اُن سے نفرت نہیں کرتا بلکہ اُن کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور شامل کرتا ہے اور جبکہ اُن شکوک اور اعتراضات کو بالکل غلط باتا ہے تو وہ اپنے یقین کی صحت پر اور بھی زیادہ خوش ہوتا ہے اور اُن غلط خیال کرنے والوں کو ذریعہ اپنے یقین کے اصول پر معالج کرنے کا پیدا کرتا ہے *

پس جو اگر تعصب اور دینداری میں فرق نہیں کرتے اور اپنے تعصب کو دین سمجھتے ہیں اور اپنی حالت کو ظاہری حالت سے مصابہہ کی ملاتے ہیں یہ غلطی اُن کی ذواتیت اور جہالت کی ہے وہ بے شک اپنی چوتھی دینداری پر مضبوط ہونے میں مصابہہ کی سچی صلابت فی الدین سے مشابہت پیدا کرتے ہوں مگر وہ مشابہت چوتھے موتی کی سچے موتی سے ہے کہ جو صرف صورت ظاہری میں ہی نہ حقیقت باطنی میں *

تعصب ایک ایسی بڑی خصلت ہے کہ جس سے صرف متعصب ہی کی ذات کو نقصان نہیں پہونچتا بلکہ اُسکا بد اثر دوسروں کی طبیعت پر پہونچتا ہے اور سادی سچی طبیعتوں کو بھی ہکا بکا تا ہی تعصب ایک زہر آمیز خمیر ہے کہ وہ اچھے صاف میدے کو بھی تھوڑی ہی دیر میں اپنا سا کر لیتا ہے اور اُس کی جو جو باصف زندگی انسان ہی

تہذیب سخت ہوتے اُنکا یہ کہنا تعصب و دینداری میں اور یقین اور شک میں مابہ امتیاز نہ سمجھنے سے ہی اس لیے ہم اُنکی حقیقت پر قابو کرتے ہیں *

جو تصور اور خیال دل میں آوے خواہ وہ خرد اُس کے دل میں پیدا ہوا ہو خواہ وہ کسی سے سنا ہو اُسکی تین حالتیں ہیں *

۱۔ اول یہ کہ اُسکی صحت اور غلطی دل میں ایک سی ہو نہ اُسکی تصدیق کو غالب نہ تکذیب کو رجحان ہووے تو اس حالت کا نام شک ہی *

دوسرے یہ کہ اُسکی صحت اور غلطی میں سے کسیکا دل پر غالب ہووے اور ایک کو دوسرے پر رجحان ہووے لیکن اُسکی ضد و نقیض کے امکان سے انکار نہوے اس حالت کو ظن کہتے ہیں *

تیسرے یہ کہ اُسکی صحت اور غلطی میں سے کسی جانب کو دل پر ایسا غالب ہووے کہ اُسکی ضد اور نقیض کے امکان سے بھی انکار ہو اس حالت کو یقین کہتے ہیں *

پھر یقین کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ اگرچہ اُسکے خلاف کو دل قبول نہ کرے لیکن اُسکا یقین کسی اصل صحیح پر مبنی نہوے بلکہ وہ اسباب جسٹے اُسکے دل میں اُس تصور اور خیال کو مضبوط کر دیا ہے اور اُسکو صحیح ٹھہرا دیا ہے غلط ہوں *

دوسرے یہ کہ وہ یقین کسی اصل صحیح پر مبنی ہو اور وہ اس پر جسٹے اُسکی صحت پر دل کو قوی کر دیا ہے وہ بالکل صحیح اور سچے ہوں *

پس جو خیالات دینی کسی شخص کے دل میں پیدا ہوں اگر وہ اول قسم کے ہیں یعنی وہ شخص نہ اُنکی تصدیق کرے نہ تکذیب تو اُسپر اطلاق اعتقاد کا ٹھکانا نہ وہ خیال کرنے والا خرد اپنے آپ کو اُسکا معتقد جانیکا اور اگر وہ دوسری قسم کے ہیں یعنی گو اُسکے اُن کی صحت پر گمان غالب ہووے مگر اُسکے خلاف کے ہونے سے منکر نہوے تو اُسکا اعتقاد ظنی کہلایا جاوے اور اگر وہ تیسری قسم کے ہیں یعنی اُن خیالات کے صحیح ہونے پر وہ دل سے یقین رکھے مگر اُسکی بناء اصول صحیحہ پر نہوے تو اُس کا اعتقاد تو پکا اور مضبوط کہلایا جاوے لیکن غلط اور غیر صحیح اور چوتھی قسم وہ ہے کہ اُن خیالات کی بناء اصول صحیحہ پر ہو تو اُسکے اعتقاد کو مضبوط اور کامل بھی کہیں گے اور صحیح اور درست بھی *

پس تعصب اُس حالت کا نام ہے جو تیسری قسم میں مذکور ہے یعنی اُن خیالات کی صحت پر یقین ہونا جس کی بناء غلط اصول پر ہے اور دینداری اُس حالت کو کہتے ہیں جس کا ذکر چوتھی قسم میں ہوا یعنی اُن خیالات کی صحت پر یقین ہونا جسکی بناء صحیح اصول پر ہے *

یوں ارشاد فرماتے کہ ”فاذرو یعذب من اللہ و رسولہ“ یعنی اونٹنہ کھڑے ہو خدا اور اُسکے رسول سے لڑنے کے واسطے اب وہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ہماری شامت اعمال سے ایسا عام ہو گیا کہ کہاتے پیتے مسلمان شاید فیصدی دس بھی اس ہلکے عالمگیر سے معذور نہ ہونگے اور روپیہ سیکڑے کے سورد سے نالش عدالت میں کرنا یہہ تو اب کچھ عیب ہی نہیں رہا در وقت کی نماز قضا ہونے کا کبھی اتنا مال نہ ہو جتنا ایک سوہ کی نالش دسمس ہونے کا بڑے بڑے موئم مرتے حافظ اور پاپی بڑی نیچہ ڈاڑھیوں والے مولوی جو دھابیس میں بھی ماشاء اللہ دم بھرتے ہیں اس لقمہ حرام کی چاٹ اور مال و دولت کی طمع خام میں مبتلا ہیں *

روتا تو اس بات پر آتا ہے کہ اپنی اس حرکات کے سبب سے کبھی ماتھہ ہو پسینا نہ آئے مگر جب کسی مسلمان کو کسی اہل کتاب کے ساتھ ہم طعام دیکھیں تو حمیت اسلامی جوش میں آجائے اور بغیر نہ وہ بالہ اور توبہ توبہ کے اُس مسلمان کہ بھٹک کا نام نہ لیں فاعتبہر یا اولی الابصار *

معاش کے آؤں ذریعوں کا بھی یہی حال ہو رہا ہے — نوکروں میں چوری اور رشوت — زمینداروں میں زیادہ ستانی و هوق سیاست سرداگروں میں دغا بازی اور حرمہ دن بدن ترقی ہو رہی و علی هذا القیاس لیکھ میوے نزدیک جب تک مسلمانوں میں سے یہہ خرابیاں رنج نہ ہونگی تینک کبھی اُنکی قوم کو سچی ترقی اور عزت نصیب نہوگی کیسے ہی پھروں اور پھر ادھر درختوں سے اپنے گھروں کو رشک گذار ارم کیوں نہ بنائیں اور جائگ پتلوں کیوں نہ پھنیں اور میز و کرسی پر چوری کاٹھ سے ملائی تقری نہایت شفاف اور جلا دار برتنوں میں کیوں نہ کھاویں اور کیسا ہی اپنے طریق زندگی کو آج تل کی مہذب اور درخشاں ضمیر قوموں کی مانند اعلیٰ اور عمدہ کیوں نہ بنائیں — پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ اول اپنا تقویٰ درسہ کریں اُسکے بعد قومی ترقی کا ذم لیں ورنہ ٹھیک اس آیت کے مصداق ہونگے —

قل ہل ننبکم بالخسیرین امالا الذین ضل سبیلہم فی الصیور اوالدنیاء و ہم یحسبون انہم یحسبون صلیا *

راقم

مشتاق حسین

اُس کی موص کا سبب گردینا ہی ہیں و مذهب انسان کی اُس روحانی زندگی اور چین کا ذریعہ ہی جو بعد اس جسمانی حیات کے ماننے والی ہی اور تمصب اُسی زندگی کا مٹانے والا ہی اور اُسی چین کا کھردیلنے والا ہی *

اِس لیئے کہ اُس نے باطل کو حق اور غلط کو صحیح سمجھ رکھا ہی اُس کی سستی اور درستی کسی مخالف کو مرقع اُن باتوں کے ظاہر کرنیکا نہیں دیتی جو اُنکے دلوں میں ہی اور جسکے ظاہر ہونے سے اگر وہ غلط ہیں اُن کی اصلاح ممکن ہی متمصب کی یہہ حالت دیکھکر اُس کا مخالف بھی متمصب ہو جاتا ہی اور وہ بھی اپنے خیالات کو صحیح سمجھ کر اُن کی حقیقت کا اعتقاد کرنے لگتا ہی چنانچہ تمصب ہی تمام مذاہب باطلہ کی بنیاد اور تمام عقائد فاسدہ کی جڑ ہی اور ایک جہاں اسی موص میں مبتلا اور اسی بیماری میں گرفتار ہی اسی لیئے خدا نے اور شارع نے اور تمام دیندار عالموں اور دانشمند حکیموں نے اُسکی ہر ائی بیان کی ہی *

راقم

سید مہدی علی
تھریلدار مرزا پور

نمبر ۳۲

تقویٰ

و خیر الزاد التقویٰ

ہمارے اخبار یکم ذیہجہ میں ایک مختصر فورسہ اُن مراتب کے چھڑی تھی جن میں مسلمانوں کو تہذیب کرنا چاہیئے لیکن میوے دانست میں اُس میں ایک بڑا امر نوگزاشت ہوا یعنی تقویٰ جو مسلمانوں کی مرورثی ملک ہی اور اب ہندوستان کے مسلمانوں میں پہلے زمانہ کی یہ نسبت اُسکی نہایت کمی ہی اس زمانہ میں انٹر تقویٰ اتنی بات پر ختم ہوتا ہی کہ بیجامہ شخصوں سے نیچا ٹرے اور ناچ رنگ وغیرہ کی مجلس میں شریک نہ ہوں اور بس (خیر خدا اسکو بھی پاتی اور فایم رکھے) *

کسب حلال جسکی نسبت یہہ کہنا بجا ہی کہ وہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کا ضمیر تھا اب اُسکی طرف سے ایسی غفلت برتی جاتی ہی کہ خدا معذور رکھے — سورد سی شی جسکی لینے والوں کی نسبت خدا

بمقام علیگندہ — مطبع علیگندہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باعتمام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۳]

۱۵ صفر سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

اس پرچہ میں بجز مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ مندرج نہوگا *

مضمون نمبر ۳۳

امیرالامرا جناب سید خیرالدین صاحب بہادر وزیر مملکت تونس

چند روز سے ہماری خواہش اپنے ہم قوموں سے یہ ہے کہ وہ تہذیب و شایستگی میں ترقی کریں اور تہذیب کو جسکا منشا جہل مرکب ہے چھوڑیں اور اچھی باتوں کو گو وہ کسی قوم کی ہوں اور جو شریعت اسلامیہ میں بھی مباح ہوں اختیار کریں تاکہ مہذب قوموں کی نگاہ میں ذلیل و خوار نہوں ہمکو اسباب کے بیان کرنے سے نہایت خوشی ہے کہ صرف ہماری ہی یہ رائے یا یہ خواہش نہیں ہے بلکہ جو بڑے بڑے عالم اور مدبر بلاد اسلامیہ کے ہیں اُن کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ ہم اس دعویٰ کی سند پر جناب امیرالامرا سید خیرالدین صاحب بہادر وزیر مملکت تونس کی رائے کا خلاصہ اس مقام پر مندرج کرتے ہیں *

تونس کنارہ افریقہ پر ایک چھوٹی سی خود مختار اسلامی سلطنت ہے وہاں کا پادشاہ ہی اُن تونس کہلاتا ہے اُس کے وزیر سید محمد الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جسقدر روپیہ بابہ اس پرچہ کے بطور چندہ خوار بطور قیامت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں میسر متصور ہوگا * علامہ اس کے جو شخص کچھ روپیہ بطور گرانٹیشن دے وہ بشکر کفاری تمام لیا جارہا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دربار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یکا خریداروں کو تین روپیہ قیامت اور ایک روپیہ آٹھ آنے معصوم جملہ چار روپیہ آٹھ آنے پیشگی بھیجئے ہونگے *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو فی پرچہ چار آنے قیامت اور ایک آنے معصوم دینا ہوگا *

میٹروں کو بلا قیامت یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا یہی بلا قیامت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

خطبہ کتاب اقوام المسالک ۱۵ صفر سنہ ۱۲۸۸ ہجری مقدمہ کتاب اقوام المسالک

صاحب نے نہایت عمدہ اور فصیح عربی زبان میں ایک کتاب یورپ کی سلطنتوں کے حال میں لکھی ہے اور اسکا نام اقوام المسالک ہے۔ احوال الممالک رکھا ہے وہ کتاب ٹرنس میں چھپی ہے اور اسکی ایک جلد ہمارے پاس موجود ہے اس کتاب کے مصنف نے اسکی دیباچہ اور مقدمہ میں سبب اس کتاب کی تالیف کا بیان کیا ہے جو آگے لکھا جاتا ہے اور جس سے اس بڑے مدبر اور عالم کی رائے واضح ہوتی ہے *

واعلم
سید احمد

دھر دھا

خطبہ کتاب اقوام المسالک

اما بعد فیقول جامع هذه الورقات ارشده الله تعالى الى اقوام انطوأت اني بعد ان تأملت تأملا طويلا في اسباب تقدم الامم و تاخرها جيلا نجيلا مستندا في ذلك لما يمكن تصفحه من التواريخ الاسلامية و الا فنجية مع ماحذرة المؤلفون من الفريقين فيما كانت عليه و آلت اليه الامة الاسلامية و ما سيؤول اليه امرها في المستقبل بمقتضى شواهد التي قضت التجربة بان تقبل التجاوت الي الجزم بما لا اطن عاقل من رجال الاسلام ينا قضه اربنض له دليل يعارضه من انا اذا اعتبرنا تسابق الامم في ميادين المدن و تحزب عزائمهم على نمل ماهرود نفعارعون لايتهميا لنا ان نميز مايلق بنا على قاعدة مهيمنة الينا الا بمعرفة احوال من ليس من حزينا لا سيما من حق بنا وحل بقرينا ثم اذا اعتبرنا ماحدث في هذه الا زمان من الرسل التي تربت تواصل الا بدان و الا فها ان ثم تترقب ان تنصور الدنيا بصررة بلدة متعددة تسكنها امم متعددة حاجة بعضهم لبعض متدادة و كل منهم وان كان في مساميع الخصوصية غريم نفسه فهو بالنظر الى مايجبر بها من الفرائض العمومية مطلوب لسائر بني جنسه فمن لا حظ هذين الاعتبارين اللذين لا تبقي الشهادة في صحتهما ادنى رين و كان بمقتضى ديانتهم من الدارين ان الشريعة الاسلامية كالفة بمصالح الدارين ضرورة ان التنظيم الدنيوي اساس متين لاستقامة نظام الدين يسرنا ان يور بعض علماء الاسلام المو كزل لامانتهم مراعاة احوال الركن في تنزيل الاحكام معرضين من استكشاف العوالت الداخلية و اذها نهم من معرفة الفارحية خلية و لا يفتي ان ذلك من اعظم العوائق من معرفة ما يجب اعتباره على الوجه اللائق انيهم من اعاة الامة الجبل بامراضها اذ صرف الالهة الى اقتناء جواهرالعلم مجردة عن

المقدمة

لما كان السبب التعامل على الشي متقدما عليه عينا فاسب ان تقدمه رضما ولم نكتف بالادمان في الخطبة الى ما دمانا ليصح هذا التاليف بل راينا من المهم ان نوره الى انضاحه ههنا ونبني عليه ما

علیٰ اذا تأملنا فی حائے ہذا للعالمین کہیں لما یتحصن من افعال الانرج
نجدہم یمتنعون من معارفہم فیما ینفع من التنظيمات و ثنائیہا
ولا یمتنعون فیما یضرہم و ذلک انا کراہم یتناصون فی المالیس
و اثبات المساکین و نعوذہا من الضروریات و ذلک السلعة و سائر اللوازم الضرریۃ
و النعال ان جمیع ذلک من افعال الانرج و لا یضفی مایلین الی الامۃ بذلک
من الشیون و الغفل فی العمران و فی السیاسة اما الشیون فی الاحتیاج للغیر فی
غالب الضروریات الدال علی تاخر الامۃ فی المعارف و اما خلل العمران فیدعم
انتفاع صنایع البلاد باصطناع ثنائیہا الذی ہو اصل مهم من اصول المكاسب
و مصداق ذلک ما نشاہدہ من ان صاحب الغنم صا و مستولد الہریز
و زراع القطن مثلاً یقتحم تب ذلک سنۃ کاملۃ و یدفع ما ینتجہ
عملہ للانرجی یثن یشیر ثم یشترہ منہ بعد اصطناعہ فی مدۃ یشیرۃ
باضاعاف ما باعہ بہ و بالجملة فلیس لنا الا ان من ثنائیہ ارضنا الا قیمۃ
صوادہا المہجورۃ دون التبادلات العامیۃ الی ہی منشأ توفیر الرغبات
صنا و من غیرنا ثم اذا نظرنا الی مجموع ما یفقر من المملکۃ و قایستہ
بما یدخلہا فان وجدناہما متقاربین خف الضرر و اما اذا زادت
قیمۃ الادخال علی قیمۃ التفارج فہیئئذ یتوقع الخراب لامسائلہ *

ترجمہ خطبہ کا

حمد و نعت کے بعد کہتا ہی مولف اس کتاب کا اللہ اُسکو
سیدھی راہ بتا رہے کہ جب میں نے دنیا کی مختلف قوموں کی ترقی اور
تنزل کے اسباب کو غائب فکر و تامل کے ساتھ دیکھا اور مسلمانوں اور
انگریزوں کی توارخ سے جہاں تک ممکن تھا تہذیب و تمدن کے ان کو
نکالا اور جو کیفیت مسلمان لوگوں کے ان حالات کی جو ان پر ابتدائے
زمانہ میں طاری تھے اور جو فی زمانہ طاری ہیں اور جو آئندہ
تجدید کی رو سے ان پر طاری ہونے والے ہیں انگریز اور مسلمان
مورخوں نے لکھی ہی اُسکو بھی میں نے دیکھا تو خواہ مضارہ معیہ کو
بہے یقین ہو گیا (اور میرے اس یقین کا شاید کوئی مرد مسلمان
مختلف ہوگا اور نہ اُسکی مضامین کے واسطے وجہ تملیکی) کہ جب
عم ایک قوم کی ترقی اور انتظام مملکت کی خرابی کا خیال کریں اور
اُسکی ہمت کو بھلائی اور نفع کی باتوں پر حد سے زیادہ مائل پاریں تو
اس صورت میں ہم کو اپنی بھلائی کی باتوں کے اچھے طرح پر سمجھنے
اور جاننے کے لیے بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہیں ہی کہ ہم ایک
ایسی قوم کے حالات کو نظر تامل سے دیکھیں جو ہمارے گردہ کی
نہیں ہی اور اُسکی ترقی کے اسباب کو دریافت کریں خصوصاً اُس قوم
کے حالات کو جو ہمارے قرب و جوار میں ہی رہتی ہو اور پھر ہم
ان جدید ہوتسندیوں اور کمالات کو خیال کریں جو فی زمانہ علم و

اردنا ایوادی فی المقدمة فقول ان الباعث الاصلی علی ذلک امران آیلان الی
مقصد واحد احدهما افراد ذی الغیرۃ والعزم من رجال السیاسة والعلم
بالتماس ما یمکنہم من الرسائل الموصلة الی حسن حال الامۃ الاسلامیۃ
و تنمية اسباب تمدنہا بمثل توسیع دوائر العلم والعرفان و تمہید
طریق الثروة من الزراعة والتجارة و تزویج سائر الصناعات و نفی اسباب البطالة
و اساس جمیع ذلک حسن الامارة المتولد من ذلک الامن المتولد من ذلک الامن المتولد
من ذلک اتقان العمل المشاہد فی الممالک الارزاقیۃ البعین و لیس بعدہ
یعان ثانیہما تعذیر ذبی الغفلات من ورام المسلمین عن تمادیم فی الاوضاع
عما یجہد من سیرۃ اخیر المواقف لشرفنا مہجورہ ما انتقش فی عقولہم من
ان جمیع ماملیۃ غیر المسلم من السیر و التراتیب ینبغی ان یہجور تالیفہم
فی ذلک یجب ان تبذیر ولا تذکر حتی انہم یشددون الانکار علی من
یتحصن شیاً منہا و ہذا علی اطلاق غلط بعض فان الامر اذا کان صادراً
من غیرنا و کان صواباً موافقاً للامۃ لاسیما اذا فنا علیہ و اخذ من یدینا
فلارجۃ لاکارۃ و اہمالہ بل الواجب العزم علی استرجاعہ و استعمالہ
و کل متمسک یدیانہ و ان کان یرى غیرہ ضالان فدیانتہ ذلک لا یمنعہ
من التتددان بہ فیما یتحصن فی نفسہ من افعال المملکۃ بالمصالح الدنیویۃ
کما تفعلة الامۃ الانرجیۃ فانہم ما زالوا یقتدون بغيرہم فی کمال سیرۃ حسنہ
من اعمالہ حتی بلغوا فی استقامۃ نظام دنیائہم الی ما ہو مشاہد و شان الناقد
البصیر تمیز الحق بمسیر النظر فی الشیء الموعود علیہ قولاً کان او فعلاً فان
وجدہ صواباً قبلہ و اتبعہ سرام کان صاحبہ من اہل الحق اومن غیرہم
فلیس بالرجال یعرف الحق بل بالحق تعرف الرجال و الصکمۃ ضائقۃ المومن
یاخذہا حیث وجدہا *

ولما اشار سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بان عادۃ القوس ان یطوقوا مدنہم بضنقن حین یحاصرہم العدو اتقاد
من ہجومہ علیہم اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایۃ وحفر
خندقاً للمدینۃ فی غزۃ الاحزاب عمل ذیۃ بنفسہ ترغیباً للمسلمین و قال
سیدنا علی کرم اللہ وجہہ لانتظر الی من قال وانتظر الی ما قال و اذا ساغ
للسلف الصالح اخذ مثل المناطق من غیر اہل ملتہم و توجہتہ من امة الی امان
لما راوۃ من الامۃ النافعة حتی قال الغزالی رحمۃ اللہ من لا معرفۃ لہ بالمناطق
لا یوثق بعلہ فای مانع لدا الیوم من اخذ بعض المعارف التي نری افسنا
محتاجین الیہا غایۃ الاحتیاج فی دفع المکائد و جلب الفوائد و فی سنن
الہدین للامۃ الشیخ المواق المالیکی مانصہ ان مانہیفا عنہ من افعال فیتو
ہو ما کان علی خلاف مقتضی شرعنا اما مانعلوہ علی وفق الذنب او الایجاب
اراباۃ فاننا لا نترکہ لاجل تماطیہم ایاء لان الشرح لم ینتہ من التثبہ بمن
یفعل ما اذن اللہ فیہ و نی حافیۃ الدرامۃ الشیخ محمد بن عبد
بن الصغنی مانصہ ان صوریۃ المشابہۃ فیما تملق بہ صلاح العباد لاتضر

اسلام کی حمایت کرنے پر مستعد ہوں گے اور سب سے بڑا کلم اس کتاب کے تالیف کرنے سے مینے اپنے دل میں یہ بھرا تھا کہ میں اُس کے ذریعہ سے بڑے بڑے نامی علماء کو اُن باتوں سے آگاہ کروں جن کی اطلاع سے اُن لوگوں کو ایسی باتوں کے دریافت کرنے میں مدد ملیگی جنکی حسب مقتضایہ زمانہ اور مصلحت وقت ہم کو نہایت بڑی ضرورت ہے اور اُن باتوں کا ذکر کروں جن پر فی زمانہ انسان کے جملہ معاملات ظاہری اور باطنی کا مدار ہونا چاہیئے تاکہ جو اہل سیاست بلکہ علی العموم جو لوگ غراب فطرت میں ہیں وہ سمجھ سکیں کہ ہمارے لئے کیا ہے اور کیا نہ ہے اور یہ بھی ارادہ کیا کہ کچھ حالات انگریزی قوم کے خصوصاً اُن لوگوں کے جن کے ساتھ ہم کو زیادہ خصوصیت اور ربط و ضبط اور سخت تعلق ہے بیان کروں اور اُن کے حالات کے ساتھ انگریزی قوم کی اُن عالی ہمتیوں کا بھی ذکر کروں جن کی بدولت اُنہوں نے تمام دنیا کی قوموں کے حالات مفصل دریافت کر لیئے ہیں اور اس کام کو اُنہوں نے اپنی سیر و سیاحت اور تمام عالم کے سفر سے اپنے اُردو آسان کیا ہے پس میں نے اپنے ارادہ کے موافق اس کتاب میں اُن سب باتوں کو جمع کیا جو انگریزی قوم نے تدابیر مملکت سے متعلق نظم و نسق کی غرض سے ایجاد کی ہیں جہاں تک کہ خدا نے مجھے پر آسان کیا اور ان جدید باتوں کے ضمن میں مینے اُن باتوں پر بھی ایما کر دیا جو زمانہ سابق یعنی عہد قدیم میں انگریزوں کے ہاں رائج تھیں اور اُن طریقوں کو بھی بیان کیا جن کی بدولت انگریزی قوم نے سیاست مدین میں ایسی ترقی حاصل کی ہے جس کے سبب سے وہ ترقی ملک کی حد پر پہنچ گئی ہیں اور اسی طرح میں نے اس کتاب میں اُمۃ اسلامیہ کے اُن قدیمی حالات کو بیان کیا ہے جن سے اس قوم کے کمالات اور فضائل کی یہ کیفیت معلوم ہوتی ہے جو اُس زمانہ میں تھی جب کہ احکام شریعہ اپنے اپنے موقع پر جاری تھے اور جملہ معاملات اپنے اپنے طریقہ سے برتے جاتے تھے اور انگریزی قوم کے تمام معاملات نظم و نسق اور طریقہ سیاست اور تمدن کو میں نے اس غرض سے بیان کیا ہے کہ مسلمان لوگ بھی اُن میں سے جن باتوں کو اپنے حسب حال اور اپنے حق میں بہتر دیکھیں اُن کو اختیار کریں اور جو باتیں ہماری شریعت کے مخالف نہیں ہیں بلکہ مساعد ہیں اُن کو اپنے پرانا میں داخل کریں تاکہ وہ شاید اس تدبیر سے بھر اپنے اُن کمالات کو حاصل کریں جو کسی زمانہ میں ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے ہیں اور شاید ہم اس ذریعہ سے اپنے ہاں کی اس تفریق کے گرداب سے نجات پائیں جو آج کل ہم لوگوں میں پھیل رہی ہے اور عداوت ان باتوں کے اُڑ بہت سی عقلی اور نقلی باتیں اس کتاب میں ایسی ہیں

ممل کے موافق ہونے سے پیدا کی گئی ہیں اور ان باتوں کا لحاظ کر کے ہم تمام دنیا کو یہ سمجھیں کہ گویا ساری دنیا بمنزلہ ایک شہر کے ہے جس میں مختلف قومیں اِس قسم کی رہتی ہیں جنکی ضرورتیں باہم ملی جلی ہیں اور ایک دوسری پر موقوف ہے اور یہ خیال کریں کہ گو ہر ایک فرقہ اپنی خاص ضرورتوں میں اپنے ہی نفس کا محتاج ہے مگر بلحاظ اُن فوائد کے جو سب کی نسبت عام ہیں سب قومیں ایک دوسرے کی محتاج ہیں پس جو شخص ان سب باتوں پر غور کرے گا جو ہمارے تجربہ کی رے پر بلاشبہ صحیح ہیں اور یہ بھی اپنی دیانت کی رے سے جانتا ہوگا کہ شریعہ اسلامیہ دین دنیا دونوں کی مصلحتوں پر مشتمل ہے کیونکہ دنیوی معاملات کی اصلاح امور دینیہ کے استحکام کی بنیاد ہے اُس شخص کو یہ بات نہایت بڑی معلوم ہوگی کہ وہ ایسے علماء اسلام کو جو بسبب اپنی امانت اور دیانت کے اِس بات کے ذمہ دار ہیں کہ احکام شریعہ کے جاری کرنے میں مصلحت وقت کا بھی ضرور لحاظ رکھیں قوامض اور دقائق شریعہ کے بھولنے اور مضالحتہ دینیہ کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے تو دیکھ اور دانستہ قوامض کوتا پارے یا ایسے علماء کی عقلیں ظاہری اور باطنی مصلحتوں کے سمجھنے سے قاصر ہوں اور اُن کے ذہن اُسے خالی رکھیں کیونکہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ ایسے خاص لوگوں کا ایسا ہونا قوام الناس کو بہتری اور ترقی کی اُن باتوں کے دریافت کرنے سے معزوم رکھتا ہے جو اُن کے لینے ضرور ہیں بھلا انھوں کو کیا یہ بات کچھ اچھی ہے کہ طبیب بھی مریضوں کے حال سے غافل ہو یا یہ بات کسیکو زیبا ہے کہ وہ صرف ایک چیز کی اصلیت تو دریافت کر لے اور اُس کے لوازم اور عوارض سے جاہل رہے اور جیسی یہ بات بڑی معلوم ہوتی ہے اسی طرح یہ بات بھی بڑی معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ صاحب سیاست ہیں وہ سیاست کے طریقوں سے جاہل ہوں یا اپنی ریاست کی باگ چھوڑ دینے کے واسطے دانستہ تجاہل کریں پس جب مجھ کو اِس بات کا یقین ہو گیا کہ ترقی کے سامان بغیر دریافت کرنے کسی ترقی یافتہ قوم کے حالات کے ہو کر ہم کو میسر نہیں آسکتے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر میں اُن سب باتوں کو بطور کتاب کے جمع کر کے لکھوں جو مینے برسوں کی فکر اور تھوڑے سے حاصل کی ہیں اور جن کو مینے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اُس سفر میں دیکھا ہے جس پر مجھ کو میرے اپنے آنے نامدار نے مامور کیا تھا جو نہایت مضبوط اور معظم اور بلند رتبہ پاکیزہ اخلاق پسندیدہ خصلت ہے اور جس کے ارادے ہمیشہ اُس کے نام کی مثل صادق ہوتے رہتے ہیں اور جس کی تعریف میں تمام دنیا رعاب انسان ہی تو شاید میری یہ مہنت رائیگاں نہ جاوے گی خصوصاً اُس حالت میں جب کہ ہم سے لوگ یکدل ہو کر شریعت غراے

اُنکے سامنے غیر مذہب کی تالیفات یا عمدہ باتوں کی تعریف کرے تو وہ اُس شخص کو بھی برا بھلا کہنے پر مستعد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل حماقت کی ہی اور سراسر خطا ہی اس لیئے کہ جو کام فی نفسہ اچھا ہو اور ہماری عقل بھی اُسکو تسلیم کرے خصوصاً وہ کام جسکو کبھی ہم لوگ ہی کیا کرتے تھے اور غیروں نے اُسکو ہم سے ہی ادا کیا ہی تریاچہ کام سے انکار کرنے اور یا اُسکو چھوڑ دینے کی کوئی وجہ نہیں ہی بلکہ جب وہ کام کسی زمانہ میں ہماری ہی قوم کے عمل اور آمد میں تھا تو ہمکو ایسے کام کے پر حاصل کرنے میں نہایت شوق اور تمنا ظاہر کرنی چاہیئے اور گو یہ بات مسلم ہی کہ وہ اہل مذہب اپنی مذہب کے سامنے دوسرے کے مذہب کو ضلالت خیال کیا کرتا ہی لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ غیر مذہب والے کی دنیوی باتیں بھی بری ہو جاویں یا جو کام مصلحت ملکی کے لحاظ سے اُسہ کیا ہی وہ بھی ضلالت ہو جاوے اور ہمکو اُن کاموں میں غیر مذہب والی قوم کا اتباع ممنوع ہو دیکھو انگریزوں کا ہمیشہ سے یہ دستور ہی کہ جب وہ کسی قوم کا کوئی کام اچھا دیکھتے ہیں فوراً اُسکے کرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں چنانچہ وہ اپنی ایسی ہی باتوں کے سبب سے آج اپنی ترقی اور بلندی کے اُس رتبہ پر ہیں جسکو سب لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور حقیقت میں ایک بڑے پراہم دانشمند کا کام بھی یہی ہی کہ جو بات اُسکے سامنے پیش آوے خواہ وہ کسیکا ذل ہو یا نعل ہو اُس کو نظر امتیاز سے تازہ جانچے اور اگر اُس کو اچھا دیکھے تو فوراً اخذ کرے اور دل سے اُس کو بہتر سمجھے کہ اُسکا موجد دین کے لحاظ سے سچا ہو یا جھوٹا اس لیئے کہ حق بات کچھ اور کچھ سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ لوگ حق بات سے بھٹاتے جاتے ہیں اور حکمت مسلمان کے لیئے ہمنزلہ ایک گم شدہ چیز ہے کہ جہاں نہیں اُسکو پارے کرنا لیئے *

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت میں بطور ضرورت عرض کیا کہ یا رسول اللہ اہل فارس معاہدہ کے وقت اپنے شہروں کے گرد خندقوں کھود لیئے ہیں تاکہ دشمن کے مقابلہ اور حملہ سے محفوظ رہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اس رائے کو پسند فرمایا غزوہ احزاب میں مدینہ کے گرد خندق کھودی تاکہ اور مسلمان بھی اس تدبیر پر عمل کریں اور حضرت عائہ کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہی کہ قرل کی خدنی کی طرف دیکھو قابل کے حال کی طرف مت دیکھو اور جبکہ ہمارے مقتدمین نے غیر مانت کے لوگوں سے علوم متعلقہ کو نفع کی چیز سمجھے کہ اپنی زبان میں ترجمہ کر لیا اور اُسکے رواج کو مستحسن جانا یہاں تک کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہی کہ جو شخص منطق نہ جانتا ہو گریا اُسکا علم کیجا ہی تو ہمکو کس چیز سے منع کردیا ہی کہ ہم بھی اس زمانہ میں غیر ملت قوم کی جن باتوں کو اپنے حق میں نالغ اور کار آمد دیکھیں اُنکو نہ کریں اور جن باتوں کی طرف ہمکو مکائد امداد سے محفوظ رہنے اور منتفرتوں کے حاصل کرنے میں نہایت حاجت ہو اُنکو اختیار نہ کریں کتاب سنن الہدیین میں شیخ المواقی المالکی نے

جی کہ دیکھنے والا نہایت شوق سے دیکھیکا اور اس کتاب کا نام اقوام النساکی فی مورتہ احوال الاماکی رکھا ہی (یعنی نہایت سیدھی راہ مملکتوں کا حال دریافت کرنے کے باب میں) اور اس کتاب کو ہم نے ایک مقدمہ اور دو حصوں پر منقسم کیا ہی اور اُسکے ہر ایک حصہ میں متعدد باب ہیں اور اللہ کی ہدایت سے مجھکو توقع ہی کہ وہ سیدھے راستے سمجھے پر کھول دیکا اور چونکہ ایسے مشکل کام کا سوانح نامہ میری بساط سے بڑھکر تھا اس لیئے مجھکو علما اور فضلا سے اس بات کی امید ہی کہ وہ میری خطا سے چشم پوشی فرماویں اور اُس میں کچھ شبہ نہیں ہی کہ جو کام صدق نیت اور خلوص قلب سے کیا جاتا ہی اُس میں کامیابی عطا کرنے کا خرد اللہ ہی نقیل ہو جاتا ہی *

ترجمہ مقدمہ کتاب کا

جب ہر چیز کا اصلی سبب اُسکے وجود پر مقدم ہوتا ہی تو اُس سبب کو کتاب میں بھی بیان کرنا زیبا معلوم ہوتا ہی اور مجھکو یہ بات منظور نہیں ہی کہ میں اس کتاب کے سبب تالیف کا اظہار صرف اُسقدر کانی سمجھوں جسقدر کہ میں خطبہ سبب ایداماً بیان کردیا بلکہ میں اُسکی تصریح اس مرقع پر بھی ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ جو بات مجھکو اس مقدمہ میں بیان کرنی منظور ہی اُسکی بنا بھی سبب تالیف ہی چنانچہ کہتا ہوں میں کہ اس کتاب کے تالیف کرنے اور اس میں مطالب مذکورہ بالا کے بیان کرنے کی ضرورت مجھکو در وجہ سے معلوم ہوئی اگرچہ اُن دونوں وجہوں کا مال واحد ہی ہی ایک تو ان میں سے غیرت دلائل برا نکیتہ کرنا فیرت دار و قلمند عالم صاحب ثروت اہل سیاست مسلمانوں کا اسبات پر کہ وہ ذرا ہوشیار ہو کر اُن رسیلوں کو دریافت کریں جنکے سبب سے مسلمانوں کی یہ حالت آئندہ اصلاح پذیر ہو اور جنکے سبب سے اُنکے علم و نفل اور طریق تمدن وغیرہ میں ترقی ہو اور جنکی بدولت اُنکی ثروت اور عزت کے سامان مہیا ہوں مثلاً تجارت یا زراعت یا صنایع اور دستکاری کے کام رونق پکڑیں اور ان سب کاموں کے اسباب اُنکے لیئے پیدا ہو جاویں اور جن باتوں سے اُن پر ذلت اور اناس چھا رہا ہی وہ سب رفع ہو جاویں اور ایسی بہدردی کی باتوں کی جز حقیقت میں انتظام منکی اور اہل سیاست کی اصلاح ہی کہ اس اصلاح سے اس پیدا ہوتی ہی اور اس سے دلوں کی آرزوئیں بڑھتی ہیں اور آرزو پیدا ہونے سے کام مضبوط ہوتا ہی جیسا کہ ہم سب لوگ ممالک یورپ میں آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور جسکا بیان ہم نہیں کر سکتے اور بدیہی بات جو اس تالیف کا باعث ہی اُن غافل لوگوں کا ہوشیار ہونا اور متنبہ کرنا ہی جو ایک اچھی بات کو بھی صرف اس خیال سے نہیں اختیار کرتے کہ وہ ظاہراً اُنکی شریعت میں نہیں ہی اور اس فاض خیال کا منشاء یہ ہی کہ وہ دوسرے مذہب کے لوگوں کی جملہ باتوں کو اسی قابل سمجھتے ہیں کہ اُنکو ترک کیا جاوے خواہ وہ باتیں کسی قوم کی عادات میں سے ہوں خواہ تدبیر ملکیہ سے متعلق ہوں اور وہ غافل لوگ غیر مذہب والے کی تالیفات کو پڑھنا بھی برا سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص

نمبر ۳۳

تعلیم قومی

فی زمانہ شاید کوئی ایسا ملک ہوگا کہ جہاں تعلیم قومی کی کوید اور چھیڑ چھاڑ نہ ہوتی ہوگی یورپ اور ایشیا دونوں بڑے امپریوں میں آجکل اس کا ہی چرچا ہے انگلستان میں فرانس میں روس میں گورنمنٹ وقت کا اور کل لٹیک اور دانشمند لوگوں کا خیال اسی طرف ہے ہندوستان اور ترکی کا علیٰ هذا القیاس یہی نقشہ ہے اُور ملکوں سے ہمیں کیا کام اپنا مطلب تو ہندوستان سے ہی پس ایسی حالت میں جبکہ گورنمنٹ ہندوستان کی اور کل قوم کی توجہ اس جانب ہی مٹیر دانست میں ایک مختصر تاریخ تعلیم قومی کے بے محل اور نامناسب ٹھہری *

تعلیم قومی کا خیال درحقیقت ایک حال کی ایجاد ہے لیکن یہ خیال پیدا ہونے سے اس قدر جلد تمام دنیا میں پھیل گیا اور اسکے طرفداروں اور مددگاروں نے اپنے مدعا کے حصول کے واسطے کوششیں اور دلدہی سے سعی و کوشش کی ہے کہ نظر اول میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم قومی کا خیال نہایت قدیم اور عام ہے — لڑکے بچے بالکل بھول جاتے ہیں کہ اسکی چھیڑ چھاڑ کس سے شروع ہوئی اور اپنے مدعاے مشکل و دشوار کے حصول کماحقہ کے واسطے خرابہ مضرتا بہت عرصہ درکار ہے *

تعلیم فی نفسہ تو بیشک نہایت قدیم زمانہ سے مروج ہے کل اہل یورپ اور ایشیا تعلیم کی ضرورت کو وقتاً فوقتاً تسلیم کرتے آئے ہیں اور اُسکے حصول کے واسطے بہت سی قابل تعریف اور تصدیق کوششیں اور تدبیریں بھی کی ہیں لیکن یہی تعلیم قومی نہ حاصل ہوئی ایک محدود فرقہ تعلیم یافتہ ہرجاتا تھا جس زمانہ میں کہ مغربی یورپ وحشیوں سے آباد تھا یونان اور روم اور مصر و عرب میں تعلیم کا پکڑت چرچا تھا اگرچہ خود یورپ میں بھی ادنیٰ مدرسہ اور اعلیٰ یونیورسٹیاں کس قدر قدیم زمانہ سے جاری ہیں لیکن ہمکو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُنسے صرف چند اشخاص مستفید ہوتے تھے کل قوم کی قوم کو مدرسہ میں بھیجتا کبھی مستفیدین کے خراب و خیال میں بھی نہ گذرا ہوگا *

ملک ایشیا میں تو کبھی تعلیم قومی کا کسکو خیال بھی نہ گذرا اگرچہ بادشاہان اسلام کے عہد میں تعلیم نے نہایت رونق پائی کل اعلیٰ درجہ کے باشندے اور اکثر متوسط درجہ کے لوگ اور پیشتر عوام الناس تعلیم یافتہ ہوتے تھے اور اگرچہ شایستگی اور سرلیزیشن بھی اُس زمانہ میں خاصی تھی لیکن تاہم عام خیالات کی اس قدر ترقی ہوکر نہ تھی کہ کل قوم کی تعلیم کا اُن لوگوں کو خیال گذرتا *

یورپ میں فرنج رولبرہن سے قبل تعلیم قومی کے خیال کا بھی سان و گمان نہ تھا خود تعلیم قومی کا فی الحقیقت موجود ہونا تو چیز دیگر ہے لیکن فرنج رولبرہن نے ہر ایک چیز کو یکمشت بدل دیا انتظام تمدن جبرکہ اُس سے پیشتر سرج تھا بالکل برباد ہو گیا پیشتر لوگ اس خیال ناس میں گرفتار تھے کہ حکومت و اختیار اور تعلیم و تربیت صرف اعلیٰ درجہ کے حقوق ہیں عوام الناس کو اس نعمتوں

ساق لکھا ہے کہ غیر قوم کے ساتھ جن باتوں میں مشابہت ممنوع ہے وہ صرف وہی باتیں ہیں جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں ورنہ جن باتوں کو غیر ملت کے لوگ موافق طریقہ مذہبہ یا مباح یا واجب کے کرتے ہوں اُنکو ہم صرف اس خیال سے نہیں چھوڑ سکتے کہ غیر ملت کے لوگوں کا بھی اُن پر عمل در آمد ہے (سو اچھے نہ ہماری شریعت نے ہمکو غیر قوم کے ساتھ اُن باتوں میں مشابہت ہونے سے منع نہیں کیا جنکو وہ قوم بھی کارخانہ قدرت کی اجازت سے کرتی ہو اور حاشیہ در مختار میں علامہ شیخ محمد بن مابدین الصنفی نے تو یہاں تک یہ تصریح لکھا ہے کہ جن باتوں میں ملاقا خدا کی بہتری اور ترقی ہو اگر اُنکے کرنے میں ہم کسی غیر ملت قوم کے ساتھ بھی مشابہت ہوجاویں تو کچھ خرابی نہیں ہے اور بڑے تمسجب کی بات ہے کہ جو لوگ انگریزی قوم کی باتوں کے اتباع سے سخت انکار کرتے ہیں وہ اپنی بھلائی کی باتوں میں تو انکار کرتے ہیں اور جو باتیں اُن کے حق میں مضر ہیں اُن میں کچھ اُن کو انکار نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ انگریزی بنا ہوا کپڑا پہنکر خوش ہوتے ہیں اور انگریزی اسباب گھر میں رکھتے ہیں اور انگریزی ہتھیار اور اُور ضرورت کی چیزیں استعمال میں لاتے ہیں مگر اُن چیزوں کو انگریزی تدبیر سے کام میں لانے میں بڑا پوہیز کرتے ہیں حالانکہ اُن باتوں سے اُن کے ملکی انتظام اور ملکی ترقی میں بڑا نقصان اور خرابی پڑتی ہے اور وہ خرابی کچھ پریشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہے اور گویا اِس سبب سے اُن میں ایک عیب رہتا ہے اِسلیئے کہ جب وہ اپنی ذاتی ضرورتوں کے سامان میں دوسری قوم کے محتاج ہیں تو گویا علم میں وہ اُس قوم سے پست درجہ ہیں اور اُن کی ملکی ترقی میں یہ نقصان رہتا ہے کہ وہ اپنے ملک کی پیداوار وغیرہ کے ثمر سے نفع نہیں اُٹھا سکتے حالانکہ ترقی ملک کی یہی علامہ اور اُس سے یہی مقصود ہے اور تصدیق اِس کی ہمارے اس مشاہدہ سے ہوتی ہے کہ ہماری قوم کے صنایع لوگ اپنی صنعت اور دستکاری سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرتے مثلاً جو لوگ روٹی بڑے ہیں یا بکریوں کی اُون تراہگر درست کرتے ہیں اور سال بھر اُس پر جان مارتے ہیں وہ اپنی سال بھر کی مصنت کی پیداوار یعنی روٹی اور اُون وغیرہ کو تھوڑی سی قیمت پر انگریزی قوم کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہیں اور جب اُس روٹی اور اُون سے انگریز لوگ تھوڑے عرصہ میں اپنی صنایع کی بدلت طرح کے کپڑے بن کر لاتے ہیں تو پھر وہی ہماری قوم کے لوگ جنہوں نے اُس کو روٹی ہی تھی انگریزوں کو چوکنی قیمت دیکر کپڑا خریدتے ہیں فرض کہ ہم کو اپنے ملک کی صرف اصلی پیداوار کی قیمت ملجاتی ہے اور کسی قسم کی ہنرمندی یا صنایع سے ہم اُس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے پس جب ہم یہ بات دیکھیں کہ ہمارے ملک میں سے یہ چیز جاتی ہے اور یہ چیز آتی ہے اور اس بات کا اندازہ کریں کہ آنے والی چیز کا خرچ اور جانے والی چیز کی آمدنی ہماری ہے تو یہاں تک گویا خریدتے ہیں تھوڑا ہی سا ضرر ہے اور جب ہم کو جانے والی چیز کی قیمت کم ملے اور آنے والی چیز کی قیمت چار ہند دینی پڑی تو یقین کرلو کہ ایسا ملک آج نہ تباہ ہوا کل تباہ ہوگا *

تعلیم قومی

تعلیم قومی

یونیورسٹی سے اس شرط پر فرض ملجاتا ہی کہ جب کبھی وہ اپنی تصنیف سے فائدہ اُٹھائیں زر قرضہ ادا کریں کل معاملوں کا قیل ٹوٹری کے امتحان ہوتا ہی اور صرف وہی جدیدہ اشخاص درس دے سکتے ہیں جن کو بعد امتحان کے سند معلمی ملجائی ہی *

برعکس جرمنی کے ملک فرانسیس جہاں سے تعلیم قومی کے خیال نے اصل نشو و نما پائی صرف خیال ہی خیال میں مینکا رہا کبھی اُس خیال کو عمل میں لا کر تعلیم قومی سے مستفید نہیں ہوا اگرچہ اسقدر اُس ملک میں بھی ہوا کہ اعلیٰ اور ادنیٰ درجوں میں جو تہیز و ذوقِ قدیم زمانہ سے مروج تھا موقوف ہو گیا اور کل پاشندوں کے آسمان کا تقارب ہی تعلیم قومی میں فرانسیس آج تک کامیاب نہوا فرانسیس میں تعلیم قومی کا سب سے زیادہ جوش و رولہ سنہ ۱۸۳۲ ع میں ہوا تھا ہر ایک اسی طرف متوجہ تھا جس جگہ دیکھو اسپکا چرچا تھا گورنمنٹ وقت نے بھی تعلیم قومی کی ضرورت کو تسلیم کیا اور اس مدعا کے حصول کے واسطے ایک نہایت عمدہ قانون بنایا اگر وہ قانون آج تک جاری رہتا تو اس وقت فرانسیس میں ہر کہ و مہ مرد و زن عالم ہوتا لیکن وہ زمانہ شاہ ارگن پلپ کا تھا و سن رسیدہ اور آزرودہ کار بادشاہ خود عالم تھا علم درس تھا اور تعلیم قومی کو بدل مزین رہتا تھا لیکن ملک فرانسیس کی یہ بد بختی ہی کہ کوئی گورنمنٹ مرسہ دراز تک قائم نہیں رہتی کوئی حکومت پائدار نہیں ہوتی ارگن پلپ کی بھی پادشاہت غارت ہو گئی اور اُس کے ساتھ وہ قانون اور تعلیم قومی کا انتظام پرواہ ہو گیا بعد اس لائق بادشاہ کے شاہ نیپولین کے دورِ دروے ہوئے اُن کے عہد میں تعلیم قومی اور اصل ترقی و بہبودی قومی کی طرف کچھ توجہ نہ رہی سب لوگ ظاہری دھرم دھام اور کروڑوں میں مینکا ہو گئے نتیجہ اس غفلت کا یہ ہوا نہ دیہات کے قریبا دل باندھے اور شہروں کے بیشتر آج تک جاہل مطلق اور نیم تعلیم یافتہ ہیں اپنے کردار کے اعمال سستہ کر پھگت رہے ہیں *

تعلیم قومی کے بارے میں انگلستان یورپ کی کل قوموں سے ہمیشہ پیچھے رہا ہی وجہ اسکی یہی ہی کہ اُس ملک میں وصیت کر منظور نہ تھا اور اب بھی منظور نہیں ہی کہ امور تمدن اور کاروبار معاشرت میں گورنمنٹ کسی نوع کی مداخلت کرے اُس قسم کے امور سے گورنمنٹ کو کچھ سروکار نہیں ہوتا خود باندھے ہر ایک چیز کا انتظام کرتے ہیں انگلستان میں علی العموم تعلیم کی قلت کو متعدد اشخاص تسلیم کرتے آئے ہیں اور اُس کمی کے دور کوئے کے واسطے اثر لوگوں نے متفق ہو کر بہت تدبیروں اور کوششیں بھی کی ہیں — حال ہی کی صدی کے ابتدا میں ہل اور انکاسٹر نے تعلیم کی طرف توجہ کی اور اُس کے انجام کے واسطے ہر طرح کی سعی اور کوشش کی اُن کی تحریک سے فائدہ تو بیشک ہوا لیکن جسے تعلیم قومی کہتے ہیں اُس کے حاصل کرنے میں مطلق کامیاب نہ ہوئے اب بھی متعدد ایسی معارفیں موجود ہیں کہ شروع صدی رواں میں تعلیمی مقصد سے تمیز کی گئی تھیں اور اُس زمانہ کے لوگوں کی تعلیم قومی کے جوش و رولے کی مصداق اور گواہ ہیں *

سے کچھ سرکار نہیں لیکن بعد فریچ رولپوش کے لوگوں کی آنکھیں کھلیں سب نے اپنی غلطی کو قبول کیا اور تعلیم کیا کہ اعلیٰ و ادنیٰ درجے کے حقوق برابر ہیں سمیٹ کر ایک نو دوسری پر فوقیت اور برتری نہیں — صرف یہ خیال تعلیم قومی کی اصل جز ہی ملک فرانسیس سے تو یہ شروع ہوا مگر چند مرسہ میں تمام رزے دنیا پر پھیل گیا *

یورپ کی قوموں میں تعلیم قومی کے امر میں جرمنی کا سب جہی اول درجہ ہی معاشرہ سنہ ۱۸۱۵ ع کے اختتام کے بعد کل قوم کا یہ ارادہ ہوا کہ اب امن چین سے بیٹھ کر اپنے گھر کے بندوبست میں مصروف ہو جائے سنہ ۱۸۱۸ ع میں گورنمنٹ وقت نے تعلیم قومی کے واسطے ایک قانون بنایا ہر طرف اس مکمل قانون کا فیض ہی کہ آج جرمنی توئی خیالات موام الناس اور ثروت علوم و فنون حال و ماضیہ اور بندوبست و انتظام جنگی اور حسن و معاشرت میں یورپ کی کل قوموں سے اول اور افضل ہی دلی غرضی اور غراہش ہے اہل جرمن نے اپنے ملک میں قومی تعلیم کی قلم لکائی تھی آج اُس کے ثمرہ سے حظ اُٹھا رہے ہیں اس جگہ ہم کو جرمنی کے سرورشتہ تعلیم کو بطور اختصار بیان کرنا فرض ہی *

جرمنی میں دس قسم کے مدرسے ہیں (۱) ابتدائی مدرسے یہ مدرسے کل تصبات اور دیہات میں ہیں (۲) تجارتی مدرسے ان میں فن تجارت کی تعلیم ہوتی ہی (۳) وہ مدرسے جہاں زبان اور علوم و فنون حال و ماضیہ کی تعلیم ہوتی ہی (۴) وہ مدرسے جہاں ابتدائی مدرسوں کے واسطے معلم جاتے ہی (۵) کالج (۶) وہ مدرسے جن میں کل اقسام کا تیار کر کسب سکھایا جاتا ہی (۷) وہ مدرسے جہاں فن معمارت سکھایا جاتا ہی (۸) وہ مدرسے جہاں معدنیات وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہی (۹) وہ مدرسے جہاں علم فلحس کی تعلیم ہوتی ہی (۱۰) یونیورسٹی — ابتدائی مدرسوں میں تعلیم جبراً دی جاتی ہی کل والدین کو قانوناً فرض ہی کہ اپنی اولاد کو ابتدائی مدرسوں میں داخل کریں خواہ اُنہیں خرچ تعلیم ادا کرنے کا مقدور ہو یا نہو تجارتی مدرسوں میں لافس فریچ اور علم ہندسہ پڑھایا جاتا ہی کوئی طالب علم یونیورسٹی میں نہیں داخل ہو سکتا تارتیکہ وہ کالج کے آخری امتحان میں حکام کالج کے حسب دلخواہ کامیاب نہو جاری علیٰ ہذا التیاس کوئی شخص مدرسہ حرنہ میں نہیں داخل ہو سکتا یہ عہدہ ہائے گورنمنٹ پر نہیں معمور ہو سکتا جب تک کہ وہ امتحان مذکورہ بالا میں پشربی کامیاب نہو جاری جو لوگ صرف ہنظر طالبعلمی تحصیل علم میں مصروف ہوتے ہیں اُن کو فرض ہی کہ یونیورسٹی کی بھی تعلیم پاریں ورنہ اُن کو تیغہ طالب علمی نہ ملیگا *

یونیورسٹی میں چار برس تک تعلیم ہوتی ہی اور یہ انتہائی تعلیم ہی *

یونیورسٹی میں کل علوم و فنون جدیدہ و ماضیہ میں درس ہوتا ہی یونیورسٹی کی تعلیم میں قریب تیزو سو روپیہ کے خرچ ہوتا ہی کیا عہدہ قاعدہ مقرر کیا ہی کہ غریب طلباء کو جو پسینہ انفس کے خود اخراجات تعلیم یونیورسٹی ادا نہیں کر سکتے زر

اور ذہنی ترقیہ شخصوں کی اس طرف توجہ دینی گورنمنٹ وقت اور رعیت نے اس مدعا کے حصول کے لیے متفقہ کوشش کرنی شروع کی مگر لوگوں نے اپنا مال اور اہل لیاقت نے اپنی لیاقت اس طرف دی جو بھی سے صرف کی بہت توجہ دے عرصہ میں چاروں طرف مدرسہ ہی مدرسہ ہو گئے اور اس غریبی اور حسن انتظامی سے تعلیم ہوئی کہ چند مدت میں قریباً کل اعلیٰ درجہ کے لوگ اور انٹر متوسط درجہ کے اشخاص اور کس قدر عوام الناس تعلیم یافتہ ہو گئے *

روز بروز اس بے غور و بے فکر ہوتی گئی جگہ جگہ بچہ بچہ نئے مدرسہ اور مکتب جاری ہوتے گئے باوجود اس حسن انتظامی اور ترقی کے ایک قص باقی رہ گیا یعنی رعیت کے ذاتی چنڈہ اور امداد سرکاری میں کچھ ایسی بے ہمتی رہی کہ بعض مقام میں تو تعلیم گاہیں بغریبی جاری ہو گئیں اور حسب دلخواہ کام چلنے لگا اور بعض جگہ مدرسوں کی قلت رہی اور کام بھی ناقص انجام ہوا بعض جگہ تو ضرورت سے زیادہ مدرسے قائم ہو گئے اور بے فائدہ اخراجات زائد ہو گئے اور بعض مقام پر بالکل مدرسے ڈھ بین سکے اور لوگوں کو تعلیم نہ ہو سکی *

چنانچہ فی الحال بکثرت ایسے اضلاع ہیں کہ جہاں کوئی مدرسہ نہیں ہے اور وہاں کے باشندے مطلق تعلیم نہیں پاتے اور متعدد ایسے شہر ہیں کہ جہاں بسبب بکثرت آبادی کے زر چنڈہ اور امداد سرکاری دونوں کافی نہ پڑتے لہذا کل باشندوں کو تعلیم نہ ہو سکی قطع نظر کمی و بیشی روپیہ کے سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ سب لوگ بطوری خود تعلیم سے مستفید نہ ہوتے تھے بکثرت ایسے اشخاص تھے کہ وہ اپنی اولاد کو مدرسہ میں نہ داخل کرتے تھے اور کوئی ایسا قانون اس زمانہ تک جاری نہ ہوا تھا جس سے اولاد کا مدرسوں میں داخل کرنا والدین پر فرض ہوتا ہے سب صرائع اور ان کے سوا اور بہت سے جنگا بیان کرنا تاحق طول صل ہوگا تعلیم قومی کے حصول کماحقہ میں ہارج آتے تھے ان سب کے رفع دفع کرنے کی غرض سے سن گذشتہ میں گورنمنٹ نے ایک مکمل تعلیمی قانون جاری کیا جو ملک جرمینی میں سنہ ۱۸۱۸ ع میں ظہور میں آیا تھا وہ انگلستان میں آج ہوا *

حال مذکورہ بالا سے معلوم ہوگا کہ تعلیم قومی کا خیال فی الحقیقت حال کی ایجاد ہی لیکن تاہم کل قومیں اس کے حصول میں بدل و جان کوشش کر رہی ہیں *

ہمیں خوف ہے کہ اگر باشندگان ہندوستان بھی اس مہم عظیم کے تنج کے حاصل کرنے کے لیے بدل و جان سعی اور کوشش نہ کریں گے اور گورنمنٹ ہندوستان رعیت کی سعی اور کوشش کی مدد دینے کے لیے بے نیک بنیں اور بصدق دانی امداد نہ کریں تو ہندوستان یقناً اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائیگا *

راہ — م

خدا داد

ایک عمارت اس قسم کی شہر مانیسٹر میں ہے جو کہ خود مشہور و معروف جوزف لاکسمبر کے تھے انتظام میں تعمیر ہوئی تھی یہ مدرسہ ایسا کامیاب ہوا کہ اب اس میں ایک ہزار طلبہ کی روز مرہ اوسط حاضری ہوتی ہے متعدد جلسے اور انجمنیں تعلیمی اس غرض سے قائم کیئے گئے *

اس زمانہ کے کل مدرسہ اور تعلیم گاہ پادریوں اور مذہبی شخصوں کی امداد سے جاری ہوتے تھے فصل کے جس دینہ اور نصیب میں پادری چلاک اور ہوشیار ہوتا تھا فوراً اہل مذہب کو جمع کر چنڈہ عام سے ایک مختصر عمارت بنائو تعلیم ابتدائی شروع کر دیتا تھا اسی طریقہ سے فصل میں ابتدائی تعلیم جاری ہو گئی بڑے بڑے شہروں میں بھی یہی حال تھا متعدد امدادی مدرسے اور تعلیم گاہیں مختلف جاسوں اور انجمنوں کے تھے انتظام میں لوگوں کو علم کا فیض پہنچانے لگیں رفتہ رفتہ تمام ملک میں اس قسم کے مدرسہ اور تعلیم گاہیں اس قدر کثرت سے ہو گئے کہ اعلیٰ درجہ کے قریباً کل باشندے تعلیم یافتہ ہوئے مگر اس قسم کی تعلیم سن ۱۸۱۲ ع تا ۱۸۴۲ ع متواتر جاری رہی — اگرچہ یہ تعلیم کسی خارج تعلیم قومی تو نہیں تھی جاسکتی مگر تاہم ایک نوع کی تعلیم تھی اور نہروں سے ہزار درجہ بہتر تھی *

یہاں تک تو تعلیم کے حق میں گورنمنٹ ملک نے مطلق کچھ نہ کیا جو کچھ ہوا باشندوں کی ذاتی سعی اور کوشش سے ہوا لیکن سنہ ۱۸۳۲ ع میں حکام وقت کی تعلیم قومی کی طرف توجہ ہوئی لیکن گورنمنٹ کی اس توجہ سے کچھ بہت فائدہ نہ ہوا جو اشخاص اس زمانہ میں تعلیم کے کاروبار کا سرانجام کرتے تھے ان سے گورنمنٹ نے مدد و پیماں کیا کہ در ضرورت مکتبی نہ ہونے زر چنڈہ کے خزانہ شاہی سے بقدر ضرورت زر نقد بنظر امداد حسب درخواست بلا شرائط ملجایا کریگا گرنہ گورنمنٹ کی مداخلت اور شرم سے نہایت قلیل فائدہ ہوا لیکن یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حکام وقت کی یہی توجہ اس جانب تھی اور انکو یہی تعلیم کا عمدہ انتظام بدل منظور تھا کیونکہ دس برس بعد پارلیمنٹ نے ٹیکسز ایکٹ یعنی قانون کارخانے سرکاری جاری کیا اس قانون سے تیسہ برس سے کم عمر لڑکوں پر جو سرکاری کارخانوں میں مختلف کاموں پر توکر تھے ابتدائی تعلیم فرض کی گئی اگرچہ گورنمنٹ کی جبرا مداخلت سے اکثر اشخاص اول اول خوب ناواض ہوئے لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد سب نے اس کی ضرورت اور فائدہ کو تسلیم کیا اس کے بعد سنہ ۱۸۳۶ ع میں پھر گورنمنٹ اس طرف متوجہ ہوئی اور ایک تعلیمی قانون جاری کیا سال آئندہ میں سرچیز کے ساتھ اور ان کے ساتھ پورے سعی و کوشش سے پرائمری کونسل میں ایک سرشتہ تعلیم بھی مقرر ہوا — اس قانون سے فی الحقیقت انجمن اور جاسے موجودہ کو نہایت مدد ملی اس زمانہ سے انگلستان میں یہی تعلیم قومی کا جوش و ولولہ شروع ہوا لٹیک

بمقام علیگٹہ — مطابع علیگٹہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۵]

یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

اس پرچہ میں بعض مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ مندرج نہرگا *

مضمون نمبر ۳۵

حکایت

ایک نادان خدا پرست اور دانا دنیا دار کی

کیا عجیب بات ہی اُن ہرئی اور اُن سنی — دو شخص پچھلی رات کو جنگل میں چلے جاتے تھے صبح ہونے ہی کو تھی کہ اُنکے سامنے روشنی کا ایک شعلہ نمودار ہوا اُنھوں نے کہا کہ یہ خدا ہی شعلہ میں سے آواز آئی کہ میں خدا ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں تب تو یہ دونوں گھبرائے اور ننگے پاؤں ہو کر آگے بڑھے قدموں کو ہاتھ لگایا اور ہاتھوں کو چومنا اور کہا کہ اے ہمارے خدا ہم تو تجھ کو ملکر ملکر میں گھروان پھرے مگر تو ہمارے پاس ہی تگا اب ہم پر مہربانی کر *

شعاع میں سے آواز آئی کہ تمہاری دعا قبول ہوئی کل صبح کو نور کے تڑکے تم دونوں میں سے ایک اس پہاڑ پر اور دوسرا اس دوسرے پہاڑ پر جو دکھائی دیتے ہیں ا حاضر ہو جو تمہاری تمنا ہوئی دی جارہی *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیامت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہرگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا *
علاوہ اس کے جو شخص کچھ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکر گزاری تمام لیا جاوےگا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہرگا چھپا کر یکا خریداروں کو تین روپیہ قیامت اور ایک روپیہ آٹھ آنے محصول جملہ چار روپیہ آٹھ آنے پیشگی بھیجئے ہونگے *

۴۴ کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو کوئی پرچہ چار آنے قیامت اور ایک آنہ محصول دینا ہوگا *

مسبوق کو بلا قیامت یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھی بلا قیامت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

نور کے شعلے سینے میں بھڑکتے تھے مگر نکل نہ سکتے تھے جس سے دنیا روشن ہو رہی تھی *

وقتہ رفتہ آنکھیں بڑی کا شہرہ پھیلا دور و نزدیک کے لوگوں نے زیارت کا قصد کیا لوگ جمع ہونے لگے منتیں ماننے لگے ہر ایک نے اپنے مطلب کی دعا مانگوائی چاہی کسی نے بیٹے کی خواہش کی کسی نے دولت چاہی کسی نے روزگار کی تمنا کی کسی نے تجارت کی ترقی کی آرزو کی ران کو تو دنیا کی باتوں سے نفرت تھی لاکھوں اے سامنے ہوئے لوگوں کو سمجھانے لگے دنیا چند روز ہی اُسکے لیٹے کیوں دلوں کرتے ہو راولہ کے لائق تو دین کی باتیں ہیں دنیا کو چھوڑ دو اور دین کی باتیں پکڑو *

عقلمند اور نیک پخت آدمی آنکر بہت بزرگ سمجھتے تھے مگر آنکھیں نصیحتوں سے متعجب ہوتے تھے کہ اگر سچ مچ دینداری یہی ہی تو دنیا کا کیا حال ہوگا اور دنیا کا کیونکر کام چلیگا پیغمبر کا بھی زمانہ گذرا صحابیوں کا بھی زمانہ گذرا کسی نے دنیا کو نہیں چھوڑا مگر دنیا کو دین کے لیٹے ہوتا وہ احکام شرعی کو بھالائے تھے کینہ و بغض و حسد سے دلوں صاف رکھتے تھے دعا و فریاد اور جھوٹ سے بچتے تھے اور اچھے خاصے دنیا دار تھے مروانی روم نے بھی یہی کہا ہی چیسٹ دنیا از خدا غافل ہوں نے قماش و نقوش و فرزند و زن

طوطی کی طرح اللہ اللہ جیٹا اور یاد کو توڑ کر مائند غوثر غوں غوثر غوں کرنا اللہ کی یاد نہیں ہی بلکہ اُس نے جو چیزیں ہم کو مرحمت کی ہیں اُنکو اُس کی کام میں صرف کرنا خدا کی یاد ہی عقل ہم کو خدا نے اس لیٹے دی ہے کہ اُسکی صنایع و بدایع پر فور کریں اُسکی عجائب قدرت کو دیکھیں اور اُسکے وجود ازلی وابدی بے ضد و ند پر یقین کریں آنکھوں ناک حس و حرکت اس لیٹے بخشی ہے کہ ہماری عقل کے مصاحب اور مددگار ہوں نطق ہم کو اس لیٹے دیا ہے کہ ہم اُڑیں کر اپنے خیالات کا فائدہ پہنچائیں مال و متاع اس لیٹے ہمارے لیٹے مہیا کیا ہے کہ ہم خود بھی اس سے فائدہ اُٹھائیں اور اُڑیں کر بھی فائدہ پہنچائیں یہ کیسا وحشیانہ طریقہ ہے جس میں اپنی ذاتی غرض کے سوا اور کچھ مد نظر ہی نہیں *

گر ان کلیم خویش ہوں سی برد زسوج
من سعی میکنم نہ یارم فریق را

ہم سے ہنس پانچ سو پچاس آدمی جو اُنوی سے بیوقوف تھے خدا پرست صاحب کے گرد ہوئے دنیا کو اپنے خیال کے موافق چھوڑ چھوڑ دھوئی رہا مسلمان جوگی جی کے ساتھ ہر لیٹے اور دنیا کے پیش و

سارا دن اور ساری رات دنوں کو بیکواری میں گذرا اور ہر ایک اپنے دلوں میں مٹھنے لگا رہا کہ کیا مانگوں کیا مانگوں اتنے میں وقت آپہونچا اور یہ دنوں اپنے اپنے پہاڑوں پر جا حاضر ہوئے اتنے میں جہاز کی چمکنے لگی اور خدا کی آواز آئی دنوں لہیک لہیک کہہ کر چلا اُٹھے جہاز میں سے آواز آئی جو مانگنا ہو مانگو خدا پرست نے کہا کہ مجھ کو اپنی صحبت اور چند روزہ دنیا کی مزخرفات سے نفرت ہے دنیا دار نے کہا کہ مجھ کو نیک کاموں کے لیٹے دنیا دے خدا کے ہاں کس بات کی کمی اور کالہیکی دیر تھی جو اُنہوں نے کہا وہی ہو گیا وہ دنوں پہاڑ پر سے اپنے اپنے گھر اُٹے ایک خدا کی صحبت سے تہاں اور دوسرا دنیا کی جاہ و حشم سے مالا مال *

خدا پرست خدا کی صحبت میں چور تھا اور اپنے دوست دنیا دار کے حال پر انوسوس کرتا تھا کہ کس طرح دنیا کے کاموں میں مصروف ہی اور اسکو خدا کی عبادت اور زہد و تقویٰ کے سرا اور کچھ کام تھے مگر دنیا کی طرف سے نہایت عاجز اور ذلیل کیوں کیوں رکوا دینے کا جو ثواب ہی اُسے حاصل کرنے کی خواہش ہوتی تھی مگر مقدر نہ تھا کہ اُس دولت کو حاصل کرے حج کرنے کا شوق ہمیں اُٹھتا تھا اب الاستقامتی کے سبب سے مجبور تھا اپنی قوم کو خدا پرست ہونے کی راہ بتاتا تھا مگر بے استطاعت اور بے مقدر قوم کیا کرے — پراگندہ روزی پراگندہ دل — کسی سے کچھ بن نہیں آتا تھا *

ان بیچارہ کا یہ حال کہ ان شیعہ کو مہلتا کھڑا بدن پر نہیں جس سے ستر ڈھانکیں روٹی کھانے کو نہیں کہ بدن میں عبادت کی طاقت آوے چار ناچار شہر چھوڑنا پڑا لوگوں سے کنارہ گزیر ہونے پر مجبور ہوا جنگل میں جا بسیرا کیا وحش و طیور سے جا صحبت کر گم کیا دنیا اور دنیا کے کاموں سے نفرت کی اور خدا اور خدا کی صحبت سے الفت کی *

فاتے پر فٹے ہوتے تھے مگر یہ شیر خدا کی صحبت سے سیر تھے مگر جب تین تین دن کے فائدہ گذرنے لگے تو مردار کھانے یا ایک ٹکڑا روٹی کا مانگنے پر مستعد ہوئے لکڑی ٹیکٹے ٹیکٹے پاؤں لٹکھڑاتے لوگڑاتے کسی کانوں گھڑیوں میں جاتے ہیٹھ مبارک دیکھ کر کانوں کے کتے پیچھے پڑتے یہ بیچارے خدا پرست تھیں بچتے بچاتے ہشت ہشت کرتے کسی کے دروازہ تک پہنچتے کسی نے دیا تو لے لیا درنے دوسرا دروازہ جا دیکھا جب قرب لاموت جہاں میں آیا پھر اُس سے زیادہ سوال کرنا حرام سمجھا کسی کنوڑ کے کنارے پہنچے سرکھے بھیک کے ٹکڑے چبائے کسی جاتے کنوڑوں پر جا کھڑے ہوئے پانی کے در چاو پی لیٹے خدا کے

غضب کی نشانی ہی دنیا میں غریب مسکین محتاج ہر قوم میں ہوتے ہیں مگر جب قومی ذات اور قومی مسکنات دنیا میں ہو جاتی ہی تو وہ تھیک نشانی خدا کے غضب اور خدا کے لعنت کی ہوتی ہی *

اب تو اسکا دل شیر ہوا اور تھارس بندھی اور کہا کہ بے شک میں نے اُس نادان خداپرست سے اچھا کام کیا ہی میں نے تو نیک کاموں کے لیئے دنیا کو اختیار کیا ہی اب تو میں دنیا ہی سے دین کو لے لوں گا اور اسے اسے لنگڑے لے لے بڑھے تھوڑے نادان خداپرستوں کو کڑی کڑی پڑی ہوئی ادھر سے ران کھائی اردھر سے چرتز کھلا جدرہ گئے اردھر ہزاروں مکھیاں چمت کٹیں اردھر نکتے بہوں بہوں کرکے پیچھے پڑ گئے جس قوم کے سامنے سے نکلے اُس نے نفرت کی ہر طرف سے دور دور پہرے پڑے کی آواز سنی اور ذلک کے لیئے مسلمان دنیا میں ضرب المثل تھے سبحان اللہ ان نادان خدا پرست نے خوب اسلام کی صورت دیکھا ہی اور نہایت اُسکی عزت بنائی *

اب دنیا دار صاحب کا حال سنئے جب وہ گھر آئے دوست آشنا پہنچی بند جمع ہوئے لعنت ملا مسک کرنے لگے کہ دنیا کا لالچی دنیا کا کتا ایمان اسلام سے بے پھرے دنیا کے عیش و آرام میں غرق اور اُسی کا طالب دین کے بدلے دنیا لیکر آیا ہی *

یہ بیچارہ چپ اُن جاملوں سے کیا کہ اپنے دل میں کہتا ہی کہ میں نے تو نیک کاموں کے لیئے دنیا لی ہی اگر دنیا کو نیک کاموں کے لیئے بڑا جارے تو وہ تو ہزاروں زہد و تقویٰ اور جنگل میں بیٹھنے اور مالا چہنے سے بہتر ہی *

خدا نے جو کچھ ہم پر نرض کیا ہی وہ بہت تھوڑا ہی اگر ہم ”واللہ لا یزید ولا ینقص“ کے مضمون پر یقین کریں تو صرف نریاض کے ادا کرنے سے قطعی بہشتی ہیں باقی رہی اور کی نیکی وہ نادان خدا پرست بننے سے حاصل نہیں ہوتی مگر دینداری کے لیئے دنیا کے کاموں میں مصروف ہونا چاہئے مہرمات شرعیہ سے بچنا اور مباحات شرعیہ کے مزے اُڑانا اور دنیا کو نیک کاموں میں بھرتنا یہی سب سے بڑی نیکی اور اصلی خدا کی عبادت ہی *

پھر وہ اس سوچ میں گیا کہ کسی قوم پر خدا کی خفگی اور خدا کی لعنت ہونے کی کیا نشانی ہی ہر چند سوچتا تھا کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا لوگوں سے پوچھتا تھا تو تشفی نہ پاتا تھا آخر ایک دن قرآن مجید پڑھتے پڑھتے یہودیوں کے حال میں یہ آیت اُس نے پڑھی ”و ضربت مالہم اذقۃ والمسکنة و باؤا بفسب من اللہ“ یہ پڑھتے ہی وہ چلا اُٹھا کہ پالیا پالیا بے شک دنیا میں قومی ذلت خدا

آہام اور اُسکے کار و بار کو ترک کرکے خدا کی خیالی صحبت میں سروساز ہو گئے *

اب خیال کران ہزرگواروں سے اسلام نے کیا عزت پائی اور اُنکے حال سے اسلام کی صورت کیسی دیکھائی دی — اسلام ایسا دکھائی دیا جیسے ایک ضعیف پیر مرد بزرگ پر کونھایا ہوا میلا بدن ٹوٹے دانہ ہڈی پر چمڑا چمڑا ہوا کنپٹیاں بیٹھی ہوئیں پیٹ پیٹھ سے ملا ہوا کمرہ کیڑی ٹانگیں تھپی ہاتھ پاؤں کانپتے ہوئے لڑکھا لڑکھا لالھی ٹیک ٹیک ایک قدم اُٹے دھرا اور کپکپ کر دو قسم پیچھے ہٹ گیا پھٹی کڑی پڑی ہوئی ادھر سے ران کھائی اردھر سے چرتز کھلا جدرہ گئے اردھر ہزاروں مکھیاں چمت کٹیں اردھر نکتے بہوں بہوں کرکے پیچھے پڑ گئے جس قوم کے سامنے سے نکلے اُس نے نفرت کی ہر طرف سے دور دور پہرے پڑے کی آواز سنی اور ذلک کے لیئے مسلمان دنیا میں ضرب المثل تھے سبحان اللہ ان نادان خدا پرست نے خوب اسلام کی صورت دیکھا ہی اور نہایت اُسکی عزت بنائی *

اب دنیا دار صاحب کا حال سنئے جب وہ گھر آئے دوست آشنا پہنچی بند جمع ہوئے لعنت ملا مسک کرنے لگے کہ دنیا کا لالچی دنیا کا کتا ایمان اسلام سے بے پھرے دنیا کے عیش و آرام میں غرق اور اُسی کا طالب دین کے بدلے دنیا لیکر آیا ہی *

یہ بیچارہ چپ اُن جاملوں سے کیا کہ اپنے دل میں کہتا ہی کہ میں نے تو نیک کاموں کے لیئے دنیا لی ہی اگر دنیا کو نیک کاموں کے لیئے بڑا جارے تو وہ تو ہزاروں زہد و تقویٰ اور جنگل میں بیٹھنے اور مالا چہنے سے بہتر ہی *

خدا نے جو کچھ ہم پر نرض کیا ہی وہ بہت تھوڑا ہی اگر ہم ”واللہ لا یزید ولا ینقص“ کے مضمون پر یقین کریں تو صرف نریاض کے ادا کرنے سے قطعی بہشتی ہیں باقی رہی اور کی نیکی وہ نادان خدا پرست بننے سے حاصل نہیں ہوتی مگر دینداری کے لیئے دنیا کے کاموں میں مصروف ہونا چاہئے مہرمات شرعیہ سے بچنا اور مباحات شرعیہ کے مزے اُڑانا اور دنیا کو نیک کاموں میں بھرتنا یہی سب سے بڑی نیکی اور اصلی خدا کی عبادت ہی *

پھر وہ اس سوچ میں گیا کہ کسی قوم پر خدا کی خفگی اور خدا کی لعنت ہونے کی کیا نشانی ہی ہر چند سوچتا تھا کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا لوگوں سے پوچھتا تھا تو تشفی نہ پاتا تھا آخر ایک دن قرآن مجید پڑھتے پڑھتے یہودیوں کے حال میں یہ آیت اُس نے پڑھی ”و ضربت مالہم اذقۃ والمسکنة و باؤا بفسب من اللہ“ یہ پڑھتے ہی وہ چلا اُٹھا کہ پالیا پالیا بے شک دنیا میں قومی ذلت خدا

تو اُس نے اُن علماء کا بڑا ادب کیا پھر وہ سمجھا کہ علماء کے اقوال کا غلط ہونا مذہب اسلام میں کچھ نقص نہیں لاتا اگر بالفرض ابو بکرؓ کے عمر نے کسی بات میں غلطی کی ہو تو بھی مذہب اسلام پر کچھ داغ نہیں لگتا پھر اُس نے بیچارے 'مواویہ' ملا کس ہمار قمار میں ہیں تب، اُس نے علماء و کتب کی خدمت میں رجوع کی اور ہر ایک کے آگے ہاتھ جوڑے تاکہ رگزی کہ خدا کے واسطے آپ ان غلطیوں کے رفع کرنے پر مستعد ہو جائیں یہ بیچارہ خود جامل صرف در چار لفظ سے آشنا تھا خود کیا کرسکتا تھا مگر جب کوئی متوجہ نہیں ہوا تب اُس نے کہا کہ جو عقل خدا نے سمجھ کر دی ہے اُس کو کام میں لانا اور اپنے خیالات کو درسوں تک پہنچانا خاص سیڑی عبادت ہی اُس نے ملامت کرنے والوں کی ملامت کا تر نکیا اور اسلام کی مصیبت کو ابو حنیفہ و شافعی مالک و حنبل کی مصیبت سے زیادہ سمجھا اور ٹیک نیٹھی اور صرف اسلام کی مصیبت سے جو کیا سو کیا اور اُس کے عرض اپنے ہم مذہبوں سے جو سنا اُس کو بخشنہ پشیمانی گزارا کیا *

اُس نے بہادرانہ طرز سے مذہب کو عقل کے سامنے قائل کیا کہ جس طرح چاہو جانچو سمجھا سمجھا ہی اُس نے مذہب کو حقائق موجودات سے موازنہ کیا اور دنیا کو یہ دکھانا چاہا کہ خدا کا قول یعنی مذہب اور خدا کا فعل یعنی فطرت موجودات دونوں ایک ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کا میداد ایک ہی ہے *

اُس نے اپنی قوم سے تمہید اور پابندی رسومات اور اہام مذہبی کے جو حقیقت میں مذہب سے متعلق نہ تھے چھوڑنے پر کوشش کی تاکہ لفر خیالات سے لوگوں کے دل پاک ہوں اُس نے لوگوں کو اس بات پر رغبت دلائی کہ اچھی باتیں جس میں ہوں اُن کو اور بڑی باتیں جس میں ہوں اُن سے پرہیز کرو جو علوم غیر قوم اور غیر مذہب کے لوگوں نے پیدا کیئے ہیں بلا تمصب سیکھو جس زبان کے ذریعہ سے وہ علم آئیئے ہوں خرافہ و انگریزی ہو یا فرانسیسی یونانی ہو یا لاطینی سب کو سیکھو اور اپنی قوم میں پھیلاؤ تاکہ اُن کو عبائیات قدرت الہی زیادہ تر معلوم ہوں اور دنیا حاصل کرنے کی بھی لیاقت ہو *

صنایع و پائے ہر قسم کے جو کسی قوم میں ہوں اُن کو اپنی قوم میں لانے کی کوشش کی تجارت کے اصول جو غیر قوموں نے عمدہ طرز پر قائم کیئے ہیں اُن کی اپنی قوم میں مروج ہونے کی خواہش کی اور ان تمام باتوں سے یہ مقصود تھا کہ قوم کی مسکنات اور اُس کے باطن سے جو ذلت ہے وہ رفع ہو اور قوم اسردہ حال ہو اور اپنی قوم کے لوگوں کو سنبھالے اور شعار اسلامی کو بچا لے سکے جس سے اسلام کو رونق ہو *

تو بڑی ٹیک ڈامی ہی مگر خدا کے نزدیک تو پشیمانی ہی خدا نے جسپر جو بات فرض نہیں کی میں اُسپر فرض کرنے والا کون *

بڑے خیر خواہ اور عقلمند جو تھے وہ آگے نہ میاں عربی کا مدرسہ قائم کرو قال اللہ و قال الرسول کا ذکر سنو حدیث تفسیر فقہ پڑھاؤ ہمارے ہاں کی معقول منطق حکمت فلسفہ قریبی جاتی ہے اُس کو بلی لگاؤ مگر یہ شخص سونپھا کہ علوم دینیہ قوم کے زبور ہیں مگر جب قوم ہی نہیں تو وہ زبور کون پہنے گا پرانی حکمت اور فلسفہ کو اب کوڑی کو بھی کوڑی نہیں پڑھتا اُس سے قومی ترقی اور قومی عزت کی کیا توقع ہے *

غرضکہ سب کی باتیں اُس نے سنیں اور کہا کہ یہ سب مکر کی باتیں یا شیطان کا ٹیکہ کی ضرورت میں جا رہے ہیں دھوکے میں ڈالنا ہی ان سب کو چھوڑ دو اور ٹیک ٹیک سے خدا پر بھروسہ کر کے قومی عزت اور قومی ترقی کی فکر کرو اور اصلی ٹیک کام میں دنیا کو بڑو *

اُس نے سمجھا کہ بھلا سب سے بڑا سبب قومی ذلت کا آپس میں عدم رفا کا نہ ہونا ہی میری قوم خورد غرضی کی بیماری میں مبتلا ہے اپنے دُندے کے لیئے ہزاروں معتدلیں کرتے ہیں اور اچھا کپڑا پہنے اور چین سے سوتے اور ہنس ہنس کر میٹھی میٹھی باتیں بنا دینے کو تمام اخلاق اور لیاقت کا منتہا سمجھتے ہیں قوم کی بھلائی اور رفا عام کی طرف مطلق توجہ نہیں ہے اُس نے اس بیماری کو کھوٹا چاہا اور فرض پنجگانہ ادا کرنے کے بعد قرآن کی تلاوت اور ارادہ مندوبہ اور اعمال مشایخ کے بدلے اپنی قوت لسانی اور مراقبہ قلبی کو اس طرف متوجہ کیا خلوت میں اسبات کی فکر کی کہ یہ بیماری کیونکر جاوے جاوے میں بند و نصاب تقریر بیان سے اسی بات کا چرچا اگرچہ بہت سی نا اُمیدیاں اُس کو پیش آتی گئیں الا اپنے ارادہ میں مستحکم اور ثابت قدم رہا اور یہ سمجھا کہ اس کام میں جتنا میرا وقت صرف ہوتا ہے وہ اُس مذدوب عبادت سے جس کو لوگ عبادت سمجھتے ہیں کچھ کمتر عبادت میں صرف نہیں ہوتا *

اُس نے ہندو اپنی طاقت کے مسائل شریعہ اور حقائق و معارف قرآن و حدیث پر غور کیا اُس نے دیکھا کہ علمائے سابق نے اپنے زمانہ کے علم کے موافق بہت سی باتیں ایسی کہی ہیں جو زمانہ حال میں یقینی غلط اور جھوٹی ثابت ہوئی ہیں اور تمام مسلمانوں نے اُن علما کے غلط اقوال کے مٹل احکام شارع سمجھ رکھا ہے اور اس سبب سے اسلام کو یہ مضرت پہونچی ہے کہ جو لوگ زمانہ حال کے علوم سے واقف ہوتے ہیں وہ مذہب اسلام کو غلط سمجھتے ہیں حالانکہ مذہب اسلام میں غلطی نہیں ہے بلکہ اُن علماء کے اقوال میں غلطی ہی چند روز تک

دین کی تحریف

دین کی تحریف

اُس طرف توجہ کی ہو یا اُن وجہوں اور علتوں کو لکھا ہو بلکہ بعضوں نے تو ایسے اسرار اور حکمتوں میں غور کرنے ہی کو برا چاہا ہے اور بعضوں نے اُسکو قدرت بشری سے خارج سمجھ کر لغز معض تصور کیا ہے اور بعضوں نے پیچھے بزرگوں کو ایسی باتوں پر متوجہ نہ دیکھ کر اُسکو بدعت خیال کیا ہے لیکن حقیقت میں نہ اُن باتوں پر غور کرنا برا ہے اور نہ لغز اور عبث ہے اور نہ بدعت ہے بلکہ وہ چیز جس سے حکیم مطابق کی کامل حکمت کا دلپز یقین ہووے اور خدا کے احکام کے معانی بالمصالح ہونے پر اعتقاد ہووے وہ یہی ہے کہ اُسکے احکام اور انعال پر جہاں تک انسان کی طاقت ہو غور کرے اور اُس کے احراز اور وجہ کو سرچے اِس لیئے ہم اپنے مذہب کے ایک بڑے نامی مصنف کے کلام سے اس مضمون کو کہ ادیان سابقہ اور شراعی گذشتہ میں کیونکر تحریف ہوئی اور کس ضرورت سے بجائے اُسکے دوسری شریعت قائم ہوئی اخذ کر کے لکھتے ہیں *

جب ہم کسی دین اور کسی مذہب پر خیال کریں اور اُسکی ترقی اور تنزل اور زوال کے تاریخی حال پر غور کریں تو ہمکو معلوم ہوگا کہ جب کسی پیغمبر کے فریضے سے خدا نے کوئی دین اور مذہب جاری کیا اور ارگوں کو اُسکا تابع بنایا تو وہ طبقہ جو خاص اُس پیغمبر سے تعلیم پاتا ہے اور جو اپنے کانوں سے اُسکی باتیں سنتا ہے اور اپنے دل میں بے واسطہ اور بغیر علاقہ دوسرے نے اُسکے احکام اور مسائل کو جگہ دیتا ہے تو وہ ہر طرح پر اشاعت دین میں سامی ہوتا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ٹھیک ٹھیک اپنے نبی کے قدم پر چلتا ہے اور یہہ پہلا طبقہ ہر پرائی سے پاک اور ہر عیب سے صاف ہوتا ہے اُس طبقہ کے تھوڑے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جنکو عادت اور سیرت میں اپنے نبی سے مشابہت اور اخلاق اور اعمال میں اپنے پیغمبر سے مناسبت نہر بعد اُسکے دوسرے طبقہ کا زمانہ آتا ہے جنہوں نے نہ اپنی آنکھوں سے پیغمبر کو دیکھا نہ اپنے کانوں سے اُسکی وعظ و نصیحت کو سنا نہ بلا واسطہ خرد اُنکو تعلیم اُس پیغمبر کی نصیب ہوئی بلکہ طبقہ اولی کو اُنہوں نے دیکھا اور اُنکی باتوں کو سنا اور اُن سے دین میں تعلیم پائی تو اگرچہ یہہ نکل طبقہ دین میں کامل اور مذہب میں مضبوط ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ پہلا طبقہ تھا لیکن تب بھی یہ سبب اُسکے کہ صرف ایک ہی واسطہ بیچ میں ہوتا ہے اور طبقہ اولی کی تعلیم اور ہدایت میں بھی ایک کامل تاثیر ہوتی ہے اِس لیئے یہہ دوسرا طبقہ بھی اچھی حالت پر رہتا ہے لیکن جسطور نئے لوگ پڑھتے گئے اور اُسٹ کثرت سے ہوتی گئی اور افراط اور خواہشیں دنیاری پیدا ہونے لگیں اور امتداد مدت اور اختلاف طبائع سے اتفاق میں خلل ہونے لگا اُتنا ہی

اُس نے خیال کیا کہ طریقہ تمدن و معاشرت اگر خراب ہے تو وہ بھی ذات قومی کا باعث ہے اُس نے اپنی قوم کے طریقہ معاشرت و تمدن کے ادنی ذلیل درجہ سے اعلیٰ درجہ پر تبدیل ہونے کی کوشش کی تا کہ اسلام پر سے یہہ جھوٹا دھبہ کہ خرابی معاشرت و تمدن کا باعث اسلام ہی مت جارے *

قوم کا معزز اور ذلیل نظر آنا اُن کے طریقہ لباس اور اکل و شرب اور چال و چلن اخلاق اور عادات پر بہت زیادہ منحصر ہے اُسنے اُنکی دہشتی پر کوشش کی اور طہارت اور صفائی اور ارچلاپن اور لباس اور اکل و شرب کے طریقہ کو بہت اعلیٰ اور عمدہ درجہ پر پہونچانا چاہا جس کے سبب سے اور قوموں کی نظر حقارت جو اسلامی قوم کے ساتھ تھی وہ نہی اُس نے خوب غور کیا تھا کہ اسلام ایک مٹی کا پتلا پنکر دنیا کے سامنے نہیں آسکتا اُس کے پیروروں کی خصلت اور انعال سے دکھائی دیتا ہے پس اُن کا طریقہ زندگی ایسا عمدہ و پاک صاف کیا جارے جس سے اسلام کی جو اصالی ضرورت ہے دنیا کو نظر آوے *

فرض کر کہ یہہ سب خراہشیں پوری ہو گئیں تو انکی بدولت اسلام کی کیسی ضرورت دکھائی دی — ایسی دکھائی دی جیسے ایک ثورانی فرشتہ جس نے رحمت کے پر پھیلا کر تمام عالم کو اپنی رحمت سے ڈھانپا ہے پس بڑی نادانی اور کم سمجھی کی بات ہے جو دنیا دار کے ان کاموں کو دنیا کے کام سمجھے اور عین خدا کی عبادت نہ جانے *

وا—م

سید احمد

نمبر ۳۶

دین کی تحریف

ابتداء پیدایش آدم علیہ السلام سے شروع اسلام تک جتنے دین جاری ہوئے اور جتنی شریعتیں قائم ہوئیں اور جنکا علم ہمکو ہے اُنکی نسبت یہہ سمجھنا کہ ہر ایک دین اور ہر ایک شریعت ایک زمانہ میں تک جاری اور قائم رہی اور جب اُس میں تحریف نے راہ پائی اور اُس دین کے قبول کرنے والوں نے اُسکو اپنی اصلی حالت پر ٹوکھا تب خدا نے بذریعہ دوسرے پیغمبر کے دوسری شریعت قائم کی بہت آسان ہے لیکن اُن اسباب کا سوچنا جیسے دین میں تحریف ہوئی اور اُن وجہ کو سمجھنا جس سے شریعت اپنی اصلی حالت پر نہ رہی نہایت ہی مشکل ہے اور اُن سب باتوں سے واقف ہوجانا انسان کی قدرت سے باہر ہے اِس واسطے بہت ہی تھوڑے لوگ گذرے ہیں جنہوں نے

وہ مذہبی جوش اور دینی ولولہ جو سب کو ایک ہی بات پر یعنی اشاعت دین پر مترجمہ رکھتا ہی کم ہونے لگتا ہی اور دلوں کی وہ پاکیزگی اور فیثور کی وہ صفائی جو طبقہ اولیٰ کے اکثر افراد میں ہوتی ہی وہ اس طبقہ ثانیہ کے تھوڑے ہی شخصوں میں پائی جاتی ہی ۴

بعد اسکے جو زمانہ آتا جاتا ہی اور جسمیں ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے خود نہ باطنی مذہب کو نہ اُسکے دیکھنے والوں کو دیکھا اور نہ اپنی سعی اور اپنے شوق سے اُس دین و مذہب کو اختیار کیا بلکہ اپنے باپ دادا کی میراث میں جہاں اور چیزیں پائیں منجملہ اُنکے دین و مذہب کو بھی پایا اور اُنکے اور صاحب شریعت اور باطنی مذہب کے پیچ میں واسطے اور ملائے بھی بہت ہوئے تو سوائے تھوڑے آدمیوں کے اکثر تو ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ اُس دین اور مذہب کی خرد قدر نہیں جانتے اور سوائے حدیث نسبی کے اصلی دینی حمیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں اُن کے دل اصلی روشنی سے اور اُن کے سینے حقیقی نور سے مذہب کے خالی ہوتے ہیں اور اُن پر مضمون خلف اضمار الصارۃ و اتبعوا الشہرات کا جھبک ٹھیک بلا کم و کاست صادق ہوتا ہی اس طبقہ میں بہت ہی کم ایسے ہوتے ہیں کہ اُس دین اور مذہب کو جس کے وہ پابند ہیں تحقیق کرتے اور سمجھتے بوجہ کو اختیار کرتے ہوں بلکہ اپنے باپ دادا کا عاریتہ سمجھتے کہ اُس کی حقیقت کے معتقد ہوتے ہیں اور بجائے تحقیق اور تلاش کے بل تتبع ما الفینا علیہ آباءنا پر قانع ہوتے ہیں اور جس طرح طبقہ اولیٰ کے ایمان والے اصلی اور سچی باتوں پر دین کی مضبوطی سے اعتماد رکھنے اور عمل کرنے پر دیندار کھلاتے اور قابل تعریف سمجھے جاتے ہیں اُسی طرح اُوں طبقہ کے لوگ میراثی اور جھوٹی باتوں پر تقلید کے سبب سے یقین رکھنے اور اُس کی پابندی کرنے پر متعصب اور جاہل اور لائق مذمت تصور کیئے جاتے ہیں اور جس قدر ثبوت کا زمانہ دور ہوتا جاتا ہی اُسی قدر دین و مذہب میں پیغمبر سے علائق چھوڑتا اور اُزور کا واسطہ بڑھتا جاتا ہی یہاں تک کہ جتنا زمانہ گذرتا گیا اور غرضیں بڑھتی گئیں اور خواہشیں زیادہ ہوتی گئیں اور مایوسوں میں خود پسندی اور نفسانیت کا غلبہ ہوتا گیا اُسی قدر ہر شخص سرافق اپنی حالت اور ضرورت اور حاجت اور خواہش کے اُس دین میں تعریف اور تبدیل کرنے لگتا ہی اور خدا کے تلامذہ اور نبی کے انوار کو اپنی خواہشوں کا عرشہ بنا لیتا ہی اُس کے لفظوں اور عبارت کو بدلتا یا اپنی طرف سے بنا کر اُس کی طرف منسوب کر دینا اگر ممکن ہوا تو اُس میں بھی دریغ نہیں ہوتا ورنہ اُس کے معنی اور مطلب کو اپنی سمجھ اور اپنی غرض کے مطابق پھیر دینے

میں تو کچھ شامل ہی نہیں ہوتا اور جب تک یہی جتنے عرصہ تک خدا کو اپنے نزدیک اُس دین کا قائم رکھنا منظور ہوتا ہی تب تک ایسے تغیر اور تعریف سے کم و بیش خدا اپنے علم اور ارادے کے موافق بچاتا ہی اور اخیر پر تو اس تعریف اور تغیر سے اُس دین کی یہ حالت ہرجاتی ہی کہ اپنی اصلی حالت پر کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور اگر کوئی اُس کے ارل حال سے آخر حال کو ملاوے تو زمین و آسمان کا فرق دکھلائی دیتا ہی پیغمبر کی کتاب جسپر مذہب کا دار مدار ہی وہ تو براے نام قسم کھانے کے لیئے اور عزت سے طاق میں رکھنے کے لیئے ہوتی ہی کوئی اُس سے اپنے دینی عقاید اور مذہبی مسائل کو نہیں ملاتا اپنے بزرگوں یا اپنے پیروروں کے اقوال اور افعال کو مستند سمجھ کر اپنے مذہبی سلسلہ کو اُسی پر ختم کر دیتے ہیں اور اُنہیں کو معصوم اور مثل نبی کے سمجھ کر اپنا پیشرا اور ہادی اور شفیع اور نجات دہندہ سمجھنے لگتے ہیں جب طبقہ اولیٰ کا زمانہ ہوتا ہی اُسوقت رسم اور رواج پر عمل کرنے کا کچھ ذکر نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ اُسکے جانی دشمن ہوتے ہیں اُس لیئے کہ وہ اپنی پرانی رسوم اور خاندانی چال چلن کو صرف پیغمبر کی ہدایت سے چھوڑ کر اُسکے دین میں آتے ہیں اور اُن کے بھائی بند یار دوست رسوم ہی کے چھوڑنے پر اُنکو برادری سے خارج کر دیتے ہیں اور اُنکو اپنا دشمن سمجھتے ہیں تو پھر کیونکر ممکن ہی کہ وہی طبقہ جس نے ایک خدا کے خوف سے رسوم کو چھوڑا اور اپنے بھائیوں سے علائق نہ رکھا اور صرف اپنی نجات کی امید پر پیغمبر کا تابع ہوا وہ خرد رسوں پر عمل کر گیا یا اُس طبقہ میں سوائے خدا اور رسول کے حکم کے کسی دوسری بات کو دخل ہوگا لیکن زمانہ گذرتا جا رہا اُتنی ہی امیزش اور چیزوں کی ہوتی جا رہی کچھ باتیں دنیا کی دین میں داخل ہوجا رہی کچھ چیزیں غیر قوموں کی اُس میں خلط ماطہ ہوجا رہی اور اُس سب مجموعہ پر دین کا اطلاق ہوگا اور چونکہ ظاہر ہی کہ جب دین میراثی اور آبائی ہوگا تو دل میں وہ دینی ولولہ جو کہ پہلے طبقہ کو ہوتا ہی نہ رہیگا اور وہ مذہبی جوش جو خاص پیغمبر سے تعلیم پائے والوں کو ہوتا ہی ٹھنڈا ہوجا رہا تو پھر ایسی حالت میں ہر شخص جسکو خدا نے عقل سلیم دی ہی سمجھ سکتا ہی کہ لامحالہ رسم و رواج ہی پر مدار مذہب کا آ رہیگا اور قومی چال چلن اور خاندانی عاریتہ ہی دین سمجھا جا رہیگا چنانچہ جتنے پہلے دین گذر گئے اُن سب کا بھی حال ہوا کہ لوگوں نے پیغمبر کی کتاب کو چھوڑ دیا اور رسم و رواج پر مدار مذہب کا ٹھہرا لیا اور انارجذبات علیہ آباءنا اور بل تتبع ما الفینا علیہ آباءنا ہر تحقیق سے ہاتھ اٹھا لیا عقیدہ اُسی کو سمجھنے لگے جو آبا و اجداد سے سنا عمل اُسی پر کرنے لگے

دین میں شامل کردی تھیں انکو صلحد کیا بعدہ اُن جدید احکام کو جو خدانے اُس وقت کے مناسب دیکھ جاری کیا پس بڑا سبب دین اور مذہب کے زوال کا حقیقت میں غفلت اور تقلید ہی ہوتی ہی *

یہہ کیفیت جو دین میں خلل آنے اور مذہب کے خراب ہونے کی ہم نے بیان کی یہہ ایسی کھلی ہوئی اور صاف ہی کہ کوئی اُسکا انکار نہیں کرسکتا اور جو کوئی دین کی کتاب اُٹھا کر دیکھ وہ اُسکی تصدیق کرسکتا ہی لیکن وہ یہہ سے سبب جن سے یہہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جنکو دین کے خلل اور مذہب کے زوال کا مادہ کہنا چاہیئے وہ ایسی اور اتنی ہیں کہ ہر شخص انکو سمجھ نہیں سکتا اِسلامیئے اب ہم انکو بیان کرتے ہیں + *

پہلا سبب — بانی ملت اور صاحب شریعت کے اعمال اور اقوال سے چشم پرپی کرنا اور اپنے عقائد اور اعمال میں اُسکے عقائد اور اعمال سے مشافقت کرنا *

دوسرا سبب — اغراض و اسدہ کا پیش آنا اور اُن کے حاصل کرنے کے لیئے اصل پانی مذہب کے کلام میں تاویل باطل کرنا *

تیسرا سبب — تعمق یعنی تکلف بیجا کرنا نرئی شخص شارع کی کسی امر و نہی کی علت پر غور کرے اور بعض وجوہ کو اُس کے کسی درجہ شی پر اپنے نزدیک مطابق کر کے اپنی طرف سے مثل شارع کے اُس شی کی امر و نہی کا حکم قائم کرے یا نہی کے تمام اعمال اور افعال کو عبادت سمجھ کر جو کچھ اُنہوں نے عادتاً یہی کیا ہر اُس کو بھی فرایض و واجبات میں داخل کرے *

چوتھا سبب — تشدد یعنی اُن عبادات شافہ کا اختیار کرنا جسکا شارع نے حکم نہ کیا ہر یا سنن اور اداہ کا مثل فرایض و واجبات کے التزام کرنا اور یہی وہ بیماری ہی جس میں یہود اور نصرانی گرفتار ہو گئے تھے اور جن کو رہبان کہتے تھے *

پانچواں سبب — اجماع کا اتباع کرنا یعنی اگر کسی بات پر بہت سے عالم اور مروی متفق ہو جائوں اُن کے اتفاق ہی کو اُس امر کے ثبوت کی دلیل قاطع سمجھنا *

یہہ بات یاد رکھو کہ اجماع کی دو صورتیں ہیں ایک وہ اجماع جس کا مستند کتاب و سنت ہو یہہ اجماع واجب الاتباع ہی دوسرا وہ اجماع کہ جس کا مستند کتاب و سنت نہ ہو بلکہ رسم و رواج نے بہت لوگوں کو ایک بات پر جمع کر دیا ہو اس اجماع سے مخالفت کرنا بعض حالات میں واجب اور بعض صورتوں میں جائز ہی اور وہ اجماع جس کی برائی چاہیے خدا نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہی اور جس کے اتباع سے لوگوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا اور جس کے التزام کو بل فتنہ مالمقلنا علیہ اِمامان کہہ کر اپنے اُرپر واجب جانا یہی

+ یہہ اسباب شافہ ولی اللہ صاحب مہدث نے حجة اللہ الباقیہ میں لکھے ہیں —

جو بھائی پندرنکو کرتا ہوا دیکھا خاندانی طریق پر جانے کو سنت اور اُسکو چھوڑ کر اصلی دین کی باتوں کی تحقیق کرنے کو بدعت کہتے آئے *

چنانچہ جب کل بڑا اثر آدھی کسی دین و مذہب کے ایسے ہوئے اور اُنہوں نے دین میں ایسی تحریف اور تغیر کردی تو جو خوبی اُس مذہب کی تھی وہ جاتی رہی اور غفلت اور پابندی رسم و رواج اور تقلید آبا و اجداد کی بدولت اُس دین کی اصلی حالت باقی نہ رہی تب ہدل نے اُسکی اصلاح کرنے کے لیئے دوسرا پیغمبر مبعوث کیا جس نے اُن خرابیوں کو دور کیا اور جو تحریف و تغیر اُس دین کے لوگوں نے اپنی غفلت اور تقلید کے سبب سے کی تھی اُسکو طاعو کیا اور رسم و رواج پر چلنے والوں کو متنبہ اور باب داد کے چال چلن پر سند بکڑنے والوں کو ہوشیار کیا اور لوگوں کو غفلت سے نکالا اور اُن سے تقلید کو چھوڑا لیکن غفلت اور تقلید ایسی بڑی اور اپنی برائی میں ایسی کامل ہی کہ تمام انبیاء کو اپنی ثبوت کے زمانہ میں لوگوں کے دلوں سے رسم و رواج کی پابندی کی مستحکم زنجیر اور غفلت اور تقلید کی مضبوط قید کے چوڑے سے زیادہ کوئی مصیبت اور دقت نہیں ہوئی *

کیسی ہی مصیبت سے اپنی قوم کو سمجھایا اور کیسے ہی نرم اور ملائم نظروں سے اُنکو نصیحت کی اور اُن کے دلوں کی صفائی کرنی چاہی لیکن اُس قوم نے کانوں کو کوئی اور سخت اور ہولناک اور عجیب آواز ایسی معلوم نہوتی تھی جیسی کہ ٹیپ کے پاک مرنے سے رسم و رواج کی برائی کی آواز اور اُن کے بہتر سے زیادہ سخت دلوں پر کسی اور چیز کا اتنا صدمہ نہوتا تھا جتنا کہ اپنے باپ دادا کے چال چلن چھوڑنے کا اسی کمبخت رسم و رواج کی پابندی نے اُن کو ایمان سے محروم رکھا اور جان بوجھ کر اُنہوں نے اپنے آپ کو فوج کا کندہ بنایا اخترت النار علی العار کہتے لیکن اپنے پرانے طریقوں کے چھوڑنے پر جرات نہ کرسکتے اور اپنی گردنوں کو تقلید کی رسی سے باہر نہ نکالتے حقیقت میں اگر رسم و رواج کی پابندی کو ایسا کامل اثر نہوتا اور اُسکا چھوڑنا درزع میں جانے سے زیادہ سخت نہوتا تو کبھی کسی پیغمبر کو ہدایت کرنے میں کچھ تکلیف نہوتی بلکہ اتنے پیغمبروں کی ہمیشہ کی حاجت ہی نہوتی ایک لاکھ اسی ہزار یا جسقدر پیغمبر آئے اور جو کچھ اُنہوں نے مصیبتیں اور تکلیفیں پائیں وہ اسی رسم و رواج کی بدولت *

تمام اولوالعزم پیغمبروں کے حالات پر غور کرنے سے ہمارے اِس قول کی تصدیق ہوتی ہی اِس لیئے کہ جب ہم کسی پیغمبر کی کتاب کو دیکھتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہی کہ جو نہی آیا اُس نے اول پچھلے دین کی اصلاح کی اور جو تعریف اور تغیر لوگوں نے اُس دین میں کی تھی اُسے بیان کیا اور جسقدر باتیں رسم و رواج کی لوگوں نے

دین کی تحریف

دین کی تحریف

دوسری قسم کا اجماع تھا ہندوستان میں ہمارے ہم مذہب اجماع کی ان دہائیوں میں کچھ فرق نہیں کرتے اور بلا تمیز ایک کا اطلاق دوسرے پر کرتے ہیں اپنے بزرگوں کی رسموں اور اپنی خاندانی عادتوں کو جن کے وہ پابند ہو رہے ہیں اجماع کی دایک سے واجب العمل جانتے ہیں اور ان باتوں کو جو صریح مخالف کتاب و سنت کے ہیں مخالف اجماع کے دے ترک نہیں کرتے *

یہ اسباب دین میں نقصان اور خال پیدا کرنے کے جو ہم نے بیان کیئے وہ ہیں جنہوں نے پرانے دینوں کو خراب کر دیا تھا اور جس کے سبب سے بہت سے اولوالعزم پیغمبر کے بعد دیگرے بھیجے گئے قطع نظر ملت حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی ملت کے کہ جس کا اب کوئی فرقہ بالتخصیص پابند نہیں ہے دین موسوی کو انہیں باتوں نے پکاڑا اور انہیں باتوں سے اخبار یہود نے اپنی کتاب میں تحریف کی اور اپنے دین کو تغیر اور تبدیلی کر دیا اور دین عیسوی میں بھی انہیں وجوہ سے نقصان آیا اور رہبانوں نے انہیں باتوں سے اپنے کو اصلی حالت پر نہ رہنے دیا اب اگر کوئی پوچھے کہ کیا ایسی تحریف اسلام میں بھی ہوئی ہے تو اے خود اسلام کی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ جو نور ایمان کا طبقہ اول کے ہر شخص کی پیشانی پر چمکتا تھا وہ نور دوسرے طبقہ میں نہ رہا لیکن اُس کا عکس دوسرے طبقہ کے اکثر آدمیوں کے دل پر پڑا اور اُس طبقہ کے اکثر آدمیوں نے اپنے عقائد اور اعمال کو صحابہ کے مطابق رکھا اُس کے بعد تیسرے طبقہ میں بھی کچھ کچھ رنق اسلام کی رہی بلکہ بعض شخصوں نے اسلام کے قائم رہنے کے لیئے احادیث کے جمع کرنے اور اقوال رسول کے انکشاف کرنے سے سب پر پیغمبر صاحب کے اس قول کی کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہیگا تصدیق کرادی مگر بعد اُس کے جس قدر زمانے آئے گئے اُن میں فساد بھی بڑھتا گیا اور جدال اور جہل کا زور بھی ہوتا گیا مگر جس طرح جو خدا نے جل شانہ نے حضرت موسیٰ کے دین کو رسوا کر دیا پیغمبروں کو اُن کے بعد پیچھے ایک عرصہ تک قائم رکھا اسی طرح دین مہدی کو امام ربانی کے پیدا کردینے سے تحریف سے بچایا

یعنی جب کبھی لوگوں نے کچھ تحریفیں کیں اور کچھ تفتہ پیدا کیا خدا نے کسی نہ کسی عالم کو جس کے حق میں امام امتی کا نایم بنی اسرائیل صادق ہی کھڑا ہو دیا اور اُس نے معذرتیں کی تحریفات اور جہل کی جہالتوں کو ظاہر کیا اور اصل راستہ شریعت اور دین مہدی کا کھل دیا *

اس بات کا بیان کرنا کہ وہ تحریفات کیا ہیں جو اسلام میں لوگوں نے کیں ہم نہایت ضروری سمجھتے ہیں اور اس مضمون کو دہاوی متقدم کے لکھے ہیں آئندہ اُس کی تصریحات کرینگے شاید خدا ہم کو اور ہمارے زمانہ کے لوگوں کو توفیق دے اور سنہ کی سیدھی راہ پر چلا دے و ما توفیقی الہی الام لا *

اٹم مہدی علی تعصیلدار
مرزاہار

دوسری قسم کا اجماع تھا ہندوستان میں ہمارے ہم مذہب اجماع کی ان دہائیوں میں کچھ فرق نہیں کرتے اور بلا تمیز ایک کا اطلاق دوسرے پر کرتے ہیں اپنے بزرگوں کی رسموں اور اپنی خاندانی عادتوں کو جن کے وہ پابند ہو رہے ہیں اجماع کی دایک سے واجب العمل جانتے ہیں اور ان باتوں کو جو صریح مخالف کتاب و سنت کے ہیں مخالف اجماع کے دے ترک نہیں کرتے *

چوتھا سبب — غیر معصوم کی تقلید کرنا + یعنی کسی مجتہد کی یہ سمجھ کر کہ تمام مسائل میں اُس کا اجتہاد صحیح اور درست ہے اور جو کچھ اُس نے کتاب و سنت سے استنباط کیا ہے وہ خطا اور غلط ہے معصوم ہی ایسی تقلید کرنا کہ اگر کسی مسئلہ میں جس کا اُس نے استخراچ کیا ہو اُس کی غلطی ثابت ہو اور کوئی حدیث صحیح صریح مخالف اُس کے موجود ہو اُس حدیث کو چھوڑ کر اُس کے اجتہاد پر عمل کرنا *

یہ تقلید وہ نہیں ہے جس پر امت کا اجماع ہے یعنی اکثر علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ مجتہدین کی تقلید جائز ہے اور اُن کے استخراچی مسائل پر عمل کرنا درست ہے بلکہ اکثر حالات میں نہایت مفید اور بعض صورتوں میں نہایت ضرور ہے مگر دو شرائط کے ساتھ اول یہ سمجھنا کہ مجتہد اپنے اجتہاد میں خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی دوسرے منصوصات نبوی پر اُس کو مذموم نہ کرنا یعنی اگر کسی مسئلہ میں حدیث صحیح مخالف اُس مجتہد کے اجتہاد کے مل جارے تو حدیث کا اتباع کرنا اور تقلید کا ترک کردینا *

غیر ان شرائط کے غیر معصوم کی تقلید کرنا نہایت ہی نقصان دین کا سبب ہے اور اگلے اہل کتاب ایسی ہی تقلید کرتے تھے جسکی برائی خدا نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے حیت قال تبارک و تعالیٰ

اتخذوا حبارہم و رہبانہم ارباباً من دون اللہ کہ اہل کتاب نے اپنے عالموں اور پیروں کو اپنا رب ٹھہرایا ہے اور خدا کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ کوئی اہل کتاب اپنے عالموں اور پیروں کی عبادت نہ کرتا تھا مگر اُن کو ایسا معصوم سمجھ لیا تھا کہ جس کو وہ حلال کہہ دیتے تھے اُس کو حلال جانتے تھے جس کو وہ حرام کہہ دیتے تھے اُسی کی حرمت کے متفق ہو جاتے تھے اور اپنے نبی کے اقوال اور احکام پر بمقابلہ اُن کے قولوں اور حکموں کے عمل نہ کرتے تھے *

ساتواں سبب — ایک ملت کا دوسری میں خلط کرنا یعنی کسی دوسرے دین کی باتوں کو پسند کر کے کسی ضعیف وجہ یا موضوع سند سے اُس کا جواز ثابت کر کے اپنے مذہب میں اُس طرح داخل کر لینا کہ

+ اس پر ہم نے ایک بہت تفصیلی مضمون لکھا ہے جو بہت جلد چھپے گا — سنہ

بمقام غلیگتہ — مطبع علیگتہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۹]

یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

مذہب اربعہ کے جاری ہونے سے پہلے زمانہ کا حال

پیغمبر خدا علیہ التعلیٰ والسلام کے عہد کرامت مہذبیں سواہ قرآن مجید کے مسائل شریعت اور احادیث اور احکام کے جمع کرنے کا کسی کتاب یا نسخہ میں رواج نہ تھا پس اسوقت میں نہ کسی نے کوئی حدیث کی کتاب لکھی نہ فقہی مسائل یا شرعی احکام کو کسی صحابی نے جمع کیا نہ کسی علم کے اصول و قواعد اسوقت مقرر ہوئے اُس زمانہ میں عمل کی یہ صورت تھی کہ اصحاب ٹہری جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتا ہوا دیکھتے ویسا ہی خود کرتے ارکان اور آداب اور تدقیقات فقہی پر کچھ توجہ نہ کرتے اور انکی تعلیم کی یہ کیفیت تھی کہ جو کچھ سرور کائنات علیہ التعلیٰ والسلام فرماتے یا کسی معاملہ میں فتویٰ دی کسی سوال کا جواب دیتے تو اُسے حضرت کے اصحاب سنتے اور یاد رکھتے اور چونکہ آنحضرت عادات اور مباحات اور سنن عبادات میں اکثر ایک ہی امر کے پابند نہ رہتے اور مسئلہ فرایض کے اتنا التزام نہ رکھتے اور نیز ہر وقت اور ہر حال میں سہہ اصحاب بھی خدمت میں برابر حاضر نہ رہتے اس لیے جس نے جو حضرت کو کرتے ہوئے دیکھا اُسے یاد کیا یا جو کچھ ارشاد فرماتے سنا اُسکی کوئی وجہ اور علت اپنے نزدیک سمجھ لی اور صرف امامین قلبی پر نہ استدلال کے طریقوں پر بہرہ رسہ کر کے اُسے ذہن نشین کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم تقلید اور عمل بالحدیث

تھوڑے دن ہوئے کہ میں نے اپنے مذہب کے ایک بڑے محقق کے کلام سے اخذ کر کے ایک مضمون دین میں تعریف ہونے کا لکھا تھا اور وہ ایک پورچ میں تہذیب الاخلاق کے چھپا ہی اُس میں جہاں ذکر تقلید کا تھا وہاں میں وعدہ کیا تھا کہ اسکو آئندہ بہ تفصیل لکھوں گا چنانچہ اب اسکو لکھتا ہوں *

اس مضمون میں سات تذکرے ہیں

اول مذہب اربعہ کے جاری ہونے سے پہلے زمانہ کا حال ہی *
دوسرے مذہب اربعہ کی بنیاد پڑنے کا زمانہ اور اسکا سبب *

تیسرے ان چاروں مذہب کی پابندی کامل طرح سے کب ہوئی *

چوتھے ان چاروں مذہبوں میں اختلاف ہونے کا باعث *
پانچویں اجتہاد اور عمل بالحدیث میں کیا فرق ہی *
چھٹے تقلید اور عمل بالحدیث پر مقلد اور غیر مقلد کا مباحثہ *

ساتویں قول نیصل بہ نسبت تقلید اور عمل بالحدیث کے *

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری

تقلید اور عمل بالحدیث

اور جو کچھ وہ فقہ دیتے اُسپر عمل کرتے اور جو لوگ علم دین نے شایق تھے وہ اُنہیں سے علم دین کو تحصیل اور مسائل شریعت کی تحقیق کرتے پس جبکہ صحابہ کا زمانہ نہ تھا تو بھی لوگ اپنے اپنے شہر کے عالم اور محدث ہو گئے اور بھی مفتی اور فقیہ مشہور ہوئے *

بعد تابعین کے جو زمانہ تبع تابعین کا آیا اُنہوں نے بھی اسی طور سے اپنے اپنے شہر کے مشہور اور نامی فقیہ سے جو تابعین میں سے تھے تعلیم پائی اور فقہ حدیث کو سیکھا پس اُسوقت میں ہر شہر کا ایک ملحدہ امام اور ہر مقام کا ایک خاص عالم اور فقیہ تھا جو لوگ اُس کی باتوں کو مانتے یا اُسکے فتروں پر عمل کرتے یا اُسکی سند سے احادیث کو روایت کرتے وہ اُسکی طرف منسوب ہوتے اور اُس عالم کے مذہب پر چلنے والے کہلاتے *

تابعین کے وقت تک مذہب سے صرف لغوی معنی مراد لیئے جاتے تھے نہ اصطلاحی معنی جو آجکل لوگوں کے ذہنوں میں ہیں اُس کی تخصیص بھی کسی خاص فرقے اور گروہ پر نہ تھی بلکہ ہر شخص پر موافق اُس کی رائے اور طریقہ کے اِس لحاظ کا اطلاق ہوتا تھا چنانچہ مذہب نفل ہکذا بجائے قولہ یا عملہ ہکذا کے بولا جاتا اور جو عالم نامی گرامی ہوتا وہ فقیہ اور امام کہلایا جاتا بایں اعتبار اُسوقت میں مذہب بھی بہت سے تھے اور امام صاحب مذہب بھی بہت سے اُس وقت کے مذہبوں اور اماموں کا حال بعینہ اپنے زمانہ کے مولویوں اور اُن کے عقائد اور اعمال کے حال پر فہم کرنا چاہیئے کہ جو جس شہر میں مشہور مولوی ہی اُس سے لوگ استفادہ کرتے ہیں اُس سے علم سیکھتے ہیں اُس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور اُس کے فتروں پر چلتے ہیں اور جس طرح ہر آج کل ایک ملک کے لوگ ایک ہی شہر کے مولوی یا ایک ہی عالم کے پابند نہیں ہیں بلکہ اپنے اپنے شہر کے مولویوں کی راہ پر چلتے ہیں اسی طرح پر اُس زمانہ میں تمام عرب و عجم کے لوگ کسی ایک یا چند معین فقیہوں کے پابند نہ تھے بلکہ ہر شہر کے آدمی اپنے اپنے فقیہ اور مفتی اور محدث کے قول پر عمل کرتے اور اُس سے فتویٰ لیتے اور علم سیکھتے فرض نہ کہ جس طرح پر آج کل لکھنؤ کے مولوی الگ ہیں اور دہلی کے ملحدہ اور جوہڑ کے جدے اسی طرح اُسوقت بھی مکہ اور مدینہ اور بصرہ اور کوفہ کے فقیہوں کی ضرورت تھی چنانچہ اُس زمانہ میں مدینہ منورہ کے فقیہ اور صاحب مذہب سعید بن مسیب اور سالم بن عبد اللہ بن مسعود تھے اور بعد اُن کے زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبد الرحمن ہوئے اور مکہ میں عطاء ابن ابی رباح اور کوفہ میں ابراہیم نضی اور شعبی اور بصرہ میں حسن بصری اور یمن میں

پس جو شخص صحابہ میں سے اُن باتوں کے یاد رکھنے اور اُسپر غور کرنے کا زیادہ شایق تھا وہی اُنہیں زیادہ فقیہ ہوا یا جس نے پیغمبر خدا کی صحبت میں رہ کر ان باتوں کی زیادہ تعلیم پائی وہ بہ نسبت اُوروں کے زیادہ واقف ہوا *

جب آنحضرت کا زمانہ گذرا اور اصحاب کا زمانہ آیا تب اُنہوں نے اپنی دیکھی سنی ہوئی باتوں پر خود عمل کیا اور اگر کوئی بات جدید پیش آئی تو اُوروں سے پوچھ لیا اگر کسی بات میں کوئی حکم صریح کتاب و سنت سے نہ ملا تو مقاصد کتاب و سنت پر غور کیا اور اُسکی علت کو دریافت کر کے اُس پر پیش آئے ہوئے معاملہ کو قیاس کیا اور اگر کوئی مسئلہ مشکل ہوا تو اپنے آپس میں صلح و مشورہ کر کے اُسکو حل کر لیا *

صحابہ کے زمانہ میں جو لوگ نئے پیدا ہوئے یا نئے ایمان لائے اُنہوں نے صحابہ سے اُسی طور پر علم دین حاصل کیا جس طرح پر صحابہ نے آنحضرت سے سیکھا تھا یعنی جس نے جس صحابی کو پایا اور اُسے فقیہ جانا اُس سے مسائل شریعت کو اخذ کیا اور احادیث نبوی کو سیکھا اور چونکہ بعد آنحضرت کے صحابہ در در ملوک میں پھیل گئے تھے اور بجائے ایک مکہ یا مدینہ کے سدا کوس کے فاصلہ پر چلے گئے تھے اور ایک دوسرے سے جدا ہو کر منتشر اور متفرق شہروں میں جا بسے تھے اِس لیے اُس زمانہ کے لوگوں نے اپنے ہی شہر اور اپنے ہی ملک بلکہ اپنے ہی محلہ کے رہنے والے صحابی سے امور دینی کی تحقیق کی اور اُنہوں سے احادیث نبوی اور مسائل شریعت کو سیکھا اور چونکہ اکثر اصحاب نبوی فقیہ تھے اور نامی گرامی اصحاب بھی بڑے بڑے شہروں میں موجود تھے اور ضروری مسائل بھی اُنکو یاد تھے اور جھگڑے قصے کی باتیں بھی اُسوقت تک شروع نہ تھیں اور نئی نئی تحقیقات اور جدید جدید مصلحات کا بھی رواج نہ ہوا تھا اور علم بھی الفاظ قریبہ کی دقت اور اصطلاحات عجیبہ کی وحشت سے پاک تھا اور فقیہ ہونا بھی دلائل منطقی کے جاننے اور اصول فلسفی سے واقف ہونے پر منحصر نہ تھا اِس لیے اُس زمانہ کے سیدھے سادھے پاک اور نیک لوگوں کی روز مرہ کی کارروائی اور حاجت برابری کے لیے ہر شہر میں ایک عالم موجود تھا اور یہ سب نہ رائج ہونے مظارہ اور مبادلہ اور کلام کے کوئی کسی پر کسی طرح کا الزام بھی نہ دیتا تھا اور یہ سب صفائی طہارت اور پاک نفس کے فضیلت اور تقہ کا بھی اظہار کسب کو منظور نہ تھا اِس لیے تابعین میں سے جو لوگ مرام تھے وہ وقت پیش آنے ضرورت کے اپنے شہر کے نامی مشہور صحابی سے مسئلہ پوچھ لیا کرتے

مصنف ابی بکر ابن شیعہ کو دیکھا ہی اور پھر ابوہریرہ رضی عنہ کے اقوال کو امام ابو حنیفہ کے مذہب سے ملایا ہی *

فرض کہ جب امام ابو حنیفہ نے اس مارو پر فقہ کی تدریس شروع کی تب لوگوں نے اُن کی طرف رغبت کی اور اُن کے اصول و فروع کو پسند کر کے اُسے سیکھا اور فقہائے کوفہ نے اُن کے اجتہاد کو قبول اور اُن کے استقراحي مسائل پر عمل کیا اور جب قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ علیہما سے دو شاگرد اُن کے ہو گئے تب پہلے شاگرد کی عمارت اور قضا کے سبب سے اور دوسرے شاگرد کے علم اور تالیف کی بروکت سے امام کا مذہب سارے عراق اور خراسان اور ماوراءالنہر میں پھیل گیا *

حنفی مذہب کے بعد بنیاد مالکی مذہب کی پڑی کہ امام مالک حدیث اور فقہ اور زہد اور پڑھیز گاری میں پڑے مشہور تھے اور اُنکو احادیث نبوی بہت سی یاد تھیں اور وہ اُس کے ضعف اور قوت سے بھی بظہری واقف تھے چنانچہ اُنہوں نے نہایت عمدہ اور صحیح اور جامع کتاب حدیث کی لکھی جس کا نام موطا ہی اُس کی توثیق اعلیٰ درجہ پر پھونچتی اور ہزاروں آدمیوں نے اُس وقت کے اُس کی سند امام مالک سے حاصل کی پس امام مالک کی اس کتاب کی بروکت سے ایسا فائدہ لوگوں نے پایا کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا پس جہاں جہاں اُن کے اصحاب اور شاگرد پھونچے اور اُن کی کتاب کو لوگوں نے دیکھا اُن کے مذہب پر عمل کرنا شروع کیا پھر تو اُن کے بعد اُن کے شاگردوں نے اُن کے مذہب کے اصول اور دلائل کو ترتیب دیا اور اُن کی کتاب کے خلاصے کیے اور اُن کے کلام اور فتووں کی شرح کی یہاں تک کہ آخر اُن کا بھی ایک جدا مذہب قرار پایا اور تواج مغرب کی طرف جہاں اُن کے تلامذہ زیادہ ہوئے مالکی مذہب پھیل گیا *

ان دونوں مذہبوں کی بنیاد پڑچکی تھی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اُنہوں نے دونوں مذہب کے اصول و فروع کو دیکھے اور اُن کے کلیات و جزئیات پر نظر کر کے اُن باتوں کو جو اُن مذہبوں میں ناقص تھیں پورا کیا اور نئی طرز سے اصول اور قواعد کو ترتیب دیا *

امام شافعی نے سب سے اول ایک کتاب اصول کی تالیف کی اور اُس میں احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کے قاعدے مرتب کیے اور احادیث مرسول اور منقولہ پر استناد کرنے کا بغیر پائے جانے اُس کی شرائط کے التزام ترک کیا چنانچہ جو کچھ اُنہوں نے حنفی اور مالکی مذہب سے اختلاف کیا انڈر اُن باتوں میں تھا *

ہاؤس بن کسان اور شام میں مکتول امام اور مجتہد تھے یہ صورت دوسری صدی کے اوسط تک یعنی سنہ ۱۲۳ ھجری تک قائم رہی اور لوگوں نے مسائل شریعت میں کسی شخص معین کی کامل پابندی نہ کی مگر بعد اُس کے وہ زمانہ شروع ہوا جس میں ابن مذہب اربعہ کی بنیاد پڑی اور جس سے مذہب کے وہ اصطلاحی معنی قرار پائے جسے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تالیفات میں لکھا ہی کہ مذہب نام را ہیست کہ بعض اُمتیاں را در فہم شریعت کشادہ شود و بعقل خود چند قاعدہ قرار دہد کہ موافق آن قواعد استنباط مسائل شریعیہ از ماخذ آن نماید *

مذالہب اربعہ کی بنیاد پڑنے کا زمانہ اور اُسکے

رابع ہونے کا سبب

تبع تابعین کے زمانہ میں حدیث و فقہ کی تعلیم و تعلم کی صورت تو رہی تھی جو تابعین کی تھی لیکن اُس وقت میں پسب کثرت مسلمانوں کے اور شروع ہونے جھگڑے اور نساد کے اور جاہل ہوجانے خافہ وقت کے اور شایع ہونے جھڑپوں اور انٹرا کے اور واقعہ ہونے اختلاف کے خدانے لوگوں کو مسائل کے جمع کرنے اور اصول و قواعد کے منضبط کرنے اور ارکان اور اداب عبادات کی تشریح کرنے اور اجتہاد اور استنباط اور استخراج کے قاعدے ترتیب دینے پر راضی کیا اور اُس وقت کے ٹیک اور پاک لوگوں کو حدیث اور فقہ کی تدریس کا شوق دیا چنانچہ دوسری صدی کے اوسط سے جس شہر میں جو نامی قلعہ اور عالم تھا اُس میں بعض بعض نے حدیث کی تالیف پر اور فقہ کی تدریس پر کمزور ہونے اور مسائل کا جمع کرنا شروع کیا چنانچہ مکہ میں ابن جریج اور ابن عبین نے اور مدینہ میں امام مالک اور محمد بن عبدالرحمن ابن ابی ذہب نے اور کوفہ میں ثوری نے اور بصرہ میں ربیع ابن صبیح نے اور اول حدیث میں تالیف اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہ نے فقہ کی تدریس شروع کی *

سب سے پہلے حنفی مذہب کی بنیاد پڑی اس لیے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خدا نے اجتہاد اور استنباط مسائل اور استخراج فروع کی ایک خاص قسم کی استعداد دی تھی اور وہ زہد اور ورع میں بھی کامل تھے پس اُنہوں نے اپنے شہر کے امام و فقیہ ابوہریرہ رضی عنہ کی احادیث اور اقوال اور روایات پر اپنے مذہب کی بُنا قائم کی اور اُنہیں کے اصول پر استخراج کرنا جزئیات مسائل کا سرور کیا چنانچہ یہ امر بظہری اُس شخص پر ظاہر ہی جس نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار اور جامع عبدالرزاق اور

ان عذر اہی حنیفہ فی کثرة القیاس عدم باور الاحادیث الصحیحة ایہ فی زمنہ یعنی امام ابو حنیفہ کا عذر کثرت قیاس میں یہ ہے کہ سب احادیث صحیحہ اُن کو اُن کے وقت میں نہ پہونچیں تھیں اور علامہ احمد بن عبد السلام اپنی کتاب رفاہ الملام عن الائمة الاعلام میں لکھتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جو کہ خود خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نہیں پہونچیں اور علامہ اُن کے اُور اصحاب اُن سے واقف ہوئے پس اگر بعد اُن کے کسی امام کو احادیث صحیحہ پر اطلاع نہیں ہوئی تو کچھ جگہ تمسب نہیں اور اس مقدمہ پر

لکھ کہ علامہ مصروف لکھتے ہیں کہ نمون اعتقد ان کل حدیث صحیح نہ بالغ کل واحد من الائمة او اماما معینا نہو مضطی خضاماً ناشأ

قبیحا یعنی جس نے یہ اعتقاد کیا کہ ساری صحیح حدیثیں ہر ایک امام کو پہونچ گئیں یا کُرنی خاص امام اُن سب سے مطلع ہوا تو ایسا اعتقاد کرنے والا کھلی ہوئی نہایت قبیح خطا پر ہی اور یہ بھی وہ لکھتے ہیں کہ اگر کُرنی کہہ کہ کثیر اکثر سب احادیث بُری پر اطلاع نہیں ہو سکتی تھی جب کہ احادیث کی تدوین ہو چکی تھی تو یہ بھی بُری

غلطی ہی لان ہذا الدراوین المشہورۃ فی السنن انما جمعت بعد انقراض

الا دامة المتبوعین اس لیے کہ یہ کتابیں مشہور بعد گذرنے اُس اماموں کے مدوں ہوئی ہیں جن کی لڑگ تقلید کرتے ہیں اور یہ کہدینا مقلدین کا کہ ہر مسلہ میں ہمارے امام کے پاس ایک حدیث تھی اور ایک خاص دلیل وان لم تعرفہ و نعتقدہ یعنی گو ہم اُس کو نہیں جانتے حقیقت میں ایسا جواب ہی جس کو سقمہ محتض اور جہالت قبیح کے سرا کچھ نہیں کہہ سکتے *

اور مقدمہ منہج کے باب تبری الائمة من اقرارہم اذا خالف الشریعة میں امام شہرادی نے صاف لکھدیا ہی کہ تو عاش ابو حنیفہ الی تصحیح الاحادیث ترک القیاس یعنی اگر امام ابو حنیفہ اتنی زندگی پاتے کہ تصحیح حدیث کر سکتے تو ضرور وہ قیاس کو چھوڑ دیتے *

فرض کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن مسائل میں قیاس کو چھوڑا جن میں یہ سبب نہ پائے حدیث کے اگلے اماموں نے اجتہاد کیا تھا اور صرف حدیث پر عمل کیا *

چوتھے اقوال مصابہ پر بوجہ مخالف حدیث کے استدلال نہ کرنا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں مصابہ کے اقوال بھی لوگوں نے جمع کرلیئے تھے اور وہ باہم مختلف تھے اور بعض احادیث صحیحہ کے مخالف تھے اسلئے امام شافعی نے اُنکے اقوال پر بعد پائے حدیث صحیحہ کے استدلال کرنے کو ترک کیا اور صاف کہدیا کہ

اول احادیث مرسلا اور منقطعہ پر استناد نہ کرنا — امام شافعی نے حنفی اور مالکی مذہب والوں کو بعض احادیث مرسلا اور منقطعہ پر استناد کرتے ہوئے دیکھ کر یہ اصول قائم کیا کہ ایسی احادیث پر جب تک اُس کی ہرابطہ پائی نہ جاویں سند نہ کی جارے اس لیے کہ قاری حدیث کے جمع کرنے سے پشوری ظاہر ہوا کہ بعض احادیث مرسلا محض بے اصل ہیں اور بعض مسند کے مخالف ہیں *

دوسرے احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کے اصول قائم کرنا — امام شافعی نے پہلے احادیث کی رد کثرت نہ تھی جو اُن کے زمانہ میں ہوئی اس لیے کہ ہر شہر کے رہنے والے اپنے ہی شہر کے مالوں اور اماموں سے احادیث کو اخذ کرتے اور اُسی کو روایت کرتے مگر جب اس علم کی تدوین شروع ہوئی اور لوگوں نے ایک شہر کے دوسرے شہر میں جا کر احادیث کو سیکھا اور متفرق متفرق لوگوں کو جو کچھ حدیثیں یاد تھیں اُن سے سنا تو احادیث کی کثرت ہوگئی اور پھر اُن میں اختلاف بھی معلوم ہوا تو ضرور ہوا کہ اُس اختلاف کے رنج کرنے اور احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کے قاعدے مقرر کیئے جاویں چنانچہ اسی واسلے امام شافعی نے ایک اصول کی کتاب تالیف کی *

تیسرے احادیث صحیحہ کے ترک کرنے سے پرہیز کرنا — پہلے لوگوں نے جن جن چیزوں سے فقہ کو حاصل کیا اور جن کے اقوال پر اپنے مذہب کی بنا قائم کی اُن کو اُس وقت تک بعض احادیث صحیحہ نہیں پہونچیں اور اُن کو بسبب نہ معلوم ہونے اُن احادیث کے جسے مسائل بہ تصریح نکلتے تھے قیاس سے کام لینا پڑا پس جب کہ امام شافعی نے دیکھا کہ بعض احادیث صحیحہ پر عمل کرنا پہلے مذہبوں میں پھیر پھیر رہ گیا ہے تو امام شافعی نے اس امر کو صاف بیان کیا کہ وقت مل جانے حدیث صحیحہ کے قیاس کو چھوڑ دینا اور حدیث صحیحہ پر عمل کرنا ضرور ہی اور اُنہوں نے ثابت کیا کہ یہی طریقہ مصابہ اور تابعین کا تھا کہ وہ ہمیشہ احادیث کی جستجو کرتے جب کُرنی حدیث نہ ملتی تب استدلال اور قیاس سے کام لیتے اور اگر پہنچتے اُن کو حدیث پہونچ جاتی تو اُسی وقت قیاس کو چھوڑ دیتے اور عمل بالحدیث کرنے لگتے *

اس بات سے کہ امام ابو حنیفہ یا امام مالک وغیرہ کو سب احادیث پر اطلاع نہیں ہوئی در حقیقت اُن کی پائی اور بزرگی اور عام میں کچھ الزام نہیں آتا اس لیے کہ اُس وقت تک وہ مادہ احادیث کا نہ تھا جو پہنچے کر کے امام شافعی کو ملا اور اس کا عذر امام محققین حنفیہ نے خود کیا ہی چنانچہ ایام شہرادی لکھتے ہیں کہ

جو کیفیت حنفی اور مالکی اور شافعی مذہب کی بنیاد کی ہوئی قریب قریب اسی کے امام احمد بن حنبل کے مذہب کی بنیاد پڑنے کی ہے۔ اس مسائل معترض بیان سے سمجھنے والے کو نہ صرف یہ بات مہمور ہو سکتی ہے کہ بنیاد ان چاروں مذہب کی آپ اور کچھ بڑی بلکہ یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ کسی نے منہج ان چاروں امام کے اپنے مذہب کو لوگوں کی تقلید کے لئے نہیں بنایا اور اپنے آپ کو صاحب مذہب کہلانے کے لئے اجتہاد اور استنباط نہیں کیا بلکہ انہوں نے صرف اپنی ذات کے لئے اجتہاد کیا اور اپنے دین کے شوق میں فقہ کو تدوین کیا کسی نے ان میں سے یہ نیت نہیں کی کہ ہم مقتدا بنیں اور ہم کوئی خاص مذہب نہ کرنا کریں اور لوگوں کو اس پر راضی کر کے کچھ شہرت یا عزت حاصل کریں ان بزرگوں کی نیت ایسی کدورتوں سے بالکل پاک اور ان کے دل ایسے خطرات سے بالکل صاف تھے انکو سوائے اپنے ذاتی فائدہ کے کوئی دوسری غرض نہ تھی اسی واسطے اپنی تقلید سے منع کرتے رہتے اور جب کوئی خلیفہ اور بادشاہ انکی تالیفات کو لوگوں کے عمل کرنے کے لئے مشہور کرنا چاہتا رہا منع کر دیتے چنانچہ لوائح الانوار القدسیہ میں لکھا ہے کہ واعلم ان معاملہ المجتہدین من الکتاب والسنة انما کان لانفسہم لا للخلق ای لا نل المجتہد یوجب تقلید نفسه علی کل فرد من افراد العالم بل من الائمة من نہی عن تقلید نفسه وامر بتحصیل رتبة النظر *

پس وہ اثر جو ان بزرگوں کی ٹیک طبیعت اور پاک طبیعت کا ہمارے دلوں پر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ خود متبوع اور صاحب شریعت بننے کا قصد نہ کرتے تھے اور اپنے اجتہاد اور استنباط کو سارے جہان کے لوگوں سے قبول کرانے کا شوق نہ کرتے تھے بلکہ جہاں تک ان سے اپنی ذات کی پہچانی اور لوگوں کے نفع کے واسطے ہو سکتا تھا وہ احادیث نبوی یا اقوال فقہاء سے مسائل کو استخراج کرتے اور لوگوں کی ضرورت اور حاجت کو رنج کرتے اور صاف صاف کہتے کہ اگر کوئی مسئلہ اور کوئی جزئیہ ہمارا حدیث کے خلاف ہاں یا کسی قیاس اور رائے کو ہماری کتاب و سنت کے برخلاف دیکھو اے ہرگز نہ انوں اور اس پر عمل کرنے کو حرام سمجھو *

مگر خدا نے اپنے قانون قدرت میں یہ قاعدہ رکھ دیا ہے کہ ہر وہ آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہے اور تہذیبی ترقی پڑھتی ہے جب اسکی ترقی پورے درجہ پر اور اپنی معین حد پر پہنچ جاتی ہے تب اسکی ترقی رک جاتی ہے اور ٹھٹھنے لگتی ہے اور پھر درجہ بدرجہ اسیں خواہی آتی جاتی ہے یہاں تک کہ آخر سوائے نظروں

مگر رجال و نص رجال کہ وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں ان سے غلطی ہو سکتی تھی پس بعد پانے حدیث کے انکے اجتہاد پر عمل کرنا ضرور نہیں بلکہ اسکا ترک کرنا اور حدیث پر عمل کرنا ضرور اور لازم ہے کیا قال شارح سفر السعادة ابو حنیفہ تقلید صحابی را ہر آنچه صحابی با اختیار خود گوید واجب داند و شافعی گوید ہم رجال و نص رجال ما را یشان در اجتہاد پراہریم و ہمہ مجتہدانیم مجتہد را تقلید مجتہد دیگر نرسد *

پانچویں رائے اور قیاس میں تمیز کرنا امام شافعی کے وقت میں اثر لوگ ایسے تھے جو اجتہاد میں رائے کو دخل دیتے اور اسیکو وہ قیاس سمجھتے جو شرعاً جائز ہی حالانکہ قیاس جو شرعاً جائز ہی اور جو صحابہ اور تابعین میں جاری تھا وہ صرف یہ ہی کہ کسی حکم منہصر سے اُسکی علت نکالنا اور جس میں وہ علت پائی جارے اس پر اُسکی حکم کو قیام کرنا مثلاً خدا کی کتاب میں شراب کی حرمت مذکور ہے نہ کسی اور مسکرات کی تو حرمت شراب کی حکم منہصر ہے اور حکم اُسکی حرمت کی علت + ہے پس جس چیز میں وہ علت پائی جاوے یعنی سکر اس پر حرمت کا حکم قیام کرنا حقیقت میں قیاس ہی اور رائے یہ ہے کہ کسی ترواشی ہوئی بات کو اصل میں قیام کرنا اور اسیکو صاف حرمت و حلت کی بنانا مثلاً مہلنہ حرج یا مصلحت عام کو کسی حکم کی علت نہ کرنا پس ایسے قیاس کو جو کہ درحقیقت رائے ہی امام شافعی نے ترک کیا اور صاف کہتے کہ من استحسن فانتہ اواز ان یکون شاماً کہ جو قیاس استحسن کو شریعت میں دخل دیتا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو صاحب شریعت بنایا چاہتا ہے *

فرسکہ یہ چند کھلی ہوئی اور صاف باتیں ہیں جس سے امام شافعی نے اپنے پچھلے ائمہ سے اختلاف کیا اور بیچ کے فریضے اور واسطے چھوڑ کر اصل ماخذ سے فقہ کو لیا اور کتاب و سنت ہی پر مدار اپنے مذہب کا رکھا اور کسی خاص شہر کے عالم یا کسی مہمور قوم کے تقیہ کے اقوال و اصول پر اپنے اجتہاد کی بنا قیام نہ کی اور حقیقت میں یہ عاریقہ انکا نہایت ہی اچھا تھا لوگوں کو حد سے زیادہ پسند ہوا بڑے بڑے فقہاء اور محدثین نے انکے مذہب کی خوبی پر اقرار کیا اور اسکو اختیار فرمایا اور اس طرز سے بعد چندے مذہب شافعی رائج ہوا *

+ مگر ضرور ہی کہ اُس علت کا علت ہونا بھی نص سے ثابت ہوا ہو نہ کسی انسان کی عقل سے -

تقلید اور عمل بالحدیث ایم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری

تقلید اور عمل بالحدیث

عمل کرتے تھے اسلئے ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ اسوقت تک جو لوگ تھے وہ دو حال سے خالی نہ تھے یا ذی علم تھے یا جاہل پس جو لوگ جاہل تھے وہ اپنے گھر میں روزہ نماز وغیرہ عبادت کے مسئلہ سمجھتے اور اُسپر عمل کرتے اگر ضرورت کسی مسئلہ کے پڑچھنے یا فتویٰ کے لینے کی ہوتی تو جس عالم کو وہ افضل اور بہتر جانتے اُس سے پڑچھ لیتے اور اُس کی بات پر عمل کرتے بلکہ لفظ اس کے کہ وہ عالم حنفی ہوگا یا شافعی یا مجتہد اور جو لوگ غرض علم تھے اُن کی ہر صورتیں تھیں یعنی اہل حدیث تھے بعضے صاحب اجتہاد جو اہل حدیث تھے اُن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کتاب الہی اور احادیث نبوی اور آثار صحابہ پر عمل کرتے اور اگر کسی مسئلہ میں ضرورت ہوتی تو کسی قبیحہ کے کلام پر رجوع کرتے خواہ وہ قبیحہ مدنی ہوتا یا مکی کوئی ہوتا یا بصری اور جو صاحب اجتہاد تھے وہ اجتہاد اور تفسیر کرتے اور اصول اور قواعد کلیہ کو پیش نظر رکھ کر اُسی سے فروعات کا استنباط کرتے پس اگر وہ اصول پہلے سے کسی خاص امام یا اُس کے فرقہ کے ساتھ مقصور ہوتے تو لوگ اُس مجتہد کو بھی اُسی امام کی طرف منسوب کرتے اور اُس مجتہد کو بھی اُن اصول کا پابند پاکر شافعی یا حنفی سمجھتے *

یہ ضرورت تیسری صدی کے اخیر تک قائم رہی اسوقت تک نہ عمل بالحدیث پر کوئی ممانعت کرتا نہ اجتہاد پر الزام دیتا مگر جب جہالت کا زور ہوا اور اختلاف امت میں بڑگیا اور ملائمیت سے تحقیق کا مزہ جاتا رہا اور صاحب شریعت تک واسطے دراصلے ہو گئے تب چوتھی صدی میں لوگوں نے سیدھا رستہ چھوڑ دیا اور دائیں بائیں چلتا شروع کیا اور سلاطین کے سامنے مناظرہ اور مجادلہ میں اپنے ہمسروں پر غالب ہونے کا شوق پیدا ہوا علم کو دنیا کی تحصیل کا ذریعہ گردتا اپنی ناموری اور عزت اور شہرت کے لیئے اُن مسائل کو جنہیں نہایت نیک نہیتی کے سبب سے باہم ائمہ اربعہ کے اختلاف ہوا تھا ذریعہ بحث کا بنایا اور اپنے اپنے اماموں کے اقوال کو نہ صرف اِس وجہ سے کہ حقیقت میں وہ انہیں کو صحیح اور دوسرے کو غلط جانتے تھے مثل کتاب و سنت کے مستند گردانا بلکہ اس لحاظ سے کہ وہ خود اُس مذہب سے منسوب تھے اور اُس امام کے مقلد کہلاتے جاتے تھے اُن اقوال کے اثبات کو اپنی وزارت علم کے اظہار کا سبب تصور کیا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ ائمہ اپنے بڑے مولوی اور قبیحہ ہیں کہ جن باتوں پر یہ عمل کرتے ہیں اور جن قولوں کو یہ واجب العمل جانتے ہیں وہی صحیح اور درست ہیں اور اُن کے پاس بہت سی دلیلیں اُسکے اثبات پر موجود ہیں اور اس سے اُنکے علم اور ثقہ

کی کچھ حقیقت اُس ہی کی پائی نہیں رہتی اور بجز نام کے کوئی غریب اُس میں پائی نہیں جاتی پس اِسی قاعدہ کا اثر ان مذاہب پر ہوا کہ اول تو آہستہ آہستہ ائمہ دین نے فقہ اور حدیث کو جمع کیا اور اجتہاد اور استخراج کو درجہ بدرجہ کمال پر پہونچایا اور اپنی فیتوں کو پاک اور اپنے ارادوں کو نیک رکھا اور پھر آخر لوگوں نے تحقیق اور تنقیح کو چھوڑ دیا اور جس امر کا دعویٰ اُن اماموں نے خود نہیں کیا اُسے اُنکی طرف منسوب کیا اور اُنکو مثل صاحب الشریعہ کے صاحب مذہب بنادیا اور اُنکو معصوم اور محفوظ عن الخطا سمجھ کر اُنکی باتوں کے سامنے اصل صاحب الوحی کے قولوں پر تمسک کرنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ آخر اپنے آپ کو پیغمبر سے نسبت کرنا بھی زمانہ سے اُٹھ گیا اور بجائے مصدق اور احمدی کے حنفی اور شافعی کہنے پر مذہب کا مدار اُکیا اور پھر جیسا زمانہ گذرتا گیا اور دین میں تبدل ہوتا گیا اُتنی ہی بے خرابی بڑھتی اور دین و مذہب کی حقیقت چھپتی گئی یہاں تک کہ اب جس زمانہ میں ہم کو خدا نے پیدا کیا ہے اور جس میں شاہ نفاذ زندگی کے دن کاٹتے ہیں کسی امام کے مذہب کی ترک کرنا یا کسی اُسکے قول کو نہ ماننا اسلام سے پھرنا اور نبی کے کلام کا انکار کرنا سمجھا جاتا ہے اور تحقیق کا نام لینے والا اور کتاب و سنت پر عمل کرنے والا یدمتی اور ناسق اور دشمن اسلام کا تصور کیا جاتا ہے *

جو کہ ہم اجتہاد کی ترقی کے زمانہ کو بیان کرچکے اور مذاہب اربعہ کی بنیاد پڑنے کے زمانہ اور سبب کو بھی لکھ چکے اِس لیئے اب ہم اُسکے تزلزل کے زمانہ پر اور اُسکے وجہ و لکھتے ہیں *

چاروں مذاہب کی پابندی کامل طرح سے جاری ہونے اور اجتہاد ترک کرنے کے زمانہ اور

سبب کا بیان

تواریخ اور کتابوں کے دیکھنے سے یہ بات بظہری ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ تقلید کی بنیاد ہوسری صدی کے اوسط سے شروع ہوئی لیکن تیسری صدی تک پوری پوری جاری نہ ہوئی اور چوتھی صدی سے پہلے کسی ایک مذہب پر کامل تقلید لوگوں نے اختیار نہ کی چنانچہ ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں لکھا ہے کہ چوتھی صدی سے پہلے مذاہب اربعہ کی تقلید کا کامل طرح سے رواج نہ تھا اور حنفی شافعی کہلاتے جانے کا بہت زور شور نہ تھا *

اِس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر لوگ مسائل شرعی کس طرح تحصیل کرتے تھے اور فقہ کس طرح سمجھتے اور اُسپر کیونکر

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری

لے رہے تھے معینوں اور دہرائے تھرتا ہی پس انسان سوائے اس کے کیا کرے کہ اپنا کام کرے اور چپ چاپ رہے *

فرض کہ اسی زمانہ میں تقلید کی جو مضبوط ہوگئی اور وہ چیخوڑی کی سی حال تقلید کی جو لوگوں کے دلوں میں دوسری صلی سے شروع ہوئی تھی چوتھی صلی میں پوری ہوگئی اور سوائے چند امامان رہائی کے سب کے دلوں میں کامل ماح سے اُس نے جکھم کرلی *

ہمارے اس بیان سے غور کرنے والے کو تقلید پر پورے طور پر عمل کرنے کا سبب تو بظہری ظاہر ہو سکتا ہی لیکن ہم اس امر کو کہ تقلید نے کتاب و سنت پر اعتقاد کرنے کا طرز پسندیدہ کیوں متروک کر دیا اور بجائے قال اللہ اور قال الرسول کے قال زید و قال عمرو کیوں رائج کیا چند لفظوں میں بیان کرتے ہیں سبب اس کا یہ ہے کہ جب امام اور فقہ باہم بحث کرنے لگے اور اپنی سخیں پورری اور نفسانیت کے سبب سے اُڑوں پر حق ناحق غلبہ پانے کے شایق ہوئے اور ایک دوسرے کو حسد کی نظر سے دیکھنے لگے اور لوگ اُسی سے رجوع کرنے کے عادی ہو گئے جو کہ وقت مباحثہ کے غالب رہتا اور اپنی طرف مقابل کو ہرا دیتا تو اُس وقت مباحثہ اور مناظرہ کی ثنوت ہوئی اور سوائے شان نادر ٹیک پاک لوگوں کے ایک نے دوسرے کے کلام کی تردید شروع کی یہاں تک کہ ایک عالم دوسرے کے فتوے کو رد کرتا اور ایک فقہ دوسرے کی بات کو کات دیتا اور چونکہ اسکے لیئے ضرورت کسی دلیل و برہان کی ہوتی پس فقہ اور دین میں سوائے نقل کے صرف مظنی دلیل کافی تھی اور بغیر کسی سند اور قول کے بات نہ بنتی تھی پس دلائل و برہان کی جستجو کرتی پڑی اور اپنی اپنی باتوں پر سند لانے کی حاجت ہوئی جب اس لوگوں نے کتاب و سنت پر توجہ کی تو کوئی دلیل ایسی نہ جو صرف اُن کی بات کو ثابت اور دوسرے کے قول کو رد کرے نہ ملی تو اپنے اپنے بزرگوں اور فقہوں اور شیوخ کے قولوں ہی کو سند لانا شروع کیا اور صرف اپنے اپنے فرقہ کے نامی نامی عالموں کے اقوال و اعمال کو حصہ گردانا پس جب کسی ایک فریق نے کتاب و سنت کو چھوڑ کر غیر معصوم کے ظلم یا عمل کو دلیل میں پیش کیا تو دوسرے فوق نے بھی یہی طرز اُڑایا اور معصوم انکیل پانک اور کما تدریں و تدان کا ادا کیا اُس نے بھی اپنے قول کی سند میں عالموں اور مولویوں کی باتوں ہی کو پیش کیا پس اس طرز جدید کے شروع ہونے ہی کی دیر تھی کہ مسئلہ تیز بارت کے جسمیں آگ لگنے ہی کی دیر تھی ہی نہ اُڑنے اور اُڑانے کی اُسکا اثر ساری مابیتوں پر ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں از ہرق تا غوب یہ طریقہ جاری ہو گیا پس دین و مذہب کے خواب

کی شہرت ہو اور جب ایسے لوگوں نے اپنی اپنی تقریر اور تحریر کے زور سے اور اپنی فصاحت اور بلاغت کے پھوسے پر ایک چیز کا التزام کر لیا اور اپنے ہم عصروں سے اُن باتوں میں مباحثہ اور مناظرہ شروع کر دیا اور بڑے بادشاہوں اور امیروں کی مجلسوں میں اُس کی بحثیں ہونے لگیں تو تعصب نے اُنکی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور غرور نے اُنکے دلوں سے نیک نیتی اور صفاء طہنت کو نکال لیا اپنے دل میں اپنے قول اور اپنے عقیدہ کی سفاحت پر قائل ہو جاتے مگر زبان سے اقرار نکرتے اور اُس سے پھرے کر اپنی ہتک سمجھتے اور جان بوجھ کر کتاب اور سنت کو چھوڑ کر اپنی بات پر قائم رہتے اور بیچ دلیلوں اور بیہودہ اور خوانات باتوں اور ضعیف سندوں سے اُسی کے ثابت کرنے پر قائم رہتے اور اسیکو استقلال اور صلاحیت فی الدین اور فزارت عام سمجھ کر ایصال حق اور احقاق باطل کرنے پر مقتضایہ اخترت انار علی انار دنیا کی درم کو عاقبت کی درم پر اختیار کرتے چنانچہ اسیرت میں ایک ایک عقیدہ پر سو سو روک ٹوک تئیں تالیف ہو گئیں اور ایک ایک فقہی مسئلہ پر ہزار ہزار صفحے سیاق ہو گئے فقہ اور حکمت اور علم کی اصلی حقیقت تو جاتی رہی اُس کے ناموں پر مدار دین کا اُکیا اور مباحثات اور مناظرات کا نام استنباط دقایق شروع رکھا گیا تالیفات اور تصنیفات بی وہ ثنوت ہوئی کہ ہر جاہل صاحب تالیف اور ہر عامی صاحب تصنیف پنگیا اور ایک ایک دنیا طالب مولوی اپنے آپ کو عالم رہائی سمجھنے لگا فقہ کے مسئلوں اور عام ظلم کے فرضی عقیدوں کے اثبات کا نام املاہ کلمۃ اللہ ہو گیا یہاں تک ثنوت پھونچی کہ جو بڑا بکنے والا ہوتا اُسیکو لوگ بڑا مولوی سمجھتے جو سب سے زیادہ خوش گپ ہوتا اُسی کو لوگ مددہ واعظ جانتے جو لوگ جھگڑنے میں خوب مشاق ہوتا وہی معققت کھلایا جاتا جو نہایت فضول اور لغو ہوتا وہی جامع مقول سمجھا جاتا جیسانہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء

میں فرماتے ہیں فصار یسمی المجادل المتکلم عالماً والفاضل المزعرف کلامہ بالمعارات المسجۃ عالماً ہذا ضعف الدین فی قرون سافۃ تکلیف الناس ہزائمک ہذا وقد انتہی الامر الی ان مظهر الانتکار یستهدف لنسبۃ الی البھنوں فالولی ان یشتغل الانسان بنفسه و یسکت یمنی جو شخص جھگڑنے والا بڑی بات چیت کرنے والا ہوتا اُسی کو لوگ عالم جانتے اور جو بیہودہ قصے کہنے والا اور مزخرفات بکنے والا ہوتا اُسی کو سب مولوی سمجھتے پس جبکہ پچھلے اماموں میں دین مایسا ضعیف ہو گیا تو اب اس زمانہ کا حال کیا بیان کیا جاوے نہ اب تو وہ زمانہ آگیا ہی کہ جو ان مولویوں اور عالموں کی باتوں کو نہ مانے وہی تیز ملامت کا نشانہ ہوتا ہی اور جو حق بات زبان پر

تقلید اور عمل بالحدیث بحکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری

تقلید اور عمل بالحدیث

اور استناد کی ایسی عادی ہو گئیں کہ بغیر کسی مولوی کے قول سے اور بغیر کسی عالم کی سند کے کتاب و سنت کی باتوں کا ماننا ہی جاتا رہا اور بجائے قال اللہ اور قال الرسول کے قال زید و قال ہریر پر مدار دیں و مذہب کا آگیا *

اس خرابی نے اس سے زیادہ اُڑ رہی تھی پائی کجاور لوگ حقیقت میں لائق استناد نہ تھے بلکہ جن کے اقوال و اعمال لائق اجتناب کے تھے وہ بھی قابل استناد کے ٹھہر گئے اور اہل بدعت اور منافق اور جاہل صاحب سند ہو گئے اور اگر کسی شہر یا کسی فرقہ یا کسی خاندان میں کوئی نامور ہوا اور اُس کو کچھ لکھنا پڑھنا بھی آگیا اور کچھ تالیف اور تصنیف کرنے سے اُس کی عزت بھی بڑھ گئی تو اُس شہر کے رہنے والوں اور اُس فرقہ اور خاندان کے آدمیوں نے اپنے شہر اور اپنے خاندان کی عزت اسی میں جانی کہ اُسی کی بات کو مانیں اور اُسی کے کہنے پر چلیں پس اُن کے دلوں میں یہ بات ایسی جم گئی کہ اُس کے قول سے بھرتا گویا خدا کے قول سے بھرتا ہی اس لیے وہ اُسی کی باتوں کے مقلد ہو گئے اور قدم قدم اُس کے طریقہ پر چلنے لگے اور اسی طرح سے جب اُس کے مقلد اور تابع زیادہ ہو گئے اور وہ مقتدا اور متبع کسی فرقہ اور فرقہ کا ہو گیا تو پس وہ صاحب الکتاب ٹھہرایا گیا اگر اُس سے کوئی صریح غلطی ہو جاتی یا اُس سے کوئی فعل مخالف کتاب و سنت کے ہو جاتا تو اُس کے مقلدین و اصحاب اُس کی توجیہات کرتے اور اُسکی تالیفات کرتے یہاں تک کہ آخر اُسکے حالات اور سیر میں کتابیں لکھی جاتیں اور اُس کے معجزے اور کرامتیں اور زہد اور پرهیزگاری کی حالتوں میں دنتوں کے دتہر سیاہ کیئے جاتے اور جو کچھ جہرۃ خرافات اُس میں پھرتا اُس کو اُسکے معتقدین اور مقلدین تعرض قرانی کی طرح واجب الاذمان جانتے ہیں اور خدا کی کتاب رسول کے کلام کو چھوڑ کر اُسکو حوز جان بناتے اور ہر مسئلہ اور ہر عقیدہ کے لیے اپنی قال کتاب کو دیکھتے پس بجائے اُس کے کہ جو کچھ اُن کے حضرات نے فرمایا ہی اور جو کچھ اُن کے پیرو و مرشد نے ارشاد کیا ہی یا جو کچھ اُن کے شیخ و بزرگ نے عمل کیا ہی اُسکو کتاب و سنت پر عرض کرتے اور خدا اور رسول کی کتاب کو معیار صحت بناتے اُن بدبختوں نے بوعکس اس کے ساری شریعت اور تمام مذہب کو اپنے ہی پیرو و مرشد کی تالیفات اور اپنے حضرات کے ملفوظات و مکتوبات پر عرض کرنا شروع کیا پس جو کچھ اُس کے مطابق پاتے اُسپر عمل کرتے و سبھی عقیدہ رکھتے جو کچھ اُس کے برخلاف دیکھتے اُسے چھوڑ دیتے اور کتاب و سنت کے امتحان کے لیے اُسکو کسرٹی بناتے پس ایسی حالت

و بد نام کرنے والے طریقہ کا صرف یہی بد اثر نہیں ہوا کہ لوگوں نے ملما و نقھا کے اقوال کو مستند گردانا بلکہ چند ہی روز میں اُسکا یہ ہوا تھا کہ لوگوں نے اگلے ملما و نقھا پر تہمت کرنا شروع کیا اور جو بات انہوں نے اپنی زبان سے نہیں نکالی اور جو چیز اُنکے دلوں میں نہیں آئی اُسکو اُنکی طرف منسوب کر دیا اور اپنی بات قائم رکھنے اور حریف پر عیاری اور نریب سے غالب ہونے پر اقرار بلاتل اور اسناد کا ذبح کا نقل کرنا شروع کیا *

چنانچہ ایک مجلس میں امام احمد حنبل کی وہاں دیکھا کہ ایک شخص بے قید اسامہ ایک امر کو اُن کی طرف منسوب کر رہا ہی اور من نالی عن نالی کہہ کر خاتمہ اُسکا اُن تک کر رہا ہی وہ یہ سنکر غرق جہریت ہوئے اور خاموش رہ گئے آخر اُن سے نہ دھا گیا اور اُس شخص سے کہا کہ میں احمد حنبل ہوں بیٹھے یہ بات نہیں کہی اُس عیار کی چالاک قابل آفرین کے ہی کہ اُسپر تہمت اپنی بات قائم رکھنے اور جہرۃ چھپانے کے لیے کہا کہ تم بڑے احمق ہو کیا تمہی اکیلے احمد حنبل ہو دوسرا اِس نام کا نہیں ہی وہ احمد حنبل جس سے میں روایت کرتا ہوں دوسرے ہیں *

پس جس طرح سے اُس زمانہ میں جبکہ حدیث پر لوگوں کی تہمات توجہ اور اُسی کی سند اور دلیل لائی جاتی تھی بدباعتوں اور عیبت طبعیتوں نے جہرۃ حدیثیں بنالیں اور موضوع احادیث کو صاحب الشریعت کی طرف منسوب کیا اسطرح سے اس زمانہ میں جب علماء اور فقہاء کے اقوال سند میں پیش ہونے لگے اُن مالکوں اور فقیہوں کی طرف جہرۃ جہرۃ باتوں کو منسوب کیا اور تاکہ اُس قول کی رتعت اور عزت زیادہ ہو بقید اسامہ اُسکا سلسلہ من نالی عن نالی کہہ کر صاحب قول تک پہنچا دیا مگر احادیث رضوی کو اِس سبب سے کہ احادیث حقیقت میں قابل استناد کے ہیں اور مدار شریعت کا اُن پر ہی بیچھے معتقدین نے اصلی حدیثوں سے ماعدہ کو دین اور موضوعات کے رسالے لیکھ کر اُن کی غلطی اور موضوعیت کو بیان کر کے تری کو ضعیف سے اور موضوع کو صحیح سے جدا کر دیا مگر امام اور نقھا کے اقوال موضوعہ کو اُن کے اقوال صحیحہ سے جدا کرنے پر اُسطوح کسی نے توجہ نہ کی اس لیے نہ اُن پر مہمت کرنا محض نفور تھا اصلیت کہ بالفرض اگر وہ کلام انہیں کا ہوتا تو وہ کسی پر حجت نہیں ہرکتا تھا اور یہ سبب نہ مہرم ہونے اُن کے اُس کی غلطی پر نقھا غلط کہنا ہی اُس کا اور نہ ماننا اُس کا کافی تھا لیکن سرائے چند معتقدین کے ایسی نقل اور سند سے مرام کو بڑا نقصان پہنچا اور دین میں بڑا رخنہ ڈالیا اگر کوئی طبعیتیں ایسی اسناد

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری تقلید اور عمل بالحدیث

لعنہ ملامت کرینگے اور تحقیق کو بدعت بتلاوینگے اور اسی تحقیق کو خارق اجماع کہینگے اس لیئے وہ اول ہی سے اُس متعصب اور ملامت کرنے والے کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ انتدب لعمام تعصیب

ایہا العاذل الغالی فی العذل من بین زمرۃ الجاحدین المشرق فی التفریق والانکار من بین طبقات المنکرین الغالی من فاعد حل من لسانی عقد الصمت و طرقتی مہدۃ الکلام و قلدۃ النطق ما انت مآثر علیہ من العی من جلیۃ الحق مع اللجاج فی نصرۃ الباطل و تعسین الجہل والتعصیب علی من اثر النزوع قلیلاً من مراسم الطلاق و مال میلا یسیراً من ملازمة

الزم الی العمل بمقتضى العلم طاعاً فی ثیل مایعبدہ اللہ تعالیٰ یہ من تزئینۃ النفس و اصلاح القلب کہ اے ملامت کرنے والے منکرمین تیرے تعصیب کے قلع کرنے پر متوجہ ہوتا ہوں اور اپنی زبان سے خاموشی کی گڑھ کھولتا ہوں اور جس بات پر تو اپنے اندھے پن سے جما ہوا ہی اور باطل کی مدد کر رہا ہی اور جہل کو اچھا سمجھ رہا ہی اُسکو رد کرتا ہوں اور تیرے اُس زور شور اور غل مچانے کو نہیں سنتا جو تو اُس پر کرتا ہی جو کہ ذرا رسم و رواج کی پابندی سے نکلتا اور بھائی بندوں کی رسمیات کو ترک کر کے خاص خدا کے لیئے عمل کرنا چاہتا ہی *

جب امام غزالی اپنے وقت میں پابندی رسم و رواج پر ایسی داد بیداد کرتے ہیں اور اُس سے نکلنے کو جہاد سمجھتے ہیں تو رالے ہر حال ہمارے زمانہ کے کہ اب تو بات بھی زبان سے نکالنا دھوار ہی اور بھائیوں کی رسموں میں سے کسی رسم کا چھوڑنا بھی مشکل نہیں رہی باتیں جو امام غزالی اور بڑے بڑے محققین کہہ گئے ہیں اگر ہم انہیں کو نقل کریں تو ابھی کاڑھوتے ہیں اور ساری برادری سے نکلے جاتے ہیں خیال کرنے کا مقام ہی کہ دین کی بنا کس چیز پر تھی اور کس چیز پر آگئی اور مذهب کی حقیقت کیا تھی اور اب اُس کی کیا ضرورت ہوگئی جب ہم کسی دوسرے دین پر انوس کرتے ہیں تو ہمارا سب سے زیادہ انوس اسی بات پر ہوتا ہی کہ اُس دین کے لوگ اپنے اپنے بانی مذہب کی بات پر عمل نہیں کرتے بلکہ بیچ کے واسطوں اور عالموں کے قراور پر عمل کرتے ہیں اور اپنی اصلی کتاب کو نہیں دیکھتے بلکہ اپنی بیچ کی بھائی ہوئی کتابوں پر چلتے ہیں تو کیسے انوس کی بات ہی کہ جب بھی خرابی ہم میں بھی موجود ہو اور بھی نقص ہمارے دین میں بھی ہوگیا ہو پس اگر ہم اپنے عیب کو ٹدیکھیں اور اپنے دین و مذہب کو اُس نقص سے پاک صاف نکریں تو ہمارا دوسروں پر طعنہ کرنا اور غیر دین والوں کو پرا کھنا عقل اور انصاف کے خلاف ہی *

میں جو کچھ دین کی خرابی ہو سکتی ہی وہ ہوئی اور جو کچھ نریضت میں ان باتوں سے خلل پیدا ہو سکتا ہی ہوا ان چیزوں نے ہر گز کلاموں پر اثر کیا کہ اس کے برخلاف کوئی کلمہ زبان پر لانا نقر کے کلمہ سے کم نہ سمجھا جاتا اور ان باتوں کا مذکر خارق اجماع اور بھتی اور ناسق ٹھرتا پس کیا زمانہ نے انقلاب پایا کہ کتاب و سنت کو لوگوں نے پس پشت ڈال دیا اور اپنے اپنے بزرگوں کے صحیفوں کو سامنے گرلوا اور پھر جتنے کتاب و سنت کا نام لیا اور اُس پر چالنے کا قصد کیا وہ نعل اُسکا بدعت ٹھرا اور جس نے اُن صحیفوں کو واجب العمل جانا اور اُس پر عمل کیا وہ نعل اُس کا سنت قرار پایا —

فاصلہ کل واحد منهم یہاجل حظه مشقوناً نصاریری المعروف منکرا والمکر موروا اس خرابی کا باعث ایک بھت ہی بڑا غلط خیال ہوا جس کو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں ڈالا اور جس کو مقلدین نے عقل و ایمان کی مدد سے نہ نکالا یعنی وہ لوگ جنکی باتوں پر لوگوں نے عمل کیا ٹیک اور پاک تھے اور علم اور ثقہ میں کامل تھے پس اُنکے مقلدین کے دل میں یہ خیال سما یا کہ بس جب ایسے ٹیک اور پاک اور امام اور عالم ایسا کہہ گئے ہیں اور ایسا کرتے رہے ہیں تو ہم نہ کہ اُن کیسے ٹیک ہیں نہ دینا علم رکھتے ہیں کیونکر اُسکے برخلاف چل سکتے ہیں حالانکہ وہ بھت نہ سمجھتے کہ وہ گر ٹیک اور پاک تھے مگر معصوم نہ تھے اور گو وہ عالم اور نقیہ تھے مگر علم لدنی کے عالم نہ تھے چوٹیک اُن پر نازل نہیں ہوتے تھے خدا بے واسطہ اُن پر رحمی نہ کرتا تھا وہ بھی آخر اپنی سمجھ بوجھ ہی سے کام لیتے تھے اور اپنی قدرت اور طاقت ہی کے موافق راق حق پر چلتے تھے اُن سے غلطیوں کا ہونا نہ صرف ممکن تھا بلکہ یقینی اُن سے خطا ہونے کا نہ احتمال ہی احتمال تھا بلکہ ضروری تو پھر باوجود ایسی حال کے اُن کی سب باتوں کو ماننا اور اُن کے کلام میں سے حق و باطل کو جدا نکرتا اور اُن کے اقوال و اعمال کے رطب و یا پس میں تمیز نہ دینا اور سب کو تلقی و القبول کرنا حقیقت میں اُن کو صاحب شریعت اور اپنے آپ کو اُس پر ایمان لانے والا بنانا ہی اگر یہ غلط خیال دلوں میں نہ سماتا تو کبھی تقلید کی ایسی جز مضبوط نہوتی اور یہ خرابی پیدا نہوتی اور جس سیکو خدا نے ترویج دی اور وہ تحقیق پر متوجہ ہوا اُسنے اول اسی غلط خیال کو دل سے نکالا اور تحقیق کے درجہ پر پھونچنے کے لیئے اول اسی زینہ پر قدم رکھا چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی احیاء کے شروع میں پہلے یہی لکھتے ہیں کہ میں اُس کتاب کے لکھنے کا واسطہ زندہ کرنے علوم دین کے ارادہ کیا ہی اور میں نے اپنا مزہ مصم کر لیا ہی اور چونکہ وہ جائز تھے کہ ایسی بات گز سنکر لوگ تعصیب کرینگے اور مقلدین اور جھٹھ شور غل مچاویں گے اور ہر

تقلید اور عمل بالحديث يرم ربيع الثاني سنة ۱۲۸۸ هجري تقلید اور عمل بالحديث

رد کردیا ہی پس صرفی تو تصرف کی برکت سے اور محققین تحقیق کے سبب سے اور زاہد اور متورع اپنے زہد کے ذریعہ سے محفوظ رہے اور اُنکے اقوال پر عمل کرنا سبب بہتوں کی مخالفت کے جائز تھا مگر پس اگر ہم ایسی حالت میں کتاب و سنت کو ہاتھ پر نہ اُٹھالیں اور اپنے دل سے ان سب باتوں کو نکال کر خدا اور رسول کے کلام پر رجوع نہ کریں تو حقیقت میں ہم دین کو شرم کے ہاتھ پر بیچنے والے اور خدا کو پابندی رسم و رواج کے سبب سے چھوڑنے والے اور اپنے دل کو نور ایمان سے خالی کرنے والے ہونگے اسی حالت کو دیکھ کر امام غزالی اعیان میں فرماتے ہیں کہ تلو یغترک نزل من یقول الفتری مواد الشرع ولا یعرف ماله الا بعمم الخلاف و انما یشغل به من یشغل بطلب الصیت والنجاة کن من

شیاطین الجن فی امان واحترز من شیاطین الانس فانهم اراحو شیاطین الجن من الناس فی الافرام والاضلال یعنی مع مغرور ہو اس قول پر فقہاء کے کہ فتری شرع کا ستون ہی اور اُس کی ملٹوں کا بشیر عالم کلام کے جاننا دشوار ہی ایسی باتوں پر رہی مترجمہ ہوگا جس کو دنیا کی عزت اور شہرت منظور ہوگی پس ایسے شیطانوں کے ہوتے ہوئے اصل شیطانوں سے بیخبر ہو جائے اور اُن کا خوف نہ رکھو اس لئے کہ ان شیاطین الانس نے اصل شیطانوں کو سلا دیا ہی اور اُن کی خدمت اپنے ذمہ لیکر لوگوں کو گمراہ کر کے اصل شیطانوں کو چلن دیدیا ہی کہ وہ تو سوتے ہیں اور یہ اُن کا کام کرتے ہیں اور مثلاً سیکے اُوڑ محققین نے بھی فرمایا ہی جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجة اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ فتنة هذا الجدل والخلاف والتمسق قریبة من الفتنة الاولى حین تشاجروا فی الملک و انتصر کل رجل لصاحبه نکما عاقبت تکتب ملکا مضرًا تکتب عاقبت هذہ جهلا و اختلاطا و شکوکا و هما مالها من ارجاء منشآت بعدهم قرون علی التقلید الصرف لا یميزون الحق من الباطل ولا العدل من الاستیفاء فانقیض یوم منذ هرا سرخاوا المستحق الذي حفظ اقوال الفقهاء قریباً و ضعیفها من غیر تمیز والمحدث من عدا الاحادیث صحیحها و سقیمها و هذا هاتھنی الاسماء بقرة العیة ولا

اتول ذالک ظلماً مطرداً فان الله طائفة من عبادة لا یضرم من خذلهم و هم حجة الله فی ارضه و ان قرا رالم یات قرون بعد ذالک الا ورائہ

ثقة و اوزن تقلیداً و اشد انتزاعاً للامانة من صدور الرجال حتی اعلمنوا یشترک الضرض فی امر الدین بان یقولوا انا وجدنا اباؤنا علی

أمة و انا علی اثارهم مقتدون یعنی جو ثنہ علم جدال و کلام کے سبب سے علماء نے پیدا کیا اور جو نسان ان کے تکلفات سے دین میں پیچھا رہا اس ثنہ سے کم نہیں ہی جو کہ ملک و ریاست میں ہوا تھا جس طرح پر اس جگہ کے کا یہ نتیجہ ہوا کہ بعد اس کے سلطنت قائم و جبر کی

اس زمانہ میں جب ہماری زبان سے کوئی بات خلاف کسی مشہور عالم یا نامی محدث کے نکلے تو ہمیں ملامت کے تیروں کی پورچاز ہوتی ہی اور ہمارا نام منکر علماء اور دشمن فقہاء مشہور ہوتا ہی کوئی یہ خیال نہیں کرتا کہ ایک ہو عالم کی مخالفت کا کیا ذکر ہی اگر سارے عالم کے علماء سے مخالفت ہو لیکن ہمارا قول یا فعل کتاب و سنت کے موافق ہو تو ہم اُس ثواب کے مستحق ہیں جو کہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے کو ہوسکتا ہی پس ہم کو ہمیشہ خدا و رسول کی مخالفت کا خیال رکھنا لازم ہی نہ علماء فقہاء کی مخالفت خدا اور خدا کو قیامت کے دن اُسی کی مخالفت کا جواب دینا پڑیگا نہ زید و عمرو کی مخالفت کا *

ہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہی کہ سارے علماء اور کل فقہاء اُس کا کسی ایسے امر پر اجماع کرنا جو بالکل مخالف کتاب و سنت کے ہو غیر ممکن سا معلوم ہوتا ہی چنانچہ ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ارب بیان کیا وہ صرف فرضی صورت ہی لیکن ہم ایک بات بھی ایسی زبان پر نہ لارینگے جسکی مخالفت کل علماء اور فقہاء سے ثابت ہو بلکہ وہی بات کہیں جسکی سند اُوڑ محققین کے قولوں سے ہوتی ہو مگر اس اصل کو ہمارے پاس کچھ جواب نہیں ہی جسکو فقہاء نے راجح اور مرجح سے تعبیر کیا ہی یعنی جسکو بہت سے مولویوں نے مانا اور قول تو واجب العمل ہی اور جسکو چند محققین نے مانا وہ واجب التکرر ہی گو وہ کیسا ہی عمدہ اور اچھا ہو چنانچہ اس امر کو ہم ایک ملحدہ بحث میں بیان کریں گے *

اصل یہ ہی کہ جب کسی امر کا دینی ہو یا دنیوی رسماً کامل طور پر رواج ہو جاتا ہی اور سب یا اکثر آدمی پابند اُسکے ہوجاتے ہیں تو وہ حقیقتہً اُس سے مخالفت کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہی اور اُسکی تردید پر وہ کو امر نہایت ہی صحیح اور درست ہو رہ شخص آمادہ ہوجاتا ہی اور اُس مخالفت کی دلائل کو گو وہ کیسی ہی سچی اور اچھی ہوں نہایت ضعیف سندوں سے ہو متنفس باطل کرنے پر مستعد ہوتا ہی *

مثلاً ہم اگر تقلید کے التزام کو برا بتھیں تو اول یہی اعتراض ہوگا کہ خلاف اجماع ہی جب اس قول کو بھی ہم رد کردیں اور بڑے بڑے مؤرخوں اور محققوں اور اماموں کی سند لائیں تو یہ جواب ہوگا کہ نالی بزرگ تو صوفی تھے اُنکی باتوں کو کون سمجھے اور فلاں صاحب بڑے معتقد تھے اُن کی سی تحقیقات کسکو نصیب ہو اور فلاں شخص بڑے متورع اور پرهیزگار تھے اُنکا سا زہد کسے حاصل ہو اور سوائے نامی گرامی لوگوں کے اُوڑ لوگ جو وہ جاویں اُنکی نسبت یہ کہدیا جارے کہ وہ بدعتی اور ناسق تھے ہمارے علماء نے اُنکے کلام کو

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۴۸۸ ہجری تقلید اور عمل بالحدیث

استفراج مسائل کرتے ہیں اور مثلاً امام شافعی وغیرہ کے اُرا سے اصول میں مخالفت نہیں کرتے مگر بلاحااصل مقررہ اُنکے احکام میں اُنسے مخالف ہوجاتے ہیں *

تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کہلایا جاتا ہی اس طبقہ میں وہ لوگ داخل ہیں جو اپنے امام کی کسی شی میں مخالفت نہیں کرتے نہ اصول میں نہ فروع میں اُنکو استفراج مسائل کی قدرت نہیں ہوتی مگر جن مسائل کو صاحب مذہب نے صاف بیان نہیں کیا اُن کو اپنے امام کے مقرر کیئے ہرئے اصول اور قواعد کی پابندی سے استنباط کرسکتے ہیں اس طبقہ میں داخل ہیں خفاف اور ابو جعفر طحطاوی اور ابوالحسن کرخی اور شمس الاثمہ حارانی اور شمس الاثمہ سرخسی اور نظراسلام بزدی اور نظراالدین قاضی خاں وغیرہ *

چوتھا طبقہ اصحاب تشریح کہلایا جاتا ہی اس طبقہ میں وہ مقلدین داخل ہیں جو کسی قسم کے اجتہاد کی قدرت نہیں رکھتے اصول اور قواعد کا پٹانا اور مسائل کا استفراج کرنا اور پچھلے طبقہ سے مخالفت کرنا کیسا وہ کیطرح پر اجتہاد کا نام ہی نہیں لیسکتے مگر بسبب ضبط رکھتے اصول اور قواعد کے اُن کو یہ قدرت ہوتی ہی کہ وہ کسی قول مجملہ فروعیت کی تفصیل اور کسی حکم مبہم مہتمل امرین کی تشریح کردیں مگر رہی قول اور وہی حکم جو کہ صاحب مذہب سے یا اُن کے اصحاب سے منقول ہو اور اس میں اُن کو اپنے امام کے اصول پر نظر رکھنا اور اُسی قسم کی دوسری فروع پر تیس کرنا اور دیگر نظائر اور امثال کا خیال رکھنا ضروریات سے ہی اس طبقہ میں امام رازی اور مثلاً اُن کے از شخص داخل ہیں اور جو ہدایہ میں لکھا ہی کہ تذاوی تشریح الکرخی و تشریح الرازی وہ اُسی قبیل سے ہی *

پانچواں طبقہ اصحاب ترجیح کہلایا جاتا ہی یہ وہ مقلدین ہیں جو بعض روایات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں مثلاً ابوالحسن قزوینی اور صاحب ہدایہ وغیرہ کے جن کو اس کہنے کی قدرت ہی کہ ہذا اولیٰ ہذا اصح ہذا ارق الناس *

چھٹا طبقہ اُن مقلدین کا ہی جو کہ قوی اور ضعیف کی تمیز میں قدرت رکھتے ہیں اور اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کی نقل نہیں کرتے مثلاً صاحب کنز اور صاحب مفتاح اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع وغیرہ اہل متون کے *

ساتواں طبقہ اُن مقلدین کا ہی جو اس کی بھی قدرت نہیں رکھتے اور مرتبہ دلیہ میں کچھہ تمیز نہیں کرسکتے *

اب جو شخص ان طبقات فقہا پر غور کرے وہ خود سوچ سکتا ہی کہ فقہ کی ابتدا کیا تھی اور انتہا کیا ہوئی زیادہ تشریح کی کچھہ

قائم ہوئی اصطلاح پر اس کلام و جدال کا یہ نتیجہ ہوا کہ جہاں اور شکریہ اور توحفات کی ایسی زیادتی ہوگئی جسکی کوئی حد نہیں اور پھر کتر ایسا زمانہ آگیا جس میں لوگ بعض تقلید پر قانع ہوگئے اور حق کو باطل سے جدا نکرسکے فقہاء وہ کہلانے لگا جو اقوال فقہا کو ایجاد کرکے بیہودہ بکے اور تکلف کی باتیں کرے محدث وہ کہتے لگا جو کہ اخادیث صحیحہ اور غلط کو حفظ کرکے ہے سمجھے درجہ کہانیں کیطرح نقل کرے اور سوائے چند شاخ آدمیوں کے جو خاص خدا کے بندے تھے اور جو کسی کے ذلیل کرنے سے ذلیل نہیں ہوسکتے تھے بلکہ وہ خدا کی زمین میں اُس کی حصص تھے سب کے سب ایسے ہی ہوگئے اور پھر جو زمانہ آتا گیا اُس میں تثنہ بڑھتا ہی گیا اور تقلید کو زور دہر رہتا گیا یہاں تک کہ آخر کار معاملات دینی میں تحقیق کرنے کی عادت ہی جاتی رہی اور بزرگوں کی رسموں ہی پر بندداری وہ گئی *

جو کہ میں اس مقام پر تقلید کے کمال اور تحقیق اور اجتہاد کے ترک ہونے کا حال بیان کر رہا ہوں اس لئے وہ تنذات جو علم اور تحقیق نے اس تقلید کے سبب سے پائے اُسکر ایک بڑے طبقہ کے قول سے ثابت کرتا ہوں *

محقق ابن کمال بلغانے فقہا کے طبقات کو جسطور پر ذکر کیا ہی اُسے میں نقل کرتا ہوں تاکہ ثابت ہو کہ تقلید میں بھی کتنے درجے اُس طبقہ نے قائم کیئے ہیں محقق موصوف نے فقہاء کے ساتھ طبقہ بیان کیئے ہیں *

پہلے طبقہ کا نام مجتہدین فی الشوع ہی جسکا کام ہی استفراج کرنا مسائل کا کتاب و سنت سے اور قائم کرنا قواعد اور اصول کا واسطے استفراج مسائل کے *

اس طبقہ میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم داخل ہیں *

دوسرے طبقہ کو مجتہدین فی المذہب کہتے ہیں اس طبقہ میں وہ لوگ داخل ہیں جو مجتہدین فی الشوع کے بنائے ہوئے اصول اور قواعد کی تقلید کرتے ہیں اور یہ تسلیم اُن قواعد اور اصول کے احکام اور مسائل کا استفراج کرتے ہیں اور گر کہ اس طبقہ کے لوگ مجتہدین فی الشوع سے بعض احکام نروہی میں مخالفت کرتے ہیں مگر وہ جس مجتہد اور امام کے اصول پر چلتے ہیں اُسی کے مذہب میں داخل سمجھے جاتے ہیں اور معارضین فی المذہب سے ملحدہ سمجھے جاتے ہیں مثلاً قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ علیہما اور دیگر یاران امام ابو حنیفہ اس طبقہ کے لوگ ہیں اُسیلئے کہ وہ اُنہیں اصول سے جو امام ابو حنیفہ کے قائم کیئے ہوئے ہیں + شامی حاجیہ در مختار —

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری تقلید اور عمل بالحدیث

مذاب دیجاتی ہی پس مطلب یہ تھا کہ یہ وہ اُس کے لیئے روتے ہیں اور وہ اپنے مذاب میں مبتلا ہی نہ رہے مطلب ہی جو راہی سمجھا اور جس سے مذاب کو رونے کا معارف سمجھ کر ہر مردہ کی نسبت اس حکم کو عام تصور کیا *

ساتویں علت حکم میں اختلاف ہونا

یعنی پیغمبر صاحب نے کوئی حکم دیا یا کوئی کام کیا اور دیکھنے والوں نے اپنے نزدیک اُس کی علت + اور وجہ قایل کی اور اُس میں اختلاف ہوا مثلاً پیغمبر صاحب ایک جنازہ کو دیکھ کر کہے ہوئے تھے کہ قیام کی علت تعظیم ملائکہ خیال کی کسی نے ہول موت اُس کی علت سمجھی اور اپنی اپنی سمجھ کے موافق اُس کی تعظیم اور تفصیص پر رائے قایل کی *

آٹھویں دو مختلف حدیثوں کے

جمع کرنے میں اختلاف ہونا جو کہ عادات اور مباحثات اور سنن میں ایک ہی امر کی پابندی حضرت کو نہ تھی اور احکام میں بھی تسمیوں اور اصلاح مناسب ہوتی رہتی تھی اصلئے جو قول یا فعل یا حکم مختلف ہوتا اُس کے تراویق میں صحابہ میں اختلاف ہوتا کوئی اباحت کو بہ سبب ضرورت کے اور نہی کو پرچہ اقتضاء ضرورت کے خیال کرتا کوئی ایک کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ سمجھتا اور جو صحابی صاحب فراست اور صاحب علم تھے وہ عادات کو عبادات سے اور سنن کو واجبات سے جدا کرتے اور ایک کو دوسرے میں نہ ملائے اور جو اس میں تمیز نہ کرتے وہ سب کو عبادات اور واجبات ہی خیال کرتے اختلاف عادات کو اختلاف فی العبادات جانتے * جو کہ ہم اختلاف مذاہب کا سبب بھی بیان کر چکے اس لیئے ہم اُس فرق کو بیان کرتے ہیں جو اجتہاد اور عمل بالحدیث میں ہی *

عمل بالحدیث اور اجتہاد میں

جو فرق ہی اُس کا بیان

ہے۔ لوگ ایسے ہیں کہ جن کو عمل بالحدیث اور اجتہاد میں فرق نہیں معلوم ہوتا بلکہ جب وہ سنتے ہیں کہ جو لوگ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور اصحاب حدیث کہلاتے جاتے ہیں اُن مسائل کو جن کی تصریح حدیث میں نہیں ہے اپنے قیاس سے استخراج کرتے

+ یہ خرابی اس لیئے ہوتی ہے کہ علت کا علت ہونا نص سے قرار نہیں دیا بلکہ اپنی سمجھ سے قرار دیا ۔

دوسرے ترک اجتہاد یعنی صحابی کا اپنے اجتہاد سے بھر جانا مثلاً صحابی نے کسی امر میں اجتہاد کیا اس سبب نے کہ کوئی حدیث اُس کو نہ پہنچی تھی اور پھر اُس کو کسی سے وہ حدیث پہنچ گئی تو اُس نے اپنے اجتہاد کو ترک + کیا اور حدیث پر عمل کیا لیکن جن لوگوں نے پہلے اجتہاد کو صحابی کے سنا اور اُس سے رجوع کرنے کی خبر اُسے نہائی اُس نے صحابی کے پہلے ہی قول پر عمل کیا *

تیسرے اشتباہ فی الحدیث یعنی حدیث

کی صحت میں شک رہنا اور اُس پر کسی صحابی کا عمل نہ کرنا یہہ تر کوئی صحابی نہیں کہہ سکتا تھا کہ باوجود صحت کسی حدیث کے اُس کو ترک کرتا اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتا مگر جب راہی کسی حدیث کا ضعیف اور قابل کامل اعتبار کے نہ ہوتا تو صحابی اپنے اجتہاد پر قایل رہتے اور اُس حدیث کو صحیح نہ جانکر اُس پر عمل نہ کرتے اور بعض حدیث کا نام سنتے ہی اُس پر عامل ہوجاتے اور اُس کے ضعف اور قوت کو نہ دیکھتے *

چوتھے سمجھ میں اختلاف ہونا یعنی

چند صحابیوں نے پیغمبر خدا کو ایک کام کرتا ہوا دیکھا کسی نے اُس کو عبادت پر کسی نے اُس کو عادت پر کسی نے اُس کو قربت پر کسی نے اُس کو اباحت پر موصول کیا اور اس سے باہم اختلاف ہوا *

پانچویں سہو و نسیان یعنی کسی صحابی نے

کو خرد پیغمبر صاحب سے کچھ سنا یا کچھ کرتے دیکھا مگر اُسے یاد نہ رہا اور بھول گیا *

چھٹے اختلاف ضبط یعنی پیغمبر صاحب نے

کسی امر میں کچھ فرمایا یا حکم دیا اور کوئی صحابی اُس کا مطلب اُڑھ ہی کچھ سمجھا جیسا کہ حضرت عمر یا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مردہ کو اُس کے گھر والوں کے زونے سے مذاب ہوتا ہے کہ اس حدیث کو سنکر حضرت عائشہ نے کہا کہ یہہ صحیح نہیں ہے اور راہی نے غلطی کی ہے بلکہ حقیقت اسکی یہہ ہے کہ پیغمبر صاحب ایک یہودیہ کے جنازہ پر گذرے کہ اُس کے گھر والے روتے تھے حضرت نے فرمایا کہ یہہ تر روتے ہیں اور وہ قبر میں

+ اور یہہ بھی ممکن ہے کہ خرد اُس اجتہاد میں کچھ نقص پایا اور اُس کو چھوڑ دیا ۔

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ھ ہجری • تقلید اور عمل بالحدیث

اگر اس سے بھی مطلب نہ نکلتا یعنی اس مسئلہ کا اقوال صحابہ و تابعین سے حال معلوم نہ ہوتا تو وہ قیاس کرتے مگر انکا قیاس منطقی قیاس کی مانند نہ ہوتا تھا اور اُس کے لئے کچھ دقیق اصول اور مشکل قواعد کی پابندی نہ تھی بلکہ انکا قیاس یہ تھا کہ وہ عموماً کتاب و سنت اور اُس کے اشارات اور مقتضیات پر تامل کرتے اور صرف اپنے یقین اور اطہان قلبی پر لحاظ کرتے اُسکی حد تک نکال لیتے اور جو میں وہ حد پاتے اُسپر وہی حکم لگاتے اور اگر مسائل کی نظیریں اور مثالیں دیکھ کر اپنا کام چلا لیتے *

یہ طریقہ انکا ٹھیک ٹھیک اصحاب رسول کا سا تھا اور یہی قاعدہ استخراج مسائل کا صحابہ میں جاری تھا اور اُس کے ثبوت میں ہزارہا اقوال صحابہ کے موجود ہیں جنہیں سے کچھ کچھ ہم آئندہ بیان کریں گے *

غرض کہ اس طور پر مسائل کے استخراج کرنے والے اصحاب حدیث کہلائے گئے اور چونکہ وہ کسی اصول اور کسی قاعدہ کی پابند نہ رہے اس لئے انکا قیاس بھی قیاس اور رائے میں داخل نہوا چنانچہ ایسی کردہ میں سے ہوئے ہیں عبدالرحمن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید اور یزید بن ہارون اور عبدالرزاق اور مسدد اور ہشام اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور فضل بن دین اور علی مدنی وغیرہ کہ یہ سب اصحاب حدیث میں داخل ہیں *

اس بات کے سننے سے بھی لوگوں کو تعجب ہوا کہ اتنی حدیثیں کہاں سے ملی رہنگی جن سے سب مسائل نکل آئے ہوں اور بغیر اس قیاس اور رائے کے جسے مجتہدین نے اختیار کیا انکا کام چلا ہو لیکن انکا تعجب اس سے رفع ہو سکتا ہے کہ وہ انکی کتابوں کو دیکھیں اور جو کچھ محدثین انہوں نے احادیث کے جمع کرنے میں اپنے اوپر اٹھائیں اُسپر خیال کریں تاکہ انکو معلوم ہو کہ جن لوگوں نے اس قاعدہ پر فقہ کی تدوین کی ہے انکو کوئی ایسا مسئلہ جسکو اگلے لوگوں نے نکالا تھا یا انکے وقت میں مجتہدین نے قیاس سے استخراج کیا تھا ایسا نہ ملا جو میں کوئی حدیث مرفوعہ یا متصلہ یا مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا لائق اعتبار نہ ملی ہو یا خلاف راہدین کے آثار اور فقہاء نامی کے اقوال سے اُسکا ثبوت نہ ہوتا ہو یا انکے عموماً اور اشارات سے اُسکا استنباط نہ ہو سکتا ہو بیشک اس میں یہ بھی دقت تھی کہ بہت سی احادیث جمع کرنی پڑتیں اور انکی تصحیح اور تنقیح کی مصنف اٹھانی پڑتی، اور انکے خاص اور مندرجہ کا لحاظ رکھنا اور جو مختلف حدیثیں ہوتیں انکا اختلاف دور کرنا یا اُسکے وجوہات کا دریافت کرنا پڑتا *

ہیں اور جو لوگ اجتہاد کرتے ہیں اور اصحاب الرائے کہلائے جاتے ہیں وہ بھی اُن مسائل میں جو بمصریح کتاب و سنت میں موجود ہیں اجتہاد نہیں کرتے اور اُسی پر عمل کرتے ہیں اور دونوں کا ماخذ کتاب و سنت ہی اور دونوں کو قیاس سے کام لینا پڑتا ہے تو یہ دونوں میں ما بالامتیاز کیا ہے اس لئے دونوں میں جو فرق ہے اُس کو میں بیان کرتا ہوں *

اگلے زمانہ میں یعنی تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں در قسم کے عالم تھے ایک تو وہ جو رائے اور قیاس سے بہت بچتے تھے اور قوی اور استخراج سے بہت دُرتے تھے اور سوائے اشد ضرورت کے استنباط کرنے کو پسند نہ کرتے تھے انکی ساری ہمت اس طرف مصروف رہتی تھی کہ احادیث نبوی کی روایت کریں اور چنانچہ ہر ایک تمام احکام اور مسائل کو انہیں سے ثابت کر دیں اور وہ اسی واسطے احادیث کے جمع کرنے میں بہت سی مصہف کرتے تھے چنانچہ جب انہوں نے احادیث کو جمع کر لیا اور قوی کو مصلحہ کر لیا تو انہوں نے کتاب و سنت ہی کو اصول استخراج مسائل کا ٹھہرایا اور اُسی کی تصحیح اور تنقیح کے لئے قواعد مقرر کیئے تاکہ معلوم ہو چارے نہ کونسی حدیث اصلی ہے اور کونسی بے اصل ہے *

پس اس طبقہ کے لوگوں کو جب ضرورت کسی مسئلہ کی ہوتی تو وہ قرآن سے رجوع کرتے اگر اُس سے بصر احکام نکل آتا تو پھر کسی اور طرف توجہ نہ کرتے اگر اُس سے معلوم نہ ہوتا یا اُس میں اور احتمالات ہوتے تو وہ سنت پر رجوع کرتے اور جو کچھ حدیث میں پاتے اُسپر عمل کرتے اور حدیث پر عمل کرنے کے لئے نہ وہ اسکا لحاظ کرتے کہ اگر فقہاء اُسپر عمل کرتے ہیں یا نہیں اور سب لوگ اُسپر چلتی ہیں یا نہیں اور مجتہدین کا اجتہاد اُسکے مطابق ہے یا نہیں بلکہ وہ اُسکی بھی پورا تہ کرتے کہ صحابہ اور تابعین نے بھی اُسپر عمل کیا ہے یا نہیں بلکہ اگر کوئی حدیث ایسی ہوتی کہ ایک ہی شہر کے لوگ اُس سے واقف ہوتے یا ایک ہی گھر کے لوگ اُسپر مائل ہوتے پس وہ اپنے عمل کی سند کے لئے اُسے لیتے اور سوائے اسکے کہ وہ حدیث کی مصحح ثابت کر لیں اور کسی طرف توجہ نہ کرتے اور نہ کسی اصول اور کسی قاعدہ کی پابندی کرتے *

اگر حدیث سے اُسکا پتہ نہ چلتا تو وہ صحابہ اور تابعین کے اقوال پر نظر کرتے پس اگر اُس بات پر جوہر صحابہ اور تابعین کو متفق پاتے تو نہہا ورنہ بلا لحاظ کسی قوم اور کسی شہر اور کسی فرقہ کے جسکو وہ اپنے نزدیک زیادہ عالم اور فقیہ اور متقی جانتے اسکے قول کو اختیار کرتے *

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ھ مجری تقلید اور عمل بالحدیث

میں داخل تھے اور جن کی حدیث کو محدثین مصنفین پایہ امتیاز سے ساقط جانتے تھے اُن کو اُنہیں نے جمع کر دیا اور آثار مصابہ اور تابیین کو اور احبار بنی اسرائیل کو اور نظم حکماء اور وعظ کو بھی اُس میں شامل کر دیا چنانچہ عدد حدیث اِس طبقہ کی وہی ہے جو کہ ضعیف مضمحل ہو اور موضوعات کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہی چنانچہ یہی طبقہ مادۃ ابن جریر کی کتاب موضوعات کا ہی *

پانچویں طبقہ میں وہ لوگ داخل ہیں جنہوں نے اُن باتوں کو جو فقہوں اور صرفیوں اور مروروں کی زیانوں پر تھیں اور جن کی کچھ اصل چاروں طبقات میں نہ تھی لیکن حدیث میں داخل کر دیا اور انہیں احادیث پر اعلیٰ بدعت اور معتزلہ وغیرہ نے سند کر کے اہل سنت پر اعتراضات کرنا شروع کیا اور بہت سے عالموں نے دھوکا کھایا خصوصاً اُن حدیثوں میں جن کو ہوشیار دنیا طلب عالم نے قوی اسناد سے اُس میں داخل کر دیا اور جنکو کلام بلیغ اور نصیح کے پیرایہ میں ادا کیا تو اُن احادیث سے سوائے بڑے محقق محدث کے ہر شخص نے دھوکا پایا جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں و منها مادۃ الماجن فی دینہ العالم بلسانہ ذاتی باسناد قوی لا یکن الصحیح فیہ و کلام بلیغ لایمد صدرہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فانار فی الاسلام مصیبة عظيمة لکن الجہادۃ من اہل الاحادیث یزیدون من ذلک علی المتابعات والشراد فتنک الاستار و یظاہر العوار غرضکہ سوائے چوتھے اور پانچویں طبقہ کے باقی طبقات اہل حدیث کے ایسے ہیں کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں اُس پر عمل کرنے سے آدمی اہل حدیث ہوسکتا ہی اور اپنی فقہ اور مسائل کا مدار طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کی کتابوں پر کرسکتا ہی اور جو لوگ ایک اصحاب حدیث تھے اور انہیں اُن کا سی پر عمل تھا اور ہی *

یہ کیفیت جو باختصار ہم نے اہل حدیث کی بیان کی سمجھنے والے کے لیئے اصحاب حدیث کے طریق تدریس فقہ کے لیئے کافی ہی اسلیئے اب ہم مجتہدین اور اصحاب الرائے کے طریق اور اُنکے اصول کو بیان کرتے ہیں *

اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ اگلے زمانہ میں درسم کے لوگ تھے ایک وہ جو رائے اور قیاس سے بہت بچتے تھے اور تقویٰ استغراج سے بہت ڈرتے تھے اور حدیثوں کی جو جمع کر کے اُنہیں سے مسائل نکالتے تھے اور اس فرقہ کو اصحاب حدیث کہتے تھے چنانچہ اسکا حال اوپر مذکور ہو چکا *

دوسری قسم میں وہ لوگ داخل تھے جو کہ تقویٰ اور استغراج ہی کو دین سمجھتے تھے اور رائے اور قیاس سے مسائل کا اجتہاد کرنا ہی

جو کرئی اصحاب حدیث کی فقہ کی تدریس پر غور کرتا ہی اُسکی آنکھوں کے سامنے بہت سی عجیب غریب باتیں ہوتی جاتی رہیں اور اُسکے دل پر فزون احادیث پر تامل کرنے سے ایک اُوڑ ہی قسم کی تاثیر ہوتی ہی *

اندرس ہی کہ جس مضمون کو ہم نے لکھنا شروع کیا ہی اُسکے لیئے دفتر کے دفتر چاہیئے اور اگر مختصر طور پر بھی کچھ کچھ ہم لکھیں تو بھی ایک بڑی کتاب ہو جائے اور ہم چند صفحوں میں اُسے ختم کیا چاہیئے ہیں اِس لیئے بہت ہی مختصر طور پر اب ہم اُس کو بھی بیان کرتے ہیں کہ اصحاب حدیث نے تدریس فقہ کے لیئے کیا طریق اختیار کیا اور پھر اُسکے کتنے درے اور طبقے ہو گئے * پس پہلا طبقہ اہل حدیث کا وہ تھا جس نے احادیث کو جمع کیا اور فقہی مسائل کا اُسپر مدار رکھا اِس طبقہ کے لوگوں کے نام اوپر ہم لکھے چکے ہیں پھر دوسرا طبقہ وہ تھا جس نے حدیث کے دوسرے دن پر توجہ کی یعنی اُن حدیثوں کو جنکی صحیح پر بڑے بڑے اہل حدیث کا اجماع تھا ملاحظہ کیا اور اُن حدیثوں کو جو متعلق فقہ کے تھیں جن پر شہرور کے فقہاء اور تصبروں کے عالم اپنا مذہب چلاتے تھے جدا کر کے ہر حدیث کو با امتیاز اُسکے اقسام کے ترتیب دیا اِس طبقہ میں امام محمد اسمعیل بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور عبد بن حمید اور جارمی اور ابن ماجہ اور ابو العالی اور ترمذی اور نسائی اور دار قطنی وغیرہ داخل ہیں *

تیسرے طبقہ میں وہ لوگ داخل ہیں جو بخاری اور مسلم کے پہلے تھے یا اُن کے زمانہ میں یا اُن کے بعد ہوئے اور جنہوں نے مسانید اور جوامع اور مصنفات کو تالیف کیا اُنہوں نے جو حدیث پائی اُسے جمع کر دیا نہ اُسکو چھانٹا نہ اُس میں اقسام حدیث کو بیان کیا نہ اُسکی کچھ ترتیب ایسی کی کہ جسپر عمل آسانی سے ہوسکے اور پھر پیچھے بھی محدثین نے اُس کی صحت اور ستم پر چنداں توجہ نہ کی چنانچہ اِسی طبقہ میں ابو علی اور طحاوی اور بیہقی اور عبد الرزاق اور ابی بکر ابن شیبہ اور عبد بن حمید اور مجدلی اور طبرانی ہیں *

چوتھے طبقہ میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے بہت عرصہ کے بعد حدیث کی کتابوں کا لکھنا شروع کیا اور جو حدیثیں پہلے اور دوسرے طبقہ میں جمع نہ رہیں اور مسانید اور جوامع میں چھپی ہوئی پڑی تھیں یا اُن واعظوں اور خورش گپ مالموں کو یاد تھیں جو ضعفاء

* اِس کی تفصیل ہم نے ایک ملاحظہ مضمون میں جو یہ نسخہ کتابوں کے لکھا ہی کی ہی بڑے بھی مقرب انشاء اللہ تعالیٰ چھپیکا =

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری تقلید اور عمل بالحدیث

اچھا ہوتا ہے اور فقہ کو دین کی بنا کہتے تھے اور اُسکے پھیلتے ہی کو دین کا پھیلنا سمجھتے تھے اور احادیث نبوی کا بہت لحاظ کرتے تھے اور اُس میں کمی بیشی ہوجانے سے بہت کرتے تھے اُنکا قول تھا کہ ہم پیغمبر صاحب تک اپنے مسائل کا سلسلہ نہیں پھونچاتے بلکہ اُنسے پیچھے ہی پر ختم کردیتے کو پسند کرتے ہیں تاکہ جو کچھہ نقصان یا زیادتی ہو وہ انہیں لوگوں کی گردن پر رہے ہم مواخذہ سے محفوظ رہیں چنانچہ ابراہیم نخعی کا مقلد تھا کہ قال عبد اللہ و قال علقمہ اصحاب الیوم کا یہ کہنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہی کہ کہا عبد اللہ نے ایسا اور کہا علقمہ نے ریسہ پس ان لوگوں کو جب ضرورت فقہ کی تدریس کی ہوئی تو اُنکے پاس اتنی حدیثیں پیغمبر کی اور آثار صحابہ نے نہ تھے جس سے وہ اپنے مسائل کو اُس سے نکال سکیں اور صرف اُنہیں چند آسان اصول کی یاد دہی سے جن سے اہل حدیث احکام نکال لیتے تھے اپنا کام چلا سکیں اُنکے دلوں نے اس بات کو بھی قبول یا پسند نہ کیا کہ وہ اپنے اپنے شہروں کے علماء اور فقہاء کے قولوں کے پابند نہ رہیں اور اُڑ شہروں اور مقاموں کے فقہاء اور علماء کے اقوال کی تحقیق کر کے اُن سب کو ملاویں اور اُنسے بحث کر کے اپنا کام نکالیں بلکہ اُنہوں نے اپنے آپ کو ہر اے کسر نفسی اس لائق نہ جانا اور اپنے اماموں اور اُستادوں کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا ہوا سمجھ کر اوروں کی طرف رجوع کرنا یا اُنکے اقوال کو تحقیق کرنا نکل صیغ تصور کیا اور اپنے وقت کو اپنے ہی شہروں کے علماء اور اپنے ہی اُستادوں اور اماموں کے اقوال پر قناعت کر لینے پر ختم کر دیا چنانچہ کسی نے کہا کہ عبد اللہ سے زیادہ کُربی محقق نہیں ہی کسی نے کہا کہ علقمہ سے اچھا کوئی نہیں ہی فرض کہ ایسے لوگوں کے پاس مادہ احادیث اور آثار کا بہت سا نہ تھا اور اُنکا علم چند شخصوں ہی کے علم پر محدود تھا پس جب ایسے لوگوں کو فقہ کی تدریس کی ضرورت ہوئی اور خدا نے اُنکو ذہن کی تیزی اور عقل کی چالانی ایسی دی تھی کہ وہ اپنی فطانت اور نراست اور سرعت انتقال سے تفریع مسائل کی قدرت کامل رکھتے تھے اور چند ہی اصول سے وہ بے انتہا جزئیات نکال سکتے تھے تو اُنہوں نے اپنے ہی اصحاب اور یاروں اور اُستادوں کے اقوال اور احادیث کو مدار فقہ کا بنایا اور اُسی تہذیب سے سوامیہ سے فقہ کی فراہ کر پڑھانا چاہا تو اُنہوں نے فقہ کو تفریع کے قاعدہ پر ترقیب دیا اور ہزاروں احادیث کے یاد کرنے اور خیال رکھنے سے اپنے نہیں بچایا *

اس قول کی تصدیق ہوتی ہی مثلاً اقول المصنوع لفلان کذا و یقال علی مذہب فلان اعلیٰ اصل فلان اعلیٰ قول فلان جواب المسئلة کذا و کذا پس جس طرح پر اصحاب حدیث اپنے مسائل کو احادیث ہی سے نکالنا پسند کرتے تھے اسی طرح پر اصحاب تفریع اپنے مسائل کو اپنے ہی ائمہ کے اقوال سے نکالتے تھے اور چونکہ اصحاب حدیث کی نظر بہت سی حدیثیں پر تھی اور انکو اکثر سب مسائل میں احادیث نبوی یا آثار صحابہ سے کوئی حدیث یا اثر ملجاتے تھے اسلیئے اُنکو استخراج اور استنباط کے اصول اور قواعد بنائے اور راے اور عقل سے کام لینے کی نوبت نہ آئی اور اصحاب تفریع چونکہ اپنے ہی ائمہ کے اقوال پر قناعت کرتے تھے اور اُسی سے سارے مسئلے نکالنا چاہتے تھے اسلیئے اُنکو اُس استخراج اور استنباط کے دقیق دقیق اصول اور باریک باریک قاعدے بنائے پڑے اور اُنہیں راے اور عقل سے کام لینا پڑا *

پس شروع شروع زمانہ میں تو اصحاب تفریع بھی احادیث ہی پر سند کرتے تھے کہ وہ حدیثیں بھی ہوں جب اُنکے اُستادوں اور پیشروں سے اُنہیں پہنچتی تھیں اور اُس وقت میں وہ باریکیاں جو پیچھے کر کے نکلیں نہ نکلی تھیں لیکن پیچھے کر کے تو اصحاب تفریع نے

تفریع کا قاعدہ کیا تھا یہ تھا کہ اُنہوں نے اپنے اُستاد یا امام جسکو وہ قابل اُستاد سمجھے اُسکی کتاب اور اقوال کو پیش نظر رکھا اور مسائل کو اُنہیں سے استخراج کرنا شروع کیا اگر کوئی مسئلہ اُس

تقلید اور عمل بالحديث یکم ربيع الثاني سنہ ۱۲۸۸ ہجری

مقلد — معلوم ہوا کہ آپ غیر مقلد ہیں اور تقلید کو آپ واجب نہیں جانتے ہیں *

غیر مقلد — بلاشبہ میں تقلید کو واجب نہیں جانتا اس لئے کہ نہ خدا کی کتاب سے اُس کا وجوب ثابت ہوتا ہی نہ رسول خدا کی کسی حدیث سے *

مقلد — تقلید کا وجوب اجماع سے ثابت ہی اور اجماع کا اتباع واجب ہی اور اُس کا منکر کافر ہی *

غیر مقلد — اجماع کی تعریف کیا ہی *

مقلد — الاجماع هو فی اللغة الاتفاق و فی الشریعة اتفاق مجتہدین صالحین من امة محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام فی عصر واحد علی امر قوٰی او نعاہی یعنی لغت میں تو اس کے معنی ہیں اتفاق کے اور شریعت کی اصلاح میں اتفاق کرنا ٹیک اور صلاحیت رکھنے والے مجتہدین کا امعہ محمدی سے کسی ایک زمانہ میں اوپر کسی امر قوٰی یا نعاہی کے *

غیر مقلد — مجتہدین اور صالحین کے بقود نہی وجہ بیان کیجئے *

مقلد — المراد بالمجتہدین جمیع المجتہدین الکائنین فی عصر من الاعصار و احتوزہ عن اتفاق المقادین و احتوزہ بقولہ صالحین من اتفاق مجتہدین ذوی ہوی او ناسفین (حاشیہ نوالانوار) و قید بالمجتہدین اذلا عبۃ باتفاق العوام و عرف بلام الاستخراق احترازاً عن اتفاق بعض مجتہدی عصر (تاریخ) و اعلی الاجماع من کان مجتہداً صالحاً لاجلستہ من الزم (نورالانوار) اسی سے معلوم ہوا کہ تمام اُن مجتہدین کا اتفاق ضرور ہی جو کہ نیک ہوں اور صلاحیت راے دینے کی رکھتے ہوں اور فاسق اور بدعتی نہیں *

غیر مقلد — اب آپ ہی انصاف فرمائیئے کہ بعد ائمہ اربعہ کے کتنے مجتہدین صالحین کا اجماع تقلید کے وجوب پر ہوا ہی اور تو تقلید کی بدولت کسی پر مجتہد کا اطلاق آپ کی نہیں کیئے دوسرے جو مجتہد ہوئے ہیں وہ تقلید کے عدم وجوب کے معتقد رہے ہیں خیر اب یہہ فرمائیئے کہ اجتہاد کی تعریف کیا ہی اور مجتہد ہونے کے لئے کیا شرط ہی *

قیاس ہی بڑا پروردی اور فقہ کو یونانی حکمہ اور فلسفہ کا ہوسر بنادیا نظروں سے معنی کا ٹکانا اور مہارت سے مقصد سمجھنا بغیر اُن کے اصول مقررہ کے غیر ممکن ہو گیا بلکہ الفاظ بیک طرف حروں کی تبدیل سے مطلب میں فرق آنے لگا (ن) اور (و) پر استدلال اور کامہ کی تقدیم اور تاخیر سے مطلب اُور کا اور ہونے لگا اور پھر جسقدر زمانہ پڑھتا گیا اور نبوت کا عہد دور اور فلسفہ اور معقولات کا مسلخوں میں رواج ہوتا گیا اُسقدر راے اور قیاس کو زیادہ دخل ہوا اور متفرقات میں معقولات کا ایسا خلط گر گیا کہ بغیر منطق کے قواعد سمجھنے اور فلسفہ کے پڑھنے کے فقہ کی کتابوں کا سمجھنا مشکل ہو گیا چنانچہ اب تک ہمارے آپس میں مشہور ہی کہ بغیر منطق میں کامل استعداد رکھنے کے کوئی ہدایہ سمجھ ہی نہیں سکتا اور بلا رائف ہونے معارضات جدیدہ جدلیہ کے کوئی میسوط سرخسی اور تہمین کا مطلب دریافت نہیں کرسکتا پس حقیقت میں اصحاب الراے وہی ہیں جو احادیث اور آثار کا تتبع نہیں کرتے اور متقدمین میں سے کیئے اہل پر مسائل کی تشریح کرتے ہیں اور نظیر کو نظیر ہی پر معمول کرتے ہیں اور یہہ مطلب اہل راے سے نہیں ہی کہ جو سمجھے اور عقل کو دخل دیتے ہیں اور قیاس اور استنباط سے کام لیتے ہیں اس لئے کہ اگر راے سے مراد نفس نہم اور عقل ہو تو کوئی اہل حدیث نہر اور سب کے سب صاحب الراے کہلئے جاویں حالانکہ ایسا نہیں ہی امام احمد حنبل اور اسحاق بن راہویہ بلکہ امام شافعی بھی اصحاب الراے سے خارج اور اہل حدیث میں داخل سمجھے جاتے ہیں لیکن آخر وہ بھی استنباط کرتے تھے اور قیاس سے کام لیتے تھے *

غرض کہ مابہ الامتیاز دونوں میں یہہ ہی کہ جو کتاب و سنت کو بلا پابندی کسی شخص کے اصول کے پیش نظر رکھ کر اُن سے مساہل کر لے یا استنباط کرے وہ اہل حدیث ہی اور جو کتاب و سنت کے عالم کو پہلوں ہی پر ختم سمجھے اور کسی شخص یا کسی فرقہ کے اصول اور کلام ہی پر مدار فقہ کا رکھے اور اُسی کے مقرر کیئے ہوئے اصول اور پنگٹے ہوئے قاعدوں پر استخراج کرے وہ صاحب الراے ہی *

چھتے تقلید اور عمل بالحديث پر ایک

مقلد اور غیر مقلد کا مباحثہ

مقلد سایل حضرت حنفی ہیں کہ شادی *

غیر مقلد مجیب میں محمدی ہوں نہ حنفی نہ شافعی اس لئے کہ میں جس پر بغیر ہو ایمان لایا اور جسکی نبوت کا معتقد ہوا اُسی سے اپنے آپ کو منسوب کرتا ہوں *

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ھ

احداث قول آخر و قيل هذا في الصحابة خاصة و هذا يسمي اجماعا غيرا (نور الانوار) پس جب کسی مسئلہ میں کسی زمانہ کے لوگوں میں اختلاف ہو چکا ہو تو اُن قولوں کے سرا تیسرا قول باطل ہی اور پہلے بعد اُنکے آنے والے لوگوں کو نئی بات کا نکالنا جائز نہیں ہی اور بعضوں نے یہہ کہا ہی کہ یہہ مقصود ساتھ صحابہ کے ہی *

غیر مقلد — اس اصول کے قائم کرنے سے غرض حضرات فقہاء کی یہی ہی کہ انحصار مذاہب کا انہیں چار میں ہو جارے لیکن اگر اختلاف سے مراد ایک ہی زمانہ کا اختلاف ہی تو وہ اُن مذاہب میں بھی موجود ہی کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ دونوں ہم عصر تھے اور باہم مخالف اور اگر ایک زمانہ کے اختلاف کی خصوصیت نہیں ہی پس کیونکہ ہمارا اختلاف معتبر نہوگا جس طرح کہ امام شافعی اور احمد حنبل کا اختلاف معتبر ہوا + اور موافق اصول ماعداہا باطل کے باطل نہ تھرا *

مقلد — الجواب عنہ صعب (نور الانوار) بیشک یہہ ذرا مشکل بات ہی الا ان يقال الاختلاف المعتبر هو الذي في زمان واحد والشافعي وغيره اذا قالوا قولاً اثنائين قولان اذا جری یہہ راءے ابی یوسف و محمد مع ابیہ حنیفہ ار کان اختلاف بین الصحابة ناخذ ابوحنیفہ رحمہ اللہ بقول صحابی و مالک والشافعي بقول صحابی اخر (تفسیر احمدی) پس اختلاف معتبر رہی ہی جو ایک زمانہ میں ہو اور اس سے مذہب شافعی وغیرہ کا باطل نہیں ہوتا اسلیئے کہ جو کچھ انہوں نے اختلاف کہا ہی یا تو رہی ہی جس میں پہلے ہی امام ابوحنیفہ کے شاگرد اُن سے مخالف تھے یا وہ اختلاف صحابہ میں پہلے ہی ہو چکا تھا *

غیر مقلد — خدا کے لیئے انصاف کر کہ یہہ کہی بار دلیل ہی اور اُسکا بیان کرنا قلا کی شان سے کیسا بعید ہی کہ ایک زمانہ کا اجماع دوسرے زمانہ کے اجماع کو منسوخ کردے اور وہ لطف الہی سمجھا جارے اور ایک زمانہ کے دو مختلف قولوں کے بعد دوسرے زمانہ میں تیسرے قول کا نکالنا جائز ہی نہو بلکہ باطل تھوے *

مقلد — کیا آپ اجماع کے منکر ہیں *

غیر مقلد — اجماع کی دو صورتیں ہیں ایک یہہ کہ مستند اُسکا کتاب و سنہ ہو دوسرے یہہ کہ فقہاء علما اور فقہاء کا اتفاق ہی اتفاق ہو خیرہ کسی ضرورت سے بخیرہ کسی مصلحت سے پہلی ضرورت کا

+ یہہ تقریر نور الانوار کی ہی -

مقلد — والاجتهاد هو في اللغة تعمل الجهد الى لمشة و في الاصطلاح استقراغ الفقيه الوسخ لتحصیل طایں بہکم شرعی و معنی استقراغ الوسخ بذل تمام الطاقة بحدیث یحیی من نفسه العجز عن المزيد عليه و شروط الاجتهاد ان یجمع العلم بالمرور ثلثة الال کتاب و المواد بالکتاب قدر ما یتعلق بمعرفۃ الاحکام الثاني السنة قدر ما یتعلق بالاحکام و وجوه القیاس بشرائطها و انسامها و احکامها (تاریخ) پس جو شخص کتاب اور سنہ کو جس قدر کہ متعلق احکام کے ہو اور وجہ قیاس کو جائے وہ مجتہد ہی *

غیر مقلد — اگر کسی بات پر ایک زمانہ کے مجتہدین نے اجماع کیا ہو اور دوسرے زمانہ کے مجتہدین کا اجماع برخلاف اُسکے ہو تو دوسرا اجماع بھی واجب الاتباع ہی یا نہیں *

مقلد — قيل يشترط للاجماع اللاحق عدم الاختلاف السابق عند أبي حنيفة رحمه الله عليه وليس كذلك في الصحيح بل الصحيح انه ينعقد عند اجماع متأخر و يرتفع النكاح السابق من الاجماع اللاحق (نور الانوار) قوله انه ينعقد مدة اے عند الامام الاعظم اجماع متأخرا اذا المعتبر انما هو اتفاق مجتهدی العصر سواء تقدم النكاح اولاً و الدلیل الدالة علی صحة الاجماع لیست بعقيدة لعدم الاختلاف السابق قوله و يرتفع النكاح السابق لان دلیل السابقین المخالفین لم یبق دلیل معتد بہ بعد مائتة الاجماع علی خلافہ كما اذا نزل نص بعد العمل بالقیاس (حاشیہ نور الانوار) یعنی دوسرا اجماع خلاف اجماع سابق کے جائز ہی اور پہلا اجماع مرتفع ہو کر دوسرے اجماع کا اتباع واجب ہی اس لیئے کہ دوسرے اجماع نے پہلے اجماع کو ایسا باطل کر دیا جس طرح کہ نص کے مل جانے سے قیاس کا حکم باطل ہو جاتا ہی *

غیر مقلد — حضرت نسخ میں اور اسمیں کچھ فرق ہی ولانسخ بعد انقطاع الوحي *

مقلد — احییہ بچوازة فیما یشبہ بالاجتهاد علی معنی انه لما انتهی ذلک الحکم فانتهی المصلحة و نقی اللة المجتہدین للاتفاق علی القول الآخر و رفع النکاح وان لم یمرورا مدّة الحکم وتبدل المصلحة (تاریخ) کہ ایسا نسخ ان معنی کر کے جائز ہی کہ وہ حکم بسبب نرہنے مصلحت کے تمام ہو گیا تب خدا نے دوسرے زمانہ کے مجتہدین کو دوسرے قول پر متفق کر دیا گو کہ مدت حکم کی اور مصلحت کی تبدیلی کے سو سے واقف نہوں لیکن الامة اذا اختلفوا فی مسئلة فی ای مصر کان علی اقرال کان اجماعاً منهم علی ان ماعداہا باطل ولا یجوز لاحد بعدہم

تقلید اور عمل بالحدیث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری تقلید اور عمل بالحدیث

قال بعض السلف ما جاءنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا على الراس والعين وما جاءنا من الصحابة رضي الله عنهم فذاخذ منه وتكروا وما جاءنا من التابعين فمهر رجاله نحن رجاله كه جو كچهہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہی وہ تو ہمارے سر پر اور ہمارے آنکھوں پر اور جو کچھ صحابہ نے کہا اور کیا ہی اُس سے ہم لیتے بھی ہیں اور چھڑکتے بھی ہیں اور جو کچھ تابعین نے کہا اور کیا ہی تو رہے بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں و منها ان یكون اعتمادا فی علومہ علی بصیرتہ وادراکہ لصفاء قلبہ لاعلمی الصنف والکتاب ولا علی تقلید ما سماعہ من غیرہ واما المقلد صاحب الشرع صراط الله علیہ وسلامہ و من انکشف عن قلبہ الغطاء واستنار بنور الهدایۃ صار فی نفسه متبوعا مقلدا فلینبغي ان یقلد غیرہ کہ عالم کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے علوم میں اپنی بصیرت اور ادراک پر زیادہ پوروسہ کرے نہ صحیفوں اور کتابوں پر اور نہ دوسرے کی تقلید پر کیونکہ وہ شخص جسکی تقلید ضرور ہی صرف صاحب شریعت ہی پس جو شخص نور ہدایت سے اپنے دل کو روشنی کر لیا وہ خود متبوع ہوگا نہ کہ مقلد تو کیونکہ دوسروں کی تقلید کرنا زیبا ہوگا *

و منها ان یكون شدید التوفی من معدنۃ الامور وان اتفق علیہ الجمهور فلیقرنہ لطابق الشقاق علی ما احدث بعد الصحابة رضي الله عنهم (احیاء العلوم) یعنی ہمیشہ معدنات امور سے بھٹتا رہے کہ سب کے سب اُسپر متفق ہوں اور ہرگز اجماع خلائق پر بعد صحابہ کے فریقہ نہو اِس لیتے کہ یہ بڑا دھوکا ہی ذال الناس راؤ رایا نیما ہم فیہ امیل ماہم الیہ ولم تسمع نفوسهم بالاعتراق بان ذلک سبب العزمان من الجنتہ فادعوا انہ لاسبیل الی الجنتہ سواہ غرضکہ یہ اقوال اور مثل اِس کے ہزار قول اور ہیں جن سے بڑائی اُس اجماع کی ثابت ہوتی ہی جسکا مستند کتاب و سنت نہو *

مقلد — وجوب تقلید پر جو اجماع ہی وہ پہلی ہی قسم کا ہی کہ اُس کا مستند کتاب و سنت ہی ہے آپ کی غلطی ہی تقلید پر جو اجماع ہی وہ اجماع نہیں ہی جس کا مستند کتاب و سنت ہو *

مقاد — اسکو ثابت کیجیئے *

غیر مقلد — سنئے اجماع کو جو اہل اصول نے مثل کتاب و سنت کے شرعی حجت قرار دیا ہی اُس پر غور کرنا ضرور ہی کہ سب اِس کا کیا ہی پس اگر یہ کہا جائے کہ فقط اُس کا جمع ہر جانا

اجماع واجب الاتباع ہی اور در حقیقت وہ کتاب و سنت کا اتباع ہی اور دوسری قسم کا اتباع نہایت ہی برا ہی *

مقلد — ہماری غرض یہی اجماع سے پہلا ہی اجماع ہی لیکن یہ ضرور نہیں ہی کہ ہم ہر اجماع کی نسبت ثابت کرسکیں کہ مستند اُسکا کتاب و سنت ہی مگر چونکہ بے ایسے استناد کے علما کا اجماع بڑا مصالح ہی اسلیئے ہر اجماع کو پہلی ہی قسم کا اجماع سمجھنا چاہیئے *

غیر مقلد — یہی آپ کی غلطی ہی *

مقلد — دلیل اس غلطی کی بیان کیجیئے *

غیر مقلد — سنئیے خدا نورماتا ہی کہ اذا قیل لهم استرو فما ازل الله قالوا بل نتبع ما انزلنا علیہ آياتنا کہ جب اُنسے کہا جاتا ہی کہ ایمان لاؤ تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم اُسی کی پیروی کرتے ہیں جو ہم نے اپنے پاپ دادوں کو پایا پس وہ بھی اپنے بزرگوں کے اجماع کو ایسے ہی خیال سے واجب الاتباع جانتے تھے *

دوسری آیت میں خدا نورماتا ہی کہ انتقدوا اخبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله کہ یہودیوں و عیسائیوں نے اپنے اخبار اور رهبانوں کو اپنا رب ٹھہرا لیا ہی حالانکہ نہ کوئی یہودی نہ کوئی عیسائی کسی رُہبان کو رب کہتا تھا بلکہ اُنکی نسبت ایسا خرش عقیدہ رکھتے تھے کہ جو وہ حلال کہہ دیتے اُسکو حلال جانتے جو وہ حرام کہہ دیتے اُسکو حرام سمجھتے + *

اگر خدا کی کتاب پر ایمان نہو تو فقہا اور علما کے اقوال سنئیے قال الشعمی ما حدثک رسول الله من رسول الله صلى الله عليه وسلم فتذکرہ وما قالوہ یزعمون قالہ فی العیش (ازالۃ الکفایہ) کہ جو لوگ پیغمبر خدا کی طرف سے کہیں اُسے تو لی اور اور جو اپنی رائے سے کہیں اُسے پاخانہ نہیں قال وہو *

من عدالتہ ابن عباس وعطاء ومجاهد و مالک بن انس رضی اللہ عنہم انہم کانوا یقولون ما من احد الا وہو ماخوذ من کلامہ و مردود علیہ الا رسول الله صلى الله عليه وسلم فیدالہ ابن عباس اور عطاء اور مجاہد اور مالک ابن انس ان سب کا یہ قول تھا کہ کوئی شخص نہیں ہی جسکو اُس کا کلام لیا جاسکتا ہی اور ترک یہی ہو سکتا ہی سوائے رسول مقبول صلى الله عليه وسلم کے *

تقلید اور عمل بالحديث یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری تقلید اور عمل بالحديث

دوسری آیت نبیہ میادی الذین یستمعون القول فیہم یؤمنون
احسنہ اولئک الذین ھداهم اللہ و اولئک ہم اولو الایاب *

تیسری آیت فان تنازعتم فی شئی فیئنی فرودہ الی اللہ الیوجل
انکمتم تو مئون باللہ و الیوم الآخر *

ابن حزم جسکے کلام کو شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب حجۃ
اللہ الیالغہ میں نقل کیا ہی یہی آیتیں حرمۃ تقلید کے ثبوت میں
بیان کرتا ہی حیث قال التقلید حرام ولا یصل لاعدان یاخذ قول اجد غیر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا بڑھان کہ تقلید حرام ہی اور کسیکو
جائز نہیں ہی کہ کسیکے قول کو سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وسلم کے بغیر دلیک کے قبول کرے اور ابن حزم ان روایتوں کو نقل
کر کے یہ نتیجہ نکالتا ہی کہ قلم یمیع اللہ تعالیٰ الودعند التنازع الی

احد دون القرا و السنۃ و حرم بذاک الودعند التنازع الی قول قابل
لانہ غیر القرون و السنۃ یعنی نہیں مباح کیا ہی اللہ تعالیٰ نے رجوع کرنا
وقت تنازع کے کسی کی طرف سوائے قرآن اور حدیث کے اور حرام
کردیا ہی اس سے رجوع کرنا کسی کہنے والے کی بات پر اس لیئے کہ وہ
قرآن و سنت نہیں ہی *

ثانیاً — احادیث نبوی باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ احادیث
صحاح کے ملاحظہ سے ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ و
الثناء نے ہمیشہ تاکید اپنی اور اپنی اصحاب کی کی پیروی کی اور نہی
باتوں سے بچنے اور اپنی احادیث پر تمسک کونیکہ کی ہی اور تقلید سے
سوائے اپنے اپنے امام کے اقوال کی تبعیص کے کوئی نہ حدیث پر عمل
کرنے کا مجاز ہی نہ اقوال و اعمال صحابہ پر تمسک کرسکتا ہی *

ثالثاً — اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین من ابن عباس
اماتفانوں ان تعذبوا و یضضف بکم ان تقرلوا قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و قال فلان کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ کیا
تم عذاب نازل ہونے سے نہیں ترستے ہو جو یہ کہتے ہو کہ پیغمبر خدا
نے فرمایا اور فلان شخص نے یوں کہا ہی یعنی پیغمبر صاحب کے قول
کے بعد دوسرے کے قول کو دیکھتے ہو ل ابن عمر بنعباد ابن زید انک
من فقہاء البصرۃ ثلاثۃ لا تلتف الا بقرا ناطق اوسنۃ ماضیۃ فانک ان نعلت
غیر ذاک هلکت و اهلك کہ حضرت ابن عمر نے جابر ابن زید سے کہا
کہ تم بصرہ کے فقیہوں میں سے ہو اس لیئے تم تنوی نے دینا بجز قرآن
ناطق اور حدیث صریح کے ررنہ خود ہلاک ہوگی اور آؤزوں کو ہلاک
کردے *

[ہاتی پڑھ آئندہ]

اور سب لوگوں کا ایک بات پر اتفاق کر لینا ہی حجت شرعی مثل
قرآن و حدیث کے ہی تو عقل سلیم اس کو قبول کریگی کہ ان
لوگوں کی رائے جو کہ غیر معصوم ہیں صرف اتفاق کے سبب سے ایک
معصوم کے قول یا خدا کے کلام کی نہ صرف برابر ہرورے بلکہ اس کو
منسوخ کردے جیسا کہ صاحب دراسۃ البلیب فی الاسرۃ الحسنۃ بالھیب
اھنی کتاب کی دراست ثامتہ میں لکھتے ہیں ان نفس الاجماع مبادرۃ
من اراد معینۃ من علماء عصر واحد و اراد الرجال لیست من نسخ

کلام المعصوم فی شئی ویس فی نفس اجماع الامۃ بمعرجۃ عنہی مایرجب
القطع یعنی اجماع عبارت ہی کسی زمانہ کے علماء کی راہوں کے جمع ہونے
سے اور آدمیوں کی راہوں کو ایسی قوت نہیں ہوسکتی کہ وہ کسی بات کو
معصوم کی منسوخ کردے پس میرے نزدیک قطعاً اس کا اجماع دلائل ناماقہ
میں سے نہیں ہی پس جب اس قسم کا اجماع یعنی فقط اتفاق کرلیں گاہی
لوگوں کا قابل حجت نہ ٹھہرا تو ضرور ہوا کہ اس اجماع کی کوئی سند
کتاب و سنت سے ہرورے یعنی کسی آیت یا کسی حدیث کے سبب سے
اس اجماع کا ہونا پایا جارے پس ایسے حال میں درحقیقت کتاب و
سنت حجت شرعی ٹھہرے نہ نفس اجماع بلکہ اجماع صرف اس کے
مطالب اور مراد کا ظاہر کرنے والا ٹھہرا اور چونکہ ثبوت اجماع کے لیئے
ضروری ہی کہ تمام حافظان حدیث اور مشاہدین اور مجتہدین زمانہ کے
اس میں داخل ہوں اور ان سب کا اتفاق ہو تو ایسی حالت میں
امت معصوم کا شلال پر اجماع کرنا + معطل ہی اسلیئے کہ قطع نظر
نقل کے عقل سلیم بھی قبول نہیں کرتی کہ سارے علما اور فقہا اور
محدث ایسی بات پر اجماع کریں جو کہ کتاب و سنت کے مخالف ہو
لیکن ایسا اجماع جسکا مستند کتاب و سنت ہو اور جس میں تمام
محدثین اور فقہا داخل ہوں نسبت تقلید کے نہیں ہی کہ اس کو ہم
ناہت کرتے ہیں چند دلیلوں سے *

اولاً — خدا کی کتاب سے پہلی آیت اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم
ولا تتبعوا من دونه اولئک *

۱ اجماع کے معنی اتفاقیہ جمع ہوجانا لوگوں کا کسی بات پر
نہیں ہی یعنی اگر کوئی بات ایسی ہو کہ اس کو سب لوگ پیغمبر غور
و نکر نے کہتے یا کرتے چلے آئے ہوں تو اس پر اطلاق اجماع کا نہیں
ہوسکتا بلکہ اجماع کے لیئے ضروری ہی کہ اس پر بحث و تکرار ہوئی
ہو اور دلائل موافق و مخالف بحث میں آئے ہوں اور بعد تمام
مباحثہ کے کسی امر پر اجماع ہوگیا ہو پس اگر بعد اس اجماع کے
کوئی ایسی دلیک مخالف برآمد ہو جو اس اجماع میں مباحثہ میں
نہیں آئی تھی تو وہ اجماع حجت نہیں رہتا —

بقام علیکذا — مطیع علیکذا انسۃ بیوت میں چہپا اور بالہتمام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۷]

یک جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

حدیث عبادۃ بن الصامت الانصاری النقیب صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے غزا مع معاویۃ ارض الزرم الی قولہ فقال عبادۃ احدثک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تحدثنی من و انک اے اخرجنی اللہ سیحانہ لا اسانک بارش لک علی فیہا امرۃ (دراستہ) عبادۃ بن الصامت نے امیر معاویہ سے کہا کہ یہ لوگ چاندی کے ٹکڑوں کو دھرم ہے۔ اور سونے کے ٹکڑوں کو دینار سے نورجھ کرتے ہیں یہ سونہ ہی اس لئے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ لاتباہرا انھب بالذهب الا مثلاً بمثل امیر معاویہ نے کہا کہ میں اسکو رہا نہیں جانتا تو وہ قصہ ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تو پیغمبر خدا علیہ السلام والٹنا کا قول بیان کرتا ہوں اور تم اپنی رائے بیان کرتے ہو اگر خدا نے مجھے اس جگہ سے نکالا تو کیہی میں وہاں ٹھہرنا چاہا تم امیر ہو *

قال المہروری زورینا عن مہد الکوفی وکان من اسلام بمکان قال رايت الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ بمسئلۃ یفتی الناس الی قولہ فقال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ما اخرجنی یا اسحاق ان یکون غیرک فی موضع نکبت امرۃ لخیبر اذنیہ اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انت تقول صناد و طائوس و ابراہیم والصن و هل لحد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبۃ کہ ایک جگہ امام شافعی اور امام احمد اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بقیہ مضمون پرچہ نمبر ۹

تقلید اور عمل بالحديث

اخرج الترمذی من ابی السائب قال کذا عند وکیع فقال الرجل ممن ینظر فی الراے اشعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و یقول ابو حنیفہ ہو سنۃ فقال الرجل فانه قد روی من ابراہیم النخعی انه قال الاشعار سنۃ قال وایس وکیع فغضب غضباً شديداً وقال اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تقول قال ابراہیم ما احقک ہاں تعیس ثم لا تفرج حتی تنزع من قولک هذا ترمذی نے اسی سائب سے روایت کی ہے کہ میں وکیع کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے ایک آدمی سے جو کہ صاحب الراے تھا کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہی اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ وہ سنۃ ہی تو اُس آدمی نے کہا کہ ابراہیم نخعی سے ایسی ہی روایت پہونچی ہے یہ سنکر وکیع کو نہایت غصہ ہوا اور کہنے لگے کہ میں تو کہتا ہوں کہ فرمایا ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تو کہتا ہی کہ کہا ہی ابراہیم نخعی نے پس تیری پی پی سزا ہی کہ تو قید کیا جاوے اور جب تک اپنے اس قول سے نہ پھرے تب تک چہلچانہ میں رہے *

تقلید اور عمل بالحديث يكم جمادي الاول سنة ۱۲۸۸ ھجري

علیہ و سلم کے نہ چاہیئے لیکن ہم قطع نظر ان اقوال کے خاص چارہنہ امام کے اقوال کو نقل کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی تقلید کامل کو جائز ہی نہیں رکھا *

یرواقیہ و جواہر میں لکھا ہے کہ رومی من ابی حنیفۃ رح آنہ کان یقول لا ینبغی لمن لا یعرف دلیلی ان ینتی بکلامی + و کان رضی اللہ عنہ اذا انتی یقول هذا راے النعمان ابن ثابت کہ امام ابو حنیفہ فرماتے تھے کہ جو شخص میری دلیلوں کو نہ جانے اُسے سزاوار نہیں ہے کہ میرے کلام پر فتویٰ دے اور خود اُن کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ کچھ کہتے دیتے تو صاف یہ کہہ دیتے کہ یہ راے نعمان ابن ثابت کی یعنی میری ہی *

رومی الصائم والبیہقی من الشافعی رضی اللہ عنہ آنہ کان یقول اذا صح الحدیث فهو مذہبی و فی روایۃ اذا رايتہ بلبسی یشالف الحدیث فاعلموا بالحدیث و اضربوا بکلامی الصالح کہ حاتم اور بیہقی نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر حدیث کی صحت ہر جاہل سے روایت کی ہو تو وہی مذہب میرا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر کوئی کلام میرا حدیث کے متخالف ہو تو حدیث پر عمل کرو اور میری بات کو دیوار سے پٹکو *

و قال یوما للمزنی ابو ابراہیم لا تقلدنی فی کل ما قول والظرفی ذلک لنفسک فانہ دین کہ امام شافعی اپنے شاگرد مزنی سے کہا کرتے کہ اے ابو ابراہیم میری تقلید نہ کرنا ہر ایک بات میں جو کہتا ہوں بلکہ تو اپنی ذات سے یہی اُس پر نظر کرنا اسیلئے کہ یہ دین ہے اسیس اعتماد اُس کسی کے قول پر نہیں چاہیئے *

و کان رضی اللہ عنہ یقول لا حجة فی قول احد دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و ان کنوا لانی قیاس و لانی شئ کہ امام شافعی کہا کرتے کہ کسیکا قول کسیکا قیاس اور کوئی چیز کسی امر میں کچھ حجت نہیں ہے سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و سلم کے اگرچہ اُس قول اور قیاس پر بہت سے شخص متفق ہوں *

و کان الامام احمد رضی اللہ عنہ یقول لیس لاحد مع اللہ و رسولہ کلام کہ امام احمد حنبل فرماتے تھے کہ خدا اور رسول کے ساتھ کسیکو کلام نہیں ہے *

و قال ایضاً لرجل لا تقلدنی ولا تقلد من مالک ولا الزواہی ولا النضی ولا یزید ہم و خدا احکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنة کہ امام احمد حنبل نے ایک شخص سے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر اور نہ امام مالک کی نہ ازراعی کی نہ نضی کی اور نہ کسی اُور کی بلکہ جہاں سے انہوں نے احکام نکالے ہیں یعنی کتاب وسنة سے وہیں سے تو یہی نکال *

+ بخلاف اس کے مقلدین فرماتے ہیں کہ یہ تحقیق علماء نورمدا اند واجب است اتنا بقول امام اعظم ہر چند نہ داند از کچھ گفتہ چنانکہ در فتاویٰ خیرہ وغیرہ گفتہ - لراہع الاہام لدفع الزہام *

اسحاق بن راہویہ جمع تھے ایک مسئلہ پر امام شافعی نے حدیث نقل کی اسحاق بن راہویہ نے بمقابل اُس کے حسن اور ابو ابراہیم اور عطاء اور طاؤس کی راے اور قول کو متخالف اُس کے نقل کیا امام شافعی غصہ ہوئے اور کہا کہ اے اسحاق انسوس ہی بچاے تیرے دوسرا آدمی نہوا روئے میں اُسکی گوشمالی کرتا کہ میں تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرتا ہوں اور تم عطاء اور طاؤس اور ابو ابراہیم اور حسن کے قول کو نقل کرتے ہو کسیکو پیغمبر خدا کے ساتھ کچھ حجت نہیں ہے *

قال مصنفی السنۃ وجاہ رجل الی مالک فمدلہ من مسئلۃ فقال لہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا و کذا فقال الرجل مارا یک فقال مالک فلیعذر الذین یشالفون من امرہ ان یشیعہم ثقتہ او یشیعہم مذاب الیم الاثرۃ ان التمزیز الوارد علی مثل اسحاق رحمۃ اللہ علیہ مع جلالتہ قدرہ من الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لم یکن فی زید من التفرع یقول الفقہۃ فی مابانۃ الحدیث کہ ایک شخص نے امام مالک سے اکر ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے کچھ جواب دیا کہ ایسا ایسا فرمایا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے اُس شخص نے کہا پھر تم کیا کہتے ہو امام مالک خفا ہوئے اور کہا کہ تو نے قدر پیغمبر خدا کی نہ جانی اب تو سوچ کہ اسحاق بن راہویہ سے جلیل القدر امام کو امام شافعی نے صرف اسی سبب سے قابل تمیزو جانا کہ انہوں نے مقابلہ میں حدیث کے فقہیہ کے قول کو نقل کیا تھا پس اس قول سے امام مالک نے اُس شخص کو تادیب جو کہ بمقابلہ حدیث کے دوسری راے دریافت کرے *

قال للشمعی الاعتذر المسجد فقال لقد اغض الی ہؤلاء هذا المسجد حتی صار اغض الی من کثاۃ داری فقل لہ من هؤلاء یا ابا عمر فقال اصحاب الراۃ کہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ مسجد میں نہیں آیا کرتے انہوں نے جواب دیا کہ لوگوں نے مجھے مسجد کا ایسا دشمن کر دیا ہے کہ میں اُسکو اپنے گھر کی بڑی سی بڑی جگہ سے بھی زیادہ برا جانتا ہوں لوگوں نے کہا کہ وہ کون سی لوگ ہیں تب انہوں نے کہا کہ اصحاب راے *

قالوا لاحمد مرۃ ام لاتصلح الناس فی الفقہ شیئاً فقال اولاحد نلام مع اللہ تعالیٰ و رسولہ صلی اللہ علیہ و سلم کہ امام احمد حنبل سے کہتے تھے کہ آپ ثقہ میں کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے جواب دیا کہ خدا اور رسول کے ہوتے ہوئے کسی کو مجال کلام کی نہیں ہے *

فوض کہ مثل اس کے اُور صدھا اقوال صحابہ و تابعین کے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی کی سوائے رسول مقبول صلی اللہ

تقلید اور عمل بالحدیث یک جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ھ ہجری

پر اگر لکھا گیا جارے تو ساری ہدایتیں اور تمیزیں پرستی اور تبریز پرستی وغیرہ سب ایسی اجماع کی دلیلیں سے عبادت میں داخل ہوجاویں اور اُنکا ترک کرنا حرق اجماع کہلاوے۔ ولم یقل بہ احد اور اجماع کی نسبت اہل اصول نے بھی یہی کہا ہی کہ اجماع مجتہدین صالحین کا اجماع ہی نہ اجماع مقلدین کا اور مطابق قول مقلدین کے مجتہد بعد ائمہ اربعہ کے کم ہوئے ہیں اور جو مجتہد ہوا ہی وہ مقلد نہیں ہوا پس جسقدر اور علماء اور فقہا تقلید کے رجوع کے معتقد ہیں اُنکا اجماع حقیقت میں مطابق اصول کے اجماع نہیں ہی *

مقلد — آپ کے روزِ ربوب جب ہم نے علماء فقہا کے اقوال کو تقلید کے رجوع پر پیش کیا تب آپ نے اُنکو تسلیم نہ کیا اور پھر آپ اُنہیں کے اقوال کو اپنے دعوے عدم رجوع تقلید پر پیش کرتے ہیں *

غیر مقلد — درحقیقت ہم تو صرف کتاب و سنت ہی کو دلیل عدم رجوع تقلید کی جانتے ہیں مگر چونکہ آپ اور اس زمانہ کے اکثر لوگ عادی اسکے ہو گئے ہیں کہ بغیر حوائج کتاب اور سند علماء کے اقوال کے وہ کسی بات کو نہیں مانتے اس لیے ہم نے آپ کے اور اس زمانہ کے لوگوں کے سمجھنے کے لیے اُنکے قولوں کو نقل کیا اور نقل کرنے پر آمادہ ہیں ورنہ ہم اپنی ذات کے لیے اُسکی کچھ ضرورت نہیں سمجھتے ہمکو تو خدا اور رسول کے کلام پر تمسک ہی اور اس پر ایسا یقین ہی کہ بالفرض اگر ایک مولوی اور ایک عالم کا قول بھی ہمارے موافق نہ ہوتا تب بھی ہمارے عقیدہ میں کچھ خلل نہ آتا اور خدا کی کتاب اور رسول کے اقوال کو چھوڑ کر ہم کسی کی بات پر کان بھی نہ لگاتے علوہ اسکے اس قولوں کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ جو بار بار آپ کی زبان سے لفظ اجماع کا نکلنا ہی اُسکا بطلان ظاہر ہوجارے اور ان بڑے بڑے محققین و علماء اور ائمہ دین کے اترال سے آپ کے دعوے رجوع تقلید کا غلط ہونا سب پر کھل جاوے ہمکو سخت حیرت ہوتی ہی کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین اور مجتہدین اور محققین کا تقلید نہ کرنا اور اُس کو برا جاننا تو عدم رجوع تقلید کی دلیل نہ تھی اور اُن کا ایک بات پر اتفاق کرنا اجماع نہ کہلاوے اور بعد قرونِ ثلثہ کے جو لوگ آویں اور جن کے مراتب رزق و تقری اور مدارج علم و تحقیق اُن متقدمین کے برابر نہوں اور پھر وہ بھی سب کے سب ایک بات پر متفق نہوں اُن کا تقلید کو جائز کہنا رجوع تقلید پر ایسی دلیل ہر جارے کہ اُس کا منکر ہدایتی اور ناسخ اور راجب التمزین تھے نامتوزا یا اولی الالباب ان هذا لشئ عجیب *

مقلد — جو لوگ کہ تقلید کا انکار کرتے ہیں وہ تھوڑے ہیں اُن کا قول مرجوح ہی اور جو لوگ اُس کو واجب اور جائز جانتے

من ابی یوسف و زفر رحمہ اللہ علیہم انہم قالوا یصل لاجل ان یقتی بقولنا امام عام من این قلنا کہ امام ابو یوسف اور زفر رحمہ اللہ علیہما نے یہ فرمایا کہ جلال نہیں ہی کسیکو یہ کہ تشریح ہے ہمارے قول پر اب تک وہ یہ نہ جانتے کہ کہاں سے ہم نے کہا ہی *

پس باوجود ایسی تصریحات کے جو اُن ائمہ اربعہ اور انکے خاص شاگردوں نے عدم تقلید پر کی ہیں اگر کوئی تقلید کو واجب اور عمل بالحدیث کو ناجائز کہے وہ حقیقت میں ان اماموں کا مقلد نہیں ہی بلکہ اپنی ہوا و ہوس اور رسم و رواج کی پابندی کا *

فرسکہ ان چند قراوں کے نقل کرنے سے ثابت ہوا کہ نہ صحابہ کے زمانہ میں نہ تابعین کے زمانہ میں نہ تبع تابعین کے زمانہ میں تقلید جاری ہوئی نہ کسی نے اُن قرونِ ثلثہ میں اسکو واجب جانا بلکہ جس طرح پر آج کل لوگ عمل کرتے ہیں ایسا عمل کسی کے قول پر بھی نہیں کیا تو باوجود اسکے پھر یہ دعوے کرنا کہ تقلید واجب ہی اور تارک اُسکا گنہگار اور راجب التمزین حقیقت میں دوسری شریعت قائم کرنا اور نیا دین کھڑا کرنا ہی و نمود بالہ منہ *

اگر ہم ان زمانوں پر بھی خیال نہ کریں اور آئندہ والے زمانوں پر غور کریں کہ پھر پیچھے تقلید پر اجماع ہو گیا ہو تو وہ بھی ہم نہیں پاتے اس لیے کہ بعد اُسکے جتنے لوگ ہوئے وہ یا محدث تھے یا اہل تصوف یا فقہا یا علماء پس اصلی محدث تو ہزاروں میں ایک ہی در ایسے ہونگے جنہوں نے تقلید کی ہر روئے جو لوگ اصل حدیث کے جمع کرنے والے اور اسکے جاری کرنے والے ہیں وہ تقلید کے نام سے پوچھتے تھے اور اسکو بدعت جانتے تھے اور جو اہل تصوف تھے اُنکا بھی یہی حال ہی کہ ہمیشہ تقلید سے نفرت کیا کیئے اُڑ اُسکی برائی پھان کرتے رہے وہ گئے فقہا اور علماء اُن میں سے بھی جو محقق تھے وہ غیر مقلد رہے اور جو تحقیق اور اجتہاد کے اعلیٰ درجہ پر نہ تھے اُنہوں نے تقلید پر تناصر کی اور عوام کو کالانعام ہیں اُنکا کچھ ذکر نہیں پس حقیقت میں اجماع جسکا نام ہی وہ کسی زمانہ میں نسبتاً رجوع تقلید کے نہیں ہوا ہاں اِس میں شک نہیں ہی کہ چوتھی صدی سے ایک اکثر لوگ تقلید کے پابند ہو گئے اور روز بروز اُسکی پابندی بڑھ گئی مگر بمقابلہ مجتہدین اور محققین کے اُڑ لوگوں کی کثرت کچھ بھی لائق لکھا کے نہیں ہی ورنہ صرف کثرت

صحابہ کے زمانہ میں تقلید جاری تھوئے سے یہ فرض ہی کہ کوئی ایک شخص اُنہیں سے ایسا نہیں بتایا گیا کہ جسکے سارے اقوال اُڑوں نے مانے ہوں یا جسکی سب باتوں کو اُڑوں نے واجب التعمیل جانا ہو ۔

ہو اس لیئے کہ وہ ایک اُن باتوں کا جامع تھا جو کہ متفق متفق
گروہوں میں ملحدہ پائی جاتیں اور خدا کا ایک شخص کو جہنم
ایک جہان کے بنا دینا عجب نہیں اور سواد اعظم سے مراد زیادہ تر پیروکار
سے لی گئی ہو تو پھر کثرت عوام کو کسی مسئلہ کی مصدق پر دلیلاً
بچوں کو پھسلانا اور عوام کو خوش کرنا ہی دگر ہیج *

فاضل روز یہاں کتاب ابطال الباعل میں جہاں حدیث لایزال طائفہ
من اُمّتی منصورین لایضو ہم من خذ ہم حتی تقوم الساعة کا ذکر کیا
ہی لکھتے ہیں نہاصل الحدیث لایزال طائفہ قلیتہ من الّٰہی منصورین
بالحجة والبرہان *

پس معلوم ہوا کہ وہ گروہ جو ہمیشہ غالب رہیگا وہ بھی قلیل
آدمیوں کا گروہ ہی جو کہ اپنی حصہ شرعی سے اُڑوں پر غائب ہوگا
اور کوئی اُس کو مغارب نہ کوسکیگا اور یہ گروہ وہی ہے جو کہ تابع
کتاب و سنت ہی نہ نہ اُس کے سامنے رسم و رواج کی سند پیش
جاتی ہی نہ بدعتیوں کی پوج اور پیروی دلیلیں چل سکتی ہیں نہ
ملازم دنیا طلب کی چکنی چکنی باتوں کی دھنیش اثر کرتی ہی نہ
تورس کی کثرت اور عوام کی جمعیت اور تبعیت اُس رکہ کوسکتی ہی
خدا کی کتاب اور رسول کی حدیث کے سامنے سب کو مغاربیت ہو جاتی
ہی دیکھنا چاہئے کہ اس کا مصداق کون ہی وہ فرقہ جو تقلید
کرتا ہی یا وہ فرقہ جو تقلید کا تارک ہی دوتوں کی دلیلیں کو دیکھو اور
پھر خدا کی کتاب رسول کی احادیث سے ملاؤ اور تمصب کی آنکھ
توڑی دیو بند کر کے انصاف کرو *

صحیح بخاری کی کتاب الاعتصام بالسنة میں لکھا ہی کہ
لاتزال طائفۃ من الّٰہی ظاہرین علی الحق اور ابن حجر نے فتح الباری
میں لکھا ہی کہ ہم اصحاب الحدیث کہ وہ لوگ اصحاب حدیث
ہیں *

تفسیر نیشا پوری میں لکھا ہی کہ اگر مراد اس طائفہ سے اہل
حدیث نہو تو میں نہیں جانتا کہ پھر کون لوگ اُس سے مراد ہونگے ؟
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں احیاء العلوم میر
و منہا ان یکون حدید الترقی من محدثات الامور و ان اتفق علی
الجمہور فلا یغرنہ اطباق النطق علی ما احدث بعد الصحابة *

فرض کہ کثرت اقوال پر مغرور ہونا یا کثرت اشخاص پر تفرقت
ہونا نہایت ہی ناہانی اور خلاف حکم شریعت ہی ہم مسلمانوں کو
پچھت اسلام کے امور دیں میں صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ کتاب
سنت سے کیا ثابت ہوتا ہی نہ اُڑ کچھ اور اُس کو چھڑ کر لوگوں !

ہیں وہ بہت ہیں اور سواد اعظم وہی ہی جس جانب یہ لوگ
ہوں اس لیئے آپ کا استناد چند ہی علما کے اقوال پر ہی اور ہمارا
استناد ہزاروں کے قول پر *

غیر مقلد — یہ دوتوں دعویٰ غلط ہیں اول یہ کہنا نہ واجب العمل
وہ قول ہی جس پر بہت لوگ متفق ہوں اور اُس کو سواد اعظم
جاننا دوسرے یہ — سمجھنا کہ وجوب تقلید کی طرف اکثر لوگ
اور جس طرف بہت لوگ ہوں اُس کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہی
اول دعویٰ کی غلطی پر چند قول میں نقل کرتا ہوں کہ بعض مفسرین
نے آیۃ ان تلغ اکثر من فی الارض یضلک کی تفسیر میں کہا ہی کہ
فی هذا دلالة علی انه لا عبادة فی دین اللہ و معرفۃ الحق بالقلۃ والکثرة
یجواز ان یکون الحق مع الاقل کہ یہ آیت دلالت کرتی ہی اس پر کہ
کچھ اعتبار نہیں ہی خدا کے دین میں اور حق کے پہچاننے میں
قلت اور کثرت پر اس لیئے کہ جائز ہی کہ حق وہی ہو جس طرف
توڑے لوگ ہیں *

ابن جوزی نے تلبیس ابلیس میں لکھا ہی کہ سفیان رحمۃ اللہ
عنیہ نے یوسف ابن اسباط سے کہا کہ اذا بلغک من احد بالمشرق انه
صاحب سنة فاعرف الیہ بالسلام و اذا بلغک من آخر بالمغرب انه
صاحب سنة فاعرف الیہ بالسلام فقد تل اهل سنة کہ اگر مشرق میں
ایک اور مغرب میں دوسرا پابند سنت کا ہو تو اُس کو سلام بھیجو
اس لیئے کہ سنت پر چلنے والے بہت ہی کم ہوں *

امام نصر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ سواد اعظم
وہی ہی جو تابع کتاب یعنی قرآن اور سنت کا ہو و ان ما سواھا
لا یلتفت الیہم و ان امتلاء العالم منہم کہ جو کتاب و سنت کے سوا ہو
اُس پر التفات نہ کرنا چاہئے اگرچہ اُن سے جہاں بہرہ ہو اور
جماعت کے معنی میں ایک بزرگ نے کہا ہی کہ الجماعة دالة
بجامة اهل الحق و ان قلوبا کہ جماعت نام ہی اہل حق کے جمع
ہونے کا ایک حق بات پر اگرچہ وہ بہت ہی کم ہوں *

سواد اعظم کے معنی میں ملا علی قاری شرح نظیۃ الفکر میں
لکھتے ہیں کہ ان فیہم من الصفات الموجبة للقبول ما تقوم مقام
العدد الکثیر من غیرہم ولذا سمیت مثل هذا الامام امۃ قال اللہ تعالیٰ
ان ابراہیم کان امۃ لانه یجتمع فیہ من الصفات مالا یوجد متفرقة
الا فی جماعۃ و لذا قال الشاعر یس من اللہ یمتکنر * ان یجمع العالم
فی احد * و قد قیل فی حدیث المشہور مالیک بالسواد الاعظم ای الاربع
الاسلام پس جب کہ ایک شخص پر اطلاق امۃ کا خدا کے کلام سے ثابت

تقلید اور عمل بالحديث یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ ہجری تقلید اور عمل بالحديث

الامۃ انہ یزاد من الزم هذا المذهب خرج من دین الاسلام بلا شک یوحیہن
احدهما انہ مذهب مقتوی لم یزالہ تعالیٰ قط بان لا تتبع الا الجماع
وقال تعالیٰ یہ قط ولا رسولہ و انما امراللہ عزوجل بالتباع القرآن
وسنة النبی و اری الامر بالتباع الجماع ولم یامر اللہ تعالیٰ قط بان لا تتبع
الا الجماع ولا قال تعالیٰ قط ولا رسولہ لاناخذوا فیما اختلف فیہ الاما اجمع
علیہ ومن ادعی فقد افری علی اللہ الذکب فاتی بدین منہج منہج مبتدع
وبالضلال العینین انما قال تعالیٰ اتیتم ما نزل الیکم من ربکم و قال تعالیٰ
وما انکم الرسول نخذوہ و ما انکم عند فائتہوا وقال تعالیٰ فان تنازعتم
فی شئ فرددوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر و ام
یقنل تعالیٰ فرددوہ الی الجماع فمن تود مانوز فیہ الی الاجماع لا الی
نص القرآن والسنة فقد عصی اللہ تعالیٰ و رسولہ تنزع من الدین سالم
یا ذنبہ اللہ تعالیٰ و امانتہن ینتفع الجماع لما صرح انہم اجمعوا علیہ ولا

یضافہ اصلاً و تود مانوز فیہ الی القرآن والسنة فناخذ ما فیہا وان ام
یتجمع علی الاخذ بہ و یبہذا امر اللہ تعالیٰ و رسولہ و علیہ اجمع اهل اسلام
و ما تعلم احدا قط قال لا ازام فی شیئ من الدین الاما اجمع الناس علیہ
تقد صاروا بہذا الاصل محققین للجماع بلا شک والوجدان الثانی انہ مذهب
یقنضی ان لا یقلب الی انقراہ والسلف اذا رجعا لاختلاف فی شیئ من
احکامہا ولیس من هذا من دین الاسلام فی شیئ مع انہ فی اکثر الامر
ذنب علی انہ قول بلا علم وایضا فانہم لا یأزسون هذا الاصل الفاسد الا فی
مسائل قلیلۃ جدا و ہر یصلک سایر مذاہبہم یعاد علیہم و باللہ التوفیق
کہ اجماع کا دعویٰ کرنا ایک ایسا قول ہی جسکا فساد ظاہر
ہی اسلیئے کہ اس سے سارے اقوال باطل ہوتے ہیں اور ایسے
دعویٰ کرنے والوں پر لازم آتا ہی کہ وہ نہ زکوٰۃ کو واجب جانیں
نہ حج و نماز کی فرضیت کے قایل ہوں اور نہ زنا کی برائی پر اعتقاد
رکھیں مگر اسی وجہ سے کہ اُسپر اجماع ہی اور جو ایسا کرے وہ دین
اسلام سے خارج ہی ہو وجہ سے اول یہ کہ یہ بظاہر ہوا مذہب ہی
نہ خدا نے یہ حکم دیا ہی کہ سوائے اجماع کے اور کسی کا اتباع نہ کرنا
اور نہ رسول نے ایسا فرمایا ہی بلکہ خدا نے تو قرآن و سنت اور اولوالامر
کے اتباع کا حکم دیا ہی یہ بھی خدا نے نہیں کہا کہ جب کسی امر میں
اختلاف ہو تو وہی بات ماننا جسپر اجماع ہو جو ایسا دعویٰ کرے وہ
خدا پر توہمت کرتا ہی اور نیا دین بنایا چاہتا ہی اسلیئے کہ خدا نے
صاف صاف کہدیا ہی کہ جو تمہارے رب نے بھیجا اُسکی اتباع کرو اور
پھر نوما دیا ہی کہ جو رسول بھیجے اُسے اور جو جس سے منع کرے اُسے
جاہور اور نیز ارشاد فرماتا ہی کہ اگر کسی بات میں جھگڑا ہو تو
خدا رسول سے رجوع کرو اس لیئے ہم اُس امر میں اجماع کا اتباع کرتے
ہیں جس میں ہمکو ثابت ہو کہ سب کے سب اُسپر متفق ہیں اور

بظاہر پر نظر کرنا اور خدا نے کلم و رسول کے قول کو اُڑ بندوں کی باتوں
سے جانچنا اور اصل کو فرع پر موش کرنا شان اسلام سے بعید ہی *
اگر کوئی مشرک یا اہل کتاب سن پارے کہ مسلمانوں نے اپنے دین
میں سوائے کتاب و سنت کے اُڑ لوگوں کی باتوں پر چلنا جائز رکھا ہی
تو وہ اسلام کی بربادی کی نہایت عمدہ نال سمجھے اور اگر یہ خبر
پارے کہ انہوں نے اس امر کو واجب سمجھا لیا ہی اور اُسکے خلاف
سمجھنے والے کو بدعتی یا فاسق یا دشمن اسلام کہتے ہیں تب تو مارے
خوشی کے مر ہی جارے اور اسلام کے خاتمہ پر شادیائے خوشی کے
پتے اُڑے اسلیئے کہ اگر عربی اسلام کی اُسکی نظر میں ہوتی تو اسی
سے ہوتی کہ اسلام کے بانی نے کامل توحید کو جاری کیا اور ساری قسم
کے شرک ک خفی ہو یا جلی باطل کردیا اور تمام رسوم اور بنائیں ہوئی
باتوں کو تردید اور ادیان سابقہ کی تھریف کرنے والوں کی تھریفیات
کو راجب التبرک والا نکار بتلایا پس جب کہ اُسی مذہب کے لوگ
توحید سے پھر گئے اور مشرک فی صفا المبرۃ ہو گئے اور رسوم کی
پابندی اور اپنے بھائی بندوں کی باتوں پر نہ ذائع بلکہ متمسک ہو گئے اور
اپنے خدا کے نلام پر عمل کرنے کے لیئے لوگوں کے قتلوں پر نظر کرنے لگے
اور اپنے رسول کے قول پر چلنے کے لیئے عالموں کے حکم کے پابند ہو گئے
کہ جب تک اُنکے سرکاری نہ کہدیں وہ نہ خدا کی کتاب پر عمل کر سکتے
ہیں نہ رسول کی حدیث پر تو پھر ایسی خرابی پڑ اسلام کی جو کچھ
وہ خوشی کریں وہ حق بجانب ہی اور جب وہ اس بات سے واقف ہوں
کہ یہ قول اور عمل صرف غلام ہی کا نہیں ہی کہ وہ بمجبوری اُسکے
قایل اور اُسپر عامل ہوئے ہوں بلکہ اچھے اچھے پڑھے لکھوں کا جنکا
علامہ اور حضرت اور قلیلہ اور کعبہ کے سوا کوئی نام نہیں لیتا
یہی عقیدہ ہو گیا ہی اور گردہ کا گردہ اُس پر قایل ہو رہا ہی اور
دین اسلام کا مدار ہی اُس پر آ گیا ہی تو معلوم نہیں کہ اس
شکرائے میں مشرک اپنے باتوں پر کیا کچھ چڑھاویں اور نصاریٰ اپنے
حضرت مسیح کی کیا کچھ اپنے حال پر منایں سمجھیں *

مقدمہ — خیر یہ زبان درازی چھوڑنے اور دوسرے دعوے کو اپنے
ثابت کیجئے جو آپ نے کہا ہی کہ جس طرف بہت لوگ ہوں اُس سے
مطابق کرنا اجماع کی مخالفت نہیں ہی *

غیر مقدمہ — شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن
غالب اُندلسی اپنی کتاب مغنی فی کتاب الاثریہ میں یہ نسبت دعویٰ اجماع
کے لکھتا ہی ہذا ای دعویٰ الاجماع قول فی غایۃ الفساد لانه یصلک علیہم
جمہور اقراہم و یأزسون ان یأزمو زکوٰۃ الاحیث اوجیبا الجماع ولا توفیۃ
حج اصولۃ الاحیث صح الجماع علی وجوبہا ولا سوا الزنا الاحیث جمعت

تہذیب الاخلاق

تقلید اور عمل بالحديث

یک جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ ہجری

تقلید اور عمل بالحديث

غیر مقلد — قطع نظر ان کے صدھ اقوال عدم وجوب تقلید پر
ہم کو معام میں کہ بطور نمونہ کے چند اقوال ہم آپ کو سناتے ہیں۔
اول قال الشيخ مؤلفین مبداء السلام ومن العجب العجیب (امام قول
ازالۃ الشفا میں منقول ہے) یعنی سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ
فقہاء مقلدین اپنے امام کے قول کے ماخذ کے ضعیف ہونے سے رائق ہو جاتے
ہیں اور کچھ جواب اُس کے ضعف کا نہیں رکھتے اور با اینہما اپنے
امام کے قول کی تقلید نہیں چھوڑتے بلکہ بسبب تقلید کے صریح حکم
کتاب و سنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور ظاہر کتاب و سنت کے ترک کرنے
کے حیلے ڈھونڈتے ہیں اور تاویلات بعید اور باطل قرآن و حدیث میں
کرتے ہیں حالانکہ اگلے لوگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ بغیر پابندی کسی
مذہب کے جس عالم سے چاہتے مسئلہ پر چھوہ لیتے مگر جب سے کہ
یہ مذہب ظاہر ہوئے اور مقلدین میں تعصب آیا تب سے یہ حال
ہو گیا ہے کہ اپنے ہی امام کی تقلید کرتے ہیں اور کچھ دلیل و برہان
کو نہیں دیکھتے اور اُس کو مٹل ٹپل مرسل کے جانتے ہیں اور جو ایسا
کرے وہ حق سے دور ہے *

دوسرے قال الامام ابو شامہ یثبغی لمن اشتغل بالفن ان لا یقتصر
علی مذہب امام و یعتقد فی ذلک مسئلۃ صحتہ ماکان اقرب الی دلالۃ الکتاب و
السنۃ المحکمۃ یعنی امام ابو شامہ نے کہا ہے کہ اُس شخص کو جو
فقہ میں مشغول ہو چاہیئے کہ کسی ایک امام کے مذہب پر حصر
نکرتے بلکہ ہر مسئلہ میں اُس چیز کی صحت کا معتقد ہو جو
قریب تر ہو کتاب و سنت سے *

تیسرے عبدالوہاب شعراوی میزبان میں لکھتے ہیں کہ امام ابو
حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے حرام علی من لم یعرف دلیلی ان
یفتی بکلامی کہ حرام ہے اُس شخص پر جو میزبان دلیل کو نہ پہچانتے
یہ کہ نثری دیوے دیوے کلام پر اور شیخ ثقی الدین نے ابن خزیمہ
سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایسے لحد مع اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قول اذا صح الظہر عنہ کہ کسی کے قول کو کچھ اعتبار نہیں ہے
ہم قابل رسول کے قول کے جبکہ صحت حدیث کی ثابت ہو جاوے *
چوتھے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اذاح الصدیق
نہر مذہبی جو حدیث ثابت ہو جاوے وہی میرا مذہب ہے *

پانچویں در اسالۃ الیہ میں لکھا ہے وقد صح منہ ایضا انہ
قال انکرنا قری فیقول رسول اللہ صلی اللہ وسلم لانہ لم یدع ہو ولا احد
غیرہ من المجتہدین الا حاطہ بكل قول صح من الرسول صلی اللہ علیہ
وسلم فی زمانہ فلاحا بعد زمانہ یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
کا قول ہے کہ میرے قول کو چھوڑ دو جبکہ قول رسول نا پاؤ اس لیے
کہ امام موصوف یا اُڑ کسی مجتہد نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جاری *

اُنکا اجماع کتاب و سنت کے متضاد نہیں ہے اور اگر آپس میں اختلاف
ہو تو ہم قرآن و حدیث پر رجوع کرتے ہیں جسکو اُسکے مطابق پاتے
ہیں اُس پر عمل کرتے ہیں گو اُس پر اجماع نہر اور پس بھی وہ
ماریقہ ہے جسکا حکم خدا و رسول نے دیا ہے دوسرے یہ کہ اجماع کے
دعوے سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت اختلاف میں ہم کو قرآن و حدیث
پر رجوع کرنا چاہیئے بلکہ اجماع پر کہ بہتوں کی رائے کیا ہے تو
حقیقت میں یہ بات دین اسلام کی نہیں ہے *

مقلد — سبحان اللہ آپ بڑے معقق کا کلام اپنے دعوے کی دلیل
میں لائے ابن حزم تو بدعتی تھا اور اُس کو انتہا نے نکال دیا تھا کہ وہ
جنگل میں مو گیا *

غیر مقلد — یہ سچ ہے کہ فقہا نے بدعتی ٹھکر نکال دیا تھا مگر
اسی قصور میں کہ اُسٹے فقہا کے اقوال کو بالائے طاق رکھ کر خدا کی
کتاب اور رسول کی احادیث پر رجوع کی قوی لیکن شکر ہے کہ اُسکے
کلام کی تصدیق اُڑ علما نے بھی کی ہے چنانچہ حجة اللہ علیہ میں
شاہ ولی اللہ صاحب نے اجماع کی نسبت ایسا ہی کچھ کہا ہے اور
ابن حزم کے قول حرمہ تقلید کو باطل نہیں گردانا بلکہ اُس کو پرر
کر دیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قول ابن حزم کا کہ تقلید حرام
ہے اور کسی کو حلال نہیں ہے کہ سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کے بغیر دلیل کے اور کسی کی قول کو لے لے لیتے کہ چند آیتوں میں
اللہ جل شانہ نے اپنے ہی اور اپنی رسول ہی کی تبعیت کا حکم کیا ہے
اور تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا ارل سے آخر تک اسی
امر پر اجماع ہے کہ ایک انسان کو اپنے جیسے دوسرے انسان کے سب
اقوال کا لینا منہج ہے پس جو شخص سب اقوال کو امام ابو حنیفہ
یا شافعی وغیرہ کے لیتا ہے اور خدا کی کتاب اور رسول کی سنت پر
اعتدال نہیں کرتا وہ متضاد تینوں نیک زمانہ کے اجماع کا ہے اور
جو ایسا ہو وہ اُس واقعہ پر چلتا ہے جو مسلمانوں کی نہیں ہے پس
یہ قول ابن حزم کا بھی پرر نہیں بلکہ ناقص ہے مگر اُس شخص
کے حق میں جو کہ طائف اجتہاد کے رہتا ہو اگرچہ ایک ہی مسئلہ
میں ہو اور یا اُس کو صاف ثابت ہو جاوے کہ پیغمبر صاحب نے ایسا
نرمایا ہے یا اُس سے منع کیا ہے اور یہ بھی اُس کو معلوم ہو کہ یہ
منسوخ نہیں ہے ایسی حالت میں حدیث سے متضاد کرنے کا کوئی
سبب بجز نفاق خفی یا حماقت جلی کے نہیں ہے *

مقلد — یہ قول بھی اُس شخص کا ہے جس کو ہم غیر مقلد
جانتے ہیں اور جسکے اقوال کو ہم نہیں مانتے وہ بھی تمہاری ہی
طرح سے خلاف طریقہ اُڑ علما کے تقلید کا تارک تھا *

تقلید اور عمل بالحديث یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ھ

صحیح ہے تو کوئی دوسری حدیث معارض اور ناسخ اُسکی نہوتی تو ضرور امام شافعی اُسپر عمل کرتے یا امام ابو حنیفہ اُسپر عمل ہوتے غرض کہ جو فقہیہ جس امام کا مقلد ہی وہ ترک حدیث پر ایسے ہی عذر اور حیلے کرتا ہی اور حدیث پر عمل کرنے والے کو گمراہ جانتا ہی اور جو کچھ اُن کے اصحاب نے کھدیا اُسکی تقلید کو واجب جانتا ہی اگرچہ اُن کے اقوال احادیث کے معارض ہوں لیکن وہ کتاب و سنت کو چھوڑ کر اپنے ہی اصحاب کی طرف رجوع کرتا ہی پس اگر ہم اُس سے کہیں کہ امام شافعی صاف کہہ گئے ہیں کہ اگر کوئی حدیث تمکو متخالف میرے قول کے ملے تو میرے قول کو دھوڑا سے پٹکر اور حدیث پر عمل کر راسلیم کہ میرا مذہب وہی ہی جو حدیث سے ثابت ہو اور مثل اسی کے امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہی اور یہ قول انہیں کے مقلدین سے ثابت ہی پس ایسی باتوں کو منکر مقلد چھوڑتے ہیں اور کچھ جواب معقول نہیں دے سکتے اور ایسے مباحثہ کا مجھے انٹر اتفاق ہوا۔ غرض کہ خواہشات نفسانی کے سبب سے شریعت مسمودی کو فقہا نے منسوخ کردیا کہ باوجودیکہ احادیث صحیح کتب صحاح میں موجود ہیں اور اُن کے راویوں کے نام بھی مذکور ہیں اور اُن کا جرح و تعدیل بھی منقول ہی اور اُن کی سندیں بلا تبدیلی و تغیر کے بھی محفوظ ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے مقلدین میں سے کوئی اُن پر عمل نہیں کرتا اور اپنے اگلوں کے تئوں ہی پر رجوع کرتے ہیں اور باوجود متخالف اُن صحاح حدیث کے اپنے فقہوں کے قول کو ترک نہیں کرتے تو کیا فرق ہی اُن احادیث کے ہونے اور نہونے میں اِس لیئے کہ جب اُن کا حکم ہی تھا اور مقلدین کے نزدیک اُن پر رجوع کرنا جائز ہی نہ تھا تو اُن کے نزدیک اُن احادیث کا وجود و عدم برابر ہی پس اِس سے زیادہ نسخ شریعت کا اور کیا ہوگا انتہی *

دوسری نقل عن المضمرات ان العیبر فی کرنے حجة فرق الاجتهاد فان خالف الروایة الصحیح ترک فالعمل بالحديث اولی من الروایة پس جو روایات مخالف حدیث کے ہو وہ چھوڑ دی جارہی *

گیارہویں امام شعراوی نے میزان میں لکھا ہی کہ فان قلت ما اصنع بالاحادیث التي صححت بعد موت امامی و لم یاخذ بها فالجواب یفہمی ان عمل بها فان امامک لو طهر بها و صححت منه ربما کان امرک بها فان الامم اسوی کلام فی ید الشریعة و من فعل ذلک فقد حاز العیبر بکتلی یدہ یعنی اگر تو چھوڑے کہ پھر میں کیا کروں یہ نسبت اُن حدیثوں کے جنکی صحیح بعد موت میرے امام کے ثابت ہوئی اور میرے امام نے اُنکر نہیں پایا اس کا جواب یہ ہی کہ تجھے چاہیئے کہ تو اُس حدیث پر عمل کرے اِس لیئے کہ اگر تیرے

حدیثیں اُن تک پہنچ گئیں اُنکے زمانہ میں چہ جائے کہ وہ حدیثیں جو بعد اُنکے زمانہ کے معلوم ہوئیں *

۱۰۱۰ امام شعراوی نے منہج میں لکھا ہی کہ امام شافعی فرماتے ہیں ان شہی خالف امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سقما و لا یقر معہ حجة ولا یواس فان الله تعالى قد قطع العذر بقوله صلی اللہ علیہ وسلم ذلیس لاحد معہ حجة و قال ایضا اذا ثبت الظہر عن الذی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصل ترکہ لشہی ایدل یعنی بمقابل قول رسول کے کسیکا کلام حجت نہیں ہی اور بعد ثبوت حدیث کے ترک کرنا حدیث کا جائز نہیں ہے *

ساتویں امام شعراوی منہج میں امام شافعی کے اقوال میں لکھتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں انظرانی امر یدنکم فان التقلید المعص منہ و نية معی مصیرة و کان کثیرا ما یدن التقلید و یقول تبیح علی من اعطی شمة لیستضی بها ان یطعمها و یمشی فی الظلمة کہ اپنے دین میں ہوشیار رہو تقلید معص پر قانع نہو اِس لیئے کہ وہ بصیرت کو اندھا کر دیتی ہی اور نہایت بری ہی اور امام شافعی اکثر تقلید کی برائی کرتے اور کہتے کہ نہایت تبیح ہی حال اُس شخص کا کہ جسکو خدا شمع روشن عطا کرے تاکہ اُسکی روشنی پارے اور وہ آئے ہمارے اور تاریکی میں چلے *

آٹھویں کتاب لوائح الاذواء القدیة میں لکھا ہی کہ و من شان النقیة المحقق ترک التبعص لاصامہ اذا علم ضعف دلیله و علم صحة دلیله مذهب الخیر لان امامہ لم یقل تلذنی فی کل ما قلته امامہ یدم المصمة من الضعاف کہ شان فقہیہ محقق کی یہ ہی کہ وہ تعصب اپنے امام کا چھوڑ دے جبکہ اُسکو اُسکی دلیل کا ضعف معلوم ہو جائے اِس لیئے کہ اُسکے امام نے یہ نہیں کہا ہی کہ ہو بات میں جو میں کہتا ہوں میری تقلید کرنا اِس لیئے کہ وہ خود جانتے تھے کہ ہم خطا سے معصوم نہیں ہیں *

نویں شیخ معی الدین عربی تروحات مکہ کے باب ۳۲۸ معروض نسخ شریعت میں لکھتے ہیں ان الشیطان قد سکن اللہ تعالیٰ علی حضرة الشیطان و جعلہ سلطانا فہذا والے الفقہیہ یمیل الی الخ یعنی شیطان کو خدا نے خیال پر تسلط دیا ہی پس جب وہ دیکھتا ہی کہ کوئی فقہیہ خواہش کی طرف مائل ہی تو اُسکو بھگاتا ہی اور یہ دوسرے دیتا ہی کہ یہ روایت خدا کی طرف سے ہی اور یوں سمجھاتا ہی کہ پچھلے ٹیک لوگ بھی پیسہ والے کے خدا تک پہنچتے ہیں اور احکام میں قیاس سے کام لیا ہی اور ایسی ایسی باتیں اُس فقہیہ کے دلیلیں بآل کو اُسکی خواہشات پوری کرنے کے لیئے اُسے ایک حیثیت عرمی بٹہ دیتا ہی پس وہ فقہیہ احادیث تیرہ کو بالے طاق رکھ دیتا ہی اور اُنکے قدم قبل پر پہ نہر کرتا ہی کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی یا اگر

تقلید اور عمل بالحدیث یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ھ جری تقلید اور عمل بالحدیث

شخص اپنے امام کے مذهب کو ترک کر دے اُس نے کہنے پر جو کہ سبب مباح ہونے کے کسی امر میں آسانی پادے از روئے شریعت کے تو اُس پر کچھ ملامت نہیں ہوسکتی *

پس اس سے باطل ہوا کہ قول مقلدین کا کہ تقلید کے چھوڑنے سے آدمی آزاد ہو جاتا ہے اور یہ حرام چیزوں کو مباح سمجھتا ہے ایسے کہنے والوں نے درحقیقت شریعت مہمہدی کو مشکل کر رکھا ہے اور جو آسانی خدا نے اُس میں رکھی ہے اُس پر عمل کرنے کو انھاد تصور کیا ہے حالانکہ حضرت ابن عباس سے سنن ابو داؤد میں ایک حدیث منقول ہے کہ ابن عباس قال کان اهل الجاهلیۃ یاتلون اشیاء و یتروکون اشیاء فتقدرا ننبعث اللہ تعالیٰ بنبیۃ صلی اللہ علیہ و سلم و انزل کتابہ و احل حلالہ و حرم حرامہ فما احل فهو حلال و ما حرم فهو حرام و ما سکت عنہ فهو موقوف *

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیہ بہت سی چیزیں کھاتے اور پہنتے کہ ناپاک سمجھے کر چھوڑ دیتے کہ خدا نے اپنا نبی بھیجا اور اپنی کتاب نازل کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام بتلایا پس جس کو اُس نے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جس کو اُس نے حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ مباح ہے اور معاف *

ستروہیں ابن امیر الحاج شرح تہذیب میں لکھتے ہیں کہ فالترزم مذہباً معیاً کابی حقیقۃ والشانعی قیل یلزم و قیل لا یلزم قال الشارح و هو الاصح لان التزامہ فیہ ملتزم اذا راجع الی الامر و رسولہ و لم یوجب اللہ تعالیٰ و رسالہ صلی اللہ علیہ و سلم علی احد من الناس ان یتخذ مذہباً بمذہب رجل من الامة فیقلدہ دینہ فی کل ما یاتی و ہذا غیرہ کہ ایک مذہب معین کا التزام کرنا واجب نہیں ہے اس لیئے کہ واجب وہ ہے جس کو خدا اور رسول نے واجب کیا ہو پس نہ خدا نے نہ رسول نے بندوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ مذہب کسی آدمی کا اُس کی اُمت میں سے اختیار کریں اور خدا کے دین میں کسی کی ایسی تقلید کریں کہ اُس کی باتوں کو ماننے اور دوسروں کو چھوڑ دے *

اٹھارویں ابن عز نے حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ من یتصّب لراحد معین غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویزی ان قولہ والصراف الذی یجب اتباعہ ہون الائمۃ الاخرین نہر قال جابل کہ جو شخص تصب کرے کہ ایک ہی معین شخص کی تقلید لازم ہے وہ گمراہ جاہل ہے *

امام کو یہ حدیث ملجائی تو ضرور وہ اُس پر عمل کرتے اس لیئے کہ ہمارے امام شریعت کے ہاتھ میں ہیں اور جو ایسا کرے وہ دونوں ہاتھ سے ٹپکی جمع کریگا *

یاروہیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنی وصایا میں لکھتے ہیں کہ در نوز پیری علماء مہدیین کہ جامع باشند میاں فقہ و حدیث کردن و در انجا تقریحات فقہیہ پر کتاب و سنہ عرض نمودن انھو موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالے بد پریش خاندن دادن امس را ہیچ وقت از عرض مجتہدات پر کتاب و سنہ استغنا حاصل نیست و سخن متشہدہ فقہارا کہ قول عالمی را دست آویز ساختہ تتبع سنہ را ترک کردہ اند نہ شنیدن و بہ آن التماس نکردن و قرب خدا جستن بہ دوری اینان *

تیروہیں شاہ عبدالعزیز صاحب مہدث دہلوی فرماتے ہیں کہ تفسیر میں حدیث من لم یعرف امام زمانہ کے کہ فالمرادان من لم یعرف امام زمانہ من الکتاب و لم یعرف نسخ الکتاب السابقۃ ولم یعرف ان نسب ائمۃ المذاهب لیست واجبت الاتباع کما یظنہ جماعۃ المقلدین من کل مذہب مات مینۃ جاہلیۃ یعنی جو شخص نہ جانے کہ امام زمانہ کا قرآن مجید ہے اور نہ جانے اس امر کو کہ نسب سابقہ منسوخ ہوگئی ہیں اور نہ جانے اس بات کو کہ کتابیں مذہب کے اماموں کی واجب الاتباع نہیں ہیں جیسا کہ سب مقلدین اپنے اپنے مذہب کے اماموں کی کتابوں کی نسبت گمان کرتے ہیں تو اُس نے جاننے والے کی موت جاہلیہ کی موت ہے *

چودھویں صاحب ارواح الامام نے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک اُڑ قول کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے پدائکہ امام ابو حنیفہ گفتہ اسے کہ حلال نبرد کیے را کہ بقول ما تمسک کند تا آنکہ نہ داند ماخذ آنرا از کتاب و سنہ و اجماع امس و قیاس جلی و مجتہد گاہ خطا کند و گاہ بہ حق رسد چوں خطاء او ظاہر گردد تقلید او در خطا حرام بود *

پندرہویں ابن امیر الحاج نے تعبیر شرح تہذیب میں لکھا ہے کہ اذا راے بقول المصنف لمذہب امامہ دایلاً صحیحاً من الحدیث و لم یجد فی مذہب امامہ جواباً قویاً عنہ ولا مارضاً راجحاً علیہ اذا الکلف مامور باتباع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما شرع فلا وجہ لئذہ من تقلید من قل بذلک من المجتہدین معانظۃ علی مذہب التزم تقلیدہ *

سولہویں صاحب درامۃ الایب نے لکھا ہے کہ حتی لو ترک مذہب امامہ بقول من سہل تبعاً لخصۃ لم یکن ملاماً کہ اگر کوئی

تقلید اور عمل بالحدیث یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ ہجری تقلید اور عمل بالحدیث

قول من غلغلن افتد قول مارا ترک باید نمود و پرحدید عمل باید کرد الی قولہ لهذا لازم اس کے ضم فائضہ مقتدی بہ تہذیب امام نیز کردہ باشد تا داخل تابعان مفسرین و محدثین خواہد شد و دریں معنی از ترک فائضہ خلاف حدیث صحیح راجع خواہد شد و چہ موجب کہ صحت این حدیث امام ابو حنیفہ ترسیدہ باشد ہر گاہ کہ الحال از صدها و ہزارہا مردم علماء محققین مثل امام بخاری و صاحب مسلم و غیر ہم رحمہم اللہ صحت این ثابت شد از ترکش ملام و ملعون خواہد شد *

تیسویں مرلانا شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی حالت رویا میں لکھتے ہیں کہ ناکاہ جناب حضرت امیر از جانب قبلہ نمایاں شدند الی قولہ یاغیر ہمکلام شدند فقیر آن وقت را غنیمت دانستہ در چند چیز کہ در آن وقت در ذہن حاضر شدہ عرض نمود جواب باصواب یافتہ الی قولہ باز عرض نمود کہ از مذاہب فقہا کدام یک مستفاد و پسند جناب است فرمودند کہ هیچ پسند ما نیست یا بطور مانیست انزام و تفریط بعمل آورده اند یہہ اتوال صرف بدادر نمودہ کے ہمانے نقل کیئے اور مثل اس کے صدها ہزارہا اتوال ہیں جن سے حدیث پر عمل کرنا واجب نکلتا ہی *

مقلد — آپ کی اس تقریر سے ثابت ہوا کہ حدیث کا ترک کرنا جایز نہیں ہی اور بمقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے دوسرے کا قول لائق سند نہیں پس یہی ہم بھی کہتے ہیں اور ایسا ہی ہمارا عقیدہ ہی ہم بھی امام کو نبی نہیں جانتے انکو معصوم نہیں کہتے بلکہ ہمارا اول عقیدہ مجتہدین کی نسبت یہی ہی کہ المجتہد قد یضل و قد یصیب کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ ہمارے مجتہدین اور فقہا نے اپنے ہر ایک قول کو حدیث سے ثابت کیا ہی اور کسی میں مخالفت حدیث کی نہیں کی اور جو قول ظاہر میں مخالفت حدیث کے معلوم ہوتے ہیں وہ در حقیقت مخالف نہیں ہیں بلکہ اگر احادیث صحیحہ سے اُنکا ثبوت ہوتا ہی اور امام ابو حنیفہ کے پاس صندوق کے صندوق حدیثوں کے تھے پس ہم اسوجہ سے اُنکی تقلید کرتے ہیں اور اُن کے اتوال کتاب و سنن سے ثابت ہیں اور مخالف حدیث کے نہیں ہیں *

غیر مقلد — بیشک آپ اپنی زبان سے امام کو نبی نہیں کہتے اور اُنکی معصومیت کا انکار نہیں کرتے مگر جو پرتاز تمہارا اُنکے ساتھ ہی اُس سے بطرفی ثابت ہوتا ہی کہ تم انکو معصوم جانتے ہو ورنہ خیال کرو کہ یہہ تمہارا کہنا کہ اُنکا کوئی قول حدیث سے معارض نہیں اور بعد اُنکے بھی کوئی حدیث صحیح نہیں ملی جس سے کسی مسئلہ میں اُنکا اجتہاد قابل ترک کے ہو یہہ کیا ایسا کرل ہی کہ جسکی

تیسویں صاحب درامۃ نے لکھا ہی کہ العمل بدلیل مخالف للحدیث الصحیح حرام علی المقلد کالمجتہد کہ عمل کرنا ایسی دلیل پر جو کہ مخالف ہو حدیث صحیح کے حرام ہی مقاد پر بھی مثل مجتہد کے *

بیسویں روی الضلایب باسنادہ ان الدراکی من الشافعیۃ کان یستفتی و ربما یفتی بغیر مذهب الشافعی و ایضہ نقیل کہ هذا مخالف قولہما فیقول و یکلم حدث فلان من فلان من النبی صلی اللہ علیہ و سلم نکذا نالخذ بالحدیث اولی من انخذ بقولہما اذا قالوا کہ در ا کی نقہا شافعی سے کہی تہی مخالف مذهب امام شافعی اور امام ابی حنیفہ کے دیتے تو جب کوئی پوچھتا کہ یہہ قول آپکا مخالف اُن دونوں اماموں کے ہی تو وہ فرماتے کہ جب معلوم ہو گیا کہ یہہ قول پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا ہی تو پس اُس کا لینا چاہیئے نہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے قرار کا جبکہ اُس سے مخالف ہوں *

اکیسویں ابن جوزی نے لکھا کہ اذا کان للعالمی یسرع کیف لایسرع فی الاخذ بالحدیث فلو کان سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لایجزز العمل بہا و ہذہ من ابطال الباطل و قد اقام اللہ تعالیٰ الحجۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم دون احاد الامۃ ولایفرض احتمال خطا لمن عمل بالحدیث واقعی یہ بعد فہم ان اضعاف مضاعفہ حاصل لہن اتی بتقایدہ یعنی جبکہ عامی کو مفتی کے قول پر عمل کرنا جایز بلکہ واجب ٹھہرا باوجود احتمال مفتی کی خطا کے تو کیونکر اُس کو جائز ٹھہرا عمل کرنا حدیث پر پس اگر پیغمبر خدا ہی کی حدیث پر عمل کرنا جایز نہ ہو تو پھر کسپر عمل کرنا جائز ہوگا حالانکہ خدا نے اپنی حبیب صرف رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو قرار دیا ہی نہ اور کسی آدمی کو اور یہہ سمجھنا کہ عمل بالحدیث میں غلطی کا احتمال ہی باوجود اتوال اس امر کے کہ اُس سے در چند چار چند زیادہ غلطیاں مفتی کے قول میں ہوتی ہیں جنکی تقلید واجب سمجھی جاتی ہی بڑی نادانی ہی *

پائیسویں مرلانا شاہ عبدالعزیز صاحب قرائت خلف امام کے استفتا کے جراب میں فرماتے ہیں کہ خواندن سرورہ فائضہ باتندائے امام مقتدی را نزد ابو حنیفہ ممنوع و نزد محمد ہر گاہکہ امام خانی بخواند جایز بلکہ ارلی و نزد شافعی ہندوں خواندن فائضہ عدم جواز صلوٰۃ و نزد فقیر ہم قول شافعی ارجح راوی چرا کہ بملاحظہ حدیث صحیحہ لاصارۃ الفائضۃ الکتاب بطلان نماز ثابت مشہود و قول ابو حنیفہ نیز چاہیہ وارد اس کے جائیکہ مذهب صحیح وارد ہوں و

تقلید اور عمل بالحديث تقیید اور عمل بالحدیث

یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ھ

اصول کے پابند ہیں پس اگر تم صرف انہیں اماموں کے نکالے ہوئے مسئلوں کی تقلید کرتے تب بھی خیر بلعنا ان کی بزرگی اور پائی کے تمکو نا مناسب نہرتا مگر جب کہ سارے مسئلے اُن کے نکالے ہوئے نہیں ہیں تو تعصب ہی کہ اُن کے اصول کی پابندی سے جو مسئلے پچھلے مالکوں نے نکالے ہوں اور جسمیں انہوں نے غلطیاں بھی کی ہوں بلکہ خود اپنے اماموں کے اقوال سے بعضے فتویٰ اور مسئلے اماموں کے اصول کے مخالفت کی ہو اور اُن کے بعضے فتویٰ اور مسئلے اماموں کے اصول کے مطابق ہی نہ رہے ہوں مگر پا این ہمہ اُن کو تم صائوں اور جو کتاب و سنت کو اصول سمجھو اُس کی پابندی سے مسئلے نکالے اور واسطے واسطہ کو چھوڑ کر اصل ماخذ سے شرع کے احکام لے آسکو تم برا جانو حقیقت میں یہ ایک نہایت تعصب کی بات ہی *

مقلد — کیا ہمارے پچھلے علماء نے دیدہ و دانستہ حدیث کی مخالفت کی ہی *

غیر مقلد — میں کیونکر اپنی زبان سے کہوں مگر میں تمہارے ہی تقہا کے اقوال کو تمثیلاً نقل کرتا ہوں ذرا کان لگا کر سنو اور تقلید کے نتیجوں پر انروس کرو صلا علی قارے اپنے رسالہ میں جو اشارہ کی نسبت لکھا ہی نرماتے ہیں فالصالح بالاخبار النہیۃ و الآثار المصلوۃ الخ + کہ جو شخص اخبار نبوی و آثار مصلوۃ کو نہیں جانتا + جب اُس نے دیکھا کہ بعض تو پسب مسئلوں ہونے کے اشارہ تشہد میں کرتے ہیں اور بعض یا جہل یا کسل کے سبب سے نہیں کرتے تو یہ کہنے لگا کہ اُسکا ترک کرنا اولیٰ ہی بعد اُسکے دوسرا شخص ہوا اور اُس نے یہ زیادہ کیا کہ اشارہ کرنا مکروہ ہی مگر کراہت سے مراد اُسکی کراہت تنزیہی ہی پھر تیسرا شخص ہوا اُس نے کہا کہ جو اگلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ مکروہ ہی مراد مکروہ سے مکروہ تشریعی ہی اسلئے اُس نے تئری دیا کہ اشارہ کرنا حرام ہی پس خیال کرو کہ پسب جہالت اور فلسفے کے سنت مشہورہ امور منہیہ میں داخل ہوگئی اور ذمل پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حرام ٹھہر گیا اور حرام کی تعریف بھی +

+ دراصل کے حاشیہ پر یہ اصل عبارت لکھی ہوئی ہے جو چاہے دیکھ لے ہم نے یہ سب مارل کے چھوڑ دی ہیں اور فقط ترجمہ پر قناعت کی -

+ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی اشارہ کے جائز ہونے بلکہ مسئلوں ہونے کی نسبت بہت کچھ نہایا ہے چنانچہ اراۃ الامام نے اُنکے قول کو اس طرح نقل کیا ہے کہ چوں ترسید بعضے را سنی و نہ قول ائمہ منع لرونہ آزار بقیاس نہ بکتا و سنت و قیاس و اجماع متخالف نہں باطال پادش پس خطا کرد و تقلید او در خطا حوام بود ای قولہ و فضل اشارت بسیار است درین مختصر نہ گنجد و اے برکے کہ ازین فصل معزوم پادش

غلطی ثابت کرنے کے لیئے کسی دلیل کی حاجت ہو اگر چاروں امام کے سب اقوال موافق حدیث کے ہوتے تو کیوں آپس میں اختلاف ہوتا پس یہ اختلاف ہی عمدہ دلیل تمہارے قول کی غلطی کی ہی + *

مقلد — تو معام ہوا کہ آپ کے نزدیک اماموں نے اپنی اپنی راے سے کام لیا اور خلاف حدیث کے مسئلے اپنے ذہن سے تراش کر بنا لیئے اور جو ایسا کرے وہ دشمن اسلام کا ہی تو یہ چاروں امام آئے عقیدہ کے موافق دشمن اسلام کے ٹھہرے و نعرہ بالہ صہ *

غیر مقلد — ہمارا یہ قول اور عقیدہ اُن پاک اماموں کی نسبت نہیں ہی بلکہ ہم تو اُن کو اس درجہ سے بھی بڑھا ہوا جانتے ہیں جس درجہ کا تم اُن کو سمجھتے ہو اور ہم اُن کی پائی اور نیکی کے معتقد ہیں اور اُن کا ایک بڑا احسان اپنے ارہر جانتے ہیں کہ اُن کی مسامی جمیلہ سے راہ شریعت کی کشادہ ہوئی خدائے تعالیٰ اُن کے نیک کاموں کا نیک پدلا دے مگر یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں تک اُن کو احادیث پہنچیں اُس پر انہوں نے عمل کیا اور جن مسائل میں اُنکر حدیث نہ ملی وہاں اجتہاد کیا او جہاں تک اُن سے یہ نیک نتیجہ ہو سکا اپنے آپ کو غلطی سے بچایا مگر وہ معصوم نہ تھے کہ اُن سے غلطی نہ ہوتی مگر یہیں پیچھے کر کے حدیث مل گئی سو اگر وہ زندہ رہتے تو ضرور اُس مسئلہ میں اپنے اجتہاد کو ترک کردیتے اور اسی لیئے وہ ہمیشہ کہتے رہے کہ حدیث کے ملنے کے بعد ہمارے قول کو نمائنا اگر وہ امام اپنی راے کو دخل دیتے اور تم لوگوں کی طرح حدیث پاکر اور اُسکی مصحح پر مطلع ہوکر چھوڑ دیتے تو بیشک اُنکی پائی پر امتراض ہوتا حقیقت میں تم اُنکے مقلد نہیں ہو ہم اُنکے مقلد ہیں کہ اُنکے قول پر چلتے ہیں کہ وہ صاف فرماتے ہیں کہ حدیث پر عمل کرو اور کسیکے قول کو نہ دیکھو لیکن بعد اُن کے جو آؤ لڑگ ہوئے اور جنہوں نے تقلید میں تعصب کو دخل دیا اُن کو بیشک ہم اچھا نہیں جانتے اور اُن کی باتوں پر نہیں چلتے گو تمہارے نزدیک وہ معتق ہوں یا علامہ مالکہ اس کے آپ تقلید صرف ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کی نہیں کرتے بلکہ اُن کے مقلدین کی تقلید کرتے ہو اس لیئے کہ جتنے مسئلے اور احکام فقہ کی کتابوں اور تئاروں میں لکھے ہوئے ہیں یہ بھی تو سب انہیں اماموں کے نکالے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اُن کے بعد آؤ مالکوں اور تقیہوں نے اُن کے اصول پر نکالے ہیں اور تم سب کو منک مسائل نکالے ہوئے اماموں کے مانتے ہو اس وجہ سے کہ وہ اُن کے + یہاں اس جواب کو ہم نے مختصر کر دیا اس لیئے کہ اس مضمون کے تتمہ میں ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ جواب اس امر کو دیا ہے کہ زرا بات فقہ کی مخالفت حدیث سے ثابت کی

چریس — تقلید کے نائذوں اور غویوں کو ہمارے علما کی کتابوں میں ملاحظہ کرو اور جو کچھ آپ اعتراض کرتے ہیں اُن سب کا جواب دیکھو خصوصاً شرح سفر السعادت اور تفسیر احمدی وغیرہ کو مطالعہ کرو تب آپ کے سب شبہات دور ہو جائیں *

غیر مقلد — ہمنے سب کو دیکھا اور خوب غور کیا پس بعضوں کی تحریر میں تو اُنکی سادگی طبیعت کا اثر پایا اور بعضوں کی تقریر پر مقلد العقب یستر العقل کا یاد آیا اور انکڑوں کی باتوں کو تو صرف تعصب سے بھرا ہوا پایا مگر یہ ہم نہیں کہتے کہ سب علما اور فقہا نے دیدہ و دانستہ حدیث کی مخالفت کی ہی یا مہذالہ وہ سب کے سب پابند ہوا و ہوس کے تھے بلکہ ہم اکثر علما کو نیک اور پاک جانتے ہیں اور اُنکی نہایت دل سے تعظیم اور بزرگی کرتے ہیں لیکن اُنکی درستہیں ہیں ایک تو وہ جنہوں نے اپنی نیکی اور پائی کے ساتھ تحقیق کو بھی دخل دیا اور کتاب و سنت پر تمسک کرتے فقہا سے اختلاف کیا اور اجتہاد کو تقلید سے بہتر جانا اور دوسرے وہ علما ہیں جنہوں نے باوجود نیکی اور پائی کے صرف تقلید ہی کو اچھا جانا اور کتاب و سنت کو نہ یہ سمجھ کر کہ واجب الاتباع نہیں ہیں بلکہ یہ خیال کر کے کہ جو کچھ اگلے لوگ لکھ گئے ہیں اور استفسار کر گئے ہیں وہ کانی ہی اور مطابق کتاب و سنت کے ہی اپنا متمسک نہ بنایا اور نہ تعصب سے بلکہ نیکی اور مصیبت اور مصلحت سے تقلید ہی کو اچھا جانا پس ان دونوں علما کی نسبت ہم نے اپنے دل میں کچھ برا خیال کرتے ہیں نہ اُنکی شان میں ہم کچھ کہتے ہیں بلکہ ہم اُنکو تمسے بھی بڑھ کر نیک اور پاک جانتے ہیں مگر ایسے علما کو چھوڑ کر ہم سے علما ایسے ہونے چاہتے ہیں جنہوں نے تعصب ہی کو دخل دیا اور اپنے علم و فضل کے دکھانے اور اپنی بات کی پیروی کرنے میں دیدہ و دانستہ حق کو چھوڑا اور نہ صرف نیکی سے اور نہ فقط مصیبت سے اور نہ محض مصلحت کے خیال سے بلکہ اپنی نفسانیت سے کھلی ہوئی حدیثوں کو پس پشت ڈالا اور تاریخات بعدہ سے اُن پر خط نسخ نہینچا اور پوچ دلیلوں سے اپنے اقوال کو ثابت کیا ایسے علما کے اگر حالات اور مثالیں اور نام لکھ جائیں تو ایک دقت کا دقت ہو جائے گی لیکن یہ کچھ ضرور نہیں ہی کہ جو آدمی نیک اور اچھا ہو اُسکی سب باتیں واجب التسلیم ہوں اِس لیے ہمنے مانا کہ بعضے عالم نیک اور بزرگ تقلید کو اچھا جانتے تھے یا فرض کیا کہ وہ اُسے واجب سمجھتے تھے مگر ہمارا اس قول کہ اُنکے غلط جاننا اور اُنکی

+ دیکھو احیاء العلوم کی کتاب علم اور کتاب ضرور کہ ایسے علما

کی نسبت کیا لکھا ہے —

کج جسکی حرمیت پدایہ قطعی کتاب و حدیث سے ثابت ہو اور یہ قواعد بقدرہ سے ثابت ہی کہ مباح کا حرام کرنا حرام ہی نہ کہ ایسی سنت کا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو پس جو علامہ کیدانی نے اُسکی حرمیت کا فتویٰ دیا ہی اُسکی پراگندگی پر بھی دلیل کافی ہی کہ اُسے سارے اہل حدیث کی امانت کی اور بعد اس قول کے ملا علی قاری لکھتے ہیں ولو لا حسن الظن بالکیدانی و تادیل کلامہ بسببہ لکان کفرہ صریحاً و ارتدادہ صریحاً نہایت امور باللہ تعالیٰ ان یصرح ما یتبعہ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان نقاہ ان یکر منواترا کہ اگر علامہ کیدانی کے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا اور اُسکے کلام کی تاریخ نہ ہوتی تو اُسکے کفر و ارتداد میں کچھ شک نہ تھا کیا جائز ہی خدا پر ایمان لائے بغیر کہ وہ حرام کردے اُس چیز کو جسکا کرنا ثابت ہوا ہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اور جسکی نقل قریب متواتر کے ہو + *

پس جبکہ تقلید سے یہ ثوبت پھرتی گئی ہو اور احادیث نبوی سے ایسے ایسے بڑے فقہا کی پیشگیری کا یہ حال ہو تو اُسی کو واجب جاننا اور عمل بالحديث کو دمت کہنا وہ دین و مذہب ہی جسکو کچھ بھی تعلق اسلام سے نہیں ہی *

مقلد — ایک دو شخصوں نے اگر ایسی غلطی کی تو اس سے الزام سب پر عاید نہیں ہوتا تقلید کے نائذوں کو دیکھو اور جو آسانی مسائل کے معلوم کرنے کی فقہا نے پیدا کی ہی اُسپر انصاف کرو *

غیر مقلد — آپ کو شاید اپنے مذہب کے علما کے قولوں پر بھی اطلاع نہیں ہی حضرت یہی مسئلہ اشارہ کا ایسا ہی کہ جسپر صدا عالموں نے مخالفت حدیث کی کی ہی اور صرف تقلید کے سبب سے اُسکو مکروہ اور حرام کہا ہی اور اس بیچارہ ملا علی قاری کے رسالہ کا جواب لکھا ہی چنانچہ صاحب لوامع الانام نے رسالہ اُسکے رد میں لکھا ہی وہ ملا علی قاری کے اس قول کی نسبت لکھتے ہیں کہ انتہے عالی قاری درجواز ایں فعل منہی اصرار نمودہ سفنہا گفتہ کہ کہے کہ گفتہ بابد و ارادہ ابطال مسئلہ اجتہاد و تقلید کردہ و ہر آئندہ ایں مستبر از فساد اعتقاد وے اسد پس معلوم ہوا کہ جو شخص ذرا بھی تقلید کو چھوڑے اور حدیث پر عمل کرے وہ فاسد الاعتقاد ہی سبحان اللہ یہ عجیب دین و مذہب ہی کہ جسپر آدمی ایمان لایا ہو اُسکے قول کو ماننا اور اُسپر عمل کرنا دلیل فساد اعتقاد ہو ہرورے *

+ بعضے علماء حنفیہ نے اسکا یہ جواب دیا ہی کہ اشارہ کرنا نماز میں خلاف و قار و سکنیہ کے ہی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اُسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہرگز گویٰ فعل پیغمبر وا کہ ایں خلاف قار و سکنیہ اسب خصوصاً در نماز باتفاق جمیع مومنین کانر کردہ —

تقلید اور عمل بالحکایت یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ ہجری

اس رے کو نادرست سمجھنا اُنکی بزرگی پر الزام لگانا نہیں ہی
بہی غلطی آپ کی سمجھ کی ہی اور اسی سے سب کو مغالطہ
ہوتا ہی کہ جو آدمی نیک اور بزرگ ہی اُسکی سب باتیں
ماننے کے لائق ہیں حالانکہ یہ حق کسی کا نہیں ہی سوائے اسکے
جو موصوم ہو اور جسکی نسبت اللہ جلّ شانہ نے فرما دیا ہو کہ
و ما یملق من الہوی ان ہو الا و حی یوحی *

مقلد — نہایت متعصب کی بات ہی کہ آپ علما اور فقہاء کے اقوال
ماننے کو برا سمجھتے ہیں اور اُنکی باتوں کو خلاف حدیث کے جانتے
ہیں آخر علما کی باتوں کو تو ہم اسی لینے مانتے ہیں کہ وہ خدا
اور رسول کی باتوں کو سمجھتے ہیں اور اُس سے واقف ہیں نہ اس
رجحہ سے ہم اُنکی باتوں کو مانتے ہیں کہ وہ دہدہ دانستہ خدا و رسول
کے مخالف باتیں کرتے ہیں اور خدا کی اور اُسکے رسول کی باتوں کو
سوائے علما کی کون سمجھ سکتا ہی پس جسپر بہت سے علما فقہاء
جمع ہوں اُسکو ہم خدا و رسول کے حکم کے موافق سمجھتے ہیں
اس لینے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہی کہ لایحکم
اُنکی علی الصلوات کہ میری اُمت خلافت پر جمع نہرگی اور چونکہ آپ
علما فقہاء کے دشمن ہیں اس لینے ہم آپ کی باتوں کو خلاف خدا و
رسول کے سمجھتے ہیں اور علما کی دشمنی کو ہم نشانی نہلات کی
سمجھتے ہیں *

غیر مقلد — ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم تمام اُن لوگوں
کو جو کہ علما اور فقہاء کہلاتے جاتے ہیں اور جنکے علم اور سرپرستی کے آپ
معتقد ہیں اپنا پیر و مرشد نہیں جانتے اور اُنکی سب باتوں کو نہیں
مانتے مگر یہ غلط ہی کہ ہم علما فقہاء سے عداوت رکھتے ہیں اور
اُن میں کچھ تمیز نہیں کرتے اور سب کو برا سمجھتے ہیں یا اُن کے
سارے اقوال کو غلط جانتے ہیں اس لینے ہم چند باتیں آپ سے بیان
ارتے ہیں جس سے آپکے یہ سارے شبہات دور ہو جاویں سب سے پہلے اس
امر کو سوچنا چاہیے کہ علما سے متعصب اور عداوت کی کیا وجہ ہے
اور اُن کے اقوال کا ماننا نہ ماننا کس اصول پر مبنی ہی پس اُن کے
ساتھ متعصب اور عداوت کی وجہ صرف یہ ہی کہ ہم جس موصوم
پر ایمان لائے اور جس صاحب شریعت کے دین میں داخل ہوئے اُس
سے ہمکو دینی متعصب رکھنا فرض اور ایک امر ضروری ہی پس جو
شخص ہمکو ہمارے اُس محبوب تک پہنچا دے اور اُس کی باتیں
ہمکو سکھلا دے اُسکے ساتھ خوار و مضوا متعصب رکھینگے پس جن مالوں کو
ہم جانتے ہیں کہ وہ نیک اور پاک تھے یا ہیں اور سچی راہ ہمارے رسول

کی ہمکو اور ساری اُمت کو بتاتے تھے اور بتاتے ہیں اور جنکی ذات سے
دین کو بہت سا فائدہ ہوا اُن سے ہم متعصب رکھتے ہیں اور اپنی ساری
جان اور دل سے اُن کی تعظیم کرتے ہیں اس لینے کہ ملت متعصب کے
اُن میں موجود ہی اسطرح پر جن مصلوحوں کو ہم جانتے ہیں کہ وہ
متعصب اور جاہل تھے اور جنکے متعصب اور جہالت سے دین کو
نقصان پہنچا اور جنہوں نے اپنی نفسانیت اور دنیا طلبی یا حماقت
اور نادانی سے وہ طریقہ جاری کیا جس سے ہم اپنے محبوب تک نہ
پہنچ سکیں اور بیچ ہی میں بہکتے رہ جاویں تو ضرور ہم اُن سے
عداوت رکھتے ہیں اس لینے کہ وجہ متعصب کی اُن کی ذات سے مفقود
اور علت عداوت کی موجود ہی پس فقط عالم ہونا یا فقیہ ہونا کافی
نہیں ہی بلکہ اس کے ساتھ نیک اور پاک اور متقی اور مصداق
لائقافوں لائقہ لازم ہونا بھی ضرور ہی پس اگر ہم اُن لوگوں کے ساتھ
متعصب رکھیں جو کہ رسم و رواج کے پابند تھے یا جنکے دل کو تعصب
نے سیاہ کر دیا تھا یا جنکی آنکھوں پر پردہ جہالت کا پڑ گیا تھا اور
جنہوں نے دہدہ و دانستہ امت کو اس کے پیغمبر سے چھڑانا چاہا اور
اپنی بیچ و لہجہ باتوں سے لوگوں کو بہکایا تو حقیقت میں یہ دوستی
رکھنا اسلام کے ساتھ دھمکی کرنا ہی اگر ہم علما اور فقہاء کے دشمن ہوتے
تو ضرور جاویں امام اور انکے خاص تلامذہ کے دشمن ہوتے حالانکہ ہم
اُن کو وارث انبیاء سمجھتے ہیں اور علما ربانی جانتے ہیں اور اپنے
سارے دل و جان سے اُن کی تعظیم کرتے ہیں اور اُن کا حکم ادا کرتے
ہیں جیسا کہ اُن کے اُن تقلید کرنے والوں کو جنہوں حدیث پر عمل
کرنے کو ناجائز کر دیا اور تقلید کو واجب اور فرض ٹھہرا دیا برا اور
متعصب جانتے ہیں باقی رہا یہ امر کہ جن علما کو ہم بھوپ نیک
اور پاک جانتے ہیں اُن کی سب باتوں کو کیوں نہیں مانتے اُس کا
یہ سبب ہی اگر ہم اُن کو موصوم جانتے اور اُن کو صاحب الہام
سمجھتے اور ہمارا یہ عقیدہ ہوتا کہ جبرئیل اُن پر نازل ہوتے تھے اور
وہ فقہ اور احکام مسائل اُنکو بتلاتے جاتے تھے تو ضرور ہم اُن کے قول اور
نمل ہی کو واجب العمل جانتے مگر جبکہ ہم کسی بڑے سے بڑے مجتہد
اور نیک سے نیک عالم اور فقیہ اور امام کے اجتہاد اور امامت پر
اعتقاد رکھتے تھے تو پہلے کلمہ علیہ ہماری زبان سے یہ نکلیگا کہ
المجتہد قد یضلی و قد یصیب تو پھر کھرتکر ہم اُس کے برخلاف اُنکو
موصوم جانیگے اور موصوبیت پر اعتقاد رکھنے یا ترک کرنے کا ثبوت نہ
صرف زبان کے اقوال و انکار سے ہوتا ہی بلکہ اُس پر تاڑ سے جو ہم
اُن کی باتوں کی نسبت کرتے ہیں پس جسے اُن کی سب باتوں کو
مانا اور بارجور غلطی کے یہ سمجھکر کہ ضرور کچھ نہ کچھ سبب
اس کا ہوگا اُسی پر عمل کیا بلکہ اُس نے اُنکو موصوم جانا جو ہزار

تقلید اور عمل بالحدیث یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ ہجری تقلید اور عمل بالحدیث

خوف اس سے زیادہ اپنے اجتہاد میں نہ تھا کہ ایسا نہو کہ لوگ اُنکو معصوم جاننے لگیں اور اُن کے قولوں کو بمقابل احادیث کے واجب العمل جانکر حدیث کو چھوڑ دیں اسی واسطے بار بار اُن کی پاک زبانوں سے یہی نکلتا رہا کہ المجتہد قد یضطی و قد یصیب چنانچہ

امام ابو حلیفہ رحمۃ اللہ علیہ برابر یہی کہتے رہے کہ لا ینبغی لمن لا یعرف دلیلی ان یرفتی بکلامی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تادم مرگ یہی قول رہا کہ اذا صح الحدیث فهو مذهبی امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ چلا چلا کر یہ کہتے رہے کہ لا تقلدنی ولا تقلد من سواک اور یہ خوف ان اماموں کا اسیر چھوے تھا کہ ایسا نہو کہ پیغمبر صاحب ہم سے خفہ ہو جارہیں کہ تم مجتہد اور امام میری شریعت کے مسائل بتلانے کے لیئے ہوئے تھے یا کہ اُس کے باطل کرنے اور اپنے مذہب کے جاری کرنے کے لیئے تم عالم اور فقیہ میری احادیث کے اوپر عمل کرانے کے لیئے ہوئے تھے یا کہ اُس پر عمل کو حرام کرنے کے لیئے پس اسیر واسطے یہ بزرگ ذرا کیئے اور لوگوں کو سمجھاتے رہے مگر جس طرح پر کہ بعض لوگوں نے پیغمبروں کو باوجود اُن کی نہمایش کے خدا کا شریک کر دیا اسی طرح ان عقائد میں متعصبین نے اماموں کو باوجود اُنکی تاکید اور ممانعت کے معصوم بنادیا پس اگر وہ فرقہ اپنے پیغمبر کی ایسی جھوٹی معیت سے قابل تعریف کے ہوں تو ضرور مقتدین بھی لائق مدح و صفت کے ہوں ورنہ دشمنی کا نام درستی اور مخالفت کا نام اطاعت رکھا ہی *

پس جبکہ خاص چاروں امام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سب اقوال کو نمائندہ اور اُس کی جانچ خدا و رسول کے کلام سے کرنا دلیل ایمان اور توحید فی صفۃ النبوۃ کی ہو تو پھر اور علما کا کیا ذکر ہی اس لیئے مسلمان کا کام ہی کہ وہ خدا و رسول کے کلام کو مقدم رکھے جس کے کلام کو اُس کے مطابق پارے اُسے صحیح جانے ورنہ کالے بد پریش خاردار اُس کو قبول نہ کرے یہ کام مسلمان کا نہیں ہی کہ اندھا بنجھارے اور اپنی آنکھوں کو قرآن و حدیث سے بند کرے اور اپنے کانوں تک اُنکی آوازیں نہ آنے دے بلکہ اور لوگوں کے قولوں کو تھرتھاتا پھرے کہ زہد نے کیا کہا ہی صوفی نے کیا فرمایا ہی اور بغیر ملانے قرآن و حدیث کے بغیر جانچے اُس کے اُنکی باتوں کو مان لے اور نہ صرف ماننا بلکہ اُن کی سب باتوں پر ایسا یقین کر لے کہ اُس میں غلطی کا احتمال ہی نہیں ہی اور باوجودیکہ خود بھی صریح حدیث سے مخالفت اُن کے قول کی سمجھے لی مگر حدیث میں شبہہ کرے لیکن اُن کے قول میں شبہہ نہ کرے حدیث کو تو چھوڑ دے مگر اُنکی بات کو نہ چھوڑے پس اگر یہ فرقہ فی صفۃ النبوۃ نہیں ہی تو کیا ہی بلکہ میرے نزدیک تو شرک فی صفۃ النبوۃ سے بھی بڑھ کر ہی

رہتی ہے انکار کرے اور جس نے اُنکی باتوں میں اُن باتوں کو نمائندہ کر کے مخالفت حدیث کی ہوگی اُس نے اپنے دعوے کو پایہ ثبوت پر پہنچایا *

میں نہایت حیران ہوں کہ باوجودیکہ مقلدین کا دعوے تو یہ ہے کہ المجتہد قد یضطی و قد یصیب اور پھر عمل یہ ہے کہ امام کے اجتہاد کے برخلاف کرنا کسی کو جائز ہی نہیں ہی اور اُسی کی تقلید واجب ہی *

اب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سچے پیروں میں یا کہ اُن کے مقلدین تو ہم بضرری اپنے سچے جس سے یقین کرتے ہیں کہ سچے پیروں اُن کے ہم ہیں نہ وہ لوگ جو کہ تقلید کا دعوے کرتے ہیں اس لیئے کہ پیروی اُنکی وہ جھوٹی معیت نہیں ہی جس سے وہ اُس درجہ پر پہنچے ہوئے سمجھے جارہیں جس کے وہ مستحق نہیں ہیں بلکہ اصل پیروی اُنکی وہ ہی کہ جو کچھ اُنہوں نے کہا ہو اُس پر عمل کیا جارے پس اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر براہ معیت یہ معیت رکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تھے و نعوذ باللہ من ذالک تو اُسے آنحضرت کو اُس درجہ سے بڑھا دیا جو کہ خدا نے حضرت کو عطا کیا پس اس لیئے کہ حضرت پندہ تھے نہ خدا اسیر واسطے اپنے کلمہ شہادت میں اپنی میردیس کو داخل کر دیا اور صاف صاف فرمادیا کہ میں سمجھو اور میں تمہارے محمداً عیدہ و رسولہ پس جس نے اُس کے برخلاف کیا وہ دشمن آنحضرت کا ہی نہ پیروں اس طرح اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ ائمہ اربعہ معصوم تھے تو اُسے اُنکو اُنکے درجہ سے بڑھا دیا اس لیئے کہ وہ مجتہد تھے نہ معصوم اسیر واسطے اُن اماموں نے صاف فرمادیا کہ ہم مجتہد ہیں نہ معصوم و المجتہد قد یضطی و قد یصیب پس باوجود اُنکے اس کہدینے کے جس نے اُس کے برخلاف اُن کے سب قولوں کو خطا اور غلطی سے معذور کرنا وہ اُن کا دشمن ہی نہ پیرو *

کوئی خوف آنحضرت کو اس سے زیادہ ٹھہرتا تھا کہ لوگ خدا کے سمجھنے لگیں اسیر واسطے بار بار فرماتے تھے کہ انا عیدہ و رسولہ و انا انا پھر مثلاً کہ جب کوئی ایسی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا جس سے فرقہ ساتھ خدا کے تکتی اسیر وقت رنگ چہرہ کا متغیر ہو جاتا اور خفہ ہو جاتا اور فرماتے کہ جہلتی للہ ندا جہلتی للہ ندا کہ خدا کا مجھے ہریک پناہ ہی تا کہ ایسا نہو کہ خدا خفا ہو جارے کہ تم میری خدائی اور توحید کو پیچھے گئے تھے یا کہ اپنے آپکو میرا ہریک پناہ کو پس پیندہ ان چاروں اماموں کو بھی کوئی

تقلید اور عمل بالحديث

یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ ہجری

اس ليئہ کہ اگر نبی کو ہر ایک اپنے امام کا رکھتے تو کبھی حدیث پر یہی عمل کرنا جائز سمجھتے حالانکہ منجملہ لاکھ مسئلوں کے ایک مسئلہ میں یہی مضائقہ امام کی اور عمل حدیث پر جائز نہیں ہی اور باوجود اس عقیدہ اور ایسے برتاؤ کے کیا بھلا معلوم ہوتا ہی جب مقلدین کی زبان سے یہ بات نکلتی ہی کہ ہم کیا اپنے امام کو معصوم جانتے ہیں معلوم نہیں کہ معصوم کے لفظ کے کیا معنی ہیں *

حقیقت یہہ ہی کہ مقلدوں کا یہہ کہنا کہ جو لوگ حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ دشمن علماء اور فقہاء کے ہیں صرف ایک دھوکہ اور مغالطہ ہی تا کہ عوام کو نفرت پیدا ہو اس ليئہ کہ یہہ تو وہ جانتے ہیں کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور انہیں سے لوگ ہدایت پاتے ہیں تو جو لوگ اُن کے دشمن ہونگے وہ ضرور دشمن اسلام کے ہونگے حالانکہ ہم تو اُن علماء کے خاک پا ہیں جو کہ روئے الانبیاء ہیں اور اُن کی زیارت کو یہی عبادت جانتے ہیں مگر اُن لوگوں کو جو کہ نام کے مولوی اور عالم ہیں اور حقیقت میں دین کے خراب کرنے والے اُن کے ہم دشمن ہیں اور ہم کیا ہمارے آخری امام مہدی یہی اُن کے دشمن ہونگے جیساکہ عارف باللہ شیخ مصطفی الدین ابن عربی نے نوحات صکیہ میں لکھا ہی کہ اذا خرج الامام المہدی علیہ السلام فیلسا لہ

و درمیں الانقیاد خاصۃ فانہم لایبقین لہم ریاست ولا تمیز عن العامة یل لایبقین لہم عام مہکم الاقلیاء و یرتفع الظلم فی العالم بوجود ہذا الامام واولا ان السیف بیدۃ لاتی الفیاق بقتلہ و یمتقدرون فیہ اذا حکم بفسخ مدعیہم انہ علی الضلالۃ فی ذالک الحکم لانہم یمتقدرون ان اہل الاجتہاد و زمانہ قدانقطع و مابقی معتہد فی العالم و ان اللہ سبحانہ لایرجد بعد انتمہم احدا لہ درجۃ الاجتہاد جسوقت امام مہدی علیہ السلام خروج کریں گے کوئی اُنکا ایسا کھلا ہوا دشمن نہوگا جیساکہ فقہاء اور مولوی ہونگے اس ليئہ کہ اُنکی ریاست جاتی رہیگی اور اُن میں اور عوام میں کچھ فرق و تمیز نہ رہیگی اور اُنکا حکم باقی نہوگا اور اگر اس امام کے پاس تلوار نہوے تو ضرور اُسکے قتل کا ترقی قہل دیدیں اور مروا ڈالیں اور جب کبھی اُن کو معصوم موانع ان چاروں اصاموں کے مذہب کے ترقی نہینگے تو وہ فقہا سمجھینگے کہ یہہ گمراہ ہی اس ليئہ کہ اُن کے نزدیک اہل اجتہاد باقی ہی نہیں رہا اور اُس کا زمانہ منقطع ہو گیا اور دنیا میں کوئی معتہد پایا نہیں جاتا گریا اُن کے نزدیک خدا نے بعد اُتف اماموں کے ایسے آدمی کا پیدا کرنا بجد کر دیا جسکو اجتہاد کا درجہ ہو *

حقیقت میں مقلدین جس طرح پر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء سمجھتے ہیں اپنے اپنے اماموں کو خاتم الکلمہ جانتے ہیں

اور جب امام مہدی سے امام کو ترک تقلید سے کانٹ اور گمراہ جانیئے اور راجب القتل سمجھینگے تو پھر ہم ایسے فرقہ سے کیا شکایا کریں اور اپنی نسبت گمراہی اور ضلالت کے ترقی سکر کہوں ونسیدہ ہوں حضرات کو اختیار ہی جو چاہیں سو کریں دین کو خود برباد کریں اور کانٹ اور مستحق قتل ہمو پتاریں کیا انصاف ہی۔ تو مشن نازک

خون دو عالم میری گردن پر *

اب میں اُن شبہات کو جو علماء کی مضائقہ کے سبب سے پیدا ہوئے ہیں صرف ایک معشوق کے قول کو نقل کر کے دور کرتا ہوں یعنی ابن قیم جسے نہایت غربی سے اس شبہہ کو رفع کیا اور سارے خطرات کو دور کر دیا قال ابن قیم اذا جادت هذه الی الخ " " یعنی جب کہ کسی مسلمان کے نفس مطمئنے کو اس طرف رجحان ہوتا ہی کہ وہ خاص پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کی خالص متابعت کرے تو نفس امارا کی مزاحمت لوگوں کے قلوب اور رایوں سے اُس کے ارادہ کے ظہور کے ليئہ ہوتی ہی پس نفس امارہ ایسے شبہات ڈالتا ہی جن سے کمال متابعت پیغمبر خدا کی آدمی نہ کرسکے وہ خدا کی قسم دلاتا ہی کہ میری غرض سوائے نبکی اور احسان اور ترفیق خیر کے اور کچھ نہیں ہی حالانکہ خدا خرب جانتا ہی کہ وہ چھوٹا ہی اور اصلی غرض اُس کی یہہ ہی کہ وہ اپنی خراشات کو پورا کرے اور متابعت کے جیلطائف سے نہ تکلنے دے اور نفس امارہ ایسے شخص کو دھوکہ دیتا ہی کہ خالص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت کا قصد کرنا اور آنحضرت کے قول کو سب علماء کی رایوں پر مقدم سمجھنا گریا سارے عالموں اور تمام تقیہوں کی زبان میں قصص لگانا ہی اور اُن کے ساتھ بے ادبی کرنا ہی کہ اُنمیں سے کسی نے پیغمبر صاحب کے قول پر عمل نہ کیا اور سبوں نے خرد رانی کی اور یہہ کیسی بدبختی ہی کہ سارے مولوی اور فاضل اور بڑے بڑے جو ہوئے وہ تو گنگناہار رہے اور غلطی پر اور ہم ثواب ڈھونڈتے ہیں حالانکہ یہہ قربت اور عطف ہمو کہاں ہی کہ ہم اُن بزرگوں کے قلوب کو رد کریں اور اُن کی غلطی اور خطا نکالیں پس ان باتوں کے خطرات دماہوں ڈالکر نفس امارہ قسم نکاتا ہی کہ خدا شاہد ہی کہ میری اور کچھ غرض سوائے احسان اور ترفیق کے نہیں ہی کہ اسی دھوکہ میں ہم سے بے لگ آجاتے ہیں پس ایسی باتوں کو نمائنا اور ایسے دھوکہ میں نہ آنا چاہیئے اولئک الذین

یملم اللہ مانی ملو بہم فاعرض عنہم و عظم و قل لہم نی انفسہم قولا بلایفا اور خالص متابعت کرنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی

† ہونے بسبب ملرل ہونے کے اصل عبارت کو نقل نہیں کیا صرف ترجمہ پر قیاس کی ہی اور اصل عبارت در اساقہ کے صفحہ ۱۳۴ میں منقول ہی *

تقلید اور عمل بالصدیقؑ یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ھ ہجری تقلید اور عمل بالصدیق

پہر ہی کہ جو کچھ انصرفت لائے ہیں اُس کے سامنے نہ کسی قول کو دیکھتے نہ کسی کی راے پر لحاظ کرتے کوئی کیوں نہر بلکہ اول صرف حدیث کی مصداق کی تحقیق کر لے پھر اگر اُس مصدق ہو جاوے تو اُسکے معنی سمجھیں۔ جب معنی سمجھ لیں تو مرکز اُس سے مدول نہ کرے کہ تمام مشرق سے لیکر مغرب تک اُس سے مخالف ہوں اگرچہ ایسا کبھی ممکن نہیں ہی کہ فرقہ بالہ کوئی حدیث ایسی ہو کہ اُسے مصدق میں کوئی اُس کا قایل اور عامل نہر ہاں یہ ممکن ہی کہ ہر کسی کو معلوم نہر کہ کون شخص اُس حدیث کا عامل ہوا ہی یا ہی پس نہ جاننا ایسے آدمی کا جو کہ اُس حدیث کا قایل اور اُس پر عامل ہو خدا کے نزدیک اُس شخص کے لیئے حجت نہیں ہو سکتی جو کہ حدیث کی مصدق پر اطمینان کرے اور اُس کے معنی سمجھ کر حدیث کو چھوڑے اور اُس پر عامل نہر پس جب تو کسی نص کو پالے تو تجھے چاہیئے کہ اُس پر عمل کر اور یہ سمجھ لے کہ ضرور کوئی نہ کوئی آؤر بھی اسکا قایل اور اُس پر عامل ہوگا تبھی اُسکی خبر نہیں ہوئی اور اِس سے تو آؤر علما کی مصدق اور حفظ مراتب میں شبہ نہ کر اس لیئے کہ مجتہدین اور علما سے خطا بھی ہو جاتی ہی اور اُس میں بھی اگر وہ بدیہتی ہی نکریں مستحق ایک اجر کے ہوتے ہیں لیکن اِس سے بچنے لازم نہیں ہی کہ اُنکے غلط قول کی تہذیب کی جاوے اور صاحب شریعت کے کولے احکام چھوڑ دیئے جاویں صرف یہ خیال کرے کہ جن علما اور فقہا نے اِس قول پر عمل نہیں کیا وہ ہم سے زیادہ عالم اور بزرگ تھے اور ہم کو اُن کا سا مرتبہ حاصل نہیں اِس لیئے کہ جن لوگوں نے اُس نص پر عمل کیا ہی وہ بھی تجھ سے زیادہ عالم تھے تو نہ نص پر عمل کرتے میں کیوں اُن سے مواظف نہیں کرتا اور یہ تو ممکن بھی نہیں ہی کہ کوئی نص موجود ہو اور کسی نے اُس پر عمل نہ کیا ہو بہو حال نص پر عمل کرنے والا کبھی تنہا نہرگا اور ضرور اُسکے ساتھ آؤر لوگ ہونگے پس جو آدمی علما اور فقہا کے قولوں کو قرآن و حدیث سے میلائے اور اُس سے مواظف کرے اور جنکو مخالفانہ طور سے پارے اُس سے مخالف کرے تو ایسی مخالفت کرنے والے کی نسبت یہ شبہ نہر کہ وہ اُنکا دشمن ہی یا کہ اُنکے حلیف مراتب پر خیال نہیں کرتا یا اُنکو برا جانتا ہی بڑی غلطی ہی اِس لیئے کہ حقیقت میں اُنکے کلام کو خدا و رسول کے کلام پر عرض کرتا اور جو مخالف اُسکے ہو اُسے نہ ماننا اصل پیروی اور اقتدا اُن عالموں کی ہی کیونکہ اُنہوں نے خود یہی کیا ہی اور ایسا ہی کرنے کو آؤروں کو نصیحت کی ہی نہ کسی نے مدد مصدق کا دعویٰ کیا نہ اپنے قول کو نصروس پر مقدم سمجھا پس اِس سے ثابت ہوا کہ ان فرزن میں کیا فرق ہی ایک ایسی تقلید کرتا کسی کی کہ اُسکی سب باتیں ماننا اور اُسکے قول کو نہ خدا کے کلام سے

جانچنا نہ رسول کی احادیث سے ملانا بلکہ ایک مصدق کے قول کے موافق اُسی کو قبول کر لینا دوسرے اُسکے علم اور فہم اور ثقہ سے استناد نہر کرتا اور جو چراغ علم کا اُس نے روشن کیا اُس سے نور لینا پس جو مقلد ہی اور اول قسم میں داخل رہا اُس عالم کے قول کو بلا تامل قبول کرتا ہی نہ اُس میں غور کرتا ہی نہ کتاب و سنت کی سند سے اُسکی مصدق کی تحقیق کرتا ہی اور جو مصدق ہی اور دوسری قسم میں داخل ہی وہ اُس عالم کے قول کو بمذلتہ دلیل کے سمجھتا ہی پس اگر پہلی دلیل اُسے مل گئی تو دوسرے استدلال کی کچھ حاجت نہیں جس طرح پر کہ ستارہ قیلہ پر دلیل ہی مگر جبکہ آدمی خود قیلہ کو دیکھ لے تو پھر ستارہ کی حاجت نہیں رہتی اِسی طرح پر جب وہ کسی فقہیہ یا مجتہد کے قول کو سنا تو ہم کو اُس پر عمل کرنے کی ابتدائی حجت کافی ہی مگر جب ہم کو کوئی حدیث صحیحہ اُسکے موافق مل جاوے تو اُس عالم یا فقہیہ کے قول پر ہم کو کامل اطمینان ہوگا اور سننے سے مرتبہ دیکھنے کا ہم کو حاصل ہوگا اور اگر اُسکا قول مطابق حدیث کے نہر یا اس سبب سے کہ وہ حدیث اُسے نہ مانی یا اس وجہ سے کہ اُس نے اجتہاد میں غلطی کی تو ہم کو اُسکے چھوڑ دینے میں کچھ تامل نہرگا پس یہ اعتراض جو مقلدین کیا کرتے ہیں کہ جو لوگ تقلید کو واجب نہیں جانتے آخر وہ بھی فقہا اور علما ہی کے قولوں پر عمل کرتے ہیں یا بلکہ اِس لیئے کہ واجب اور جائز میں بڑا فرق ہی پس ہمارا یہ قول نہیں ہی کہ علما فقہا کی باتوں کا ماننا یا اُنکے نکالے ہوئے مسئلوں پر عمل کرنا جائز نہیں ہاں ہمارا یہ عقیدہ ہی کہ وہ واجب نہیں بلکہ جسکو معلوم ہو جاوے کہ خدا کا نفل امر میں یہ حکم ہی یا اُسکے رسول نے نفل معاملہ کی نسبت ایسا فرمایا ہی تو بمقابلہ اُسکے دوسرے کا اتباع جائز نہیں اِس لیئے کہ خدا و رسول کے حکم کے سامنے دوسرے کا کچھ حکم نہیں ملتا بڑی اُن مجتہدین اور ائمہ نے جبکہ قول کے اتباع کی نسبت یہ ساری بعض ہی خود بھی تو یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی حکم خدا اور رسول کا ہی بلکہ وہ صاف کہتے رہے ہیں کہ ہم اجتہاد کرتے ہیں ہمارے اجتہاد اور راے کو جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خود یہ قول ہی کہ جو شخص میری راے سے پیٹھ راہے دے میں خود اُس کو قبول کرنے پر آمادہ ہوں اور نیز اگر اُن ائمہ و مجتہدین کا قول وہی ہوتا جو کہ خدا اور رسول کا قول ہی تو اُن کے خاص شاگردوں کو اُن سے مخالفت کرنا جائز نہرگا جس طرح پر کہ اصحاب کریمہ پر کے قول سے مخالفت جائز نہیں ہی فقط اتنی ”*

یہ قول آہن قیم کا جو ہم نے نقل کیا مقلدین کے سارے اعتراضات کا جواب ہی اور اِس سے اُن کے کل شہبات رنح ہوتے ہیں پس باوجود

تقلید اور عمل بالحديث یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ ھجری تقلید اور عمل بالحديث

اس کے بھی اگر کوئی تقلید کو واجب ہے اور اُس کے واجب نہ کہنے والے کو دشمن اسلام کا اور بدعتی جانے اُس کے حق میں بجز اس کے کہ دعاء خیر کی جارے کیا کہا جارے *

پس یہ فرض معصا اگر عدم وجوب تقلید پر کوئی عالم بھی ہمارے ساتھ متفق نہ ہوتا اور سب اُس کے وجوب ہی کے معتقد ہوتے تب بھی ہمارا اُس سے انکار کرنا خرق اجماع نہ تھا نہ کہ اُس کے عدم وجوب پر ہزارہا امام کا اتفاق ہی بلکہ سارے صحابہ کل تابعین تمام تبع تابعین کا بھی عقیدہ تھا پس جو مقلدین یہ شیعہ کہتے ہیں کہ اگر تقلید کے وجوب سے انکار کیا جارے تو بہت سے علما فضلا کے اوپر نقص عائد ہوتا ہی اور اُن کی شان میں غلطی کی نسبت ہوتی ہی اُن کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ اگر تقلید کا وجوب تسلیم کیا جارے اور اُس کا منکر بدعتی اور فاسق اور گنہگار قرار دیا جارے تو کل محدثین اکثر اہل تصوف اور اولیا اللہ اور اکثر مجتہدین اور مصنفین کا بدعتی اور فاسق ہونا لازم آتا ہی اس لیئے کہ وہ تقلید کے تارک تھے پس تعجب ہی کہ وجوب تقلید کے نہ ماننے پر تو یہ شیعہ کیا جارے کہ اکثر امام کی خطا ثابت ہوتی ہی اور اُس ماننے پر یہ خیال نہ ہورے کہ اکثر محدثین اور اولیا کرام اور مصنفین کا گنہگار ہونا لازم آتا ہی پس بالفرض اگر ایک فرقہ کا چھوڑنا ہی لازم ہوا تو اب اختیار ہی جو چاہی تقلید میں داخل ہو اور محدثین اور اولیا اور اہل تصوف کو چھوڑے اور جسے منظور ہو وہ حدیث پر عمل کرے اور اُس زمانہ کے لوگوں کو چھوڑے جو کہ عہد نبوت سے دور ہوتا گیا اور جس میں بدعت کا رواج بڑھتا گیا *

مقلد — اگر حدیث پر عمل کیا جارے تو آج کل کس کو طاقت ہی کہ وہ تمام احادیث کو جمع کر کے نسخ و منسوخ میں تمیز دے اور قوی اور ضعیف کو جدا کرے اور اُس سے مسایل کو استخراج کرے *

غیر مقلد — کیا آپ کے نزدیک احادیث کی کتابیں فقہ کی کتابوں سے بھی زیادہ مشکل ہیں اور کیا اصول حدیث کے اصل نقطہ سے بھی زیادہ دقیق ہیں اور کیا احادیث کو اگلے لوگ جمع نہیں کر گئے اور کیا اُن کے اقسام ضعیف و حسن وغیرہ کو جدا جدا نہیں کر دیا اور کیا موضوعات کو صحاح سے علیحدہ نہیں کر دیا اور کیا جو اختلاف احادیث میں ہی اُسکی تطبیق محدثین نے اب تک نہیں کی ہی حقیقت یہ ہے کہ جس قدر تحقیقات احادیث کی محدثین نے کی ہی اور جس قدر مادہ احادیث پر عمل کرنے کا اُسرقت موجود ہی اور جیسی آسانی اُس میں ہی اُس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا اگر کوئی شخص قبیحہ بننا چاہے تو جس قدر مصنف اور دقت اُسکو ہوگی اُتنی مصنف اور دقت علم حدیث کے سیکھنے پر نہ ہوگی پس تعجب ہی کہ ہدایہ اور متوسط وغیرہ جتنا سمجھنا بغیر اصول منطق اور قواعد فلسفہ کے دشوار ہو آپ سمجھ سکیں اور روایات مختلفہ کو جمع کر کے مسایل فقہی کو نکال لیں اور پھر باہینہمہ اختلاف مسایل فقہیہ کا رفع نہ ہو بلکہ قطع نظر اُس اختلاف کے جو چاروں مذہب میں ہی ہو مذہب میں مذہب مسایل اختلافی موجود ہوں اور صاف اور کھلی ہوئی حدیثوں کا سمجھنا آپ کے نزدیک مشکل ہو اور اُن کا اختلاف رفع کرنا اور اُس پر عمل کرنا آپ کے نزدیک محالات اور ممکنات سے ہو اور ساری

اس کے بھی اگر کوئی تقلید کو واجب ہے اور اُس کے واجب نہ کہنے والے کو دشمن اسلام کا اور بدعتی جانے اُس کے حق میں بجز اس کے کہ دعاء خیر کی جارے کیا کہا جارے *

پس یہ فرض معصا اگر عدم وجوب تقلید پر کوئی عالم بھی ہمارے ساتھ متفق نہ ہوتا اور سب اُس کے وجوب ہی کے معتقد ہوتے تب بھی ہمارا اُس سے انکار کرنا خرق اجماع نہ تھا نہ کہ اُس کے عدم وجوب پر ہزارہا امام کا اتفاق ہی بلکہ سارے صحابہ کل تابعین تمام تبع تابعین کا بھی عقیدہ تھا پس جو مقلدین یہ شیعہ کہتے ہیں کہ اگر تقلید کے وجوب سے انکار کیا جارے تو بہت سے علما فضلا کے اوپر نقص عائد ہوتا ہی اور اُن کی شان میں غلطی کی نسبت ہوتی ہی اُن کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ اگر تقلید کا وجوب تسلیم کیا جارے اور اُس کا منکر بدعتی اور فاسق اور گنہگار قرار دیا جارے تو کل محدثین اکثر اہل تصوف اور اولیا اللہ اور اکثر مجتہدین اور مصنفین کا بدعتی اور فاسق ہونا لازم آتا ہی اس لیئے کہ وہ تقلید کے تارک تھے پس تعجب ہی کہ وجوب تقلید کے نہ ماننے پر تو یہ شیعہ کیا جارے کہ اکثر امام کی خطا ثابت ہوتی ہی اور اُس ماننے پر یہ خیال نہ ہورے کہ اکثر محدثین اور اولیا کرام اور مصنفین کا گنہگار ہونا لازم آتا ہی پس بالفرض اگر ایک فرقہ کا چھوڑنا ہی لازم ہوا تو اب اختیار ہی جو چاہی تقلید میں داخل ہو اور محدثین اور اولیا اور اہل تصوف کو چھوڑے اور جسے منظور ہو وہ حدیث پر عمل کرے اور اُس زمانہ کے لوگوں کو چھوڑے جو کہ عہد نبوت سے دور ہوتا گیا اور جس میں بدعت کا رواج بڑھتا گیا *

مقلد — یہ ہم نہیں کہتے کہ اجتہاد انہیں اماموں پر ختم ہو گیا مگر آج کل کسکو ایسا علم ہی کہ وہ امام ابو حنیفہ کے قول پر جرح کر سکے اور کسکو اُن کا سا تقری اور بزرگی اور احتیاط ہی کہ اُن کے کلام کو نہ مانے ہاں جو کوئی اُن کا سا علم اور ویسا تقری رکھتا ہو وہ اجتہاد کرے مگر تب بھی قرب زمانہ نبوت کی فضیلت کہاں سے اب کوئی پڑیگا *

غیر مقلد — اس دلیل سے تو آپ ہی کی تقلید باطل ہوتی ہی اس لیئے کہ دوسرا فریق بھی کہہ سکتا ہی کہ ائمہ اربعہ بھی پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے اصحاب کرام کے ہم مرتبہ نہ تھے اور صحابہ کرام و انصار میں داخل نہ تھے پس چاہیئے تھا کہ وہ بھی اصحاب کرام کے اقوال میں جرح و تعدیل نہ کرتے اور کسی ایک صحابی کے سارے ولوں کو تسلیم کر لیتے پس جب کہ مجتہدین نے اصحاب نبوی کے ولوں میں جرح و تعدیل جائز رکھی اور حضرت ابوہریرہ صدیق

تقلید اور عمل بالحديث

سنو ہم تو اُسی روز سے آپ کے فکر کے تئیں کے منتظر ہیں جب سے ہمیں قرآن و حدیث کو اپنا متعصب بنایا اور زہد و صبر کو چھوڑا اور پابندی رسم کی ترک کی حضرت خدا کے نزدیک کافر نہ ہونا چاہیئے وہ اگر ہمارے فکر کا قیدی دے تو البتہ ہمکو نقصان ہی ورنہ اگر دنیا کے سارے بندے ہمکو کافر کافر کہیں اور خدا کے ساتھ ہمارا معاملہ باسٹ راست ہو اور اُسکے پیچھے اور اُسکے رسول کے پیچھے ہم کافر بنائے جارہیں تو اس کفر پر ہمارے ہزار ایمان قربان اور ہزار اسلام صدقے ہیں اور بڑے بڑے امام اور اچھے اچھے دلی اور نامی نامی معصق ہمارے اس کفر کے شریک ہیں اور یہ آپ کا فرمانا کہ اگر ہم ایسا نہ کریں تو دین پرہاد ہو جائے موجب صد ہزار حیرت ہی کہ حدیث پر عمل کرنے میں دین کی پرہادی کیا ہوگی اگر آپ کے نزدیک حدیث پر عمل کرنے سے دین پرہاد ہوگا تو وہ دین جسکا مدار سوائے قرآن و حدیث کے اور کسی پر ہو اُسکا پرہاد ہی ہونا بہتر *

قول فیصل بد نسبت تقلید و عمل بالحديث کے

بعضوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر تقلید چھوڑ دی جائے تو حدیث پر کیونکر عمل کیا جائے اور جو اختلاف احادیث میں ہے وہ کیونکر رفع کیا جائے آخر تقلید چھوڑنے پر بھی ہمکو اجتہاد کرنا پڑیگا اور سارے جزئیات مسائل کا حدیث سے تالنا ممکن نہ ہوگا تو جب چار عمدہ اور اچھے اماموں کے مذهب کو چھوڑنا اور ایک نیا مذهب کھڑا کرنا نادانی ہی اس لیئے یہ قول فیصل جو معصقین علما لکھ گئے ہیں ہم بھی لکھتے ہیں *

یہ امر خیال کرنا کہ منجملہ مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کے مسائل پر عمل کرنا جائز نہیں ہے غلطی ہی بلکہ ہمارا قول صرف یہ ہے کہ تقلید کو واجب جاننا اور اُسکی اس طرح پر پابندی کرنا کہ ایک امام کے مقلد کو دوسرے امام کے کسی مسئلہ پر عمل کرنا یا اپنے امام کے کسی قول کو صریح مخالف حدیث کے پا کر اُسکا ترک نہ کرنا یا کسی مسئلہ میں اجتہاد کی طاعت رکھکر اجتہاد نہ کرنا غلطی ہی اور یہ اگلے لوگوں کے طریق کے خلاف ہی بلکہ چاروں اماموں میں سے کسی کے قول کو ماننا یا اُنکے استخراج کیئے ہوئے مسائل پر عمل کرنا نہایت ہی بہتر ہے اور آج کل تو نہایت ہی مناسب اور ضرور ہے اور عامیوں کو تو سوائے اُسکے کچھ چارہ نہیں لیکن چند شرائط سے *
اول جائز ہونا اجتہاد کا اور ترک تقلید کا اگر کوئی شخص ایک مسئلہ میں بھی اجتہاد کر سکے *

دوسرے چھوڑ دینا کسی قول کا جبکہ کسی حدیث صحیح صریح سے مخالف اُسکی ثابت ہو جائے اور اس حدیث کا نہ منسوخ ہونا پایہ ثبوت کو پہنچے *

حدیث کی کتابیں اور اُنکی شرحیں اور محدثین کی تحقیقاتیں میں ہوں اس لیئے کہ اُنکو نہ کوئی سمجھ سکتا ہے نہ اُس پر عمل کر سکتا ہے پس حدیث کی کتابیں سوائے اس کے کہ واسطے تبرک اور پڑھنے کے دوسرے کپڑے میں غلاف کے اندر رہیں اور کچھ کسی فقہی مسئلہ میں اُن پر رجوع نہ کی جائے آپ کے کسی کام میں نہیں آسکتیں اور استخراج مسائل کے لیئے آپ اُن سے کچھ کام نہیں لیتے اگر لیئے ہو تو ذرا مہربانی کر کے بتاؤ کہ کسی نئی میں خلاف اقوال فقہاء کے کوئی مقلد حدیث کی بھی سند لایا ہے اگر لایا ہو تو پیش کر دھاتو پڑھانے ان کثمت صادقین اگر آپ غور کریں اور اپنے علما کے اقوال پر نظر کریں تب آپ کو معلوم ہو کہ فقہاء نے احادیث کی کیسی قدر دانپسندگی میں اپنے اس قول کی تائید میں صرف ایک فقہاء کے کلام کو نقل کرتا ہوں وہ فرماتا ہے + نہ امام ان اصول الفقہ نوع امام اصول الدین

والشر انصانیف فی اصول الفقہ لاول الامتثال المتضامین لنا فی اصول اہل الحدیث المتضامین لنا فی الفروع ولا اعتماد علی تصانیفہم یعنی اکثر تصانیف اصول فقہ کی معتزلہ کی ہیں جو اصول میں ہمارے مخالف ہیں یا اہل حدیث کی ہیں جو فروع میں ہمارے مخالف ہیں اور اُنکی تصانیف پر کچھ اعتبار نہیں ہے پس مقلدین نے گویا اہل حدیث کا ایک فرقہ مصلحتاً تصور کیا اور اُن کی تصانیف کو اعتبار کے لائق نہ جانا پس نہایت انوس کا مقام ہے کہ تقلید کی وجہ سے اہل حدیث دائرۂ سنت سے خارج کر دیئے جارہیں اور اُن کی تصانیف پر صرف اسی تصور میں کہ وہ فقط حدیث پر یعنی پیغمبر صاحب کے قول کو مانتے ہیں اعتبار نہ کیا جائے میں حیران ہوں کہ اگر اہل حدیث ہی دائرۂ سنت سے خارج ہوں تو پھر دوسرا کون ہے جو سنی ہو سکے سچ کہا ہے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں جو جواز میں اشارہ کر لکھا ہے کہ بالجملة بدلیل باطل کسے مخالف پیغمبر خدا کردن و خلاف امام مذہب رفتن و درجود آن خود را سنی پنداشتن جز جہل و نادانی ویا تعصب نفسانی چیزے دیگر نباشد سنی آئندہ کار سنت کند و راضی آئندہ ترک سنت کند *

مقلد — پس تم بدعتی اور فاسق ہو بلکہ کافر جو تقلید کو واجب نہیں جانتے ہو تمہارے فکر کا تئیں لکھا جاویگا اور تمہارا کھانا پینا پند ہوگا تاکہ آئندہ پھر کوئی دین کو پرہاد نہ کرے اور مذہب میں نتنہ و نساد نہ کھڑا کرے *

غیر مقلد — من ازان حسن روز انروز کہ یوسف داشت دانستم *
کہ معق از بودہ مصعب یرون آرد زلیشا را *

+ دیکھو کشف الظنون معلومہ کے صفحہ ۸۹ کو —

تیسرے نہ اعتقاد رکھنا اس امر کا کہ ایک امام کے مقلد کو دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا ناجائز ہی *
چوتھے مقدم رکھنا احادیث اور اصول احادیث کو تھپاس اور قوائد مقررہ اصولی پر *

پس ان چار شرطوں کے ساتھ ہر شخص کو اختیار ہی کہ جس امام کے مذہب پر چاہے چلے اور جسکے قول کو معتبر اور اچھا جائے اُسکو اختیار کرے اور یہی مطلب ہمارا ہی اور یہ غرض ہماری نہیں ہی کہ کسی امام اور کسی فقہ اور کسی مولوی کے کسی قول کو نمائے اور ہر شخص عامی ہو یا خاص عالم ہو یا جاہل وہ ہر مسئلہ میں اپنا ہی اجتہاد کرے اور سارے جزئیات خود ہی کتاب و سنت سے نکالے *
پس افسوس ہی اُن لوگوں پر کہ جو پارچہ علم و فضل کے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ چاروں مذہب میں سے کسی مذہب کی پابندی ترک کرنی اور دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا یا چاروں مذہب کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنا یا اجتہاد کرنا جائز ہی نہیں ہی اس لیئے کہ حقیقت میں یہ قول ایک نیا حکم شریعت کا ہی اور جس کا قائل اپنے آپ کو صاحب شریعت ہونے کا دعوہ دوسرے کرتا ہی مصلحتی میں ایک بڑے فقہ صاحب کمال کا قول لکھا ہی کہ التَّمَتُّلُ مِنَ الْمَذْهَبِ إِلَى الْمَذْهَبِ يَجْتِهَادُ وَ بَرَّهَانُ أَثْمَ يَسْتَوْجِبُ التَّعْذِيرُ فَلَا اجْتِهَادَ وَ بَرَّهَانُ اُولٰی اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ یارجرد اجتہاد و برہان کے ایک مذہب کا چھوڑنا اور دوسرے مذہب کا اختیار کرنا جائز نہیں ہی بلکہ گنہگار ہی اور ایسا کوئی والا واجب التَّعْذِيرُ مگر افسوس ہی کہ اس قول کے کہنے والے نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ خدا تعالیٰ کو قیامت کے دن کیا جواب دیگا اور اپنی طرف سے نفرت میں گناہوں کی ایک گناہ بڑھا دینے پر کیا دلیل پیش کریگا سچ یہ ہی کہ اگر ایسی ایسی باتیں یہ لوگ نہ لکھ جاتے اور ان دہمکیوں سے جاہلوں کو نہ قرآن تو تقلید کا ایسا زور ہر کیونکر ہوتا اور حدیث پیغمبر خدا علیہ التَّحِيَّةُ وَالسَّلَامُ پر عمل کرنا کیونکر چھوڑتا و ما سعادۃ الدارین الا بالاعتصام بہ —

ان لم یکن فی معادی اخذاً بیدی * فضلاً و الا فضل یزائلہ الاقدم میں اب اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اسی بھف کے متعلق میں آؤر کچھ لکھوں گا اور اُن اقوال کو جو مقلدین تقلید کی نسبت بیان کیا کرتے ہیں مفصل لکھ کر اُس کا جواب دوں گا اور جو کچھ شرح مقرر السادة اور تفسیر احمدی وغیرہ میں لکھا ہی اُس کو بچسنے نکل کرے اُس جواب سے سب کو آگاہ کروں گا جو محدثین اور مجتہدین نے یہ نسبت اُس کے دیا ہی اور مقررہ اُس کے سارے غیبات

اور افسوس ہی اُن لوگوں پر کہ جو پارچہ علم و فضل کے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ چاروں مذہب میں سے کسی مذہب کی پابندی ترک کرنی اور دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا یا چاروں مذہب کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنا یا اجتہاد کرنا جائز ہی نہیں ہی اس لیئے کہ حقیقت میں یہ قول ایک نیا حکم شریعت کا ہی اور جس کا قائل اپنے آپ کو صاحب شریعت ہونے کا دعوہ دوسرے کرتا ہی مصلحتی میں ایک بڑے فقہ صاحب کمال کا قول لکھا ہی کہ التَّمَتُّلُ مِنَ الْمَذْهَبِ إِلَى الْمَذْهَبِ يَجْتِهَادُ وَ بَرَّهَانُ أَثْمَ يَسْتَوْجِبُ التَّعْذِيرُ فَلَا اجْتِهَادَ وَ بَرَّهَانُ اُولٰی اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ یارجرد اجتہاد و برہان کے ایک مذہب کا چھوڑنا اور دوسرے مذہب کا اختیار کرنا جائز نہیں ہی بلکہ گنہگار ہی اور ایسا کوئی والا واجب التَّعْذِيرُ مگر افسوس ہی کہ اس قول کے کہنے والے نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ خدا تعالیٰ کو قیامت کے دن کیا جواب دیگا اور اپنی طرف سے نفرت میں گناہوں کی ایک گناہ بڑھا دینے پر کیا دلیل پیش کریگا سچ یہ ہی کہ اگر ایسی ایسی باتیں یہ لوگ نہ لکھ جاتے اور ان دہمکیوں سے جاہلوں کو نہ قرآن تو تقلید کا ایسا زور ہر کیونکر ہوتا اور حدیث پیغمبر خدا علیہ التَّحِيَّةُ وَالسَّلَامُ پر عمل کرنا کیونکر چھوڑتا و ما سعادۃ الدارین الا بالاعتصام بہ —

ان لم یکن فی معادی اخذاً بیدی * فضلاً و الا فضل یزائلہ الاقدم میں اب اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اسی بھف کے متعلق میں آؤر کچھ لکھوں گا اور اُن اقوال کو جو مقلدین تقلید کی نسبت بیان کیا کرتے ہیں مفصل لکھ کر اُس کا جواب دوں گا اور جو کچھ شرح مقرر السادة اور تفسیر احمدی وغیرہ میں لکھا ہی اُس کو بچسنے نکل کرے اُس جواب سے سب کو آگاہ کروں گا جو محدثین اور مجتہدین نے یہ نسبت اُس کے دیا ہی اور مقررہ اُس کے سارے غیبات

ان لم یکن فی معادی اخذاً بیدی * فضلاً و الا فضل یزائلہ الاقدم میں اب اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اسی بھف کے متعلق میں آؤر کچھ لکھوں گا اور اُن اقوال کو جو مقلدین تقلید کی نسبت بیان کیا کرتے ہیں مفصل لکھ کر اُس کا جواب دوں گا اور جو کچھ شرح مقرر السادة اور تفسیر احمدی وغیرہ میں لکھا ہی اُس کو بچسنے نکل کرے اُس جواب سے سب کو آگاہ کروں گا جو محدثین اور مجتہدین نے یہ نسبت اُس کے دیا ہی اور مقررہ اُس کے سارے غیبات

راقتوم — اثم مہدی علی تحصیلدار

مرزاپور فقر اللہ ذخیرہ و ستر میریہ

نمبر ۳۸

شدتِ اتقا

ہم کو اپنے ایک دوست کا قول خوب یاد ہی کہ پڑھیزگاری اور اتقا ہر مسلمان کے لیئے لازم ہی ہم خود اس کے قائل ہیں پس اس مختصر مضمون کے لکھنے سے ہماری یہ غرض ہوگئی کہ اتقا فی نفسہ اچھا نہیں بلکہ یہ ظاہر کرنا منظور ہی کہ اتقا کو حد شریعی سے زیادہ لیجانا اچھا نہیں ہی بہت سے ہمارے ہم مذہب جو کہ نہایت ٹیک اور پابند شرع ہیں اکثر اپنی ٹیک ٹیٹ کی زیادتی کے سبب ایک بڑی غلطی میں پڑتے ہیں یعنی اتقا کو اچھا سمجھ کر اس قدر حد کو چھوڑتے ہیں کہ فی الحقیقت جو فرض شارع کی اتقا کی تقلید سے تھی وہ جاتی رہتی ہی شاید اس سے بڑھ کر کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کہ کسی ہی کو ٹیک یا مفید سمجھ کر اُسکو مقدار مناسب سے زیادہ اختیار کرے اور اس بات کو خیالی میں نہ رکھے کہ شرع میں کمبود

بہرہ دہی دارین حاصل ہوتی ہی اس کی ہزارہا مثالیں ہیں ایک ادنیٰ بات شراب و خنزیر اور قمار کی ممانعت ہی کہ اس کے فوائد بیان سے باہر ہیں حکماءِ یورپ نے ثابت کیا ہی کہ شراب و لہم البشیر نہایت مضر ہیں اور یورپ کی قوموں نے شراب خورانی اور قمار بازی کے بند کرنے کے لیئے قانون بنائے ہیں یہ قانون اب حال میں بدہ ہیں اور اسلام میں قریب تیرہ سو برس ہوئے موجود تھے *

ہماری اصل فرض یہی ہے کہ حد شرعی سے زیادہ اتقا کرنا کہ شارع سے بھی زیادہ متقی ہونے کا دعویٰ کرنا اور یہ درس نہیں ہم کو ایک نہایت بزرگ شخص کی نقل یاد ہی کہ انہوں نے اتقا کو اُس درجہ کو پہونچایا تھا کہ کانر کی شکل دیکھنے کو گناہ سمجھتے تھے اس اندیشہ سے کہ کانر کے ساتھ ادرتھنا بیٹھنا بھو ریل کا سفر مناسب نہیں سمجھتے تھے دنیا دار لوگوں کی ملاقات ترک کر کے رات دن نماز و وظیفہ میں مشغول رہتے تھے اگرچہ یہ بزرگوار بسبب اپنی نیکی کے بیشک تعظیم اور ادب کے لائق تھے لیکن اُنکے حال پر بلاشبہ انوس آنا چاہیئے ایسا شخص جو کہ تمام دنیا کی صحبت چھوڑ بیٹھتا ہی گریا ایک نہایت خود شخص ہوتا ہی کہ جس کو اوروں کو نائدہ دینا کچھ منظور نہیں صرف اپنی آخرت کے چین کے لیئے یہاں محنت کرتا ہی بیشک و شیعہ اللہ تعالیٰ نماز و وظیفہ سے خوش ہوتا ہی مگر اس سے صرف اُن گوشہ نشین صاحب کا فائدہ ہی اور نہ کسی اور کا *

بڑا فائدہ نیک ہونے کا اوروں کو نیک سیکھنا اور اُنکی خدمت کرنا ہی اور نہ خود غرضی سے صرف اپنی عاقبت کی فکر کرنا جو شخص لوگوں کی صحبت اس طرح پر ترک کر بیٹھتا ہی اُس سے وہ نائدہ کبھی ظہور میں نہیں آتا جو کہ نیک آدمی کی صحبت سے حاصل ہوتا ہی نیک آدمی کو نیکی کرتے دیکھ کر اور نیک باتیں کرتے سن کر خود نیک کی دل چاہتا ہی اور نیکی پھیلتی ہی رسول خدا صلعم اور اصحاب کرام نے دکھا دیا کہ کیونکر اس دنیا میں زندگی بسر کرنی چاہیئے *

ایک اور صاحب کا ذکر ہم نے سنا ہی کہ جنہوں نے حج کا اس طرح پر قصد کیا تھا کہ ہر قدم پر دو رکعت نماز پڑھتے جاتے تھے مگر یہ اُنچے پورا نہوا اور اگر ہوتا بھی شاید صرف بہکم اداء اعمال بالغایت آنکر ثواب ہوتا ورنہ ایسے جوگیوں کی طرح حج کو جانا کدوس ہی اگر حج کرنے کا ثواب بقدر اُن تکلیف کے جو کہ قصد انسان اپنے پر قالے ہوگا تو ہندو جوگیوں کی طرح زمین پر لوٹ کر حج کو جانے سے تر شاید سب سے زیادہ ثواب ہو مگر اسلام میں ایسی لغو ناحق کی تکلیف اورتھانی دوس نہیں لیکلف اللہ نفساً الا رصعہا *

بعض ہمارے ہم مذہب مسلمان بھائی بلاشبہ نیک بھتی سے تمصب کو اتقا اور جاہل رہنے کو پھینکاری سمجھتے ہیں حالانکہ صاف ظاہر ہی کہ اگر ہم سچے اور یکے مسلمان ہیں تو شاید ہماری صحبت سے کانر مسلمان ہوجائے کانر کی زبان یا علم تحصیل کرنیکو گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ اگر ہم اصل دیندار اور پختہ ایماندار ہیں تو مخالفین اسلام کے علم کو سیکھ کر اُنکے ساتھ مناظرہ کرنیکے خوب قابل ہونگے اور اسلام بدلے کدورز ہونے کے اور مستحکم ہوگا *

چاہے ہی ہمارے مذہب کے ایک بڑے شخص نے شارع اور ہرج اور است غی طیبیہ اور درا اور مریض سے تمثیل دی ہی یہ تمثیل حقیقت میں نہایت عمدہ ہی اور اس ہی سے ہم اپنے قول کو ثابت کرینگے اگر کوئی مریض تسخہ میں یہ پڑوکر کہ میں تولہ بھر گلقد چار روز متواتر کھائے ہے اچھا ہوجاؤنگا یہ نتیجہ نکالے کہ گلقد ایسی درا ہی کہ میرے مرض موجودہ کو فائدہ بخش ہی تو یہاں تک اُسکا نتیجہ درست ہوگا کیونکہ بلاشبہ گلقد اُس کے مرض کے لیئے مفید ہی ورنہ طیبیہ ہوکر نہ لکھتا پھر اگر دوسرا نتیجہ یہ نکالے کہ تولہ بھر تو چار دن میں اچھا کرتا ہی تو چار تولہ ایک ہی دن میں اچھا کدینگا اور آدہ سیر تو کھاتے ہی شفایاب ہو جائیگا یہ نتیجہ بالکل غلط ہوگا کیونکہ آدہ سیر گلقد کا ایک مرتبہ کھا لینا شفا بخشنے کی مرض اور مضر ہوگا اور جر مقصد طیبیہ کا تسخہ میں گلقد کے لکھنے سے تھا وہ ہوکر حاصل نہوا اور مریض طیبیہ کو خوش کرنے کے بدلے اُسکو اور ناراض کدینگا ایسی حالت اتقا کا جو کہ مقدار مناسب یعنی حد شرعی سے زیادہ ہو ہم نے شدت اتقا نام رکھا ہی *

اگر ہماری تمثیل مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اتقا اتقا جسکو ہم شدت اتقا کہتے ہیں کرنا فائدہ کی مرض نقصان کرتا ہی تو بلاشبہ ایسا اتقا شراً ناجائز ہی یہی ہامت تھا کہ ہمارے رسول خدا صلعم نے اس قسم کی عبادت کو جس سے کہ دنیا کے تمام کاروبار میں خلل واقع ہو مانع فرمایا ہی لارہبانیت فی الاسلام حدیث صحیح ہی اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ شرعی حد سے زیادہ اتقا کرنا جائز نہیں بلکہ اُسکا نام اتقا نہیں کلام مجید میں بھی اس مقدار مناسب سے زیادہ عبادت کرنے کا ذکر آیا ہی یا ایہا المزمع قم اللیل الا قلیگ *

یہ بات تمام دلائل عقلی سے بھی ثابت ہی کہ زیادتی ہر ہی کی اچھی نہیں جب کہ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام ایسی نعمت عطا فرمائی ہی کہ جس سے دنیا و دین دونوں کی بہتری حاصل ہو تو کیا صاف ظاہر نہیں ہی کہ ایک ہی کے پیچھے ہو رہنا نصف فائدہ کھوتا ہی عین کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو دعا سکھائی ہی رہنا اتقا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار دنیا اور دین دونوں کے لیئے دعا مانگی ہی اور اس سے بھی ہمارے قول کی تائید ہوتی ہی *

تمام دنیا اس بات سے متعجب ہی کہ اسلام نے رجعی بروں کو یک بار دنیا اور دین دونوں کی خوبیاں کیونکر دیدیں اس ہی بات سے اسلام کو اور مذہبوں پر فرقتیں ہی کہ اور صرف بہرہ دہی اغرت سکھانے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور اسلام میں جسقدر احکام ہیں اُنچے

اعلیٰ تعلیم کے مدرسہ اس سے علاوہ ہیں مگر سنہ ۱۸۶۱ء میں نل طالب علم جو تمام مدرسوں اور اسکولوں میں پڑھتے تھے انکی تعداد پچیس لاکھ چھیانوے ہزار پانسو چھیالیس تھی اور کل مدرس چھتیس ہزار تین سو چودہ تھے جن میں سے تینتیس ہزار تریسٹھ سو اور تین ہزار دو سو اکیادس مرتب تھیں اور متوسط اور اعلیٰ مدرسوں میں نو ہزار نو سو تیرہ مدرس تھے *

اُسی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۶۱ء میں اُن لوگوں میں جو نوج میں بھرتی تھے اس بات کا تضمینہ کیا گیا کہ کس قدر آدمی بن پڑھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ بی صدی دو آدمی بن پڑھتے تھے مگر یہ زمانہ اب گیا اس عرصہ میں اب اور زیادہ ترقی تعلیم کی ہوگئی ہے جب میں ولایت میں تھا تو ایک جرمنی عالم سے مدنی بہت ملاقات تھی اور اُن سے جرمنی کی تعلیم کا بہت ذکر رہتا تھا وہ مجھ سے فرماتے تھے کہ اب پریشیا میں بی ہزار ایک آدمی بھی بن پڑھا بمشکل نکلیگا *

اب ہندوستان کے مسلمانوں کے حال پر خیال کرو کہ اگر اُن میں پڑھتے ہوئے آدمی تلاش کیئے جائیں تو بی ہزار ایک آدمی بھی پڑھا ہوا بمشکل نکلیگا پس فور کرنے کا مقام ہے کہ ہم کو اپنی قومی ترقی اور توحید و وابستگی کے لیئے کیا کچھ کرنا ہے *

جو حال کہ ہم نے اوپر بیان کیا اُس میں سرکاری اسکولوں اور سرکاری کالجوں کا قائم آیا اُس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اُن اسکولوں اور کالجوں کا خرچ سرکاری خزانہ میں سے دیا جاتا ہے نہیں تمام اسکولوں اور مکتبوں اور کالجوں کا خرچ رعایا دیتی ہے مگر وہاں تعلیم کے باب میں ایک خاص قانون ہے اُس کے مطابق جو اسکول یا مدرسہ قائم ہیں وہ سرکاری کہلاتے ہیں اور باقی خانگی روزنہ حقیقت میں وہ سب رعایا کی طرف سے ہیں *

جرمنی میں جو رعایا کی تعلیم کا قانون ہے نہایت ہی عمدہ ہے مگر وہ قانون ہندوستان سے جہاں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں کسی طرح مناسبت نہیں رکھتا بلکہ انگلنڈ اور ویز میں بھی اُس کے مطابق عمل درآمد ہونا نہایت دشوار ہے چہ جائیکہ ہندوستان اور اس لیئے ہماری یہ رائے ہے کہ جب تک کہ ہندوستان کی ہر ایک قوم خود آپ اپنی قوم کی تربیت کی طرف متوجہ نہ ہوگی اور خود آپ اپنی قوم کی تعلیم کا بندوبست نہ کریگی اُس وقت تک قومی تعلیم کا ہونا غیر ممکن ہے *

جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان اپنے لغو خیالات اور بیہودہ تصنیعات میں مبتلا ہیں اور اپنی قوم کی بھلائی اور اُن کی تعلیم و تربیت کی کچھ فکر نہیں کرتے ہمارا دل جلتا ہے اور کمال رنج ہوتا ہے اُس وقت کی تعلیم کا بندوبست نہ کریگی اُس وقت تک یہ شعر پڑھتا ہے *

ضبط کروں میں کب تک آئے * چل رہے خامہ بسم اللہ
اور پھر کہتا ہے جو کہتا ہے اور نکھتا ہے جو نکھتا ہے *

والہ—م

سید احمد

انگریزی مادم تحصیل کرنے کو ہمارے متعصب بھائی مسلمان گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ خلفاء بغداد کے زمانہ میں جسقدر علم عربی میں آیا وہ سب زبان گریک یعنی یونانی سے ترجمہ کیا گیا اور اُس زمانہ کے اکثر علماء گریک کو جو کہ لغز کی زبان تھی بدرجہ تکمیل تحصیل کرتے تھے اگر ایسا نہوتا تو جسقدر ملک کے ہمارے ہاں موجود ہی کچھ نہرتی اور فلسفہ اور منطق کا تو نام بھی نہرتا *

الغرض جو فوائد کہ اپنے مخالف کے بھیدوں کے معلوم کرنے سے ہوتے ہیں وہ سب متعصب سے جاتے رہتے ہیں اور ہم خود جہل مرکب میں پڑے رہتے ہیں *

لیکن یہ جہلانہ تعصب بی زمانہ متعصب ہمارے ادب اور کربطی کے سبب ہم مسلمانوں میں آگیا ورنہ زمانہ قدیم میں لغز کی زبان تحصیل کرنا کچھ بڑا نہ سمجھا جاتا تھا حضرت شیخ سعدی رحمہم اللہ نے زبان لیٹن نہایت معصیت سے تحصیل فرمائی تھی اور وہ لوگ جنہوں نے کہ تصنیفات ارسامہ اور انلاطوں اور سقراط کا ترجمہ عربی میں کیا وہ تو گریک سے خوب ہی واقف ہوئے *

ہمکو اس مختصر مضمون کے لکھنے سے نہ تو اُن صاحبوں کو جنکو اتفاقاً کدو ہی ناراض کرنا منظور ہے اور نہ یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں ناصح بننے کے لائق سمجھتے ہیں بلکہ چند اپنے خیالات اُن صاحبوں کے لیئے درج کرتے ہیں جو کہ جاہل رہنے اور متعصب ہونے کو تقویٰ سمجھتے اور اُنکو جو کہ میں اہل اسلام کی ترقی اور بھلائی کے خواہاں ہیں مخالفین اسلام میں شمار کرتے ہیں *

از کریست کا کالج بمبئہ {
۴ جون سنہ ۱۸۷۱ء {
رائے—م
محمد محمود مہتمم

نمبر ۳۹

عام تعلیم پریشیا میں

پریشیا واقع جرمنی کی عام تعلیم کی بابت سنہ ۱۸۶۱ء میں ایک رپورٹ چھپی تھی اُسکا خلاصہ ہم اسلیئے لکھتے ہیں تاکہ ہندوستان کے مسلمان جانیں کہ تربیت یافتہ قوموں میں کس درجہ تک تعلیم کی ترقی ہے *

سنہ ۱۸۶۱ء میں پریشیا میں پچیس ہزار ایک سو چھپن سرکاری ابتدائی اسکول تھے اور آٹھ سو تیرہ خانگی جنکی کل میڈلن پچیس ہزار نو سو اٹھتر ہوئی *

سرکاری اسکولوں میں ستائیس لاکھ تھتر ہزار چار سو تیرہ لڑکے و لڑکیاں پڑھتی تھیں اور خانگی اسکولوں میں اڑتالیس ہزار تین سو بیالیس جسکی میڈلن اٹھائیس لاکھ ایک ہزار سات سو پچپن ہوئی *

پریشیا کے ملک کی آبادی ایک کروڑ چوراسی لاکھ اکیانوے ہزار دو سو پچیس آدمیوں کی ہے اُس حساب سے بی سات سو بارہ آدمیوں میں ایک اسکول ہوتا ہے اور اوسطاً لڑکوں کا بی اسکول ایکسو دس کے قریب پڑتا ہے *

اُن اسکولوں کے سو چار سو تینتالیس چھوٹے لڑکوں کے پڑھنے کے لیئے مکتب تھے جن میں پچیس ہزار سات سو پینتالیس لڑکے پڑھتے تھے *

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۸]

۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

اس پرچہ میں بجز مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ مندرج نہ ہوگا *

مضمون نمبر ۴۰

غلامی

آزادی اور غلامی آپس میں ایسی تقض ہیں کہ نہ دونوں کا اجتماع ہوسکتا ہی نہ دونوں کا ارتقاء اور اسلئے یہ دونوں داخل مرضی پروردگار نہیں ہوسکتیں ورنہ خود پروردگار کی مرضی میں تضاد لازم آویگا جو اُسکی حکمت بالغہ کے شایان نہیں ہی پس کچھ شبہ نہیں ہی کہ ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پروردگار کی مرضی کے مطابق ہوگی یا یوں کہو کہ قانون قدرت درتقیضوں کا مقتضی نہیں ہوسکتا اور اسلئے اُن میں سے ایک ہی مقتضائے قانون قدرت ہوگی *

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ایک ایسی ہستی بنایا گیا ہی جسکی فطرت میں آزادی اور خود مختاری رکھی گئی ہی وہ فی مقل اور ذی شعور ہی اُسکو تمام تر اے ظاہری و باطنی دیکھے گئے ہیں اُن کے استعمال پر جس طرح کہ وہ چاہے قادر ہی تمام کاموں کے شروع کرنے کی سمجھ اور اُن کے انجام کی سونچ سکر دی گئی ہی تاکہ ہر کام کا آغاز اور انجام سونچ لے اُسکی فطرت ایسی ہی کہ اپنے لیٹم آپ تمام چیزیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جسقدر روپیہ بابہ اس پرچہ کے بطور چندہ خراہ بطور تیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا * ملارہ اس کے جو شخص کچھ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکر گزاری تمام لیا جارہا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دربار یا تہذیب دار جیسا کہ مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کر یگا خریداروں کو تین روپیہ تیمت اور ایک روپیہ آٹھ آنے معقول جملہ چار روپیہ آٹھ آنے پیشگی بھیجنے ہونگے *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کوئی پرچہ بھر آٹھ تیمت اور ایک آنہ معقول دینا ہوگا *

ممبروں کو یہ تیمت یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھی یہ تیمت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

مہیا کرنے کے لیئے حاجتمند ہی پس یہ تمام چیزیں اسباب پر دلالت کرتی ہیں کہ اس پتلے کے صانع کی مرضی یہی تھی کہ یہ پتلا خود اپنا آپ مالک رہے *

صانع نے یہ تمام قوی جو انسان کو مہیا فرمائے ہیں اُن سے اُسکی مرضی یہ معلوم ہوتی ہی کہ وہ تمام قوی انسان میں اسطرح پر شگفتہ و شاداب رہیں کہ اعتدال سے خارج نہ ہونے پاریں اور ایک دوسرے کی نقیض نہ ہوں جاویں انسان کی ذاتی مہنت اُسکیکے لیئے سرد مند ہو غلامی کی حالت میں انسان کے بہت سے قوی پمروض شگفتہ و تر و تازہ رہنے کے پڑسودہ بلکہ مہض معطل و بیکار ہوجاتے ہیں اُسکی مہنت اُسکی سرد مندی کے لیئے نہیں رہتی پس کیطرح ایسی حالت صانع کی مرضی نہیں ہوسکتی *

انسان کی وہ چیز جس سے انسان انسان ٹھہرتا ہی اور جسکا نام لوگ روح لیتے ہیں مگر اُسکی حقیقت کچھ نہیں بتلا سکتے ایسی شریف چیز ہی کہ کسیکی مملوک ہونے کی لیاقت ہی نہیں رکھتی کیا نتائج قانون قدرت یا خدا کی روح یا امور رب کسیکی ملکیت ہوسکتی ہی نہ کیا ہم سی ہی ایک مظائق ہمارے ملکیت میں آسکتی ہی نہ حاشا و کلا پس صاف میاں ہی کہ غلامی اُس قادر مطلق کی مرضی اور قانون قدرت دونوں کے برخلاف ہی — تمام انسان آزاد اور یکساں پیدا ہوئے ہیں اور کچھ شہہ نہیں کہ زندگی اور آزادی اور خوشی حاصل کرنے میں یکساں اور غیر قابل انتقال استحقاق رکھتے ہیں *

مگر انسان کی بد بختی سے کوئی نسل اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ غلامی کی مصیبت انسانوں میں نہ رہی ہو بہت عقلمند اور دانا اور حکیم گذرے بہت سے صاحب شریعت گذرے مگر بجز ایک کے اور کسینے اس قانون قدرت کے مخالف کا کچھ تدارک نکلیا موصی صلاۃ اللہ علیہ نے اسکو جایز ہی رکھا عیسیٰ علیہ السلام نے اُسکی نسبت ایک حرف بھی نہیں کہا یونانی حکیموں نے ازروے اصول اخلاق کے حالت غلامی کی نسبت کوئی اعتراض ہی نہیں سمجھا ارسطو بارصف اس دانا کی یہ سمجھا کہ خود خدا نے انسان کو آزادی اور غلامی

میں تقسیم کیا ہی وہ یہ سمجھتا تھا کہ جن لوگوں کو غلام بنایا جاتا ہی وہ ایک قسم ہی جدا ہی اول تر یہ سمجھہ ہی اُس بڑے حکیم کی جو ہر طرح ہمارے ادب کے لایق ہی غلط تھی اور سوائے اسکے اُس نے یہ خیال نہ کیا کہ غلامی کسی خاص ذمہ پر مخصوص نہیں رہ سکتی انظاروں اُس سے بھی زیادہ غلطی میں گرا جب اُسنے یہ کہا کہ صرف یونانی غلام نہ ہونے چاہئیں زیادہ انوس کی بات یہہ ہی کہ اُس ایک نیاس شخص کا اصول مقررہ جسے آئندہ کی غلامی کی جز کو کاا اور غلاموں کی حالت کو سنبھالا اور جہاں تک ممکن

ہوا اُن کو آزادی کا خلعت پہنایا ایسا غفلت میں پڑا رہا کہ بہت ہی کم اُس پر خیال ہوا پس ہمارا ارادہ ہی کہ ہم اس مہمور کی اصلیت پر بموجب مذهب اسلام کے کچھ تحقیق و تدقیق کریں مگر قبل اسکے ہم چاہتے ہیں کہ اس آرگٹل میں غلامی کا کچھ مستحضر حال بیان کریں کہ کس کس طرح پر اور کن کن قروص میں رائج تھی اور کیسی کیسی بے رحمیاں اُن کی نسبت ہوتی تھیں *

غلامی کا رواج ایسا پورا نا معلوم ہوتا ہی جس کا زمانہ انسان کی یاد سے باہر ہی غالباً تواریخ دنیا کے شروع ہی سے غلامی پیدا ہوئی تھی اصلیت شروع غلامی کی صرف یہی باقی جاتی ہی کہ وحشی قروص نے اپنے قیدیوں کو بچاے مار ڈالنے کے غلامی کی حالت میں رکھنا زیادہ مفید سمجھا اور اس سبب سے دو طریق ہتھی کے رائج ہوئے ایک وہ جو لڑائی میں لوگ قیدی ہوتے تھے اور یہ طریقہ طریق جایز اور بے عیب اور گریا قانونا جایز سمجھا جاتا تھا اور تمام قروص نے اپنی تہذیب و شایستگی کے زمانہ میں بھی اُسکو صمیم سمجھا تھا دوسرے وہ قیدی جو دغا و فریب سے یا دزدی سے قید کیئے جاتے تھے اور اُن کے ساتھ بھی ویسا ہی طریقہ پڑتا جاتا تھا جیسا کہ جایز غلاموں کے ساتھ اُس کے بعد رشتہ رشتہ آؤر متعدد طریقے غلامی کے مختلف قروص میں پیدا ہوتے گئے *

تمام مشرقی قروص جنکا حال ہمکو معلوم ہی غلام رکھتی تھیں یورودیوں کے ہاں غلامی قانونا جایز تھی ایرانی بھی بموجب اپنے قانون کے غلام رکھتے تھے اُن کے ہاں صرف دوسری ہی قوم کے لوگوں کو غلام بنانے کی اجازت نہ تھی بلکہ اپنی قوم کے لوگوں کو بھی غلام بناتے تھے اُنکے ہاں دستور تھا کہ مفاس مقروض اپنے تئیں بطور غلام کے بیچھالتا تھا جو بطور غلام کے رھتے تھے البتہ یہ نسبت غیر قوم کے غلاموں کے انکی نسبت قانون فی الجماہ نرم تھا سات برس بعد ہم قوم غلام آزاد ہو جاتے تھے اور ہر پچاسویں برس عام طور پر ہم قوم غلام آزاد کیئے جاتے تھے *

یونانیوں میں بھی غلامی کی رسم جاری تھی وہاں ایک قوم وہاں کے قدیم باشندوں کی نسل سے تھی جو اپنے آقا کی زمین کا حصہ کرکر اُس کو لگان دیتی تھی اور لڑائی کے وقت اپنے آقا کے ساتھ ہوتی تھی — ایک قسم غلاموں کی پرزنا میں ایسی تھی کہ وہ یونان سے باہر دوسرے ملک میں فروخت نہیں ہو سکتی تھی اور نہ اپنے نیال و اضافے سے جدا رکھی جاتی تھی بلکہ کس قدر جائداد پیدا کرنے کے بھی قابل سمجھی جاتی تھی اور وحشی غلام جو بذریعہ خرید حاصل ہوتے تھے وہ تو مثل آؤر جائداد کے تھے کہ جب اور جہاں چاہر بیچھتاو

شرط ہوتی تھی کہ جب وہ سرمایہ اس قدر روپیہ تک پہنچ جائیگا تو غلام آزاد ہو جائیگا *

ہندوؤں میں بھی دھرم شاستر کے بموجب غلامی جائز تھی اور مفصلہ ذیل صورتوں میں ایک انسان دوسرے انسان کا غلام ہو جاتا تھا — لڑائی میں قید ہونے سے — خود اپنے تئیں کسی کا غلام بعرض روپیہ کے یا فصلا سالی میں بعرض نان و نفقہ دینے کے یا اگر کسی سبب سے بنا دینے سے — بعرض زر قرضہ یا کسی جرم کی سزا میں غلام ہو جانے سے — ماں باپ کا اپنی اولاد کو بیچ دینے سے — اولاد غلاموں کی بھی غلام ہوتی تھی — غلاموں کا بیع اور ہبہ کے ذریعہ سے انتقال ہوتا تھا اور روز انتقال سے ملحق الیہ کی غلامی میں آجاتا تھا *

دھرم شاستر کی رو سے غلام مکمل مویشی کے اپنے آقا کی ملکیت ہوتا ہی اور اُس کو حقیر نام یعنی دو پائی مویشی دیا گیا ہی دھرم شاستر میں کوئی حکم غلام کی نسبت ایسا نہیں ہے جس کے ذریعہ سے وہ بیرحم آقا کے تشدد و بد سلوکی سے محفوظ رہے اور نہ اُس میں آقا کے اختیار کی جو اُس کو غلام پر ہو کچھ تصریح ہے *

کوئی حق ملکیت دھرم شاستر کی رو سے غلام کو حاصل نہیں ہی اُس کا مال مکسور ہو بھی اُس کا حق نہیں ہی دھرم شاستر میں بجز آقا کی خوشی کے اگر کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جس کے ذریعہ سے غلام کو آزادی حاصل ہو سکے الا اگر اُس نے آقا کی جان بچائی ہو تو وہ اپنی اور اپنے بیٹے کی آزادی کی درخواست کرنے کا استحقاق رکھتا ہی اگر آقا سے لڑتی کے اراد پیدا ہو اور کوئی صحیح النسب اراد نہ ہو تو دُروں آزاد ہو جاتے ہیں یا جو سبب غلامی کا ہی وہ نہ رہے تو غلام آزاد ہوتا ہی *

ایک دوسری قسم غلاموں کی دھرم شاستر کے بموجب مہیدالارض ہیں یعنی غلام جو کاشت اراضی سے تعلق حق موروثی کا رکھتے ہیں اس قسم کے غلاموں سے احکام جاہداد غیر منقولہ کے متعلق ہیں یعنی اُن غلاموں پر جو کاشتکاری کے کام کے لیے ہوں باپ اور بیٹہ کو یکساں اختیار حاصل ہی *

مذہب اسلام کے پیروؤں کا بلاشبہ حق تھا کہ وہ غلامی کا نام نشان دنیا میں بانی نہ رکھتے اور غلاموں کی آزادی کا فرمان جیسا کہ اصول مذہب اسلام سے پایا جاتا ہی دنیا میں جاری کرتے مگر انسور ہی کہ وہ سب سے زیادہ اندھیرے میں پڑے اور پارچہ دیکھ اس زمانہ میں تمام ملک روشن ہو گئے ہیں مگر اسلامی عملداروں اب تک اُسی تاریکی اور اندھیرے میں ہیں *

اُن سے معذرت مزوری کروائی جاتی تھی کانیں کھدوائی جاتی تھیں اور اُن کی اجرت اور منصف اُن کے آقا لیتے تھے اُن غلاموں کی جو اولاد ہوتی تھی وہ بھی غلام ہوتی تھی تو ریشیا کے لوگوں کی ایسی ہی حالت تھی کہ وہ خود اپنی اولاد کو بیچتے تھے ایتھنز میں غلاموں کی حالت اُن ملکوں سے اچھی تھی قیماستھیز کا قول ہی کہ بمقابلہ اُن ملکوں کی آزادیوں کے ایتھنز کی غلامی کی حالت اچھی ہی *

رومیوں میں بھی غلامی تھی مگر اُن کی سمجھ سب سے عمدہ تھی رومی مقنن سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو آزاد بنایا ہی اور غلامی قانون خالق کے برخلاف ہی مگر صرف ملکی قانون کے مطابق وہ غلامی کو جائز رکھتے تھے اور اس لیے اُن لوگوں کو جو لڑائی میں قید ہوئے تھے اور اُن آزاد شخصوں کو جو خود اپنے آپ کو بیچ ڈالتے تھے غلام سمجھتے تھے آقا کا اختیار غلام کو سزا دینے یا قتل کرنے کا نا محدود تھا ضعیف و ناکارہ غلام ٹائیبر کے جزیرہ میں نافذ کشی کرتے کرتے مرجانے کے لیے پہرے دیئے جاتے تھے سلطنت کے قوانین نے ان بیرحمروں کی کسب قدر روک تھام کی تھی یہ قانون تھا کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو بلا سبب قتل کر ڈالے تو اُس کے ساتھ اس طرح پش آتا جارہے کہ کوئی اُس نے دوسرے شخص کے غلام کو مار ڈالا ہی اگر کوئی آقا اپنے غلام پر بہت سخت سے رحمیاں کیا کرتا تھا تو آقا اس بات پر مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اُس کو بیچ ڈالے گلاؤس کے قانون کے مطابق غلام کا مار ڈالنا بمنزلہ قتل کے متصور ہوتا تھا غلام جب بیچے جاتے تھے تو ماں باپ لڑکے بھائی بہن جدا نہ کیئے جاتے تھے غلاموں کو شادی کرنے کا اختیار نہ تھا اور اُن کے اور اُن کی اولاد میں کوئی قانونی رشتہ نہ سمجھا جاتا تھا بھائے ہوئے غلام کو پڑا دینا جرم تھا اُن کے آزاد کرنے کے بھی بہت سے طریقے تھے جو ازرے قانون کے معین اور محدود کیئے گئے تھے *

رومیوں کے ہاں ابتدا میں غلام بہت کم تھے لیکن رفتہ رفتہ اُنکی بہت کثرت ہو گئی یہاں تک کہ کل کاشتکاری غلاموں کے ذریعہ سے ہوتی تھی سلطنت جمہوری کے زمانہ میں جو روم میں تھی ذیہندہ لوگ نہایت کثرت سے غلام رکھتے تھے اور جس قدر زیادہ غلام ہوں اُنقدر شان و شوکت زیادہ متصور ہوتی تھی ایک شخص کے پاس دس سو غلاموں کا ہونا ایسی بات نہ تھی کہ لوگ اُس کو معذرتی پاس سے کچھ زیادہ سمجھیں *

ابتدا میں غلام کوئی جائداد پیدا نہیں کرسکتا تھا جو کچھ وہ پیدا کرتا تھا سب کچھ اُس کے آقا کی ملک ہوتا تھا لیکن جب غلام تجارت کے کاموں میں مصروف ہونے لگے تو کچھ حصہ مٹانے میں سے اُن کا خاص سرمایہ سمجھا جاتا تھا اور بعضی ذمہ دہ

میں چلا آیا تھا پیش ہوا اُس میں یہ تجویز ہوئی کہ انگریزی زمین پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی غلام آزاد ہوجاتا ہی مگر کہ بعد واپس جانے اُس غلام کے غلامی کے ملک میں اُس کا آقا پھر اُس پر دمری کرسکتا ہی *

ولایت میں ایک میزے انگریز دوست نے مجھ سے کہا کہ صرف ہماری قلم ہی کو آزادی کا نضر نہیں ہی بلکہ ہماری زمین کو بھی یہ اقتدار ہی اسلئے کہ جو شخص ہماری زمین پر قدم رکھتا ہی مگر وہ کسی غلام ہی کیوں نہر اسی وقت سے آزاد ہی اُس کے اِس پہنچنے نے میزے دل پر نہایت اثر کیا اور میں نے کہا کہ بلاشبہ تمہارے اور تمہاری زمین کو یہ بڑی عزت ہی جو خدا نے دی *

اُسی زمانہ میں رحیم اور ٹیک دل اور انسان کی بھلائی چاہنے والے لوگوں کے دل میں خیال آیا کہ غلاموں کی تجارت کی مروتی پر کوشش کرنی چاہئے چنانچہ سنہ ۱۷۸۷ع میں ایک سوسائٹی واسطے مروتی غلاموں کی تجارت کے لندن میں قائم ہوئی اُس کے ابتدائی ممبر ڈبلیو ڈارن صاحب اور جیمس کلرکس صاحب اور گریٹول شارب صاحب تھے چنانچہ ٹیک نامی ہمیشہ یاد رکھنی اِس معاملہ میں سب سے زیادہ پر جوش اور نہایت مستعدی سے رائے دینے والے اور گفتگو کرنے والے ولیم رولڈز صاحب تھے جنکی تاکید ولیم پٹ رزبر سلطنت کی جانب سے ہمیشہ ہوتی تھی غرضکہ شدہ شدہ ان انسان کی بھلائی چاہنے والوں کی بدولت زوری سنہ ۱۷۸۸ع میں سلطنت انگلشیہ نے حکم دیا کہ بذریعہ کمیٹی پریوی کونسل نسبت تجارت غلاموں کے تحقیقات

کی جارے اور ایک قانون بنایا گیا جس سے جہاز میں بے انتہا غلاموں کے بھر لینے کی کچھ اصلاح ہوئی بڑی بد قسمتی یہ ہوئی کہ ولیم فورس صاحب نے جو مسودہ قانون کا اِس مطلب سے بنایا تھا کہ آئندہ سے تجارت غلاموں کی مروت ہو وہ مسودہ سنہ ۱۷۹۱ع میں کم ہو گیا — اسی اثناء میں انگریزوں نے دچ پر فتح پائی اور غلاموں کی تجارت نے پھر انزایش پکڑی مگر سنہ ۱۸۰۵ع میں کونسل سے ایک حکم مشعر امتناع تجارت اُن مقتوحہ نوآبادیوں میں جاری ہوا اور پھر سنہ ۱۸۰۶ع میں ایک قانون بنایا گیا کہ انگریزی رعایا کسی طرح غلاموں کی تجارت میں شریک نہو اور اُسی سال مسٹر فائس صاحب نے ایک رزلویشن ہوس آف کانز میں پیش کیا اور وہ جاری ہو گیا کہ آئندہ سے کلیۃ غلاموں کی تجارت مروت ہو لارڈ گریٹول صاحب کی تحریک سے ہوس آف لارڈ نے اُس رزلویشن کو منظور کیا اور انگلٹ نے اس فیاضانہ اور دہیانہ بلکہ انسانیت کے کام میں بلند غلامی

جاصل کی *

اگرچہ عیسائی مذہب نے کچھ بھلائی غلاموں کے حق میں نہیں کی تھی مگر بلاشبہ عیسائیوں نے اُن کے حال پر رحم کیا اور یہ ٹیک اور بلند نامی اُنہوں ہی نے حاصل کی جسٹین نے غلاموں کے رفتہ رفتہ آزاد ہو جانے میں بڑی کوشش کی عیسائیوں ہی نے اُن آقاؤں کو جو اپنے غلاموں کو بے اطلاع حاکم مار ڈالتے تھے ملموں قرار دیا مگر اُس زمانہ میں یہی آنت رک نہ سکی اور وحشی حملہ کرنے والے بہت سے غلام اپنے ساتھ لائے جو اکثر سلیوین قیدی تھے اور جس سے انگریزی لفظ سلیو بمعنی غلام نکلا ہی تھوڑے زمانہ بعد تمام یورپ میں ایک قسم کی غلامی مردج تھی جو صرف کے نام سے کہلاتی تھی سلیو اور صرف میں یہ فرق تھا کہ سلیو کو آقا زرخش بھی کر سکتا تھا مگر صرف سے صرف معین کام لینے کا حق رکھتا تھا *

جب کہ نئی دنیا یعنی امریکا دریائے ہوئی تو عیسائی قورسوں میں غلامی کے معاملہ کی بڑی گرم بازاری ہوئی امریکا کے قدیم باشندے کمزور تھے اور جن مشکل اور مصنت کے کاموں کی وہاں حاجت تھی اُس کے قابل نہ تھے اسلئے پورچکیز والوں نے جنکے قبضہ میں بہت بڑا حصہ افریقہ کا تھا وہاں سے حبشیوں کو لیجانا شروع کیا لاس کیس صاحب چپا کے ہسپ نے امریکا کے باشندوں کو لائق مصنت کانوں کے ٹھونڈنے کے نہ دیکھ کر کنگ چارلس بادشاہ انگلٹ سے درخواست کی کہ اُن کے بدلے حبشی غلام کام کرنے کو دینے جاریں کیونکہ وہ مضبوط اور توانا ہیں چنانچہ اُس بادشاہ نے سنہ ۱۵۱۷ع میں حبشی غلاموں کے لئے جانے کا حکم دیا انگریزوں میں سب سے پہلے جسٹے غلاموں کی تجارت شروع کی وہ رجاں ہائس تھے جنکا نام غلامی کے ساتھ ہمیشہ یاد کیا جارہا مگر تھوڑے ہی عرصہ میں اور بہت سے لوگ اُن کے ساتھ غلاموں کی تجارت میں شریک ہو گئے انگلستان نے سنہ ۱۶۸۰ع سے لغایت سنہ ۱۷۰۰ع کے تین لاکھ غلام افریقہ سے حاصل کیئے اور اُس کے بعد لغایت سنہ ۱۷۸۶ع صرف جمائیکہ میں چھ لاکھ دس ہزار غلام بھیجے تجارت غلاموں کی ایسی بیڑجی سے ہوتی تھی جسکا حال سنکر تعجب آتا ہی جہاز میں نہایت بے احتیاطی سے مڈل بگریوں اور بیڑوں کے ہورے جاتے تھے اور امریکا پہنچنے کے بعد بھی کچھ اُنکی حفاظت نہوتی تھی مگر جہاں انگریزوں کی عملداری تھی وہاں اُن غلاموں کی حالت کسیقدر بہتر تھی اُن کی فریاد رسی کے لیئے عدالتیں مقرر تھیں مورتوں کو کمرے مارنے کی بالکل ممانعت تھی مگر یہ بات بڑھنے کے قابل ہی کہ جس زمانہ میں امریکا میں جہاں انگریزی عملداری تھی قوانین مذکورہ بالا غلاموں کی نسبت جاری تھے اُس زمانہ میں انگلٹ میں نسبت غلامی کے کیا قانون تھا — اُسی زمانہ یعنی سنہ ۱۷۸۲ع میں مقدمہ غلامی مسی سرجسٹ حبشی جو لندن

سنہ ۱۸۳۰ء کے اگر غلاموں کی تجارت اُس ملک میں ہو تو کثرتی بھری کا جرم سمجھا جاوے اور سنہ ۱۸۳۱ء و سنہ ۱۸۳۳ء میں جو عہدنامہ فرانس سے ہوا اور جسکو قریباً تل زورپ کی بھری سلطنتوں نے منظور کر لیا اُس سے استحقاق سمندر میں جہازوں کی تلاشی کا واسطے بند کرنے غلامی کی تجارت کے حاصل ہوا اور پھر کنٹریول عہدنامہ کے مطابق جو سنہ ۱۸۳۱ء میں ہوا اُس عہدنامہ کو یورپ کی پانچ اعلیٰ سلطنتوں میں رسم دی گئی پھر آئینوں کے عہدنامہ سے جو سنہ ۱۸۳۲ء میں یونیٹڈاسٹیٹ سے ہوا کچھ نوج مشترکہ ازریقہ کے کفارہ پر واسطے مرقونی تجارت غلاموں کے قایم ہوئی پھر سنہ ۱۸۳۵ء میں نوج مشترکہ انگلستان اور فرانس کو استحقاق تلاشی غلامان حاصل ہوا *

فیاض اور عالی حوصلہ اور نیک دل انگریزوں کو یہ خیال بھی تھا کہ موجودہ غلام بھی آزاد کیئے جاویں اسباب کے لیئے سوسٹیٹیاں بھی بنیں اور ہوس آف کامنز میں بھٹ بھی ہوا کی آخر کار سنہ ۱۸۳۳ء میں مسکو اسٹیٹیاں صاحب نے جو اُس زمانہ میں نو آبادیوں کے وزیر تھے غلاموں کی آزادی کے لیئے قانون کا مسودہ پیش کیا اور ہوس آف کامنز اور ہوس آف لارڈ میں منظور ہوا اور ۲۸ اگست سنہ ۱۸۳۳ء کی بادشاہی منظوری حاصل ہوئی اور بیس کرور پونڈ یعنی دو پدم روپیہ غلاموں کے مالکوں کو بطور معاوضہ تقاضا دیا گیا مگر خیال کرنا چاہیئے کہ یہ روپیہ کہاں سے آیا تھا یہ روپیہ اُسی ملک کی رعایا نے دیا تھا جس ملک کو ہم کہتے ہیں کہ تہذیب و شایستگی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا سنہ ۱۸۳۸ء میں فرنج نے بھی اپنے حبشی غلاموں کو آزاد کر دیا اور سنہ ۱۸۶۳ء میں دچ کے غلام آزاد ہوئے اور شمالی اور جنوبی امریکا میں جو لڑائی غلاموں کی آزادی کے لیئے ہوئی وہ ابھی تک دنیا کی آنکھوں سے محتر نہیں ہوئی ہے *

انگریزوں کی کوششیں جو غلامی کے بند کرنے میں ہوئیں اُنکم ہم دل سے ثناخواں ہیں اور اسباب کو بھی قبول کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی انگلش گورنمنٹ نے غلاموں کی تجارت بالکل موقوف کر دی اور پودہ نورشی بھی بند ہوئی مگر ہم دل سے گورنمنٹ کی کارروائی کی جو ہندوستان میں غلامی کی نسبت ہوئی ہے ثناخواں نہیں ہیں ہم کو ہن غالب ہے کہ ہندوستان میں درمیان ہندوستانی مملداریوں کی پودہ نورشی جاری ہے اور گورنمنٹ کچھ کانی تدبیر اُس کے لیئے نہیں کرتی بعضی دماغ ہم کو خود انگریزی مملداری میں پودہ نورشی ہونے یا لوٹنی اور غلام لانے کا شہتہ پیدا ہوتا ہے جبکہ

اُس کے بعد دوسرے ہی سال میں یعنی سنہ ۱۸۰۷ء میں لارڈ ہاک صاحب نے جو بعد کو ارل کرے ہوئے ایک مسودہ قانون ہوس آف کامنز میں پیش کیا کہ یکم جنوری سنہ ۱۸۰۸ء کے بعد غلاموں کی تجارت مسموم اور قطعاً موقوف ہو درفوں ہوس یعنی ہوس آف کامنز اور ہوس آف لارڈز نے اس قانون کو پسند کیا اور پچیسویں مارچ سنہ ۱۸۰۷ء کو اُس قانون کی نسبت شاہی منظوری حاصل ہوئی *

لیکن تمہیب کی بات ہی کہ جس ٹکڑہ زمین پر ایسے فیاض اور عالی ہمت لوگ رہتے تھے جنہوں نے اس رسم بد کی مرقونی پر بے انتہا کوششیں کیں وہاں کمیٹہ طبیعیات کے لوگ بھی موجود تھے اور اُنہوں نے غلاموں کی تجارت کو نبھوڑا اور اسپین اور پورچگیز کے جھنڈوں کی آڑ میں اُنکی تجارت کرتے تھے اور پھر کثرت سے غلام جہازوں میں بھرتے گئے اور جب کوئی جہاز اُنکی تلاشی کو جاتا تو حبشی غلاموں کو جہاز پر سے دریا میں پھینک دیتے تھے اور جو جرماتہ کہ اُس قانون میں غلاموں کی خرید و زرخد کرنے پر تھا وہ اس رسم بد کے بند کرنے کو کافی نہ تھا اسلیئے فیاض دل اور انسان دوست بلکہ انسانیت مجسم مسٹر برہم صاحب نے سنہ ۱۸۱۱ء میں ایک مسودہ قانون پیش کیا جو بالاتفاق سب کے منظور ہو گیا اور جس میں یہ بات قرار پائی کہ تجارت غلاموں کی جرم کیجیہا ہی جسکی سزا جودہ برس کی قید معہ جلا وطنی یا تین برس سے پانچ برس تک کی قید معہ مشقت ہفتہ دی جاوے گی *

سنہ ۱۸۲۳ء میں ایک اور ایکٹ جاری ہوا جس میں غلاموں کی تجارت جرم بھری ٹکیتی قرار پایا جو نہایت سنگین جرم ہے اور پھر سنہ ۱۸۳۷ء میں اُسکی ترمیم ایک ضابطہ نوجداری کے نفاذ سے ہوئی اور تجارت غلامی کی سزا حبس دوام معہ جلا وطنی قرار دی گئی *

ان بڑی کوششوں کے بعد انگریزوں کی مملداری میں سے غلاموں کی تجارت اُٹھ گئی اور اُسی کے ساتھ امریکا کے یونیٹڈاسٹیٹ سے بھی موقوف ہوئی اور رفتہ رفتہ جنوبی امریکا کی جمہوری سلطنت مقام و نزلیہ و چلی و پرنس ایجز اور سوئیڈن اور ڈنمارک اور ہالند سے بھی موقوف ہوئی انگریزوں کی اس فیاضی کو دیکھ کر یورپ کی اور سلطنتوں کو بھی اس بد تجارت کے اُٹھادینے کی ترغیب ہوئی اور اُسکے لیئے قانون بنائے گئے اور عہدنامے کیئے گئے چنانچہ سنہ ۱۸۱۵ء و سنہ ۱۸۱۷ء میں پورچگیز اور اسپین کی سلطنت نے بھی اس پر اپنی وقامدلی ظاہر کی اور سنہ ۱۸۲۶ء میں ہولینڈ نے قبول کیا کہ ہم

ہم کسیوں کے ہاں نئی نئی نو چیزوں کا اور ہیچیز کے ہاں نئے نئے چیزوں کا اور تواریں کے ہاں نئے نئے خواجہ سراؤں کا آنا سنتے ہیں ہم دل سے کہتے ہیں کہ ان سب باتوں کا گناہ اب تک انگریزوں کے گورنمنٹ کے سر پر ہی موجودہ قانون ان امورات کے تدارک کے لیئے کافی نہیں ہیں مگر اُمید ہی کہ کسی دن یہ رسم بد ہندوستان سے بالکل موقوف ہو گی *

یہ سب تو ہم نے کہا مگر ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ مسلمان گورنمنٹوں نے اس باب میں کیا عزت کمائی ہے ہماری رائے یہ ہے کہ اس معاملہ میں دیں و دنیا دونوں کا خسراں مسلمان گورنمنٹوں کو نصیب ہی اب پہچ مسلمان گورنمنٹوں کے آؤ کہیں غلاموں کی تجارت جاری نہیں ہے ہم نے جو دیں و دنیا دونوں کا خسراں مسلمان گورنمنٹوں کی نسبت منسوب کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہب اسلام کے مطابق غلاموں کی تجارت اور پردہ فودھی جائز نہیں ہے ایک تو یہ گناہ ہی اور دوسرا گناہ عظیم یہ ہے کہ غیر قومیں اسلام پر طعنہ مارتی ہیں اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہیں کیونکہ وہ ان مسلمان گورنمنٹوں کے افعال سے یہ غلط نتیجہ نکالتی ہیں کہ مسلمان مذہب میں یہ باتیں جائز ہیں سلطان روم نے درباب ہند کرنے تجارت غلاموں کے کوشش کی ہے اور جہاں تک کہ اُن کی عملداری یورپ کے گزے میں ہے وہاں کسی قدر وہ کوشش موثر بھی ہوئی ہے مگر اُس کے سوا کچھ کارگر نہیں ہوئی کیا انیسویں اور شومندگی کی بات ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ عرب میں گائے بیل کی مانند نہایت بے رحمی سے لونڈی غلام بازار میں بکتے ہیں دیکھو غلام ارہام مذہبی میں پڑتا اور بیچا رسم کی تقلید کرنا انسان کو ایسا اندھا کر دیتا ہے کہ سلطان سے ایسی رسم قبضہ کے جس کے نا جائز اور خلاف شرع ہونے پر علماء اور قضات پایہ تخت نے توبہ دیا ہے کچھ انتظام نہیں ہو سکتا اور اس نمل نا شایستہ سے دنیا میں جو ذلت اور حقارت اور نصف وحشی کا لقب ہے وہ تو خود ہی ظاہر ہے پس مسلمان گورنمنٹوں کو اس نمل کے سبب ہماری ملامت کرنا اور خسراں دنیا و الآخرۃ کہنا کچھ خلاف نہیں ہے *

یہ سب ہی تو ہم بھی دل سے اسمعیل پاشا کی خیر مناتے ہیں اور دعا دیتے ہیں اور شکر کرتے ہیں مگر ہم نے جو تہذیبی دلائل یہ دعا دی اُس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے غرہ مصر میں دیکھا ہے کہ حبشی غلام خواجہ سرا نہایت کثرت سے ہیں اور غرہ اسمعیل پاشا کے محل میں موجود ہیں پس یہ کیا خدا کی دھڑی لکھتے ہیں ایک غلامی اور دوسرے خواجہ کرنا مصر والوں کی سیالہ روی اور پڑے وحشی ہونے کے لیئے کم ہی انیسویں کہ ان ناخدا ترس مسلمانوں نے اپنے افعال قبضہ سے کیسے روشیں مذہب اسلام کو بدنام کیا ہے اور دھیمہ لگایا ہے سبھان اللہ جو نمل میٹھرش رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھا اُسے قسم کے لوگ یعنی خواجہ سرا روشہ متبرکہ رسالت مآب علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پور اور خانہ کعبہ پر متعین کیئے گئے ہیں اور یہ ہیئے کہ پورے مسلمان اُس کو ہامہ انتشار جانتے ہیں اور اُس کے مخالف کو مذہب یا کورستان پتاتے ہیں نامتبرکہ یا اولی الابصار *

اگرچہ مسٹر رسل صاحب کی کتاب متعلق غلامی مصر پڑا کہ ہمارا دل خوش ہوا مگر جس لفظ نے ہمارے دل کو نہایت رنجیدہ کیا اُس کا بیان کرنا بھی ہم کو ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں اُنہوں نے اسمعیل پاشا کے اس نیک کام کی تعریف لکھی ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اُس نے برخلاف اپنے مذہب و ایمان کے یہ نیک کام کیا ہے اس تحریر پر ہم کچھ مسٹر رسل صاحب سے ناراض نہیں ہوئے اُنہوں نے ٹھیک لکھا ہے مگر اُن کا تو مسلمانوں سے ناراض ہونے جنہوں نے اپنے افعال نا شایستہ کو ایسے طور پر رواج دیا ہے جس کے سبب غیر قومیں اُن افعال کو مذہبی اور ایمانی افعال سمجھتی ہیں اور مذہب اسلام کو حقارت سے دیکھتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ تہذیب اور شایستگی اور انسانیت مذہب اسلام کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی پس ہم نے یہ مضمون اسی لیئے اختیار کیا ہے تاکہ ہم دکھائیں کہ مذہب اسلام نے غلاموں اور غلامی کی نسبت کیا کیا ہے اور کس طرح رحم اور انسانیت اور تہذیب کو اعلیٰ درجہ تک پہنچایا ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم دوسرے آرگنل میں جو غلامی پر لکھیں گے اُس میں مذہب اسلام کے مطابق مضمون غلامی پر بعض کرینے اور اسلام کی روشنی (مگر نہ زید و عمرو کی) دنیا کی آنکھ میں دکھائیں گے — من او را دوست میدارم و دیگران زید و عمرو را *

مگر مصر کا حال سنکر ہمارا دل تھوڑا سا خوش ہوتا ہے ولیم ہورٹ رسل صاحب جو نہایت فاسی گرامی ہیں اپنے روزنامہ میں اسمعیل پاشا خدیو مصر کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اُس نے اس نیک کے حاصل کرنے اور رسم بد کے موقوف کرنے میں بڑی کوشش کی ہے اور کسی قدر کامیاب بھی ہوا ہے اگر یہ

واللہ اعلم
سید احمد

عورتوں کے حقوق

عورتوں کے حقوق

نمبر ۳۱

عورتوں کے حقوق

سنہ ۱۸۷۰ ع میں پارلیمنٹ میں متکبرہ عورتوں کی جائداد کا ایک بل پیش ہوا تھا اُس میں صرف یہ بات چاہی گئی تھی کہ وہ قانون جس کے ذریعہ سے بعد شادی کے فوراً اپنی جائداد سے محروم ہوجاتی ہی منسوخ کیا جارے *

انریک مسٹر رسل گرئی میڈر پارلیمنٹ نے یہ مسودہ قانون کا پیش کیا تھا اُس وقت انہوں نے نہایت لطیف بات یہ کہی تھی کہ حال کے قانون کے بموجب جو کچھ جائداد عورت کے پاس ٹیک شادی ہوتی ہی اور بعد شادی ملتی ہی اور جو کچھ کہ وہ اپنی مصنت و ایقت سے کما تی ہی بعد شادی کے وہ اُس کا نہیں رہتا سب پر ہرور مالک ہوجاتا ہی پس شادی کا اثر اُس عورت پر ایسا ہوتا ہی جیسا کہ کسی جرم قابلِ ضبطی جائداد کا اثر ہوتا ہی *

اس گفتگو پر تمام ہوس آف کاسنز ہنس پڑا اور اکثر میمبوروں نے آنریبل مسٹر رسل گرئی کی تائید کی پس انگلستان کے قانون کا عورتوں کی نسبت یہ حال ہی اور غالباً کوئی قانون اس سے زیادہ خراب اور مضرت رسان اور ناانصاف نہوا *

ذکر مساعمانی قانون کا تسمیت عورتوں کے

اب خیال کر کہ مسلمان قانون میں عورتوں کو کس طرح عزت دی گئی ہی اور مردوں کی برابر اُنکے حقوق اور اختیار تسلیم کیئے گئے ہیں *

حالت ثابالغی میں جس طرح مرد اُسی طرح عورت پر اختیار اور قانابل معاہدہ متصور ہی الا بعد بلوغ وہ بالکل مکمل مرد کے مختار اور ہو ایک معاہدہ کے لایق ہی *

جس طرح مرد اُسی طرح عورت اپنی شادی کرنے میں مختار ہیں جس طرح کہ مرد کی بے رضامندی نکاح نہیں ہو سکتا اسی طرح عورت کی بلا رضامندی نکاح نہیں ہو سکتا *

وہ اپنی تمام ذاتی جائداد کی خود مالک اور مختار ہی اور ہو طرح اُس میں تصرف کرنے کا اُسکے اختیار کامل حاصل ہی *

وہ مکمل مرد کے ہر قسم کے معاہدہ کی صلاحیت رکھتی ہی اور اُسکی ذات اور اُسکی جائداد اُن معاہدوں اور دستاویزوں کی بابت جوابدہ ہی جو اُسکے تھریرو کی ہوں *

جو جائداد قبل شادی اور بعد شادی اُسکی ملکیت میں آتی ہو وہ خود اُسکی مالک ہی اور خود اُسکے متعادل کی لینے والی ہی *

مرد و عورتوں پانچہ ملک اسباب پر بہت غل مچاتے ہیں کہ عورت اور مرد و عورتوں پانچہ انورینش کے مساوی ہیں اور عورتوں برابر حق رکھتے ہیں کوئی وجہ نہیں ہی کہ عورتوں کو مردوں سے کم اور حقیر سمجھا جارے اگر تمثیل کیا جاوے کہ عورت انسان کے ایسے بمنزلہ یائیں ہاتھ کے ہی اور مرد بمنزلہ دائیں ہاتھ کے یا قدر و قیمت میں عورت بمنزلہ سولہ آنے کے ہی اور مرد بمنزلہ روپیہ کے تو بھی اس پر راضی نہیں ہوتے یا اینہمہ ہم دیکھتے ہیں کہ جسد قدر و منزلت عورتوں کی مذہب اسلام میں کی گئی ہی اور اُن کے حقوق اور اُن کے اختیارات کو مردوں کے برابر کیا گیا ہی اُسقدر آج تک کسی تربیت پانچہ ملک میں نہیں ہی انگلند جو عورتوں کی آزادی کی بڑی حامی کار ہی جب اُس کے قانون پر جو عورتوں کے باب میں ہی نظر کی جاتی ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ اُن لوگوں نے عورتوں کو نہایت حقیر اور لایق اور لاشی سمجھا ہی *

انگلند کے قانون کے بموجب عورت شادی کرنے کے بعد معدوم الرجود متصور ہوتی ہی اور ذات شوہر سے مبدل ہوجاتی ہی *

وہ کسی قسم کے معاہدہ کی صلاحیت نہیں رکھتی اور اسلئے وہ کسی دستاویز کی جو اُسکے خود اپنی مرضی سے بلا شوہر کی مرضی کے لکھی ہو ذمہ دار نہیں ہو سکتی *

جو ذاتی اسباب اور مال و نقد و جائداد قبل شادی عورت کی ملک ہو وہ سب بعد شادی کے بقبضہ شوہر آجاتی ہی *

جو جائداد کہ عورت کو وراثت قبل شادی کے یا بعد شادی کے ملی ہو اُس سب پر اُسکا شوہر تاحین حیات قابض ہوجاتا ہی اور وہی اُسکا متعادل لیتا ہی *

وہ مکمل لایق شخص کے نہ کسی پر دمی کو سکتی ہی اور نہ اُسپر کوئی دمی رجوع کو سکتا ہی *

وہ بلا اجازت شوہر کے کوئی اسباب نہیں خرید سکتی اور کوئی چیز بیع نہیں کو سکتی *

وہ بجز روٹی کھانے اور کپڑا پہننے اور ایک مکان میں رہنے کے خرچ کے جو ضروریات زندگی کے لینے دیکار ہی اور کوئی خرچ بغیر مرضی شوہر کے نہیں کو سکتی *

وہ مثل مرد کے دمی بھی کرسکتی ہی اور اُسپر بھی دمی ہو سکتا ہی *

وہ اپنے مال سے ہر ایک چیز خرید سکتی ہی اور جو چاہے اُسکو بیع کرتی ہی وہ مثل مرد کے ہر قسم کی جائداد کو ہیۃ اور وصیت اور وقف کرسکتی ہی *

وہ رشتہ داروں اور شوہر کی جائداد میں سے بہ ترتیب وراثت ورثہ پاسکتی ہی *

وہ تمام مذہبی نیکیوں کو جو مرد حاصل کرسکتا ہی حاصل کرسکتی ہی *

وہ تمام گناہوں کے عوض میں دنیا اور آخرت میں دہی سزائیں پاسکتی ہی جو مرد پاسکتا ہی *

کوئی قید خاص عورت پر بھڑ اُسکے جو خود اُس نے بسبب معاہدہ نکاح کے اپنے پر قبول کی ہیں یا اُس تقاریر ستر عورت میں جو نیچور یعنی قدرت نے درنوں میں مختلف طور سے پٹایا ہی ایسی نہیں ہی جو مرد پر نہو پس حقیقت میں مذہب اسلام میں جس طرح کہ عورت و مرد کو برابر سمجھا ہی ریسا نہ کسی مذہب میں ہی اور نہ کسی قوم کے قانون میں ہی *

مگر تعجب اور کمال تعجب اسباب میں ہی کہ تمام تربیت یافتہ ملک مسلمانوں کی عورتوں کی جو حالت ہی اُسپر بہت کچھ نام رکھتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ تربیت یافتہ ملک کی عورتوں کی حالت مسلمانوں اور مسلمان ملک کی عورتوں کی حالت سے پندرہ ہا بہتر ہی حالانکہ معاملہ بالکس ہونا چاہیئے تھا *

عورتوں کی حالت کی بہتری جو تربیت یافتہ ملکوں میں ہونے تسلیم کی ہی اُس میں کچھ بھی خیال ہونے بے پردگی کی آزادی کا نہیں کیا ہی کیونکہ ہماری رائے میں ہندوستان میں اسباب میں جس قدر کہ تفریط ہی اُس قدر تربیت یافتہ ملکوں میں انراط ہی اور جو حد کہ شروع نے مقرر کی ہی اور جہاں تک کہ انسان اُس پر غور کرسکتا ہی اور اپنی عقل کو کام میں لاسکتا ہی بلاشبہ وہی حد تہائیت ہر سبب اور ٹھیک معلوم ہوتی ہی اس مقام پر جو ہم کو پھٹ ہی وہ صرف مردوں کے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت اور تواضع اور خاطر داری اور محبت اور پاس خاطر اور اُنکی

آسایش اور آرام اور خوشی اور نرحت کی طرف متوجہ ہونا اور اُنکو ہر طرح پر خوش رکھنا اور بعض اس کے کہ عورتوں کو اپنا خدمت گزار تصور کریں اُنکو اپنا انیس اور جلیس اور رنج و راجہ کا شریک اور اپنے کو اُن کی اور اُنکو اپنی ہاضم مسرت اور تفریح کے سمجھنے پر پھٹ ہی بلاشبہ جہاننگ کہ ہم کو معلوم ہی تربیت یافتہ ملکوں میں عورتوں کے ساتھ یہ تمام مراتب پھربی پرتے جاتے ہیں اور مسلمان ملکوں میں ویسے نہیں پرتے جاتے اور ہندوستان میں تو ایسی نالایقی اور خاک اُڑتی ہی کہ نعرہ پالہ مٹا *

جو لوگ کہ ان خرابیوں کو مذہب اسلام کی طرف نسبت کرتے ہیں یقینی اُن کی غلطی ہی بلکہ ہندوستان میں جس قدر کہ عورتوں کی حالت میں تزلزل ہی صرف اُس کا ہاضم احکام مذہب اسلام کی پھربی پابندی نکرنا ہی اگر اُنکی پابندی کیجئے تو بلاشبہ یہ تمام خرابیاں دور ہو جائیں معہذا بڑا باعث اسکا اُن سولیزہ یعنی نا مذہب ہونا مسلمانوں کا ہی مذہب قوموں نے بارجودیکہ اُن کے ہاں کا قانون نسبت عورتوں کے تہائیت ہی ناقص اور خراب تھا اپنی عورتوں کی حالت کو تہائیت اعلیٰ درجہ کی توتی پر پہنچایا ہی اور مسلمانوں نے بارجودیکہ اُن کا مذہبی قانون نسبت عورتوں کے اور اُن کی حالت کی بہتری کے تمام دنیا کے قانون سے بہتر اور عمدہ تھا مگر اُنہوں نے اپنے نا مذہب ہونے سے ایسا خراب پوتا عورتوں کے ساتھ اختیار کیا ہی جسکے سبب تمام قومیں اُن کی حالت پر ہنستی ہیں اور ہماری ذاتی پرائیوں کے سبب اس وجہ سے کہ قوم کی قوم ایک حالت پر ہی الا ما شاء اللہ اُس قوم کے مذہب پر عیب لگاتی ہیں پس اب یہ زمانہ نہیں ہی کہ ہم ان باتوں کی فیرت نکرین اور اپنے چال چلن کو درست نکرین اور جیسا کہ مذہب اسلام روشن ہی غرہ اپنے چال چلن سے اُس کی روشنی کا ثبوت لوگوں کو نہ دکھائی *

وائے
سید احمد

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

منشی محمد مشتاق حسینی شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر 9]

یکم جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

اس پرچہ میں بعض مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ مندرجہ نہرگا *

مضمون نمبر ۲۲

مصلحتان معاشرت مسلمانان

ہم سے پہلے بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی طرز معاشرت و طریقہ تمدن میں ترقی کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی کوششوں میں کامیاب بھی ہوئے ہیں اُس کا کچھ مختصر حال لکھنا مسلمانوں کی واقفیت کے لیئے بہتر ہوگا *

اول

سلطان محمود خان مرحوم سلطان دوم

یہ بادشاہ سنہ ۱۸۰۳ء میں تخت پر بیٹھا اور سنہ ۱۸۳۹ء میں فوت ہوا *

ہماری رائے میں مسلمانوں میں سب سے اول یہ سلطان ہی جئے مسلمانوں کے اخلاق اور طریق معاشرت میں تہذیب شروع کی تمصیبات مذہبی کو جو درحقیقت اخلاق معصدی کے برخلاف تھے بالکل چھوڑ دیا اپنے تمام مختلف مذہب کی رعایا کو اجازت دی کہ مطابق اپنے مذہب کے اپنی اپنی رسومات مذہبی ادا کریں خود میسائی گرجاؤں کی جو اُسکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہرگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا * ملوہ اس کے جو شخص کچھ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکر گذاری تمام لیا جارہیگا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر یا خریداروں کو تین روپیہ قیمت اور ایک روپیہ آٹھ آنے معصومل جملہ چار روپیہ آٹھ آنے پیشگی بھیجنے ہونگے *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو فی پرچہ چار آنے قیمت اور ایک آنے معصومل دینا ہوگا *

ممبروں کو یہ قیمت یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھی یہ قیمت جسکر وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اس سلطان نے خود بھی ترکی لباس اور دسترخوان پر یا پائیاؤں خواں پر کھانا رکھ کر ہاتھ سے کھانا ترک کر دیا اور لباس میں کونہ پتلون اور سرخ ٹوپی جو فیس کھاتی ہی پہننی شروع کی * میز و کرسی پر چمچہ اور چھری اور کائے سے کھانا شروع کیا * وکس صاحب نے سلطان محمود کو دیکھا تھا وہ لکھتے ہیں کہ سلطان کی یورپین پوشاک اور یورپین طریقہ تفارل طعام اور خوب اوصاف اور شایستگی عادات میں آڑ ترکوں کی قدیم جہالت اور نا شایستگی میں آسمان و زمین کا فرق ہی *

اس بادشاہ نے جو نصیحت اور تدبیر مملکت اپنے جانشین کے لیئے چھوڑی تھی وہ یہ ہی کہ سب کو برابر پناہ اور حقوق ہوں مسلمان پہچانے جاویں اور لوگوں سے صرف مسجدوں میں اور عیسائی صرف گرجاؤں میں اور یہودی صرف سنیکا میں *

یہ تھے اصلی اصول اسلام کے جس پر سلطان محمود نے عمل کرنا شروع کیا تھا اور ہم ہندوستان کے عالموں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ سلطان نے یہ سب کام علماء پارہ تحف کے قتروں سے کیئے تھے مگر وہ لوگ ہندوستان کے لوگوں کی طرح جاہل اور متعصب نہ تھے اس سلطان کی پورے دہ کی تصویب میں وارسیل کے پیاس میں دیکھی تھی جو پیرس دارالسلطنت فرانس میں ہی اُس کو یورپین لباس اور سرخ ٹوپی نہایت ہی سواہتی تھی خدا اُس پر رحمت کرے کہ اُس نے مسلمانوں کو مذہب و شایستہ بنانے کے لیئے سب سے اچلی کوشش کی *

دوم

سلطان عبدالعجید خاں مرحوم سلطان دوم

یہ سلطان پہلی جولائی سنہ ۱۸۳۹ ع کو تھف پر بیٹھا اور سنہ ۱۸۶۲ ع میں فوت ہوا *

اس سلطان نے بالکل سلطان محمود کے طریقہ کی پیروی کی بالکل یورپین کوٹ و پتلون اور تمام یورپین لباس پہنتا تھا صرف ٹوپی سرخ ترکی کی ہوتی تھی میز پر چھری کائے چمچے سے کھانا کھاتا تھا اور تمام تصنیات کو جو مذہب اسلام کی رو سے تھے چھوڑ دیا تھا اور روز بروز عیسائی قوموں سے مصیبت اور دوستی بڑھاتا جاتا تھا *

سب سے اول اور عمدہ کام جو اس بادشاہ سے بن آیا اور جس کے سبب مسلمان ہمیشہ اُس کے احسانمند رہینگے تمام یورپ کی اعلیٰ سلطنتوں سے اور خصوصاً انگریزوں سے خالص مصیبت اور اعلیٰ پیدا کونا تھا جس کے سبب سلطنت دوم کی منجملہ یورپ کی سلطنتوں کے شمار ہوئی اور جو عہد نامہ سنہ ۱۸۳۰ ع میں یورپ کی سلطنتوں میں ہوا اُس عہد نامہ میں یہ مسلمان سلطنت بھی شامل ہوئی جس کا

ماب میں تھے نموت کرادی جب کہ اُس نے رفاہ عام کے کاموں میں ایک لاکھ پچاستر (یہ ایک ترکی سکہ چاندی کا ہی) بانٹے تو گریک اور آرمینی چرچوں کو بھی برابر حصہ دیا *

اپنے ملک میں اسکول مقرر کیئے اور کل مذہب کے لوگوں یہودی عیسائی مسلمان سب کو برابر بلا تمصب تعلیم دینی شروع کی *

سینکھ کی بیماری موقوف ہونے کے لیئے ٹیکا لگانے کا نہایت خوبی سے رواج دیا خانے مقرر کیئے جسمیں نونچ ڈاکٹر کام کرتے تھے ڈاکٹر ڈس گالیو صاحب لکچر دیا کرتے تھے اور سلطانی حکیموں کو حکم تھا کہ وہ بھی اُن کا لکچر سننے کو حاضر ہوا کریں *

سنہ ۱۸۳۰ ع میں اس سلطان نے غلامی کے رواج کو جو بعض خلاف شرع جاری تھا موقوف کر دیا اور تمام گریک کو جو بطور غلامی پکڑے گئے تھے چھوڑ دیا اور غلام آزاد کر دیئے کیونکہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق اور خصوصاً آیت انما المومنون اخرق فاصلحو بین احریم اور آیت ناماناً بعد واما فداء کے حکم کے مطابق کوئی شخص کسی غلام نہیں ہو سکتا *

اسی بادشاہ کے عہد میں ترکی زبان میں اخبار شروع ہوا اور وائنچیریں نومبر سنہ ۱۸۳۱ ع کو پہلا اخبار چھپا جس کا نام تقریر قایع رکھا گیا تھا *

ترکی ایسے جاہل اور بیجا متعصب مذہبی میں مبتلا تھے کہ علم تشریح انسان سیکھنے کو بھی تصویر کا بنانا جائز نہ سمجھتے تھے سلطان نے خود اپنی تصویر بنوائی اور سرجی اسکول قائم کیا جو درجہ جنوری سنہ ۱۸۳۲ ع کو کھولا گیا تھا اور حکم دیا کہ کتب تشریح معہ تصاویر تصنیف کی جاویں اور چھاپی جاویں اور پڑھائی جاویں *

اس سلطان نے ترکوں کا لباس اور عاریت زندگی درست کرنے میں بڑی کوشش کی وہ خوب جانتا تھا کہ مذہب قوموں کے سامنے عزت حاصل کرتی اور حاکمیت سے نکلنا اور برابر کی ملاقات اور دوستی رکھنی بغیر اس کے کہ لباس اور عاریت زندگی نہ درست کیا جاوے بالکل نا ممکن ہی *

اُس نے دفعتاً اپنی سپاہ کی وردی بدل دی اور بالکل انگریزوں کی سی کر دی صرف ٹوپی کا فرق تھا ڈاکٹر وکس صاحب لکھتے ہیں کہ ترکی کی زمین پر قدم رکھتے ہی پہلی چڑ جو میں دیکھی اور جس نے مجھ کو حیران کر دیا وہ تعلیم یافتہ اور خوبصورت وردی پہنی ہوئی شکل سپاہیوں کی تھی اور اندر فوج کے ولنگٹن کوٹ اور پتلون اور پوت پہنے ہوئے تھے *

کف ملاؤں نے جنگی مثال ایسی تھی کہ * چار ہائے ہر و کتابچہ چند *
 انہوں نے بہت غل مچایا اور مرام میں ایک ناراضی پیدا ہوئی اور
 اسکو کرسٹان کہنے لگے مگر جب رتنہ رتنہ لوگوں کو معلوم ہوتا گیا
 کہ سلطان نے کیا کچھ بھلائی اور بہتری اسلام کی اور مسلمانوں کے
 ساتھ کی ہی تو سب لوگ دل سے سلطان کو چاہنے لگے *

ایک مورخ لکھتا ہی کہ ایک دلعہ سلطان کثرت یتاقوں پھٹے ہوئے اور
 لال لڑکی ترقی ترقی اڑھتے گھڑے پر سوار تاز کے لیٹے با بڑید کی مسجد
 کو جاتا تھا رستہ میں مورتنوں کے غول نے بادشاہ کو گھیر لیا اور دیکھکر
 بہت خوش ہوئیں اور آپس میں کہنے لگیں کہ کیا ہمارا بیٹا خوبصورت
 نہیں ہی اب اسباب سے ہو کوئی سمجھ سکتا ہی کہ سلطان کو کقدر
 لوگ عزیز سمجھنے لگے تھے *

اس سلطان نے اپنی سلطنت میں نہایت عمدہ کام کیئے انگریزوں
 اور فرنگیوں نے نہایت استحکام اور سچائی سے دوستی قائم کی عدالتوں
 کے لیئے قوانین بنائے اور فرانسیسی طریقہ پر تمام انتظام سلطنت قائم
 کیا سنہ ۱۸۳۶ ع میں پبلک انسٹرکشن کی کونسل بنائی ڈی یونیورسٹی
 قائم کی نارمل اسکول قائم کیئے اور اس کے وقت میں اتنی ترقی ہوئی
 کہ قسطنطنیہ میں تیرہ اخبار فرنگی اور ترکی اور گریک زبان میں
 چھپنے لگے تھے *

ماہرابی سینی صاحب ایک فرنگی مورخ نے اس سلطان کے زمانہ
 کے حال میں لکھا ہے کہ ترک نہایت بہادر اور ذہین آدمی ہیں اور
 نہایت ایماندار مسلمان جو نہایت عجیب طرز پر اپنے مذہب کے ذریعہ
 سے اپنے چال چل درست کرنے پر متوجہ ہیں *

سوم

سلطان عبدالعزیز خان سلطان دوم

یہ اس مہد کا بادشاہ ہی جس کی ذات مبارک سے دوم کا
 تفض سلطنت مزین ہی خدا اُس کو اور اُس کی سلطنت کو سلامت
 رکھے یہ سلطان بھائی ہی سلطان عبدالعزیز خان کا سنہ ۱۸۶۲ ع
 میں اپنے بھائی کے مرنے کے بعد تفض پر بیٹھا *
 اس سلطان نے سب سے زیادہ مسلمانوں میں تربیت و شایستگی
 پھیلانے میں قدم بڑھایا ہی اور انگریزوں اور فرنگیوں اور آسٹریا سے
 آؤر بھی زیادہ دوستی و اخلاص پیدا کیا ہی *

لباس میں اور طریقہ زندگی میں اپنے سابقین کی صرف پیروی
 ہی نہیں کی بلکہ روز بروز اُس میں ترقی کرتا گیا بے تصدی اور
 سچی دوستی اور معصیت کا جو اُس نے فرنگی اور انگریزوں سے پیدا

کریجہ یہ ہوا کہ کریمیا کی لڑائی میں جو اس بادشاہ سے اور روسیوں
 سے ہوئی تھی انگریز اور فرنگی نے سلطان کی مدد کی اور اس مسلمان
 سلطان کو بچایا اور آج دنیا میں مسلمان سلطنت کا نام بھی ٹھوٹا
 پس حقیقت میں تمام دنیا کے مسلمانوں پر انگریزوں اور فرنگیوں
 کا مگر بالخصوص انگریزوں کا اس قدر احسان ہی کہ جب تک
 مسلمان سلطنت قائم ہی بلکہ جب تک مسلمان دنیا میں ہیں اُسکے
 شکر اور مراسم احسانندی کو ادا نہیں کرسکیئے *

سلطان کی خوش قسمتی سے سلطان کو ایک نہایت لایق اور جامع
 جمیع صفات وزیر ہاتھ آیا تھا جسکا نام رشید پاشا تھا اگر ہم
 سلطان عبدالعزیز خان کے ادب کا پاس نہ کرتے تو اُن لوگوں کی فہرست
 میں چھوڑنے مسلمانوں کے حالات معاشرت میں اصلاح و ترقی کی
 سلطان معصومہ خان کے بعد رشید پاشا کا نام نامی اور لقب گراسی
 لکھتے اُسنے ترکوں کے تمام لغو اور بے پروہہ تعصبات کو جنگو انہوں نے
 غلط دینداری کے رنگ میں رنگا تھا اور جو در اصل مذہب اسلام
 سے کچھ علافہ نہیں رکھتے تھے اور جو در حقیقت مسلمانوں کے تربیت
 یافتہ اور مذہب ہونے کے مانع تھے بشعری غور کیا اور قرآن مجید کے
 استدلال اور سند سے اور نہ زید و عمرو کی تقلید سے اُن تمام تعصبات
 کی تردید کی اور یورپ کے طریقوں کے اختیار کرنے کا جواز لکھا اور
 سلطان عبدالعزیز خان نے اسکو پسند کیا اور تمام علماء اور مسلمانوں
 میں اور تمام رعایا میں اُسکے مشہور کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ
 تمام تھریو بطور فرمان لکھی گئی جو ترکی زبان میں ”ہم ہر یف“
 کے نام سے مانتے ہی *

۳ نومبر سنہ ۱۸۳۱ ع کو ایک بہت بڑے عالیخان مکان میں
 خود سلطان اور اُسکے تمام وزراء اور علماء اور سول و نوچ کے انسر اور
 تمام سلطنتوں کے سفیر جو اناسٹر کہلاتے ہیں اور شیخ و مشائخ کبار
 اور ہر درجہ کے امام اور گریک اور ارمنی چچ کے پشپ جو پیٹریارک
 کہلاتے ہیں اور علماء یہود جو ربی کہلاتے ہیں اور تمام اہل حل و
 عقد جمع ہوئے اور رشید پاشا نے وہ ہر حریف پڑھا اور سب نے اُسنا
 و صدقنا کہا یہ دن سلطان عبدالعزیز خان کی سلطنت میں ایسا
 مبارک دن تھا جس پر سے ہزار عید قربان ہوئی چاہیئے یہ دن
 نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کی قوم کی جان تھا اور حقیقت میں رشید
 پاشا مسلمانوں کی قوم کی زندگی کا سپ تھا خدا اُس پر رحم
 کرے *

سلطان عبدالعزیز خان نے جو اس دور دور سے مسلمانوں کے
 حالت کی بہتری چاہی اور اُن کے لغو تعصبات کو جو غلط دینداری کے
 رنگ میں رنگے ہوئے تھے دھمکتا ترہ دیا تو عام جاہل لوگوں اور اُن

اور خاص اُسی محل میں جس میں خود رہتا تھا اپنے ساتھ شہنشاہ آسٹریا کو اُرتارا دن رات باہم صحبت رہی کھاتے بیٹھے میں ہریک رہے سب ایک میز پر بیٹھے کر کھاتے تھے صرف سلطان کا نماز پڑھنا اور شہنشاہ آسٹریا کا چرچ میں جانا مسلمان اور عیسائی جدا بناتا تھا اور اس کے سرا کچھ فرق نہ تھا *

گریک اور ارمینی چرچوں کے لیئے بشب اور پیشاریک اسی طرح سلطان مقرر کرتا ہی جس طرح کہ اگر خود اُنہی مذہبوں کا کوئی بادشاہ ہوتا اور وہ مقرر کرتا اُس کے ہاں تمام عہدہ دار اعلیٰ سے اعلیٰ بھی بلحاظ مذہب کے عہدوں پر مقرر ہیں اور اُس میں ایسا امتیاز اور اعتماد ہی کہ سفارت کے عہدوں تک جس میں ہزاروں راز کی باتیں ہوتی ہیں عیسائی اور مسلمان سب مقرر ہیں یہ کیسی عمدہ اور خوشی کی بات ہی کہ مسلمان سلطان کی طرف سے دربار حضور ملکہ معظمہ میں جو سب سے بڑا دربار ہی اور سلطان کو سب سے زیادہ تعلق اور غرض اُس عالی شان دربار سے ہی سرسورس پاشا جو گریک ہی انباشتر یعنی سفیر مقرر ہی *

ترکوں کی توبیخ اور شایستگی اور تہذیب کا اب یہ حال ہی کہ اُن کا تمام لباس کوٹ و پٹاؤں اور قمیص و واسکت بالکل یورپ کی مانند ہی ایک قسم کا نرک کرت ہی جو وہ استعمال کرتے ہیں اور تمام اموال اور شریف لوگوں کا یہی لباس ہی صرف ترکی ٹوپی جدا ہی سب نے زمین پر کا پیٹھنا چھوڑ دیا ہی میز و کرسی پر بیٹھتے ہیں میز پر چھری کانٹوں سے کھانا کھاتے ہیں اُن کے مکان کی آراستگی اور طریقہ زندگی بالکل یورپین کا سا ہو گیا ہی *

علی پاشا وزیر سلطنت نہایت عمدہ انگریزی پڑھا ہوا ہی لندن میں اُس نے تعلیم پائی ترکوں کا لباس نہایت عمدہ اور خوبصورت ہو گیا ہی خوش رضح پٹلیوں اور پاؤں میں سیاہ نفیس انگریزی بوت اور سیاہ سیاہ نفیس باتان کے کوٹ اور سر پر لال ٹوپی جو نفیس کہلاتی ہی نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہی صفائی اور نقاشی اور آراستگی مکانات بالکل یورپ کی مانند ہی جب وہ لوگ اپنی ہمسایہ قوموں فرنج اور انگریزوں میں مل کر بیٹھتے ہیں تو ہجرتی معلوم ہوتے ہیں اور اُمید ہی کہ روز بروز اُوں زیادہ مذہب ہوتے جارہیں گے پس کافرستان کے مسلمانوں سے بھی ہم یہی چاہتے ہیں کہ اپنے تعصبات اور خیالات تمام کو چھوڑیں اور تربیت اور شایستگی میں قدم پڑھائیں *

رانتسم

سید احمد

کی ہی سنہ ۱۸۶۷ ع میں یغربی ثبوت ہو گیا جب کہ سلطان بیس دارالسلطنت فرانس میں بطور مہمان کے آیا اور امپورر نیپولین کے ساتھ کھاتے اور تمام جلسوں میں شریک رہا اور وہاں کی سیر و سیاحت کو کو لندن میں صرف دوستی اور اخلاص کے سبب ملکہ معظمہ ونگریزا دام ظلہا سے ملاقات کر آیا اور کھانوں اور دعوتوں اور جلسوں میں شریک رہا *

سب سے زیادہ عزت جو سلطان نے لندن میں کرائی بلکہ مسلمانوں کی قوم کو بلکہ اُن کے اخلاق مذہبی کو دی وہ صرف یاد رکھنا اُس احسان کا تھا جو لارڈ پالموسٹن نے کریمیا کی لڑائی میں ترکوں کو مدد دینے سے کیا تھا وہ مالی ہمت نیاں لارڈ جو زمانہ جنگ کریمیا میں وزیر اعظم سلطنت ملکہ معظمہ ونگریزا کا تھا ہو گیا تھا مگر اُن کی بی بی لیدی پالموسٹن زندہ تھی سلطان خود لیدی پالموسٹن کے پاس اُن کے شوہر عالی رقاہر ادا کرنے گیا اور جتنی بڑی عزت کا یہ کام سلطان سے ہوا شاید آئندہ تمام عہد اُسکو ایسا دوسرا کام کرنا نصیب نہیں ہونیکا *

اس مقام پر ہم ہندوستان کے مسلمانوں سے سراسنارورتہ کرت اُس زمانہ کے سکرتری آف اسٹیٹ فار انڈیا یعنی وزیر ہندوستان کے اُس احسان کا ضرور ذکر کریں گے کہ جب سلطان لندن میں تشریف رکھتے تھے تو اُنہوں نے ہندوستان کی طرف سے سلطان کو انڈیا آفس میں بلا یا اور ہماری طرف سے دعوت کی جب میں لندن میں گیا تھا تو میں نے انڈیا آفس کے اُس خوبصورت بڑے حال کر جس میں ہماری طرف سے سلطان کی دعوت ہوئی تھی دیکھا تھا اور سراسنارورتہ نارقتہ کوٹ کا بہت بہت شکر کیا تھا *

پھر اُسی دوستی اور اخلاص کا استحکام سنہ ۱۸۶۸ ع میں اُوں زیادہ روشن ہوا کہ پرنس آف ویلز اور پرنس آف ویلز یعنی راجعہ ملکہ معظمہ اور ولیم و بیگم قسطنطنیہ میں سلطان کے ہاں مہمان تشریف لیگئے اور باہم دوستی اور صحبت سے جلسوں اور دعوتوں میں شریک رہے *

اُس کے بعد امپرس آف فرانس یعنی فرانس کے بادشاہ بیگم سلطان کے ہاں مہمان تشریف لیگئے اور اُسی طرح کھاتے اور بیٹھے اور دعوتوں کے جلسے رہے *

پھر امپورر جوزف یعنی شہنشاہ آسٹریا سلطان کے ہاں مہمان تشریف لیگئے اور جو کہ سلطان کے ملک کی اور آسٹریا کی جد بالکل پیوستہ ہی اور جار ملاق ہی اس لیئے سلطان نے حق ہمسایہ کو جس کا ادب ہموجب مذہب اسلام زیادہ تو ہی زیادہ عزیز سمجھا

نمبر ۲۳

غیر مفید تعلیم

میں بجز علم دین کی حق اول کے اور کسی قسم کے مفید علوم حاصل کرنے کے لیئے فریضہ نہیں ہی اور اس لیئے سوائے ایک حالت کے اور تمام حالتوں میں وہ علوم محض غیر مفید ہیں *

علم منطوق — یہ بلاشبہ مفید ہی مگر فی نفسہ کچھ مفید نہیں بلکہ جب اوروں مفیدہ کے شامل استعمال کیا جاتا ہی جب مفید ہوتا ہی مگر مسلمانوں میں وہ درجہ سے یہ علم بھی غیر مفید ہو گیا ہی اول اس لیئے کہ کسی علم مفید کی تعلیم ہی نہیں رہی جسکے ساتھ استعمال میں آنے سے اس علم کو مفید قرار دیا جاوے دوسرے اسلیئے کہ اس علم کے اصول نہایت مختصر ہیں جو بکار آمد ہیں مسلمانوں نے اُس کو اس قدر غیر مفید مارل دیا ہی کہ ایک عمر تصور و تصدیق ہی کی بحث میں گذر جاتی ہی اور نہ کھینکا تصور ہوتا ہی نہ کیسی تصدیق اور اسلیئے اسکو خود غیر مفید کر دیا ہی *

علم غیبی الہی — ایک، قرآ ایک لفظ ایک حرف اس علم کا اس زمانہ میں مفید نہیں تے دین کے کام کا نہ دنیا کے بقول شخصے نہ لیئے کا نہ پوتے کا *

علم حساب — علم ہندسہ — یہ دروں علم بلاشبہ نہایت مفید ہیں مگر مسلمانوں میں اس کی تعلیم جسطور مروج ہی وہ کچھ بھی مفید نہیں پڑے سے بڑے عالم وحیدالصر اور فریدالدھر جناب مولوی صاحب و قبیلہ کوئے لو تحصیاتی مکتبوں کا ہوشیار اڑکا ان دروں علموں کو اُن سے بہتر و مفید تر جانتا ہوگا پس جس مقدار سے کہ یہ علوم مسلمانوں میں مروج ہیں اور عمل تقسیم تک خلاصۃ الحساب پڑا لیئے اور تحریر اقلیدس کا مقالہ اول ختم کر لیئے پو فضیلت کی پگڑی بندھائی جاتی ہی محض غیر مفید ہیں *

علم ہیئت — ایک اصل اور ایک مسئلہ اس علم کا جو عربی زبان میں ہی صحیح نہیں من اولہ ابی آخرہ غلط اور خلاف واقع ہی پس جو چیز کہ غلط اور خلاف واقع ہی وہ کبھی مفید نہیں ہوسکتی پس شرح چھینی اور محسبی پڑھنے سے کیا نتیجہ مفید حاصل ہوسکتا ہی ہاں البتہ جہل مرکب ترقی پاتی جاتی ہی *

علم آلات — ہم کیوں اس کا تذکرہ کرتے ہیں اس لیئے کہ مسلمانوں میں مروج ہی نہیں مگر دیکھنا چاہیئے کہ یہ علم مسلمانوں میں ہی بھی یا نہیں جب بہت تلاش کرتے ہیں تو بڑے بڑے علموں کے کتب خانے میں چند ورق کا رسالہ جو ٹھیل اور در یا تین صفحہ کا رسالہ عمل کرہ اور بیس باب کا رسالہ اسطرلاب پاتے ہیں اور جب اور زیادہ تلاش کرتے ہیں اور ملکر ملکر میں ڈھونڈتے دھرتے ہیں تو ایک بڑی نام آور کتاب ”آلات رصد بر چندی“ پاتے

جو تعلیم کے حسب احتیاج وقت نہر وہ غیر مفید ہی ایک مقلند آدمی کا قول ہی کہ اگر حسب احتیاج وقت لوگوں کی تعلیم و تربیت نہر تو اُس کا یہ نتیجہ ہوتا ہی کہ لوگ اول مفلس اور محتاج اور پھر نالایق اور کالہ اور پھر ذلیل و خوار اور پھر دور و پدمشاہ ہوجاتے ہیں *

پچھلی حالت تو اب تک مسلمانوں کی نہیں پھنچی اگر اسطرلاب زمانہ چلا گیا تو بہت جلد یہ نوبت بھی آجاریگی مگر اور سب باتیں تو نفل الہیہ سے ٹھیک ٹھیک پوری ہو گئیں ہیں اب یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ یہ حالت مسلمانوں کی در حقیقت اسی سبب سے ہوئی یا نہیں مفلسی کا اصلی سبب جہل ہی اور غیر مفید علوم کا عالم اور جاہل دروں برابر ہیں اس لیئے کہ اُن سے نہ لوگوں کو کچھ نایدہ ہوتا ہی اور نہ وہ خود کچھ اپنا بلا کرسکتے ہیں *

بالفعل جو علوم کہ مسلمانوں میں مروج ہیں وہ بلاشبہ غیر مفید ہیں اور حسب احتیاج وقت نہیں اور یہی باعث اُن کی مفلسی اور محتاجی کا ہی چنانچہ ہم اُن علوم کا مختصر ذکر اس مقام پر کرتے ہیں *

علم دین — اہل مذہب کے لیئے علم دین کسی وقت غیر مفید نہیں ہوسکتا اسلیئے کہ خود اُس کی ذات کو ہر وقت اُس کی احتیاج ہی ہاں اُسکے مفید یا غیر مفید ہونے سے اسوقت بحث کی جاسکتی جبکہ اُس کے فائدہ کا متعدی کرنا یا غیر مذہب والوں کے حملہ سے اُس کی حفاظت منظور ہو مگر جو طریقہ تعلیم دینیات کا مسلمانوں میں بالفعل رائج ہی وہ ان دروں پچھلی باتوں میں سے ایک کے لیئے بھی مفید نہیں یونانی فلسفہ کا تو زمانہ جسکے مقابلہ کے لیئے علم کلام نکلا تھا گیا مگر جو اعتراضات تاریخی اور علمی مذہب اسلام پر زمانہ حال میں وارد کیئے جاتے ہیں اُن کا جواب تو در کنار ہاید اُن کے سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں ہی اس لیئے کہا جاسکتا ہی کہ زمانہ حال میں دینیات کی تعلیم بھی مسلمانوں میں مفید طریقہ پر نہیں ہی *

علم لسان — اس علم سے سات علم متعلق ہیں — لغت — صرف — شعر — معانی — بیان — بدیع — انشاء — یہ سب علوم اثر بڑاں عربی اور کبھی بڑاں فارسی مسلمانوں میں پڑھائی جاتے ہیں مگر یہ سب ہرم فی نفسہ کچھ علم نہیں ہیں بلکہ حصول علم اور اُس کی تدوین اور اُس کے بیان کے لیئے آتے ہیں پس اگر علم لسان ذریعہ حصول علوم مفیدہ نہیں ہی تو محض بیفائدہ ہی عربی زبان اس زمانہ

ہیں مگر پھر پوچھنا پوتا ہی کہ اسکو کوئی جانتا ہی تو اُس گھسیارہ کے منشی کی طرح جو دیکھتا ہی وہ روتا ہی پھر حال اگر اُن کو کوئی جاننے والا دیکھے بھی تو زمانہ حال کے آلات کے مقابل میں محض لغو اور بے ہودہ اور غیر مفید خیال کرے *

علم طب — اِس علم کا پردہ موت و حیات نے ڈھانک رکھا ہی یعنی جتنے معالج ہیں اُن کے علاج سے لوگ مرتے بھی ہیں اور جیتے بھی ہیں مگر جب زمانہ حال کی طب اور اُس کے اعمال اور اُس کی تحقیقات کا مقابلہ کیا جارے تو ثابت ہوگا کہ علم طب جو مسلمانوں میں رائج ہی اگر اسمیں ترقی نہ کی جاوے تو اُس کی کامل فائدہ مندی نہیں ہی *

اب مسلمانوں کے علوم کی ترقی تمام ہوگئی اور بخیر ظاہر ہوگیا کہ اُن میں کوئی علم مفید مروج نہیں ہی اور یہی باعث اُن کی ذلت و مسکنت کا ہی پس مسلمانوں پر واجب ہی کہ تحصیل کر چھوڑیں اور بعد تحقیقات اور مباحثہ کے سلسلہ تعلیم مسلمانوں کا ایسا قایم کریں جو اُن کے دین و دنیا دونوں کے لیے مفید ہو *

رستم
سید احمد

نمبر ۲۲

علم اور اُسکی تحصیل

جب تک کہ انسان علم کی لذتوں سے ناواقف رہتا ہی تب تک اس کی طرف کم توجہ کرتا ہی لیکن جب علم کی لذت اُس کو کچھ معلوم ہوتی ہی پھر ممکن نہیں کہ علم کو بے حاصل کیئے رہے علم کی لذتیں ایسی ہیں کہ کوئی لذت اور کوئی نعمت دنیا میں (سوائے اُن لذتوں کے جو کہ سچے مذہب سے حاصل ہوتی ہیں) اُن کی برابر نہیں دے ایسی لذتیں ہیں کہ ہمیشہ نئی اور تازہ رہتی ہیں اور روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہیں بظلاف اور لذات نفسانی کے کہ وہ ابتدا میں چند لحظہ تک کچھ فرح و ہفتی ہیں لیکن بعد اُس کے ایسی ہرجاتی ہیں کہ گویا اصل میں کچھ نہ تھیں اور اُس کا تجربہ ہر شخص کرسکتا ہی مثلاً ایک شخص نے کوئی عجیب و غریب چیز دیکھی پہلے تو اُس کے دیکھنے سے اُس کو کچھ فرح ہوئی لیکن جب مکرر سہ کر دیکھتا ہی تو وہ لذت جو کہ ابتدا میں تھی باقی نہیں رہتی اسطرح اگر کوئی عجیب و غریب احوال خواہ قصہ سنا تو پہلے تو بہت دلچسپ معلوم ہوتا ہی لیکن سنتے سنتے دل نفرت کرنے لگتا ہی ایسے ہی حال جملہ لذات نفسانی کا ہی کہ کثرت سے اُن کی قدر جاتی رہتی ہی بلکہ بعض اوقات ناگوار معلوم ہوتی ہیں لیکن

حال اُن لذات کا جو علم سے حاصل ہوتی ہیں بالکل اِس کے برعکس ہی اُن سے آدمی کبھی سیر نہیں ہوتا ہی ایسا کبھی نہیں سنا ہوگا کہ کسی شخص نے جسم دل میں علم کا ہرق پیدا ہوا ہو اور اُس نے تحصیل علم شروع کر کے جب کہ اُس کو کچھ لذت علم سے حاصل ہونے لگی ہو تحصیل علم کو چھوڑ دیا ہو اور مدت العمر اُس میں مصروف نہ رہا ہو علاوہ یوں علم کی لذتیں بے انتہا ہیں اور ہر قسم کے نقصان سے خالی ہیں بظلاف اُن لذات کے جنکو حس سے تعلق ہی وہ نہایت کم ہیں اور اکثر اُن میں سے مہلک ہیں آرک میڈیز جو کہ بہت مشہور ریاضی دان باشندہ حسابی کا تھا اور جو کہ قریب دو سو پچاس برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہوا تھا اُسکے احوال سے حال اسبات کا کہ انسان کو علم سے کبھی لذت ہوتی ہی بخوبی معلوم ہو سکتا ہی سرائیکوز کے بادشاہ ہاکوز نے ایک تاج سرنے کا طیار کرایا جب کہ تاج طیار ہوگیا تب بادشاہ کو اسبات کا شک ہوا کہ اسمیں کچھ میل چاندی کا ہی اُس نے آرک میڈیز سے کہا کہ پلا گلائے اور توڑنے اِس تاج کے دریافت کرو کہ اُس میں کس قدر میل ہی آرک میڈیز سوچتا رہا ایک دن وہ حمام میں نہائے گیا اور وہاں سوچتا رہا اتفاقاً ایک ایسا ماجرا رہا واقع ہوا کہ اُس سے طریقہ دریافت کرنے اِس بات کا کہ تاج میں کس قدر میل چاندی کا تھا اُسکے ذہن میں آگیا فوراً وہ مارے خوشی کے اپنے حراس سے جاتا رہا اور حمام سے بڑھنے نکل کر شہر میں پہنچا ہوا (کہ کہنے دریافت کیا میں نے دریافت کیا) پورا کیا یہ حال اُن ادنی لذتوں کا ہی جو کہ علم سے حاصل ہوتی ہیں کیونکہ یہ کوئی بہت مشکل سوال تھا اب اس زمانہ میں میندی ایسے سوالوں کو حل کرسکتے ہیں پس غور کرنا چاہیئے کہ فی زمانہ جو لذات علم سے کہ (اُس کو اب انتہا درجہ کی ترقی بمقابلہ زمانہ سابق کے ہی) حاصل ہوتی ہیں کیسی ہونگی دوسری مثال فیثا غور کی جو بہت بڑا قدیم یونانی حکیم تھا قابل لکھنے کے ہی جب کہ اُس نے یہ دریافت کیا کہ "مثبت قائمہ الزاویہ میں مربع ضلع مقابل زاویہ قائمہ کا برابر ہوتا ہی مربعوں یاتی اضلاع کے جن سے زاویہ قائمہ بنتا ہی" اُس کو اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ حالت خوشی میں اُس نے سر پیل قربانی کیئے سوائے اِس کے اور بہت سے حکماؤں کی مثالیں ہیں جتنے لذت علم کی معلوم ہرسکتی ہی پس اگر کوئی شخص تحصیل علم کی طرف جو کہ علاوہ اور فوائد دینی اور دنیویں کے اِس قدر لذت رکھتا ہی متوجہ نہو نہایت تعجب کی بات ہی دے لوگ جو کہ اپنی دولت واسطہ حصول حظوظ نفسانی اور آرام ظاہری کے جو محض ناپائدار بلکہ درحقیقہ ہرچ ہی صرف کرتے ہیں اور تحصیل علم سے غافل ہیں نہایت غلطی

حاصل کی اور بڑا حکیم ہوا علوہ اُس کے اور حکماء مثل ایسوپ اور پیلئس سا ایس یہہ سب ابتدا میں غلام اور نہایت مفلوک تھے پس اب اس زمانہ میں جو کہ زمانہ سابق سے بدرجہا توتی پر ہی اگر کوئی کہے کہ تحصیل علم ناممکن ہی تو یہہ بات کیونکہ عجیب نہ معلوم ہو اب اس زمانہ میں تحصیل علم کے واسطے صرف ہمت شرط ہی جبکہ اگلے زمانوں میں غریب سے غریب لوگوں نے علم کو حاصل کرلیا تو اب تو بہت آسان ہی پس اب مسلمان بھائیوں کو لازم ہی کہ پسند ہمت نہوں اور علم کی تحصیل میں مصروف ہوں بعد ازان دیکھیں کہ کیا عزت اور کیا فائدہ اُن کو حاصل ہوتا ہی اور اس خیال کو کہ بیاعت افلاس تحصیل علم ناممکن ہی درر کریں *

محمد عنايت الرحمن

از مقام بخارس

نمبر ۳۵

سید محمد محمود صاحب سلمة اللہ تعالیٰ

سید محمد محمود صاحب مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی کے چھوٹے صاحبزادہ کا سالانہ امتحان کریست کالج یونیورسٹی لندن میں بی کامیابی کے ساتھ ہوا عام امتحان میں جو تمام علوم میں ہوا اُنکا نمبر دسواں رہا اور خاص انگریزی زبان میں دانی میں تمام کالج میں صرف ایک اور طالب علم اس قابل نکلا کہ اُسکے جواب اور سید محمد محمود صاحب کے جواب برابر وقعت کے تھے اسلیئے دونوں کا نام اول نمبر میں لکھا گیا باقی تمام طالب علموں سے سید محمد محمود صاحب اُن کی ملکی زبان میں فائق رہے *

ہیں مژدہ گرجاں نشانم رواست — یہہ ایک سی مبارک خبر ہی کہ اُسکے سبب سے نہ فقط مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر کو اور نہ صرف سید محمد محمود صاحب کے دوستوں ہی کو خوشی ہی بلکہ درحقیقت یہہ ایک ایسی مبارک خبر ہی جسکے لحاظ سے تمام اہل ہند کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً خوش ہونا چاہیئے جو عزت اور نظر سید محمد محمود صاحب کو اس موقع پر حاصل ہوا شاید اس سے پہلے کسی اہل ہند کو نصیب نہیں ہوا تھا یہہ نام آوری اُس نام آوری سے کچھ کم نہیں ہی جو فیضی اور ابو الفضل نے اہل انیسویں کے نزدیک اُن کی خاص زبان فارسی کی قابلیت کے لحاظ سے حاصل کی تھی یہہ ایک کافی وجہ ثبوت اسبات کی ہی کہ مسلمانوں کی طبیعتوں میں ابھی تک وہ مادہ باقی ہی جسکے سبب سے اُنہوں نے پہلے بہت کچھ شہرت اور نیکنامیاں حاصل کی ہیں اب جسکے لحاظ سے غیر قومیں اُنکا نام مدت تک بھی تعظیم اور ادب سے لیتی رہیں *

میں پڑے ہیں اس زمانہ میں اس قسم کے لوگ جنکے پاس دو چار پیکہ زمین یا کڑی دوسرا ذریعہ گذران کا ہی ملی العموم کہتے ہیں چاہے اس بات پر غافل ہیں کہ خط لکھ لینا کافی ہی آگے بڑھکر کیا کرنا ہے خدا نے ہمارے کھانے کو دیا ہی ہمارے نوکری کرنا نہیں اور جو غریب ہیں اُن کا یہہ قول ہی کہ ہم سے تحصیل علم ممکن نہیں پس اُس وجہ سے اسیر و غریب اس ملک کے سب کے سب حالت جہالت میں پڑے ہیں اور دونوں قسم کے لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں عام سے یہہ مطالب نہیں کہ بنظر حصول روزگار تحصیل کیا جائے کیونکہ علم کے آگے دولت کی کچھ حقیقت نہیں جبکہ علم کی قدر معلوم ہی وہ دولت کو علم کے اوپر سے تصدق کردیتے ہیں تحصیل علم سے یہہ فرض ہی کہ عزت دو چھوٹی و نجات جاردانی حاصل ہو وحشیانہ حالت سے نکلکر انسانیت حاصل کی جائے حیرانیت ترک ہو اور اعلیٰ درجہ کی لذات جو کہ ہر قسم کے نقصان سے مبرا ہیں حاصل ہوں معانیات جو کہ ہر وقت مد نظر ہیں اُن کی حقیقت معلوم ہو جو لوگ کہ حصول علم کو سبب افلاس کے ناممکن سمجھتے ہیں وہ بھی غلطی کرتے ہیں اس زمانہ میں غریب سے غریب شخص بمقابلہ متفق میں کے آسانی سے علم حاصل کر سکتا ہی اس زمانہ میں ہر قسم کے علم کی کتابیں عمدہ سے عمدہ بے شمار طیار ہیں ہزاروں پڑھانے والے موجود ہیں دو ہزار برس پیشتر جبکہ نہیں چھاپہ کا کسی نے خواب میں بھی خیال نہ کیا تھا کتابیں علم کی طیار نہ تھیں پڑھانے والے کہ تھے صرف بڑے بڑے شہروں میں دو ایک حکیم تھے علم کو مطلق ترقی نہ تھی بہت علم ظاہر نہوئے تھے زبانی تعلیم تھی تب مفلس لوگوں نے کس طرح علم پڑھا اور حکیم ہوئے ایکٹس جو کہ بڑا حکیم تھا اور جسکا نام اب تک کتابوں میں پایا جاتا ہی قریب اٹھارہ سو برس کے ہوئے کہ وہ مشہور ہوا پہلے ایک شخص کا غلام تھا جب آزاد ہوا علم اُس حالت میں جب کہ اُس کے حوائج ضروری رفع نہیں ہو سکتے تھے پڑھنا شروع کیا اور اُسکو حاصل کر کے ایسا بڑا حکیم ہوا کہ اُسکا نام اب تک کتابوں میں موجود ہی کلیں تھیں دوسرا یونانی حکیم تھا قبل حضرت عیسیٰ السلام کے پیدا ہوا پہلے اُسکا پیشہ کشتی لڑنے کا تھا اور اُس سے وہ اپنی گذران کرتا تھا اخیر میں اُسکو شوق فلسفہ پڑھنے کا ہوا وہ پھر اتھنس کو روانہ ہوا جبکہ شہر مقدون میں پہنچا اُسکے پاس صرف قریب دو روپیہ کے جو کہ زمانہ حال میں مروج ہی خرچ تھا ایسی حالت میں عام کا حاصل کرنا نہایت مشکل تھا الا چونکہ شوق اُسکا کامل تھا اُس نے مزدوری پائی پھرنے اور بوجہ تھوڑے کی شروع کی اُس سے وہ اپنی گذران کرتا تھا اور تحصیل علم میں مصروف رہتا تھا اور اُسی میں اپنے استاد کو تہنوا دیتا تھا اس طرح سے اُس نے علم حاصل کر کے بڑا شہرہ اور عزت

میرے نزدیک جو عزت سید محمد محمود صاحب کو اپنی ہائی
لیاقت کے سبب سے حاصل ہوئی اور آئندہ کامل طور سے حاصل ہونے
والی ہی اُس سے بہت بڑی عزت اور انتشار اُن کو خدا کی عنایت سے
اُن کے مددِ حال و جان کے لحاظ سے حاصل ہوا ہی الہم زدندہ *

راقہ
مشائق حسین

اشہار

ہم اشہار مندرجہ ذیل کو نہایت خوشی کے ساتھ اودہ اخبار سے
نقل کرتے ہیں اور مالک و مہتمم و خریداران اخبار موصوف کو صدق
دل سے اس روز انزوں ترقی پر مبارکباد دیتے ہیں — اودہ اخبار
پہلے سے بھی نہایت با وقف اخبار تھا اور اب تو کچھ کچھ اُن کی نہیں
ہی ہندوستانی شریف جو اخباروں کے شائق ہیں غالباً اب بہت کم
ایسے ہونگے جو اس عمدہ اخبار کی خریداری سے حظ نہ اُٹھائیں — ہم کو
یہ بھی اُمید ہے کہ ہمارے آؤں ہمعصر رقائق نگار بھی اودہ اخبار
کی تقلید کرینگے اور منشی نول کشر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی عالی
ہمتی سے یہ اُمید ہے کہ اُن کا اخبار مثل بڑے بڑے باوقف انگریزی
اخبارات کے روزانہ جاری ہوا کریگا اور خدا کرے ایسا ہی ہو
ایں دعا از سن و از جملہ جماعت آمین باد
راقم مہتمم تہذیب الاخلاق

اودہ اخبار ہفتہ میں دو مرتبہ شایع ہوگا

ہمارے اکثر ناظرین جدت پسند و شایقین دانشمند کی قدر دانی
مدت سے ہم کو اس بات پر براہِ نگہداشت کر رہی تھی کہ اودہ اخبار
ہفتہ میں دو مرتبہ شایع ہوا کرے *
الصدقہ کہ گورنمنٹ اور لوکل گورنمنٹ کی عنایت روز انزوں سے
اب سامان اس عمدہ تجویز کا نہایت پسندیدہ طور پر ہر روز کار آیا
جس کو ہمارے قہردانوں کی ٹیک ٹیٹیک کا ثمرہ اور ذوق شایستگی
کا نتیجہ تھا چاہیئے *

وہ یہ ہے کہ سرکار دولتمدار نے معصوم اخبارات کا محض
مالکان اخبار کی رعایت اور عوام و نفع کی اشاعت کے واسطے نصف
معاف فرمایا کہ خاص و عام کے موافق مدعا ہی اس کیلئے کسی کو
معصوم ناکار نہ ہوگا — چوتھے ممبر آمد اُس حکم کا یکم اکتوبر سے
گرت آف انڈیا میں مشہور ہوا ہی اس حساب سے ہر روز دو مہینے
باقی ہیں لہذا جناب مالک مطبع و اخبار کی سرچشمہ اس بات کی
مقتضی ہے کہ ان دو مہینوں کا معصوم زائد جملہ ناظرین کو
ارمغان کیا جائے اور یکم اگست ہی سے یہ اخبار ہفتہ میں دو مرتبہ
چھپکر اجرا پذیر ہو چنانچہ التزام اُس کا بترتیب معقول کیا گیا
ہی اُمید ہے کہ سب صاحبوں کو پسند آئیگا *

ہندوستان کے مسلمان بلاشبہ اپنی بدقسمتی سے نئے علوم و فنون
کے حاصل کرنے میں اپنے اُڑ اہل وطن سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں
جس کا نتیجہ اب تک بھی بہت ہی مضر ہوا ہے اور اگر یہی غفلت
خداوند خواستہ چند روز اور رہی تو جس قدر مادہ مسلمانوں کی طبیعت
میں ابھی تک موجود ہے اور جو شوق اور مہنت سے بہت کچھ ترقی
پاسکتا ہے وہ بالکل مایا میٹ ہوجائیگا — جن بادشاہوں کی لیاقت
اور الالزمی کی یادگار میں بڑے بڑے قاتلے اور عمارتیں روئے زمین
پر موجود ہیں اُن کی اولاد اب اسی قسم کی غفلتوں سے گھائس بھر
بھر کر اپنا گذارہ کرتی ہے اُن کے پوتار اُن کے رنگ اور روغن اُنکی
پزل چال سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ لوگ کسی ایسے بڑے
خاندان کی بقایا ہیں — مسلمانوں کو چاہیئے کہ عبرت پکڑیں اور جو
عمدہ موقع اُن کے واسطے خدا کی عنایت سے اب موجود ہے اُس کا شکر
کریں اور اُس کا شکر یہی ہے کہ اُس سے نائدہ اوتھاویں اور اپنی اولاد
کی تعلیم کی طرف ہوشیاری سے متوجہ ہوں *

مسلمانوں کے علم کی ترقی ابتداء میں یونانیوں کے علوم سے شمار
ہوتی ہے اور اب یورپ کی قروں کے علوم ایسے کامل اور صاف طریقہ
سے شایع ہوئے ہیں کہ اگر مسلمان غور اور دانائی کو کام میں لویں تو
یونانیوں کے علوم کی یہ نسبت یورپ کے موجودہ علوم و فنون سے بہت
زیادہ نائدہ حاصل کرسکتے ہیں جن قروں سے ہم کو علم حاصل کرنے
کی ضرورت ہے وہ ہماری خوش قسمتی سے خود ہم کو علم دینے کے
واسطے آمادہ ہیں کتابوں کی انراط چھاپہ خانوں سے درجہ کمال کو
پہنچ چکی ہے اور پھونچتی جاتی ہے سفر کا فریہ ریل اور جہاز نے
بہت ہی سہل کر دیا ہے کوئی روک ٹوک سوائے اپنی کم ہمتی اور
بیجا تعصبات کے باقی نہیں ہے پس ایسے وقت میں نہایت ضرور ہے
کہ ہندوستان کے مسلمان رئیس اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم کے واسطے
انگلستان کو بھیجیں *

ایک بڑا قوی مانع ہندوستان کے مسلمانوں کو اس ارادہ میں
مذہبی نقصان کا خیال ہے اور بلاشبہ ہر عاقل مسلمان پر یہ فرض
ہی کہ کسی ظاہری بڑی بڑی منفعت کے لحاظ سے اپنے مذہب کا
تہوڑا سا نقصان بھی گوارا نہ کرے لیکن سید محمد محمود صاحب
سلمہ اللہ تعالیٰ کی کارروائی سے وہ شبہ بھی کامل طور سے جاتا رہتا ہے
جہاں تک مجھ کو علم ہے میں نہایت اطمینان سے یہ بات بیان کرتا
ہوں کہ سید محمد محمود کیمرچ کی یورپی روشتی میں تمام مہتممات
شرعی سے معتزز ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں اور اچھے
مسلمانوں کی مانند بہت خوشحالی سے بسر کرتے ہیں — ایں کاراز تو
آید و مردان نہیں کند *

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور ہاتھام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۰]

۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

اس پرچہ میں بعض مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ مندرج نہرگا *

نمبر ۲۶

تورک

اسلام کا نتیجہ نیک جان ہونا ہی اگر ہم دیکھیں کہ کسی ملک کے مسلمانوں میں نیک چلنی نہیں ہی تو ہم کو یقین کرنا چاہیئے کہ اسلام صرف اُن کے منہ ہی منہ میں ہی حلق کے نیچے ڈرا ہوا نہیں اُترا کر اُنہوں نے اپنے تئیں کیسا ہی جہد اور محنت سے مقدس بنایا ہو اور نمازیں پڑھ کر اور تسبیحیں ہلا کر تفسر جٹایا ہو * اسلام جس طرح کہ اخلاقی اور روحانی نیکیاں تعلیم کرتا ہی نہیں نہیں جس طرح کہ اخلاقی اور روحانی نیکیوں کو دلوں میں بیٹھا دیتا ہی اُسی طرح تمدن اور حسن معاشرت کی جو نیکیاں ہیں اُن کو بھی اپنے پڑوروں کے برتاؤ میں ایسا ملا جلا دیتا ہی کہ کسی طرح اُس سے الگ نہیں ہو سکتیں اور بطور نظریاتی مادیات کے دکھائی دیتی ہیں اور طبعیت ثانی ہونے سے بھی بڑھ کر اصلی طبعیت روحانی ہیں * اخلاقی اور روحانی نتیجہ اُسکیا خدا ہی کو ماننا اور اُسی پر بھروسہ رکھنا اور ہر حال میں اُسکی مرضی پر ہانک رہنا اور تمام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور خزانہ بطور قیامت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہرگا بلکہ اس پرچہ کے اجراء و ترقی میں صرف کیا جارہیگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور خزانہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا * علاوہ اس کے جو شخص کچھ روپیہ بطور ڈرنیشن دے وہ بشکر کفاری تمام لیا جارہیگا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کر یگانہ خریداروں کو تین روپیہ قیامت اور ایک روپیہ آٹھ آنے معصول جملہ چار روپیہ آٹھ آنے پیشگی بھیجنے ہونگے *

ہر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو ہی پرچہ چار آنے قیامت اور ایک آنے معصول دینا ہوگا * ممبروں کو یہ قیامت یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم یہی یہ قیامت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

ہی جو فرنگستان میں نہیں ہی، مورت کو خانہ داری میں یا مکمل اختیار ہوتا ہی ہم لوگوں میں (یعنی اہل فرنگ میں) اگر مورت تمام ممو اُس کے حاصل کرنے کی کوشش و مصحف کرے تو بھی وہ اختیار اُسکو حاصل نہیں ہو سکتا *

وہ کہتے ہیں کہ ”کثرت ازواج ترکوں میں اسقدر زیادہ اور ایسی عام بلا نہیں ہی جیسا کہ لوگ ممواً تصور کرتے ہیں“ *

اُن کا قول ہی کہ ”اسلام عورتوں کی طرف نہایت رحم دل ہی۔ قرآن میں صاف لکھا ہی کہ جو کوئی نیک کام کرتا ہی ار خدا پر یقین رکھتا ہی مرد ہو یا عورت بہشت میں جاویگا“ *

وہ لکھتے ہیں کہ ”مس پارڈہ جو سنہ ۱۸۳۸ع میں گرہی میں تھیں اور وہ ترکوں کے زنانہ میں جایا کرتی تھیں ترکوں کے گھر کی چال چلن سے نہایت خوش تھیں اور ترکوں کی عورتوں کی نیکی اور پارسائی کی تصدیق کرتی ہیں *

مسٹر سی ہوائس صاحب بیان کرتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں امیروں کی عورتیں اپنے وقت کو اسی طرح پر صرف کرتی ہیں جیسے ایک اور دارالریاست کی عورتیں فرق یہہ ہی کہ اُن کے خاندان میں اتفاقی زیادہ ہوتا ہی لڑکے اپنی والدین کا ادب زیادہ کرتے ہیں اور بی بی شہرہ کی زیادہ مطیع ہوتی ہی عورتوں کا دل اور اصول چلن کا نہایت کم خراب ہوتا ہی ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کا برا دستور جاری نہیں ہی اور نہ یہہ قاعدہ کی بات ہی بلکہ ایسی حالت مستثنیٰ ہی رزئل اور اوس درجہ کے لوگوں میں بھی ہاڈ و ناہر ایسے لوگ ملینگے جنہوں نے دو عورتوں سے شادی کی ہو نہایت درجہ کے امیر لوگوں میں بھی یہہ دستور مستثنیٰ ہی *

مسٹر جان کارنی صاحب کیمبرج دے لکے یہہ فرماتے ہیں کہ ”ترکوں کی مصیبت ایمانداری کا کچھہ ذکر کرنا میں انصاف ہی جب کہ میں گلیٹیا میں وارد ہوا تو میرا اسباب ایک مزدور نے اٹھا لیا اور ہم اُٹے بڑھے جب ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں لوگوں کی بہت کثرت تھی تو وہ مزدور میری نظر سے غائب ہو گیا اور ہم لوگ ایک تھوڑے خانہ میں گئے میں نے یہہ خیال کیا کہ وہ مزدور میرا اسباب لیکر بھاگ گیا مگر سیرکن کا رہنے والا کپتان جہاز کا جو پہلے بھی اس بندر میں آیا تھا کہنے لگا کہ ایسے کام کرنا یہاں کوئی جانتا بھی نہیں تھوڑے عرصہ میں ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ فریب مزدور اُسی راہ سے پھرا چلا آتا ہی اور گھبراہٹا ہوا ہر چہاں طرف دیکھتا آتا ہی بازاروں میں انٹر دوکاندار اپنی دوکان اور اسباب کو کھلا ہوا چھڑ کر چلے جاتے ہیں اور کچھہ اندیشہ نہیں ہوتا دہن لین میں کوئی شام و ناہو

مصیبتوں پر نیک دلی سے صبر کرنا ہوتا ہی اور تمدنی نتیجہ اُسکا اپنے محصلوں سے مصیبت کرنا اور ہر ایک کے ساتھ نیک اور سچائی اور پوری پوری صداقت سے پیش آنا ہوتا ہی رحم دلی اور صدق مقال یعنی ہر بات میں سچ ہونا اسلام کا تائیل یعنی لقب ہی دغا و فریب سے پھٹا اُسکی ڈگری یعنی اُسکا منصب ہی اب دیکھو کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں کتنے ہیں جنکا ایسا پرناؤ ہی *

اندرس کہہنے اپنی بدچلنی سے اسلام کو کیسا داغ لگایا ہی شہادت زور گویا مفلس مسلمانوں کا پیشہ ہرگیا ہی ہندوستان کی عدالتوں میں جسوقت ہندو گواہ آتے ہیں تو منصف جج کو گو وہ مسلمان ہی کیوں نہو اِسبات پر غور کرتی پڑتی ہی کہ آیا اُسکی شہادت سچ ہی یا نہیں مگر جس وقت مسلمان گواہ آیا اور اُسنے اپنا نام بتایا اور جج کو طن غالب اُسکے چہوڑنے ہونے کا ہو گیا جب تک کہ کسی اور ترقیہ سے اُسکے سچے ہونے کا گمان نہو، مسلمان سودا بیچنے والے بہ نسبت اور قوموں کے بہت زیادہ جہوت بولتے ہیں اور قریب کرتے ہیں کسی چیز کی اصلی قیمت ہرگز نہ کہینگے اور ہمیشہ اِسبات پر نقد رہے گا کہ مشتری سے جہاں تک ممکن ہو زیادہ قیمت لیجاوے *

جب کہ ہم کسی قوم کے سوداگروں اور خوردہ فروشوں میں یہہ بات دیکھتے ہیں کہ تمام اشیاء کی ایک قیمت خاص معین ہی رہی کہتے ہیں اور وہی ایسے ہوں تو ہمکو مسلمانوں کی خراب عادت یعنی جہوت قیمت کہنے اور پھر چکاتے چکاتے نصف سے بھی بعض اوقات کم پر بیچنے سے کیوں نہ رنج ہو اور ہم کیونکر نہ اِسبات کا خیال کریں کہ اسلام نے کچھہ بھی اُن کے دلوں پر اثر نہیں کیا ہی *

اگر تمام دنیا کے مسلمان ایسے ہی ہوتے تو بڑی مشکل پیش آتی اسیلئے کہ خود اسلام کی نسبت بہت کچھہ شبہہ پڑتا مگر نہایت کوشش کی بات ہی کہ اگر ملک کے مسلمانوں کا حال دیکھکر یقین آتا ہی کہ اسلام بلاشبہ روحانی اور اخلاقی اور تمدنی نیکیاں بخشنے والا ہی *

مسٹر جان رینل موریل صاحب نے ترکی کے حالات میں ایک تاریخ لکھی ہی اُس میں اُنہوں نے جو کچھہ حال ترکوں کا لکھا ہی اُس کا انتخاب اِس مقام پر لکھتے ہیں تاکہ ہندوستان کے مسلمان اُسکو دیکھکر عبرت اور غیرت پکڑیں *

وہ لکھتے ہیں کہ ”جس کسی نے ترکوں کے چال چلن کا حال لکھا ہی اُسنے ماں اور لوگوں کی مصیبت کا ضرور ذکر کیا ہی ماں کی شفقت اور ترکوں کا ادب یہہ دونوں باتیں طرفین کی طرف سے نہایت مستحکم اور لازوال ہوتی ہیں اسی کے ذریعہ سے عورتوں کو وہ کوشش حاصل ہوتی

کہ کرتا اور گول عامہ پہننے اور صرف نماز پڑھکر مل عیسیٰ کرلیئے اور صرف ہن بھر کا فائدہ کرکر کام کو لینڈ چیزوں اور نفیس ہریتوں سے انظار کرنے ہی کو اسلام نہ سمجھیں بلکہ اُس کے ساتھ اُن تمام ٹیکنیکوں پر بھی خیال کریں جو اسلام کے نتیجے ہیں اور جب تک کہ انسان کے افعال اور خواہش اور معاملات اور اخلاق اور تمدن اور معاشرت میں اُن کا ظہور نہیں ہوتا اُس وقت تک ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اسلام نے اُن میں کچھ اثر کیا ہی *

گُر مسلمانانِ همین اسم که واجب دارد

داجہ گر در پس امروز بود فرداے

واقعه

سید احمد

نمبر ۴۷

خديو مصر كي مجلسرا

جینکہ ہم یہ خواہش کرتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کو غیر قلم کے اُن خیالات سے مطلع کریں جو وہ ہماری زندگی بسر کرنے کی نسبت رکھتے ہیں تو ہمکو نہایت مشکل پیش آتی ہی اس لیے کہ ترویج یافتہ قومیں جس طرح اپنی زندگی بسر کرتی ہیں اُس سے ہمارے بھائی بند واقف نہیں ہیں اور یہ بھی بڑے شکر کا مقام ہے کہ غیر قوم کے لوگ بھی بطوری اسباب سے واقف نہیں ہیں کہ ہم لوگ کس طرح اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اگر واقف ہوتے تو ہم نہیں خیال دیکھ سکتے کہ وہ اور بھی کتنی زیادہ حقارت اور ذات کی نظر سے ہمکو دیکھتے *

ہم لوگ روپیہ خرچ کرتے ہیں مہذب قوموں سے بہت زیادہ نفور خرچ ہیں ہم کچھ روپیہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے ہمارے (اخراجات زندگی بسر کرنے کے اُن مہذب قوموں کے اخراجات سے کچھ کم نہیں ہیں اگر ہم ہندوستان کے کسی نواب یا راجہ یا مسلمان امیر یا متمول ہندو کے اخراجات کا تعین کریں تو بلاشبہ مہذب قوم کے اُسی درجہ کے امیروں سے زیادہ نکلے گا مگر انفسوس اسپر آتا ہے کہ باوجود اُن سب باتوں کے مہذب قوم کے لوگ نوشتوں کی مانند صفائی اور لطافت اور غربی سے اپنی زندگی بسر کرتے ہوں اور ہم مانند ایک میلے کچیلے جانور کی بہت لوگوں کی یہہ راے ہے کہ یورپ کی قوموں کی طبیعت میں ایک قدرتی صفائی اور لطافت ہے اور ایشیا کی قوموں کی طبیعتوں میں قدرتی کثافت اور غلطی ہے یہہ بھی ایک راے ہے کہ ایشیا کی قوموں کی رسومات مذہبی ایسی ہیں جو انسان کی طبیعتوں کو کثافت کا عالم کر دیتی ہیں *

فرحب: دینی کی کوشش کرتا ہی قورکی یعنی روم کی سلطنت کے محققان
 حصوں میں میں نے سفر کیا اور اثنائے سفر میں قریبوں کے جھونپڑوں
 ڈور امیروں کے مکانات میں رہا مگر کبھی ایک خرمدہ کا بھی میڈا
 مقصداں نہیں ہوا *

یونانیوں نے جب کہ توپریٹس زما مقام کی ترکی عورتوں پر عالم
نیا امیروں کی عورتوں کو رزلیق قومی عورتوں میں ملا دیا اُن کے
وردہ رشتہ دار ذبیح کو قاتلے تا ہم جس صبر و قناعت کے ساتھ اُن
عورتوں نے اُس تکلیف کو گوارا کیا نہایت قابل تعریف کے ہی خدا
کی شکایت یا بے فائدہ افسوس کہہی اُن کی زبان سے نہیں نکلا وہ بھی
کہتی تھیں کہ خدا کی یہی مرضی ہی اور سب تکلیفوں کو نہایت صبر
و شکر سے گوارا کرتی تھیں ترک مرد بھی رنج و تکلیف کو نہایت
صبر سے برداشت کرتے ہیں مگر ترک عورتیں تو گویا رنج و محنت
کی برداشت کی روحیں ہیں“ ❁

اس مقام پر ہم کو کچھ ہندوستان کے شریف خاندانوں کی
ہورتوں کا بھی حال لکھنا مناسب ہے بلا شبہ ہماری غرض قسمتی
ہی کہ مسلمان شریف خاندانوں کی ہورتیں جیسی نیک اور ایماندار
اور خدا پر شاکر اور رنج و مصیبت میں صابر ہیں شاید تمام دنیا کی
ہورتوں سے سبق رکھتی ہیں خدا کی عبادت اور دل کی نیکی اور
بچے اٹھنا رحم دلی والدین کا ادب شہرہ کی مصیبت اور اطاعت تمام
رشتہ مندوں کی الفت اور رنج و راحت میں اُن کے ساتھ شرکت اولاد
کی پرورش خانہ داری کا انتظام جس دلی نیکی اور خاص ایمانداری
سے وہ کرتی ہیں بیان سے باہر ہی نہایت خوشی میں بھی وہ خدا
کی پکارتی ہیں کہ اُو خدا تیرا شکر ہی کہ تیرے حکم کو یہ خوشی
دہی اور نہایت مصیبت میں بھی وہ خدا کی پکارتی ہیں اُن کی
زبان پر یہ ایک مسئلہ ہی کہ مصیبت کے وقت بھی خدا کی کو نہ
پکارتیں تو کیا کریں دیکھو بچے کو ماں کی مارتی ہی پر بچہ
ماں کی مارتا ہی جو جو مصیبتیں ہماری یاد میں ہندوستان
کی مسلمان ہورتوں پر اتفاقات زمانہ سے پڑیں اور جس صبر و شکر
و قناعت اور استقلال اور خدا پر بھروسہ رکھنے میں اُنہوں نے اُس کو
بہا حقیقت میں دنیا کی مصائب میں سے ہی ہماری رائے میں
اسلام کی عزت جس قدر کہ ہندوستان میں رکھی ہی صرف مسلمان
ہورتوں نے رکھی ہی اور جب اُس کے ساتھ کافر مسلمان مردوں کا
چال چلتاں جو اُن کے ساتھ ہی خیال کیا جائے تو ہورتوں کی نیکی
ایسے درجہ پر پہنچ جاتی ہی جو حد بیان سے خارج ہی *

ہماری رائے یہ ہے کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ صرف زبان سے مسلمان کہنے اور ٹھٹھوں سے اُنہما پاجامہ اور بیچ کے گریبان

خدیدو مصر کی مجلسوں ۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۸ ہجری خدیو مصر کی مجلسوں

سمجھتے ہیں اور لکھنے اور پڑھنے کے سامان نہونے سے کیسا تہذیب کرتے ہیں *

وہ لکھتی ہی کہ در اُس کمرہ کے پلانک کا بچھونا ایسا خراب اور سخت مثل تھک کے تھا کہ ہمارے وطن (یعنی انگلنڈ) میں اگر نہایت غریب گنوار کی چھڑی سی چھڑی میں بھی ایسا بسترو ہوتا تو اُس چھڑی کی بے عزتی ہوتی مجھ کو اپنے وطن کے گھر کا خیال آتا اور خدیو مصر کے محل میں آنے کا نہایت ہی افسوس ہوتا ہوں یہی کہتی تھی کہ اگر نہ آتی تو بہتر ہوتا *

اُس کمرہ میں نہ تو کوئی سنگار میز تھی اور نہ اُن لوازمات ضروری میں سے کوئی چیز تھی جو عورتوں کی خواہش میں ہوتی چاہئے پھول سجانے کے لیئے کوئی گلدان تک نہ تھا ” *

مذکورہ بالا فقرہ سے تفاوت خیالات بظہری واضح ہوتا ہی کہ مہذب قوم کے ادنیٰ لوگ بھی جن چیزوں کو ضروری سمجھتے ہیں ہم کو انکا کبھی خیال بھی نہیں آتا *

وہ لکھتی ہی کہ ”ابنہ اُس کمرہ میں قالین بچھا ہوا تھا اور کھڑکی کے پاس مشجر سے منڈھی ہوئی ایک کوچ رکھی ہوئی تھی سب سے بڑی عجیب چیز جو اُس میں وہ کپڑے رکھنے کی دراز داو الماری نرائس کی بنی ہوئی تھی اور گویا یہ خاص خاطر دار کی کے لیئے تھی کیونکہ روم اور مصر کی عورتیں پہننے کے کپڑے بشاریوں میں رکھتی ہیں جو دیواروں میں مثل طاق کے بنتی ہیں ” *

وہ لکھتی ہی کہ ”بیگمات کے بیٹھنے کے دو کمرے تھے ان میں نہایت عمدہ قالین بچھے ہوئے تھے مگر جاچھا سفید چربی کے داغ پڑے ہوئے تھے سبب یہ تھا کہ بے تمیزی سے اونٹیاں ہاتھوں میں شمعیں جلا کر لیئے ہوئے ادھر ادھر پڑی پھرتی ہیں اور چربی کی بوندیں قالین پر ٹپکتی جاتی ہیں اور وہی بچھا رکھتا ہی دیواروں کے پاس مشجر کپڑے سے منڈھی ہوئیں کوچیں بچھی تھیں اور بیچ دیوار میں بہت بڑا آئینہ زمیں سے چھت تک کا لگا ہوا تھا چھت نقش رنگار سے آراستہ تھی بیچ میں سنگ مرمر کی ایک میز جسکے پایوں پر گلت کا کام تھا رکھی ہوئی تھی اور اُسکے چاروں پایوں پر اٹھ اٹھ پتی کے چار جہاز جاندی کے جن میں سنخ رنگ کی فائوسیں چڑھی ہوئی تھیں رکھے ہوئے تھے تمام مکان میں تھمری رکھی نہ تھی کچھ سامان بے ترتیب رکھا ہوا تھا اور بہت سی چیزیں وہاں تھ تھیں جنکی درحقیقت مکان کی آراستگی کے لیئے ضرورت تھی کافی رکھنے کی چھڑی بقدر رکابی کے گرل میزوں پر سیپ کی بچی کاری بہت خوبصورت تھی مگر جو کہ

میری نظر میں اپنے وطن کے امیروں کے قرائینک روم کی سجاوٹ اور صمدی سامان کی سمانی ہوئی تھی اس لیئے یہ سب چیزیں نہایت

مگر یہ رائیں کسی طرح تسلیم نہیں ہوسکتیں اس میں کچھ شک نہیں ہی کہ انسان کے مہذب ہونے کے لیئے آب و ہوا اور موقع ملک کو بہت بڑا دخل ہی مگر ایشیا کا ملک یا ہندوستان ایسا نہیں ہی جو وہاں کے باشندوں علی الخصوص مسلمانوں کو تہذیب میں ترقی کرنے کا مانع ہو مذہب اسلام جبکہ وہ تمصبات اور توہمات سے جس نے ہندوستان میں اُس کو بے نسبت اور ملکوں کے بھی زیادہ گہرا لیا ہی پاک و صاف ہو تو وہ انسان کے مہذب ہونے کا خود ذریعہ ہی ہے چاہیکہ وہ ہادج یا مزاحم ہو اصل بات یہ ہے کہ تربیت اور عادت کو بہت بڑا دخل ہی ہماری تربیت اپنے ناقص طریقہ پر ہوتی ہی جس کے سبب سے ہماری طبیعتوں میں صفائی اور نقاس نہیں رہتی *

ابراہیم پاشا خدیو مصر کا بڑا بیٹا جبکہ چھوٹا تھا تو اُس کے باپ اسمعیل پاشا خدیو مصر نے یہ تدبیر سوچ لی کہ اُس کی پرورش یورپین عورتوں کے ذریعہ سے ہو تاکہ اُس کو بچپن ہی سے صفائی اور مہذب قوموں کی مانند زندگی بسر کرنے کی عادت پڑے حقیقت میں یہ تدبیر نہایت عمدہ اور نہایت دانشمندی کی تھی چنانچہ اُس نے لندن سے ایک عورت کو جس کا نام رائلین لاث تھا اس کام کے لیئے نوکر رکھ کر بلایا اور وہ چند روز ابراہیم پاشا پر نوکر رہی جبکہ وہ اپنے ملک میں واپس گئی تو اُس نے ایک کتاب لکھی ہی جس کا نام ”حرم لیف“ رکھا ہی یعنی مجلسوں کی رہنے والی بیگمات کی زندگی بسر کرنے کا حال ہم اُس کتاب سے بافمل مفصلہ ذیل مضمون منتخب کرکے لکھتے ہیں اور آئندہ اور بھی لکھیں گے اور امید کرتے ہیں کہ ان حالات سے ہمارے بھائیوں کو غیر قوم کے خیالات کا کچھ حال جو وہ ہماری زندگی بسر کرنے کی نسبت رکھتے ہیں معلوم ہوگا *

وہ لکھتی ہی کہ ”جب میں محل سرائے میں داخل ہوئی تو مجھ کو ایک کمرہ رکھنے کو ملا مگر اُس کمرہ کا سامان ایسا خراب تھا جیسے دیکھ کر مجھے کمال نفرت ہوئی وہ کمرہ خود بھی نہایت چھوٹا اور خراب تھا اور کچھ بھی سامان اُس میں نہ تھا ہمارے ملک (یعنی لندن) کی اشراف بی بیوں کے ہاں جو عورتیں مزدوری کرنے کو آتی ہیں وہ بھی ایسے کمرے میں ددرات بھی بسر کرتی ہیں اُس کمرہ میں نہ بیٹھنے کے لیئے کوئی کرسی تھی اور نہ لکھنے کے لیئے کوئی میز تھی اور نہ کپڑا پہننے کے لیئے کوئی ملحدہ جگہ تھی ” *

مذکورہ بالا تحریر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مہذب قوم کے لوگ کم درجے کے بھی اپنے رہنے کے کمرے میں جن چیزوں کو اشد ضروری

طریقہ زندگی

طریقہ زندگی

اور زیادہ واضح کرتے ہیں ہندوستان میں کنجوروں کی قوم کو دیکھو جو ایک لنگوٹی باندھ رہتی ہے اور نہایت میل بدن اور نجس ہاتھ پاؤں رکھتی ہے اور نہایت میلے بدبودار بیڑن استعمال میں لاتی ہے غذا بھی اُنکی نہایت کثیف ہے اور مارز کھاتے کا بھی ایسا پرا ہے جسے دیکھ کر گھن آتی ہے پس وہ قوم صرف اپنے طریقہ زندگی کے ذلیل ہونے کے سبب ہماری آنکھ میں کیسی ذلیل و خوار معلوم ہوتی ہے *

اب اُن قوموں کو دیکھو جو اُس سے درجہ بدرجہ طریقہ زندگی کی اصلاح میں ترقی کرتی گئی ہیں مثلاً چمار جنکا لباس اور طریقہ زندگی کنجوروں سے بدرجہا اچھا ہے وہ ہماری آنکھ میں ویسے ذلیل نہیں ہیں چماروں کی بے نسبت عام غریب کنواروں کا لباس اور طریقہ زندگی بدرجہا نہایت عمدہ اور اچھا ہے وہ ہماری آنکھ میں چنداں ذلیل نہیں ہم کبھی اُنکے گھر بھی جاتے ہیں اُنکے ہاں کا پانی بھی پیتے ہیں اُنکے گھر کی پکی ہوئی روٹی بھی کھاتے ہیں اور کچھ نفرت نہیں کرتے *

علامہ اُنکے تین قومیں اور ہندوستان میں ہیں جو اپنے تئیں مودب و مہذب تربیت یافتہ و شایستہ سمجھتی ہیں *

ہندو مسلمان انگریز ان تینوں قوموں کا جو طریقہ لباس اور مارز زندگی اور کھانے پینے کی رسم اور اُٹھنے بیٹھنے کی عادت ہے اُس سے تمام لوگ ہندوستان کے بخوبی واقف ہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ ان تینوں قوموں میں سے جس قوم کا طریقہ اعلیٰ ہے وہ قوم باقی دو قوموں کو ایسا ہی ذلیل اور ناتربیت یافتہ اور قابل نفرت کے سمجھتی ہے جیسے کہ ہم اپنے سے ادنیٰ قوموں کو سمجھتے ہیں *

مسلمان اپنی دانست میں اپنے لباس اور اپنی مجلس میں نہایت آراستگی اور شان و شوکت کرتے ہیں اور اپنے دسترخوانوں کو انواع انواع طرح کے لذیذ کھانوں سے اور خوبصورت خوبصورت سونے اور چاندی اور چینی اور پلارین برتنوں سے آراستہ کرتے ہیں مگر جو قوم کہ اُن سے بھی زیادہ لباس میں اور کھانے پینے کے طریق میں زیادہ صفائی رکھتی ہے وہ اُنکو اُسی حقارت اور ذلت سے دیکھتی ہے *

جو لوگ کہ چمچے اور کانٹوں سے کھاتے ہیں اور ہر دمنہ رکابیوں اور چھری کاٹنے چمچے بدلتے جاتے ہیں جب وہ ہم مسلمانوں کو ہاتھ سے کھاتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اُنکو نہایت نفرت اور کراہیت آتی ہے *

توکن نے اگرچہ اپنا طریقہ بدل دیا ہے مگر مصر میں سررتیں اب تک پھچی میز پر کھانا رکھ کر اور ہاتھ سے کھاتی ہیں توڑے

خچر معلوم ہوتی تھیں فرضاً محلہ سرائے کا یہ حال تھا کہ کہیں کوئی چائیز ہی اور کہیں نہیں ہی اور ایسا مکان معلوم ہوتا تھا کہ چائیس چاہیئے ویسا آراستہ نہیں ہوا " *

میں نے انیسویں صدی کے امین لائٹ نے ہندوستان میں آنکر کسی ہندوستان کے نواب یا راجہ کی فکری نہیں کی اگر ہندوستان کی محلہ سرائوں کا حال دیکھتیں تو اور بھی زیادہ خرس ہوئیں *

یہ بھی معلوم ہوتا چاہیئے کہ اُس زمانہ سے جسکا حال امین لائٹ نے لکھا ہے مصر اب بہت زیادہ ترقی پزیر ہے اور یورپ سے زیادہ اختلاط ہونے کے سبب تہذیب و شایستگی میں اُسنے بہت ترقی کی ہے *

واقم
سید احمد

نمبر ۲۸

طریقہ زندگی

قوموں کی عزت یا ذلت اُنکی رسم و رواج اور اُن کے طریقہ زندگی اور کبھی کبھی اُنکے مذہب سے بھی ملانہ رکھتی ہے تمام قوموں میں بہت سی رسمیں وحشیانہ اور ناتربیت یافتہ زمانہ کی اب تک چلی آتی ہیں مگر تربیت یافتہ قوموں نے اُن رسموں کو تراش خراش کر ایسا کر لیا ہے کہ اُنمیں وحشیانہ پن مطلق نہیں رہا بلکہ نہایت فرحت بخش اور دلکش ہو گئی ہے اور ناتربیت یافتہ قومیں اب تک بھستور وحشیانہ طرز سے اُنکو برتنی آتی ہیں اور اسی لیئے پہلی قومیں پچھلی کو ذلت اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہیں *

اکثر قوموں نے قدیم زمانہ میں طریقہ زندگی بمقتضایہ اب و ہوا ہر ایک ملک کے اختیار کیا تھا جو اکثر نہایت سادہ و حقارت آمیز تھا مگر تربیت یافتہ قوموں نے اُس میں اصلاح کرتے کرتے اعلیٰ درجہ کی ترقی اور شایستگی پر پہنچا دیا اور ناتربیت یافتہ قومیں اُسی جہالت میں پڑی رہیں اور اسلیئے پہلی قوموں کی آنکھ میں ذلیل و خوار ہیں *

یہ امر بھی بہت واقع ہے! کہ بسبب نہرے نن و ہنر کے ہر ایک قوم نے جو طریقہ زندگی بسر کرنے کا اختیار کیا تھا وہ اُس زمانہ میں حقیر نہ تھا مگر حال کے زمانہ میں ذلیل ہو گیا ہے نہانچہ جسقدر نن و ہنر و صنعت کاری نکلتی آتی اُسقدر تربیت یافتہ قوموں نے ساز و سامان سے اپنے طریقہ زندگی کو آراستہ کر لیا اور جنہوں نے ایسا نکیا وہ ویسے ہی حقیر و ذلیل نا تربیت یافتہ رہیں *

طریقہ زندگی سے قوموں کی ذلت اور عزت کا ہونا ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا مگر ہم چند مثالوں سے اُسکو

سقم کی بھٹ سے تعلق نظر کرکے اُسکو تسلیم کرتے ہیں اور جو پہلے کہتے ہیں کہ اُن بزرگوں کی ادھی بیڑی کرنا باعث ذلت ہے اگر مسلمان یہہ بھی گوارا کریں نہ مرض کھائے جس سے ہاتھ اور سونہے بھر جاتا ہی اور یہی امر باعث نفرت اور گون آنے کا ہوتا بھی چھوڑ دیں اور جو کے بن چھنے آئے کی سونہی زرئی لکری یا کھنڈر سے کھالیا کریں تو اُن بزرگوں کی پوری پوری بیڑی ہوگی اور اُسوقت میں کوئی بھی ہاتھ سے کھائے پر نفرت نہ کریگا مگر یہہ نہیں ہوسکتا کہ کھائے تو ہوویں ذمہ داری اور طریقی کھائے کا ہر مسئلہ ہی *

ہمکر خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اُسے ہمکو اپنی نعمتیں عطا کی ہیں ہم اُنکو استعمال کریں اور عملی طور پر اُسکا شکر پہنچالیں اور جبکہ ہم یہہ خیال کریں کہ ان شان کی چیزوں کا ہم بنظر تکبر و غرور استعمال نہیں کرتے بلکہ بطور ادبے شکر والی انعم استعمال کرتے ہیں اور مسلمانوں کی قوم کو غیر قمروں کی نگاہ میں جو ذلت ہی اُس سے نکالتے ہیں جسمیں اسلام کی بھی عزت ہی تو اُسوقت تو ہم چھوٹے اور چھوٹی کائنات سے کھانا مندوبات اور مستحیات سے کم نہیں سمجھتے کائنات علیہ الصلوات والسلام انما الاموال بالنیات *

راتم
سید احمد

نمبر ۲۹

ترقی تہذیب الاخلاق

انڈر اشخاص جنکو ہمارے اس اخبار سے کچھ تعلق اور اُسکی ترقی کے خواہاں ہیں اس بات کے مستفسر ہوتے ہیں کہ اُس میں اب تک کیا ترقی ہوئی ہی بعض ہمارے احباب نے اس استفسار میں بیڑونجات سے خط بھی ہمارے پاس بھیجے ہیں پس اُن تمام لوگوں اور اپنے ناظرین اخبار کی اطلاع کے واسطے میں کچھ مقتصر سا تذکرہ اسوقت مناسب سمجھتا ہوں *

اشہار جو اس اخبار کے شروع میں چھاپا جاتا ہی اُس سے معلوم ہوگا کہ جو لوگ اس اخبار کو لیتے ہیں وہ دو قسم پر منقسم ہیں *

اول ممبر ہیں جو ساٹھ روپیہ سال مزایات فرماتے ہیں *

دوم خریدار اخبار ہیں جنہے تین روپیہ سال قیمت اور ایک روپیہ ادبہ آتے سال محصول جملہ چار روپیہ ادبہ اُنفسال لیا جاتا ہی * پس اب تک جسقدر ممبر اور خریدار اس اخبار کے ہوئے ہیں اُنکی فہرست معہ اُس روپیہ کے جو اُن سے وصول ہوا ہی ذیل میں درج کی جاتی ہی *

دن ہوئے کہ پرنس آف ریاز یعنی ولیمہد سلطنت انگلستان معہ پرنس آف ریاز یعنی ولیمہد بیگم کے مصر میں سیر کو تشریف لے گئے تھے اسماعیل پاشا خدیو مصر کی ماں نے پرنس آف ریاز یعنی ولیمہد بیگم کی مہل سارے زمانہ میں دعوت کی اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا پرنس آف ریاز کے ساتھ آنریبل مسس ولیمہد گری صاحبہ بھی بطور مصاحب کے تھیں اور دعوت میں بھی شریک تھیں انہوں نے وہاں سے واپس آکر سفر کا حال لکھا ہی چنانچہ جو کچھ انہوں نے طریقی کھانا کھائے کی نسبت لکھا ہی اُسکا انتخاب ہم اس مقام پر لکھتے ہیں تاکہ یہہ بات معلوم ہو کہ دوسری قوم جو ہم سے زیادہ صفائی سے کھاتی ہی ہمارے کھانا کھانے کے طریقی کو کیسا خیال کرتی ہی *

مسس صاحبہ مدحہ اس طرح پو لکھتی ہیں کہ ”کھانے کے کمرے کے اندر چاندی کی ایک گرل میز بچھی ہوئی تھی فرش سے ایک نف آونچی اور ایک بڑا خزان معلوم ہوتی تھی اُسکے گرد کچھ پیچھے ہوئے تھے ہم سب آلتی پالتی مار کر میز کے گرد کبھوں پر ہو بیٹھے خدیو مصر کی ماں کی داہیں طرف پرنس آف ریاز بیٹھیں اور پھر سب بیگمات درجہ بدرجہ بیٹھیں *

سب سے پہلے ایک قاب میں مرغ کا شرابا اور چائول یعنی خشکہ آیا اور سپی کے چھتے ملے مگر نہ چھوڑی تھی نہ کاٹتا تھا اُسکے بعد بڑا مٹن آیا اور دمنہ دمنہ بیس قسم کے کھائے آئے جو ہاتروں سے اور اُنکلیوں سے تیز تیز کر کھائے جاتے تھے *

جسقدر مجھکو اس سے نفرت ہوئی اور پھر پری آ کر تے ہوئے کی ٹوبہ ہوئی ایسی کبھی نہیں ہوئی کھانے میں اُنکلیوں کا ڈیرہا جانا دیکھ کر اور اُنکلیوں سے تیز کر کھانے سے ایسی نفرت اور گون آتی تھی کہ میں ایک آدہ دمنہ تو کھائے سے انکار کردیا مگر جو بیگم کہ میرے پاس بیٹھی تھی ہوئی تھیں انہوں نے جانا کہ میں شرماتی ہوں تو ہر دمنہ کھانا اپنے ہاتھ سے لیکر مہری رکابی میں رکھ دیتی تھیں اور ایک دمنہ ضرورے میں سے پیاز نکال کر میرے آگے رکھدی اور میرا جی ملتا جاتا تھا کھانے پر شراب مطلق نہ تھی * انتہی ملخصاً مسس گری صاحبہ کا جو یہہ حال ہوا بلاشبہ زیادہ اُسکا سبب یہہ تھا کہ اس طرح پو کھانے کی اُنکو عادت نہ تھی مگر انصاف سے ہمکو اس بات کا بھی اقرار کرنا چاہیئے کہ چھوڑی اور چھوٹے سے کھانا اور ہر قسم کے کھانے کے لئے جدا پوتروں کا ہونا بہ نسبت ہاتھ سے کھانا کھانے کے زیادہ عمدگی و صفائی اور نفلس رکھتا ہی *

یہہ بات کہی جاتی ہی کہ ہاتھ سے کھانا مسنون ہی اور اُسکو حقیر سمجھا کفر تک نہایت پھونچا دیتا ہی ہم اس رائے کی مصدقہ

ممبران تہذیب الاخلاق

نام	رقم وصولی
پروٹو پی سید احمد خاٹا صاحب بہادر سی ایس آئی	۷۰
حافظ احمد حسن صاحب سفیر نواب صاحب بہادر	۷۱
سابق والی ٹونک مقیم لندن	۷۲
قاضی شہاب الدین صاحب وزیر مہاراجہ صاحب	۷۳
کچھہ مقیم لندن	۷۴
مولوی سید شاہ امداد علی صاحب بہادر جج اسماعیل	۷۵
گاز کورٹ سب آرڈینیٹ جج مظفر پور ضلع ترمہ	۷۶
صوبہ بہار	۷۷
سید محمد احمد خاٹا صاحب بہادر اکسٹرا	۷۸
اسسٹنٹ کمشنر ہرنوٹی علاقہ اودہ	۷۹
مرزا محمد رحمت اللہ بیگ صاحب رئیس وکیل	۸۰
عدالت دیوانی بنارس	۸۱
نخواجہ محمد یوسف صاحب رئیس وکیل	۸۲
عدالت دیوانی علیگڑہ	۸۳
مہر تراب علی صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر ہدایوں	۸۴
مولوی محمد کریم صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر	۸۵
بندوبست ضلع ہدایوں	۸۶
شیخ محمد شرف الدین صاحب رئیس شیخو پور	۸۷
ضلع ہدایوں	۸۸
مرزا عابد علی صاحب منصف ہاتھرس ضلع علیگڑہ	۸۹
مولوی سید مہدی علی صاحب تحصیلدار مرزا پور	۹۰
مہر ظہور حسین صاحب وکیل ہائی کورٹ ممبائی	۹۱
مغربی و شمالی	۹۲
منشی الہی بخش صاحب سب اسسٹنٹ بہادر	۹۳
نہر گنگ تریزیں بلند شہر	۹۴
مولوی محمد سمیع اللہ خاٹا صاحب وکیل	۹۵
ہائی کورٹ ممبائی و مغربی	۹۶
مولوی محمد عنایت اللہ خاٹا صاحب رئیس	۹۷
بھیم پور ضلع علیگڑہ	۹۸
مولوی زین العابدین صاحب منصف درجہ اول	۹۹
گورکھ پور	۱۰۰

خریداران اخبار

قاضی محمد لطافت حسین صاحب وکیل عدالت	۱۰۱
دیوانی علیگڑہ	۱۰۲
مولوی محمد بکرت اللہ صاحب مرحوم رئیس	۱۰۳
امروہہ ضلع مراد آباد و بعدہ بجائے مولوی صاحب	۱۰۴

مرحوم مولوی محمد مظہر اللہ صاحب خلف	۱۰۵
اکبر مولوی صاحب مرحوم	۱۰۶
بابو اننت رام صاحب امین عدالت دیوانی الہ آباد	۱۰۷
بابو مادھو داس مدھو سوڈن داس صاحب رئیس	۱۰۸
بنارس	۱۰۹
محمد حیات خاٹا صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر	۱۱۰
بہادر کوہاٹ	۱۱۱
مولوی محمد عبدالوہاب صاحب ناظر عدالت	۱۱۲
جج ماتھت علیگڑہ	۱۱۳
مولوی محمد ہدایت اللہ صاحب سررشتہ دار	۱۱۴
فوجداری علیگڑہ	۱۱۵
مولوی محمد عبدالغفور صاحب رئیس محمد آباد	۱۱۶
ضلع اعظم گڑہ	۱۱۷
بابو ایشورج نرائن سنگھ صاحب بہادر رئیس بنارس	۱۱۸
منشی محمد مجتبیٰ کریم صاحب محکمہ سہولت دہائی صنائی شہر و تعمیر عمارات	۱۱۹
سرکاری بنارس	۱۲۰
منشی غلام حیدر خاٹا صاحب تحصیلدار علیگڑہ	۱۲۱
و غلام مرتضیٰ خاٹا صاحب وکیل منصفی	۱۲۲
فتح آباد ضلع آگرہ	۱۲۳
محمد حرمات خاٹا صاحب مختار عدالت مال	۱۲۴
علیگڑہ	۱۲۵
محمد ظفریاب خاٹا صاحب مختار عدالت مال	۱۲۶
و وکیل دیوانی علیگڑہ	۱۲۷
محمد مسعود شاہ خاٹا صاحب منصور عدالت	۱۲۸
منصفی ہاتھرس ضلع علیگڑہ	۱۲۹
مسٹر آرچرڈ کانستبل صاحب عہدہ دار اودہ و	۱۳۰
روہیلکھنڈ ریلوے مقام بریلی	۱۳۱
چودھری محمد منصور خاٹا صاحب رئیس بلرام	۱۳۲
ضلع ایٹہ	۱۳۳
محمد اوصاف علی خاٹا صاحب رئیس علیگڑہ	۱۳۴
مرزا جلال الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس	۱۳۵
حافظ فضل الرحمن صاحب وکیل عدالت دیوانی	۱۳۶
بنارس	۱۳۷
منشی محمد ممتاز علی صاحب سررشتہ دار کلکتہ	۱۳۸
ہمیر پور	۱۳۹
مولوی شاہ احمد اللہ صاحب منصف بانس گاؤں	۱۴۰
ضلع گورکھ پور	۱۴۱
قاضی محمد مدد حسین صاحب وکیل سرکار عدالت	۱۴۲
علیگڑہ	۱۴۳

۱۰	منشی ذکاء اللہ صاحب ہدایت ماسٹر نارمل اسکول دہلی	۷	اللہ لکھنوی شکر صاحب وکیل عدالت دیوانی علیگڑہ
۱۰	منشی چندرلال صاحب سکرتری دہلی سوسائٹی	۷	خواجه احمد حسن صاحب انسپیکٹر پولیس ضلع
۱۰	بابو پیکن خان صاحب رئیس بوسولی ضلع ترہٹ	۷	شاہنشاہ پور
۱۰	صوبہ بہار	۷	کنور محمد لطف علی خاں صاحب رئیس چٹاری
۱۰	مولوی کاظم حسین صاحب منصف مقام سیٹامدی	۷	ضلع بلند شہر
۱۰	صوبہ بہار	۱۰	حکیم محمد امجد علی خان صاحب رئیس امرہہ
۱۰	حافظ عبدالکریم صاحب منصف ورنبھگا	۱۰	ضلع مراد آباد
۱۰	سید اقبال علی صاحب اسسٹنٹ سکرتری ریڈنگ	۱۰	سید فدا حسین صاحب انسپیکٹر پولیس تھانہ
۱۰	کلب پرتاب گڈہ	۱۰	مرزا مراد ضلع بنارس
۱۰	مولوی محمد اصغر صاحب از مقام رائے بریلی	۱۰	سید غلام حیدر خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر
۱۰	ملک اودہ	۱۰	بہادر لکھ پور کھیری ملک اودہ
۱۰	منشی محمد زین الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ چنگی	۱۰	مولوی محمد خلیل صاحب تحصیلدار نظام آباد
۱۰	سنبھل ضلع مراد آباد	۱۰	ضلع اعظم گڑہ
۱۰	منشی عبداللطیف صاحب مقام گورکھپور	۱۰	مولوی محمد کریم بخش صاحب بہادر اکسٹرا
۱۰	مولوی شیخ محمد صاحب مقام اعظم گڑہ	۱۰	اسسٹنٹ کمشنر کرنل ضلع جالون
۱۰	ہندت رنگتھ پشاد صاحب کوتوال بنارس	۱۰	محمد مظہر حسن صاحب محضر فوجداری علیگڑہ
۱۰	سید نادر علی شاہ صاحب ہوشیار پور علاقہ پنجاب	۱۰	منشی محمد فیض الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر
۱۰	ڈاکٹر امین الدین احمد { ہمارے ایک دوست کے پاس قیمت	۱۰	مامورہ بکار ریل مقام اکرہ
۱۰	خان صاحب مقام { جمع ہو گئی ہی عنقریب ہمارے پاس	۱۰	مولوی محمد انوار الحق صاحب وکیل عدالت
۱۰	ہستی { آنے والی ہی	۱۰	دیوانی مراد آباد
۱۰	نظام الدولہ منتظم الملک نواب محمد مردان { قیمت عنقریب	۱۰	یادری رجب علی صاحب مقام نواب گنج بارہ بنکی
۱۰	علی خان صاحب بہادر تخت قائم جنگ { آنے والی ہی	۱۰	ملک اودہ
۱۰	وزیر اعظم ریاست مارواڑ جودھپور	۱۰	منشی محمد امین الدین خان صاحب سپانسپیکٹر
۱۰	مولوی محمد مظہر اللہ صاحب تحصیلدار { ایضا	۱۰	ڈاکٹر انجنت مرزا پور و جونا پور
۱۰	چاند پور ضلع بجنور { ...	۱۰	محمد مغفور اللہ خان صاحب رئیس یونہ ضلع علیگڑہ
۱۰	مولوی محمد ابراہیم علی صاحب رئیس { ایضا	۱۰	مولوی محمد عبداللہ صاحب عیدی ہرنو سوسائٹی
۱۰	بجنور ایون ضلع مراد آباد { ...	۱۰	و انگریزی کالج ہوگلی
۱۰	سید محمد نور الحسنین صاحب منصف { ایضا	۱۰	منشی محمد ذراغ علی صاحب قائم مقام ڈپٹی
۱۰	سہرام ضلع شاہ آباد { ...	۱۰	منصوم محکمہ جودیشنل لکھنؤ
۱۰	صاحب سکرتری گورنمنٹ ہند فارن قپارنمنٹ ایضا	۱۰	قاضی محمد عزیز الرحمن خان صاحب بہادر آنریری
۱۰	صاحب رپورٹر سرکاری متعلق گورنمنٹ ممالک	۱۰	محسوسیت برہان پور
۱۰	مغربی شمالی	۱۰	منشی صفدر علی صاحب ضلع انسپیکٹر مدارس
۱۰	جمع و خرچ اُس روزیہ کا جو چندہ مہربی اور قیمت اخبار کے	۱۰	ضلع جیا پور
۱۰	وصول ہوا ہے اور جو آئندہ وصول ہوگا ہمارا رپورٹ سالانہ کارروائی	۱۰	سید ممتاز حسین صاحب محضر اول منصفی بلاری
۱۰	اس اخبار کے اشعار اللہ تعالیٰ آخر سنہ ۱۲۸۸ ہجری نبوی صلعم	۱۰	ضلع مراد آباد
۱۰	میں ملاحظہ ناظرین اخبار کے واسطے بتھیں تمام چھاپا جاریہ *	۱۰	منشی احمد شفیق صاحب ہدایت ماسٹر وزیر آباد پنجاب
۱۰		۱۰	منشی محمد اکرام الدین حسین صاحب سرور شہدار
۱۰		۱۰	فوجداری گورکھپور
۱۰		۱۰	مولوی محمد حسن صاحب سربراہ کار ریاست
۱۰		۱۰	مجبوری ضلع گورکھپور

بمقام علیگندہ — مطبع علیگندہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۱]

یکم رجب سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

اس پرچہ میں بجز مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ مندرج نہرگا *

مضمون نمبر ۵۰

اعتدال

انسان جس طرح تمام مفاہات میں اشرف اور سب سے زیادہ صناعت اور عقلیت پیدا ہوا ہے اسی طرح تمام دنیا میں شاید اُس سے زیادہ کوئی اور مخلوق حاجت مند بھی نہیں ہے انسانیت اور اخلاقی اور ایمان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے واسطے انسان کو اپنی اُس دشوار گزار منزل میں جو شک و سন্দید سے شروع ہو کر لب کور پر ختم ہوتی ہے بے انتہا غرضیں اور ضرورتیں متعلق ہوتی ہیں اور وہ اکثر باہم ایسی مختلف ہوتی ہیں کہ اگر ایک مقصد کے حاصل کرنے میں حد معین سے زیادہ کوشش کی جائے تو دوسرے مقصد کے نوبت ہوجانے کا قریب اندیشہ ہوتا ہے پس اُس حد معین سے تجاوز نہ کرنے اور اُس کو نگاہ رکھنے کا نام اعتدال ہے *

کوئی کام خواہ وہ تمدن اور معاشرت سے علائق رکھتا ہو یا معاد اور آخرت سے ایسا نہیں پایا جاتا جس میں اعتدال کی ضرورت نہ ہو تمام قوی جو خدا نے انسان کو عطا فرمائے ہیں اور جن کی بدولت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جستقد روپیہ بابہ اس پرچہ کے بطور چنڈہ، خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجراء و ترقی میں صرف کیا جارہا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چنڈہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ہمہ متصور ہوگا * علوہ اس کے جو شخص کچھ روپیہ بطور ڈرنیشن دے وہ بشکر گزاری تمام لیا جاوگا *

یہ پرچہ چر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مقام میں ہوگا چھپا کر بیجا خریداروں کو تین روپیہ قیمت اور ایک روپیہ آٹھ آنے مصروف جملہ چار روپیہ آٹھ آنے پیشگی بھیجئے ہونگے *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو کوئی پرچہ چار آنے قیمت اور ایک آنے مصروف دینا ہوگا * میزوں کو پلا قیمت یہ پرچہ ملے گا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھی پلا قیمت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اور بی بی میں ہوتا ہی اس تعلق کے مستحکم اور خوشگوار کرنے کے واسطے جو احکام مذہب اسلام میں ہیں جب اُس کل مہمومہ پر نظر کی جائے تو کوئی منصف آدمی بھی کہ کسی مذہب کا کیوں نہ ہو مطلق اعتراض نہیں کر سکتا *

میں اس مضمون میں اُن کمیٹت اور فاخدا توں مسلمانوں کی حمایت کرنا نہیں چاہتا ہوں جنہوں نے اپنا پوتاؤں خلاف احکام خدا اور رسول کے قیام کر کے نہ فقط اپنی عاقبت خواب کی ہی بلکہ اپنی اُن ناہایستہ حرکات کی بدولت غیر مذہب والوں کی نظروں میں جو صرف ہمارے اعمال کی بھلائی پرانی پر بظاہر مذہب اسلام کی بھلائی اور پوائی کو قیاس کرتے ہیں مذہب اسلام کو حقیر کر دیا ہے میں اس وقت صرف اُن احکام سے بھٹ کرنا ہوں جو مذہب اسلام نے مسلمانوں کے پوتاؤں کے واسطے نہایت امتدال کے ساتھ مقرر کیے ہیں *

کثرت ازدواج جسکی بدولت غیر مذہب والے مسلمانوں پر لعنت کرتے ہیں جس طرح مسلمانوں کے مذہب کے بموجب جائز کیا گیا ہے ہرگز لایق اعتراض نہیں بلکہ بالکل قانون قدرت کے مطابق اور نہایت ضروری ہی اول تو مذہب اسلام نے یہ نہیں کیا کہ ایک نکاح کی ابتدا کو توڑ کر زیادہ نکاح جائز کر دیئے ہوں بلکہ ایک غیر متعدد تہدہ نکاح کو جو قبل اسلام کے رائج تھا یہ کچھ گھٹا کو محدود کر دیا ہے اور در حقیقت ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت مذہب اسلام نے کسی مسلمان کو اس وقت تک نہیں دی جب تک شدید ضرورت نہ پائی جارے — فرض کر کہ اگر ایک بی بی سے اولاد نہ ہوتی ہو اور مرد ہی میں کوئی نقصان ہو تو مرد اگر اولاد کی خواہش میں جس سے کوئی دل خال نہیں ہی دوسرا نکاح نہ کر سکے تو تسدیر مایوسی کی بات ہی — علیٰ ہذا قیاس اگر اولاد کی ضرورتی مرد کے کسی نقصان سے ہو تو مرد کو یہ اجازت ہی کہ قاضی کے حضور میں مرد سے طلاق دلانے کے واسطے ثالثی ہو — فرض کر کہ کسی مرد کی خواہش اور قوت ایسی بڑھی ہوئی ہو کہ اُس کو دوسری بی بی کی حاجت ہو تو کیا گناہ ہی اگر وہ دوسرا نکاح کرے یہ بی بی بات کہ مرد کو ایسی اجازت کیوں نہ ہو اُس کا یہ حال ہی کہ اس معاملہ میں مرد ہی کو ترجیح دینا ضرور تھا ایسی اجازت میں نطفہ کچھ متعلق نہ ہوتا میراث میں نہایت جھگڑا پیدا کیا کہ مرد اور مرد کی بی بی بات چاہتی ہی کہ مرد کو ترجیح کا حق حاصل ہو مرد پر ہو مدد حمل میں اور بعد وضع حمل ایک مدد مبتد ایسی گزرتی ہی کہ وہ مقید ہو جاتی ہی پر خلاف مرد کے کہ وہ ہر وقت آزاد رہتا ہی تمام دنیا میں اُن اُن ملکوں میں بھی جہاں مردوں کے حقوق مردوں سے

انسان دونوں جہاں میں ہر قسم کی غرضی اور آسائش اور آرام حاصل کر سکتا ہی وہ سب کے سب درحقیقت اعتدال ہی کی بدولت شگفتہ اور شاداب رہ سکتے ہیں پس قدرت کا یہ ایک ایسا سچا اور مستحکم اصول ہی کہ دنیا کا تمام کارخانہ اُسی پر قائم ہی اور یہی حکمت تھی کہ مذہب اسلام میں امتدال کی نسبت نہایت تاکید ہوئی اور کچھ شیعہ نہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب میں مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہی جسکی کوئی بات امتدال سے خارج نہیں ہی اس مذہب کا کوئی کام خواہ عبادات میں خواہ معاملات میں ایسا نہیں پایا جاتا جس میں امتدال نہو نرائش جو خدا نے مسلمانوں کے واسطے مقرر کیئے وہ سب معتدل ہیں نرائش کے علاوہ اُور تمام نیکیوں اور عبادتوں کا بھی یہی حال ہی تمام عبادتیں اس وقت تک عبادت ہیں جب تک انسان کے قری معطل و پیکار نہ ہو جارہیں اور اُسکے بعد رہبانیت ہی ولہبہانیت فی الاسلام بھی حال مای عبادت کا ہی خیرات و میراث اُسی حد تک ٹھیک ہی جہاں تک انسان خود مفلس اور درماندہ اور نان شبیتہ کو محتاج نہو جارے وہ خدا میں گھر بار لٹا لکڑی پائندہ کاست چربی لے دھرتی رسا جنگل میں جابیٹھنا مذہب اسلام کا منشاء نہیں کیا تاں اللہ تعالیٰ عز و جل و لا یجعل یدک مغلولۃ الی عنک ولا یصلحک کل البسط فتعبد ملوماً معصوماً † *

یہی حال مسلمانوں کے دنیائی پوتاؤں کا ہی ہمارے معاملات دنیا کو بھی مذہب اسلام نے نہایت سہل کر دیا ہی تمام سٹوری اور پاک چیزیں ہمارے واسطے حلال ہیں اور یہی نہیں کہ اُنکے استعمال کی فقط اجازت ہی دی ہو نہیں بلکہ اُنکے مطلق ترک کو بھی منع فرمایا تاکہ مسلمان حلال اور طیب چیزوں سے حظ اُٹھانے میں معذور نہ ہیں یا ایہا الذین آمنوا لاتعصروا علیہا ما احل اللہ لکم ولاتعتدوا ان اللہ لایحب المعصیین و کلو مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً و لاتعدوا ان اللہ انتہم بہ مؤمنون ‡ *

یہی حال اور تمام باتوں کا ہی دنیا میں وہ تعلق جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے عموماً ہوتا ہی اور جس سے انسان کے حظ زندگی کا بہت بڑا حصہ متعلق ہی وہ وہ تعلق ہی جو میں † اور نوکھ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا اور نہ ٹھوکرے اُسکو ٹرا کھولنا پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا ہوا — پارہ ۱۵ — رکوع ۳ ‡ اے ایمان والو! مس حرام ٹھوڑا سٹوری چیزیں جو اللہ نے تمکو حلال کیں اور حد سے مت بڑھو اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو اور کھاؤ اللہ کے دینے سے جو حلال ہو سٹہرا اور قرتے رہو اللہ سے جسپر یقین رکھتے ہو — پارہ ۷ — رکوع ۱ *

مجبور ہو کر اُس قانون پر عمل کیا جو کارخانہ قدرت کے موافق اور مسلمانوں کے مذہب کے مطابق تھا *

طلاق اُن سب ناراضہ مندہوں کا آخر علاج ہی جسکے سبب سے کوئی گھر اور خاندان معرضِ زرخشاں اور تباہی میں ہو ہم پوچھتے ہیں کہ انسان آخر بشر ہی میاں اور بی بی میں اگر کوئی ایسا رنج پیدا ہو گیا جسکا تدارک اور طرح پر ناممکن ہی تو کیا یہ مناسب ہی کہ دونوں اُسی مایوسی اور پُر رنج حالت میں اپنی زندگی بسر کریں یا یہ مناسب ہی کہ دونوں اُس رنج سے خلاص ہوں اور خوشی حاصل کرنے کی فکر کریں مرد اگر کسی بی بی سے نہایت آزردہ ہو اور عدل قائم نہ کر سکے تو وہ اپنی بی بی کو طلاق دیکر اُس رنج سے خلاصی پاسکتا ہی بی بی دوسرا نکاح کرے اُس مایوسانہ حالت سے نکل سکتی ہی تاہم مذہب اسلام نے اسباب کی یہ کچھ روک تھام کی ہی کہ طلاق کی رسم عام نہ ہو جائے اور ایسا مستقل رشتہ بات کی بات میں یا قصہ کی حالت میں منقطع نہ ہو جائے (اس لیے ایک یا دو مرتبہ اگر لفظ طلاق مرتبہ سے نکل بھی جائے تو وہی پھر رجوع ہو سکتی ہی اور تیسری دفعہ کی محتاج رہ جاتی ہی اور طلاق منقطع کے بعد اگر میاں بی بی پھر آپس میں راضی بھی ہو جائیں تو وہ اُس وقت تک کافی نہیں جب تک کہ بی بی نے کسی غیور شخص سے نکاح کر کے طلاق نہ پائی ہو یہ اس لیے کہ طلاق کوئی ہنسی کھیل نہ ہو جائے اور مرد یہ خوب سمجھے لے کہ طلاق کے موثق ہوجانے کے بعد پھر کسی طرح وہ اپنی بی بی کو نہیں پاسکتا اس لیے کہ ضرورت کا دوسرے مرد سے نکاح کرنا اور پھر طلاق پانا نہایت شان ہی *

الغرض میاں اور بی بی کے تعلقات کو جیسا عمدہ مسلمانوں کے مذہب نے قائم کر دیا اور جسقدر رمایہ اسباب کی کہ گھروں کے نساد دور ہوں زنا اور بگاڑی سے مرد اور عورت دونوں محفوظ رہیں اور بدسلوکی و بد اخلاقی پاس ختم آئے پھرے نبی اُمی کی بدولت مسلمانوں میں برتی گئی ممکن نہیں کہ مسلمان اُس کا شکر ادا کر سکیں اور نا ممکن تھا کہ بڑے بڑے عقلمند فی زمانہ اور مہاراجن فی اصول قوانین بھی باہمی مشورتوں سے ایسے مضمرات اور عام فہم نظروں میں اور ایسی آسانی سے ایسے اصول قائم کر سکتے مگر انفسوس ہی کہ اکثر مسلمان اپنے عمدہ مذہب کی اصلی غریبوں کی طرف خیال نہیں فرماتے اور ایسی ایسی وحشیانہ اور ظالمانہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں جو بالکل خدا اور رسول کے حکم کے برخلاف ہیں اور جتنی نسبت ضرور ایک نہ ایک دن اُن سے باز پرس ہوئی ہی اور اپنے اُن نامعقول افعال کو جنکے بیان کرنے سے شرم آتی ہی مذہب اسلام کے مطابق خیال کرنے سے مذہب اسلام کو داغ لگائے ہیں اُن پیکس

گچھہ کم تسلیم نہیں ہوتے اب تک روپیہ پیدا کرنے اور گھر کا انتظام قائم رکھنے اور کاروبار چلانے کا کام اکثر پلنگہ مومرا مردوں ہی سے متعلق ہی پس یہ تمام ترکیب اعضا اور ایاتیں اور ذمہ داریاں جو مردوں میں ہیں بلاشبہ اس لائق ہیں کہ اُن کو مردوں پر ترجیح حاصل ہو *

بائیں ہمہ اس ترجیح سے ہمارا مطلب یہ نہیں ہی کہ عورتوں کے حق میں نا انصافی اور بیرحمی اور ظلم جائز رکھا جائے یہ تمام باتیں مذہب اسلام کے بالکل برخلاف ہیں مسلمانوں کے مذہب میں فریقین کو نہایت تاکید ہوئی ہی کہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت پیار اور محبت سے رہیں مردوں کو یہ نصیحت ہی کہ عورتیں اگر کوئی تلخ بات بھی کہیں تو اُس پر صبر کریں — مرد جب دوسرا نکاح کرے تو اُس پر رض ہی کہ نفقہ اور مصیبت اور پاری میں غرض کہ جملہ باتوں میں اپنی سب پیہیوں میں مسامت اور عدل کو نگاہ رکھے اور علی قدر مراتب سب کی خاطر اور تواضع اور دلداری کرتا رہے — اس موقع پر یہ اعتراض ہو سکتا ہی کہ ممکن ہی کہ ایک بی بی کا حسن و جمال مرد کو دوسری بی بی کی نسبت اپنی طرف زیادہ مائل کر لیرے اور اُس حالت میں مرد اعتدال قائم نہ کر سکے اور بلاشبہ یہ بات صریح ہی لیکن مذہب اسلام پر یہ اعتراض اس لیے وارد نہیں ہو سکتا کہ اُس میں نکاح آخر کی اجازت مرد کو اُسی حالت میں ہی جبکہ مرد اعتدال کر سکے ورنہ وہ نکل مصیبت میں داخل ہوگا اور در حقیقت یہ قید اعتدال بین الزوجتیں کی ایسی سختی ہی کہ ہر آدمی اُسکو پورا نہیں کر سکتا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے جو عدل اور مساوات اپنی پیہیوں میں برتی یہاں تک کہ ہر ایک کے حق پر مٹی تول تول کر کالی اس سے عام مسلمانوں کو تعدد نکاح کی مشکلات سے مطلع کر دیا اور یہ ایک منجانب اللہ اشارہ ہی اسباب کی طرف کہ حتی الامکان ایک ہی بی بی پر قناعت کرنا چاہیئے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہی فی صدی پانچ مسلمان بھی ایسے نہیں ہیں جو ایک سے زیادہ پیہیاں رکھتے ہوں *

لیکن چونکہ سچا مذہب ایسا ہوتا چاہیئے تھا جسمیں ہر ایک جسم اور ملک اور ضرورت اور ہر ایک مزاج کی رعایت ملحوظ ہو سکیئے یہ بات ضرور تھی کہ مرد ایک نکاح سے زیادہ کے واسطے ایک مناسب حد تک مطلقاً منع نہ کیئے جائیں تاکہ اُن مضرتوں کا بھی علاج باقی رہے جو ایسی منع کی حالت میں پیش آتیں — ٹیپولین پونا پاؤت اگر مسلمان ہوتا تو کبھی اُس دفع میں نہ پڑتا جو اُسکو اپنی پہلی بی بی جو جزی حیث سے ادا نہ ہونے اور مرزا لکھنا شہنشاہ ایشیا کی دختر سے دوسرا نکاح کرتے وقت پیش آتی — ٹیپولین نے

اور کچھ شک نہیں کہ یہ تمام خرابیاں صرف اسی وجہ سے پیدا ہوئیں کہ مذکورہ بالا فریقین نے حد اعتدال سے بڑھا کر قدم رکھا *

مشہور بات ہی کہ بڑے بڑے قاضی القضاۃ اور فیصلہ فیصلہ قاضیوں والے وہ مولوی صاحب و قیادہ جو ہندوستانی لالچ و زرنگ میں شریک ہونے کو نہایت ذلیل اور بیعتیائی سمجھتے ہیں (اور بالکل سچ سمجھتے ہیں) انگریزی ناچ و رنگ کی مجلسوں میں بے تکلف شریک ہوتے ہیں اور اُس کو مصلحت و رقت سمجھتے ہیں *

سلطان عبدالعزیز خاں سلطان روم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اسی مصلحت کے لحاظ سے مع اپنے روساء اور اُمراء کے اُس بال مین (یعنی انگریزی ناچ و رنگ کی مجالس میں) شریک ہوا رجسٹریٹر انگلستان نے شاہزادہ ولی عہد بہادر انگلستان کے تسلطِ اٹلیہ میں تشریف لانے کے رقت اپنے اظہارِ مسرت کے واسطے دیا تھا *

اب اس مرتبہ پر در سوال پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ ایسے ناچ و رنگ کی مجالس میں ہوجب مذہب اسلام کے شریک ہونا جائز ہی یا نہیں دوم یہ کہ اگر نا جائز ہی تو مرجوحہ رقت کی مصلحت کے لحاظ سے اُس میں شریک ہونا جائز ہی یا نہیں شق اول کی نسبت تو مجتہدو اسلامیہ کچھ زیادہ بحث کرنا ضرور نہیں ہی نہ جو صاحب ان ناشایستہ حرکتوں کے مرتکب ہوتے ہیں ابھی تک اُنہوں نے خود بھی اُس کو شرعاً مباح نہیں فرمایا ہی شق ثانی کے لحاظ سے میں تسلیم کرتا ہوں کہ مصلحت اندیشی بلا شبہ ایک عمدہ بات ہی لیکن دیکھنا چاہیئے کہ مذہب اسلام میں اتنی گنجائش ہی یا نہیں کہ مسلمان اپنے تمام افعال مذہب کی پابندی سے کر سکیں اور کوئی خرابی پیدا نہ ہو مجتہدو ایک بات یاد آئی دہلی میں جب مولوی عبدالقادر صاحب نے اس جہان سے رحلت فرمائی تو اُس خاندان کے دستور کے مطابق اُن کا جنازہ صندوق میں رکھا گیا اور اوپر سے اُس پر شامیانہ تنہا مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید علیہ الرحمہ نے جو ایک بے نظیر شخص گذرے ہوں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز سے اس بات کی درخواست کی کہ صندوق اور شامیانہ کی شرع میں کچھ اصلیت پائی نہیں جاتی یہ دوتوں بدعتیں موقوف کی جاویں مولانا صاحب نے شامیانہ تو موقوف کر دیا اور صندوق کی نسبت یہ جواب کھلا بھیجا کہ اس کی اصل ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کے جنازہ کو اُن کے بیٹوں نے صندوق میں رکھا تھا - یہ جواب سنکر مولوی اسماعیل صاحب سے فرما گیا اور اُنہوں نے ملائکہ یہ فرمایا کہ کیا مذہب اسلام اب اس قدر تنگ ہو گیا کہ اُس میں جنازہ اُٹھانے تک کے بھی پورے پورے احکام نہیں ملتے جو ہم اور انبیاء ماسبق

لوگوں کو جنکے کعبہ صفا میں باپ مصیبت اور تحطا کے دنوں میں بیچنے والے کے حیلے سے چھوڑ جاتے ہیں شرعی اور مذاہب سمجھا گیا ہی کیا یہ غیرت کی بات نہیں ہی اور کیا یہ مسلمانوں کی رسوائی کا باعث نہیں ہی اور کیا یہ اُنہیں اس لائق نہیں ہی کہ مسلمان اُس سے اجتناب کریں اور اعتدال سے نہ گذریں *

حاصل یہ کہ مذہب اسلام کے ہوجب تمام ہڑتاء ادا کرنے سے لیکر اعلیٰ تک نہایت اعتدال کے ساتھ ہی اور جب اُس سے تجاوز کیا جاتا ہی تب ہی خرابی پیدا ہوتی ہی - بہت کم لوگ ہیں جو اپنے معاملات میں اعتدال برتتے ہوں اور خصوصاً ہندوستان میں تو افراط اور تفريط کی کوئی حد ہی باقی نہیں رہی نکاح کے علاوہ جس کا اوپر ذکر کیا گیا اور بہت سی باتوں میں بے اعتدالیان ہوتی ہیں اور پھر مشکل یہ ہی کہ اُن بے اعتدالیوں کو بے اعتدالی نہیں سمجھا جاتا *

اب آج کل اس بات کا بہت کچھ چرچا ہو رہا ہی کہ مسلمانوں کو شایستگی اور تربیت حاصل کرنا چاہیئے اور بڑے بڑے لوگ اسباب میں سعی ہیں اور بڑے بڑے پڑھے لکھے اُن اوالالعزم لوگوں کی کوششوں کے برخلاف ہیں اور ایک بڑا مظاہرہ اور ممانعتہ قائم ہوا ہی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہی ایک اصول جس پر تمام باتوں کا دار و مدار ہی یعنی اعتدال دونوں فریق اُسی کو بھولے ہوئے ہیں *

ایک فریق تو شایستگی کے نام سے نفرت کرتا ہی اور اُس میں کوشش کرنے کو ضلالت اور ارتداد بلکہ کفر کے قریب تک ٹوٹ پھرنچا دیتا ہی اِس فریق نے دنیاوی ترقی کو مذہب اسلام کے بالکل برخلاف سمجھا ہی اِس فریق میں سے فیصدی تئارے آدمی خود دنیا میں مبتلا ہیں مگر بات کا مرتبہ سے نکالنا صیب جانتے ہیں خود ہر قسم کی کوشش مال و دولت اور نام و عزت کے حصول کے واسطے کرتے ہیں لیکن اسباب کو گوارا نہیں کرتے کہ کوئی شخص اُس کو باقاعدہ حاصل کرنے کے واسطے کوشش کرے اور اوروں کو بھی وہ قواعد سکھلائے *

دوسرے فریق نے برخلاف اُس کے یہ سمجھا کہ شایستہ قوموں سے مانے اور میل و ملاپ قائم رکھنے سے اپنی قوم بھی شایستہ اور مہذب ہو سکتی ہی اور یہ خیال اُن کا بالکل درست تھا لیکن اُنہوں نے جو طریقہ اس مقصد کے حصول کے واسطے اختیار کیا اور اب تک بھی بعض بڑے بڑے نامی مسلمان بعض رقت اُسی کی پیروی کرتے ہیں وہ ایسا خراب تھا کہ اُس کے سبب سے اصل مطلب بھی فوت ہو گیا اور بجائے اس کے کہ سچے مسلمانوں کو اس مقصد کے حصول کی طرف کچھ رغبت ہوتی اور زیادہ نفرت ہوگئی اور ان بدن وہ نفرت ترقی پکڑتی جاتی ہی اور یہ ایک بڑی خرابی کی بات ہی

عہد جسکی نسبت اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہی ادرنوا بالعمہد ان الہمہد کان مسئلہ مسلمانوں کے لیئے مذکورہ بالا منصف کے حصول کے واسطے نہایت عمدہ قانون ہی جو زمانہ مسلمانوں کے عروج اور کمال کا زمانہ گذرا اُس میں بھی مسلمان اپنی اسی یکرنگی اور وفائے عہد کے سبب سے دنیا کی تمام قوموں کی نظروں میں معزز اور ممتاز تھے مسلمان کبھی اپنے دشمنوں کو اِسمات کا موقع نہ دیتے تھے کہ وہ مسلمانوں کی نسبت اِس قسم کا الزام لگا سکیں *

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح جو شام کی لشکر کشی میں مسلمانوں کی فوج کے سردار تھے انہوں نے ایک عیسائی خانہ سے صلح کی اور یہ عہد کر لیا کہ اہل عرب عہدنامہ کی مدت تک تمہاری سوز زمین میں دست اندازی نہ کریں گے — عیسائیوں نے اِس قرار دان پر پورا پورا عمل کرنے کے واسطے اپنی حد پر ایک سینار تمغہ کر لیا اور اپنے حاکم کی تصویر اُس پر قایم کر دی اہل عرب جب اُس تصویر تک پہنچتے تھے تو ایسے عہد کی فرض سے آگے نہ بڑھتے تھے ایک دفعہ کسی اتفاق سے اُس تصویر کی آنکھ میں کچھ نقصان آگیا عیسائیوں نے اُس کی شکایت کی کہ اہل عرب نے اِس آنکھ کو ناقص کر دیا ہی اور یہ ایک نقص عہد ہی — حضرت ابو عبیدہ یہ بات سننے ہی کانپ گئے اور اُن شکایت کرنے والوں کے سامنے اپنی دھڑوں آنکھیں کر دیں کہ اگر تمہارے گمان میں یہ کام ہماری طرف سے ہوا ہی تو جو کسی آنکھ تمہاری تصویر کی نقص نہ ہو گئی ہو وہی آنکھ تم میری ناقص کر دو کہ یہ تکلیف مجھ کو نقص عہد کے الزام عاید کرنے سے آسان تو ہی عیسائیوں نے مسلمانوں کے سردار کی اِس ہمت پر آئیں کی اور اُس نعل = باز رہے *

اب خیال کرنا چاہیئے کہ جو ردار حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور اُن کے ساتھ مسلمانوں کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع میں اس عمدہ صفت کے ذریعہ سے اُس وقت کے عیسائیوں میں ہرا کیا سلطان رزم اور اُس کے اُمراء اور رؤسا کا بھی اعتبار اپنے اِس نعل نامشروع کے ذریعہ سے حال کی غیر قوموں کی نظروں میں ہو سکتا ہی — حاشا کہ اُس کا عشر عشر بھی نہیں ہو سکتا — سلطان نے اگر یہ غلطی کی تو بہت برا کیا اور مسلمانوں کو ہر گز اُس کی تقلید مناسب نہیں ہی مہئے جب اپنے مذہب کے خلاف کام کر کے غیر قوموں میں اپنا اعتبار بھی پیدا کیا تو ہم کیا فیض کو پہنچ سکتے ہیں — جن قوموں کے خوش کرنے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا وہ بھی تو نادان نہیں جب وہ یہ دیکھیں گے کہ ہم خلاف شرع کام اُن کی خواہم سے کرتے ہیں تو وہ بھی ہم کو حقارت سے دیکھیں گے اور جو رسوائی ہم کو دیا

فلوہم الصلوات والسلام کی شریعت کی طرف رجوع لاریں شاہ صاحب اپنے پیچھے کی یہ بات سن کر پسینا پسینا ہو گئے اور مشہور ہی کہ اُس دن کے بعد سے یہ سب رسمیں اُس خاندان میں سے موقوف ہو گئیں *

جو صاحب مصلحت وقت کے حیات سے انگریزی چاچ و رنگ کی مجلسوں میں باوجود ممانعت شریعت کے بے تکلف شریک ہوتے ہیں اُن کا مطالب معاذ اللہ یہ ہوتا ہی کہ مذہب اسلام میں کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہیں ہی جس کے ذریعہ سے مسلمان غیر قوموں سے اپنا معاملہ اتفاق کے ساتھ قائم رکھ سکیں اور اپنا اعتبار اور امراز غیر قوموں کی نظروں میں پیدا کر سکیں ان مصلحت دشمن مسلمانوں کی نسبت یہ کہنا مناسب ہی کہ یہ وہ بکے مسلمان نہیں یا انہوں نے مسلمانوں کے مذہب کی تمام خوبیوں کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہی پس ایسی رائے رکھنے والوں پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جاسکتا ہی اس میں کوئی مولوی ہو یا کوئی قاضی انصاف یا کوئی سلطان وقت ہم کو اُن میں سے کسی کی خلاف شرع مصلحت اندیشی کی تناید کرنا نہ چاہیئے *

مسلمانوں کے مذہب میں جس قدر اُن باتوں کی تعید ہی جن کے ذریعہ سے غیر قوموں میں مسلمانوں کا اعتبار اور امراز قائم رہے ایسی شاید اور کسی مذہب میں نہ ہو یہی نکتہ ہی جس کی نسبت حافظ شیراز فرماتے ہیں —

درمیان شرع و حکمت با هزاران اختلاف

نکتہ ہو گز نشد نزت از دل دانائے تو

دعا اور توبہ سے بچنا ہمارے مذہب کا تمغہ ہی ایک موتیہ کسی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑا چھوٹ گیا اور وہ صحابی خالی توبہ اُسکو دکھا دکھا کر اُس کے پکڑنے کی نکر میں ہوئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن صحابی سے پوچھا کہ اِس توبہ میں کچھ ہی انہوں نے جواب دیا کہ کچھ نہیں ہی اپنے ارشاد کیا کہ اُس میں کچھ دانہ یا گھاس ضرور ڈال کر ورنہ یہ فعل دعا اور توبہ سمجھا جاوے گا پس خیال کر کہ جس مذہب کے بانی نے جائزوں کے ساتھ ایسی ایسی خفیف باتوں میں بھی دعا اور توبہ کرنے کی یہاں تک احتیاط کی اُس نے انسانوں کے آپس میں کس قدر اُس کی تائید کی ہوگی — پس یہ ایک ایسی عمدہ صفت ہی کہ اُسکی بدولت ہم غیر قوموں سے بہت اچھی طرح ملپ قائم کر سکتے ہیں ہم کو چاہیئے کہ ہم اُن کے سامنے جھوٹ نہ بولیں اپنی غرض کے واسطے اُن کو دھوکہ ندیں گو اپنا نقصان ہی ہوتا ہو بات جب کہیں سچی کہیں اور کام جو کر دیں صفائی دل اور نیک نیتی سے کریں دفائے

دوستی کا بوتلاؤ

تہذیب الاخلاق کے تعمیر ازل جاد درم میں ہم ایک مضمون دوستی پر لکھ چکے ہیں اُس میں ہم نے صرف اصول اور نوائے دوستی پر بحث کی تھی اس مضمون میں دوستی کے بوتلاؤ کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کرنے منظور ہیں *

سب اس بات کو مانتے آئے ہیں کہ دوستی انسان کی راحت و درچند اور مصیبت کو نصف کر دیتی ہے یعنی ہماری خوشی میں دوست بھی ہمارے ساتھ خوش ہو کر اُس خوشی کو درچند کر دیتا ہے اور غمی میں دوست کی ہمدردی سے رنج کا ادھا بوجھ ہم پر سے اُل جاتا ہے اگرچہ یہ قول بالکل سچائی پر مبنی ہے مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ بہت سے دوست رکھنے بہتر ہیں — عقلمند متقدمین میں سے ایک کا قول ہے کہ ”بہت سے ہواخواہ بنا مگر دوست بہت کم سب کے ساتھ امن سے رہ مگر ہزار میں سے ایک کو اپنا صالح کار بنا“ یعنی دوستی کم آدمیوں سے کر اور کسی کو دشمن نہ بنا کیونکہ دوستی کا بٹھانا مشکل ہے دوستوں کی تعداد کے ساتھ ہماری مشکل بڑھتی جاتی ہے اور دشمن سے اپنے تئیں محفوظ رکھنے میں ہمیشہ دقت ہوتی ہے بڑے بڑے دوست سے زیادہ کوئی خطرناک دشمن نہیں وہ ہمارے صیوب اور بےیدوں سے واقف ہوتا ہے اور ہزارہا ایسی مضرتیں پہنچا سکتا ہے جو کہ ناراض دشمن کے اختیار میں نہیں ہوسکتیں *

سب سے آسان دوستی وہ ہے جسکا ہم نے اپنے مضمون سابق میں ازل ذکر کیا تھا یعنی وہ جو کہ بغیر آپس کی شناسائی کے ہوتی ہے ایسی مصیبت میں ہمیشہ ہم کو اختیار رہتا ہے کہ کس قدر دوستی رکھیں اور اُس کے بالکل موقوف کرنے میں کچھ اندیشہ نہیں ہوتا کیونکہ اُس حالت میں کوئی اپنا دشمن نہیں بنتا مگر یہ دوستی ادنیٰ قسم کی دوستیوں میں شمار ہوتی ہے اور چونکہ جس قدر دوستی کی مقدار تلبک ہوتی ہے اُس قدر اُس سے خط اور فائدے بھی کم حاصل ہوتے ہیں پس صرف اسی دوستی پر قناعت کرنی نہ چاہیئے *

البتہ دوسری قسم کی دوستی جسکا اب ہم ذکر کرتے ہیں سب سے زیادہ کار آمد ہے اور عام بوتلاؤ میں آتی ہے یعنی وہ مصیبت و الفت جو کہ سیب ربط و ارتباط کے پیدا ہوتی ہے اور جس سے مصیبت کی خوشی اور صلاح کی دوستی مترتب ہے سب سے مقدم شرط اس دوستی کی یہ ہے کہ دونوں شخص اپنے مرتبہ دہری کو

میں اور مسلمانوں کی نظروں میں اور عاقبت میں خدا اور رسول کے سامنے ہوگی وہ اُس پر مستراح ہے *

جو کام ہم اختیار کریں ضرور ہے کہ اُس میں ہر پہلو اور ہر جانب کا خیال کریں اور خصوصاً اپنے مذہب کی طرف سے ہر قسم کی احتیاط کریں دنیا کی اصلاح مسلمانوں کے مذہب کے برخلاف نہیں ہے بلکہ عین متضاد شارع ہی کچھ شک نہیں کہ خدا نخواستہ اگر تمام مسلمان مغلس تلامذہ ہر جاذب تو مسلمانوں کے مذہب کی بھی رونق داتی توفیقی لیکن یہ سب کچھ اُس وقت ہی جب کسی ترقی دہری سے ہم کو اپنے مذہب میں کسی نقصان کے آنے کا اندیشہ نہ ہو پیغمبر

خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اَعِزَّ بِاللّٰهِ مِنَ الْغَنِيِّ الْمَطْعِي و اَعِزَّ بِاللّٰهِ مِنَ الْفَقْرِ الْمَكْبِ یعنی اے اللہ مجھ کو پناہ میں رکھو ایسی دولت اور ثروت سے جس سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ایسی تنگی اور محتاجی سے جس سے آدمی چلا اُٹھے خرد خدا تعالیٰ نے ہم کو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے رَبَّنَا اِنَّمَا دَعَا الدُّنْيَا حَسَدًا و فِي الْآخِرَةِ حَسَدًا وَقَدْ اَدْبَا الْفَارِ پس یہ کون نہد سکتا ہے کہ ہم کو اپنی دنیا کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا ضرور نہیں ہے مگر ہاں اُس میں صرف اس قدر متوجہ ہوں کہ اپنے نماز و روزہ کی طرف سے بھی غافل نہ ہو جاویں *

ہر ایک مسلمان اس بات سے بھڑکی واقف ہے کہ جوں جوں مسلمانوں کے قبضہ میں ملک زیادہ آنے لگے مسلمانوں کی عزت اور اسلام کی رونق زیادہ ہوتی گئی اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جب خاندان راشدین کی خلافت کا زمانہ گذر گیا اور کچھ دنوں بعد مسلمان بادشاہوں نے غیر قوموں کی دیکھا دیکھی شاہانہ تہات درست کیئے اور عیش و آرام میں اس درجہ مستغرق ہوئے کہ مذہب کی طرف سے غافل یا کابل ہو گئے وہی متوسطہ ملک اُن کے قبضہ سے رفتہ رفتہ نکلنے شروع ہو گئے — میں نے یہ کیفیت صرف مسلمانوں کی بیان کی اور حقیقت میں تمام قوموں اور سلطنتوں کا یہی حال ہوا جب اُن قوموں اور سلطنتوں میں اپنے اپنے مذہب کے برخلاف کام ہونے لگے اُن سلطنتوں میں زوال آگیا — پس مسلمانوں کو ہر ایک ترقی اختیار دیتے وقت اپنے مذہبی ارکان کی طرف سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے *

سنہال کے رکھتا دم دشت خار پر منجنوں

کہ اس نواح میں سودا بربھنے پا بھی ہے

واقتام

مشاق حسین

منظور تھی مگر اپنی بدباطنی کے سبب صاف نہ کہہ سکتے تھے یہ بات فرا غور سے سمجھنے میں آریگی اگرچہ ہر شخص کو اپنی زندگی میں ایسے لوگوں سے پالا جوتا ہے *

اصل ہنسی وہ ہے جو کہ ایسی بات کی نسبت ہو جو ہمارے دوست کا عیب نہیں یا جسکے ذکر سے اسکو رنج نہ ہو — ایک قسم کی بات کہنے سے اگر ہمارے دوست کو کچھ جھنجھلاہٹ آئے تو وہ غصہ ہرگز موثر نہیں ہوتا اور نہ اُس سے کچھ ہرج ہرج بلکہ تھوڑے عرصہ کے بعد سیکر اُس سے خوشی ہوتی ہے خود اُس دوست کو جسکی کہ ہنسی کی گئی تھی لطف آتا ہے مگر یہ بھی بیان کرنا ضرور ہے کہ ہنسی میں کوئی جھوٹ بات بیان کرنی جائز نہیں سوائے اُسکی جسکی غلطی صریح ہو — ایسا جھوٹ جھوٹ نہیں کیونکہ وہ اپنی جھوٹ ہونے کو خود صاف دکھاتا ہے اور اُس سے کسی قسم کا ہرج نہیں ہوتا *

ایک اور بات پر غور کرنا چاہیئے — یہ متوالہ سب دوستوں میں مشہور ہے کہ دوست کا مال اپنا ہی ہوتا ہے — یہ نہایت اعلیٰ اور عمدہ قول ہے مگر انوس کی بات ہے کہ اسکا بھی برتاؤ بڑی طرح پر ہوتا ہے اکثر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص اس سب سے کوئی اچھی شے نہیں رکھتا کہ اُسکے ملاقاتی اُسکے پاس وہ شے نہیں رکھتے دیتے ”دوست اچھی شے نہیں چھوڑتے“ یہ اکثر سننے میں آتا ہے — کوئی شے اس سے زیادہ شریف اور اعلیٰ نہیں کہ محبت میں اپنے اور اپنے دوست کے مال کو ایک سمجھتے اور اپنی سب چیزیں کو دیا اُس کے لیئے سمجھتے مگر اس سے زیادہ کوئی حقیر بات نہیں کہ باوجودیکہ ہمکو معلوم ہے کہ ہمارے دوست کو ایک شے نہایت پسند ہے اور اُس لیئے اُسکو عزیز رکھتا ہے پھر بھی ہم اُس سے اُس شے کی درخواست کریں — غور کرنے کی بات ہے کہ اسکا اصل کس قدر غلط ہے اگر ہم اپنے دوست کی ایسی شے کو پسند کریں جس سے اُسکو کسی قسم کی آسائش یا خرابی ہو تو کس قدر محبت کے خلاف ہے کہ اُس سے وہ لیکر دوست کی خوشی یا آسائش میں خلل انداز ہوں اگر وہ شے ہماری دانست میں عمدہ ہے مگر چاہیئے کہ یہ خرابی کریں نہ ہم سے پہلے ہمارا دوست اچھی شے رکھے اور خوشی اور آسائش حاصل کرے نہ یہ کہ اُس سے وہ لیکر محبت کے برخلاف بات کریں — باوجودیکہ ہماری دانست میں اپنا اور دوست کا مال ایک ہی لیکن تاہم اُس سے صرف وہ چیزیں لیٹنی چاہئیں جو کہ ہماری ہی دانست میں عمدہ ہیں مگر اُسکو کچھ خندان عزیز نہیں یا اُس حالت میں اُنکی درخواست کی جاوے جبکہ ہمکو کچھ شک نہ ہو کہ اُس خاص شے کے لینے سے ہمکو اپنے دوست

بالکل بھول جائیں اور گو ایک دوسرے سے دولت و مناکات میں بدرجہا بڑھتے ہو اپنی حالت دوستی میں ایک دوسرے کو برابر سمجھتے یہ اس شرط کے ثابت تہمتی اور صداقت طینت ہی یعنی تلون مزاجی اور بدباطنی دونوں میں نہ ہو — ایسے دو شخصوں میں کامل دوستی نہیں ہوتی جنہیں سے ایک اپنے تئیں دوسرے سے اعلیٰ سمجھتے یا جو کہ ثابت قدم اور صاف باطن نہ ہو لیکن بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں یہ جو دوستی میں اپنے رتبہ کو خیال میں نہ رکھیں اور یہ ہی مقدم باعث ہے کہ مختلف درجہ کے آدمیوں میں دوستی کا ہونا شاذ و نادر ہی *

ہم یہ پہلے بول لکھ چکے ہیں کہ سچے دوست سے بڑھکر دنیا میں کوئی دولت نہیں وہ رنج و خرابی میں یکساں ہماری ہمدردی کرتا ہے مگر ہمکو اُس شخص عیب کا ذکر نہ بھولنا چاہیئے جو کہ دوستی کے ایک بڑے خط کو خراب کردیتا ہے ہماری مراد اُس بیہودہ مشغلے سے ہے جسکو دل لگی یا ہنسے یا مزاح کہتے ہیں ہم ہنسی یا مزاح کے نئے نفسہ دشمن نہیں بلکہ ضرور ہے کہ جب دو دوست بالکل ٹھک مل جائیں تو آپس میں اپنی خوشی کے لیئے کچھ ہنسی کی باتیں کریں مگر ہم اُس طرز ہنسی کے برخلاف ہیں جس سے اکثر محبت میں نزق آتا ہے — یہ وہ طریقہ مزاح کا ہے جس سے دوست بچاے خراب کرنے کے رنج دیتا ہے یعنی اپنے دوست کی کسی سچ بات سے ہنسی کرتے ہوئے ہمارے دوست میں ایک عیب ظاہری ہے — اب ہنسی میں اُس عیب کی طرف کسی قسم کا اشارہ کرنا دیا اُسکے بڑے ہونے کو جتنا ہے اور یہ بالکل نامناسب ہے کیونکہ وہ ہنسی ہنسی نہیں جو کہ سچ ہو بلکہ ایک نوع کی گالی ہے اور اپنے دوست کی ہجو اور اہانت کرے اُسکو رنج دینا ہوتا ہے *

ملاوہ اس طرز ہنسی کے آجکل ایک اور طرز دوستی کا یعنی آپس میں کالم کراچ کا ہونا اہمال محبت سمجھی جاتی ہے اس جگہ اُسکی مذمت کرنی ہم ضرور نہیں سمجھتے کیونکہ ایسی بہت زیادہ تر اُس موقع پر چسپاں ہوگی جہاں کہ شریف شخص کی تہذیب کا ذکر ہو *

ایسے بھی لوگ ہیں جو کہ نہایت مختصر عرصہ میں بڑی دوستی کا دعویٰ کرتے لکھتے ہیں اور مگر دل میں محبت نام کو بھی نہ مگر ہمارے ساتھ ہر قسم کی ہنسی کا اپنے تئیں مجاز سمجھتے ہیں — اکثر ایسے ہی لوگ رنج دلہیں ڈالتے والی ہنسی کے بہت شوقین ہوتے ہیں اور خود بیہودہ خوشی حاصل کرتے ہیں مگر اُس سے بھی بدتر ایک اور کمینہ عادت ہے کہ ہنسی کے پردہ میں کسیکو صاف دہتا یا ایسی بات اشارتاً کہتی جو کہ حقیقت میں اُنکو کہتی

سچے دوست کی سی نعمت کبھی نصیب نہیں ہوتی تعجب نہیں کہ تھوڑے عرصے تک صاف باطن اس بد باطن شخص کے اچھا اور صادق دوست سمجھے مگر نہایت جلد اُسکے حرکات سے اُسکی خاصیت کھل جاتی ہے اور صاف آدمی اپنی اس ملاقاتی سے متاثر ہو جاتا ہے۔

جتنا دوست پرانا ہوتا جاتا ہے اُتنی ہی قدر بڑھتی جاتی ہے اور گو اکثر ہم کو نئے دوست کی رونا پر اتنا ہی بھروسہ ہو جاتا ہے جتنا کہ پرانے دوست پر مگر تاہم پرانے دوست کے ساتھ زیادہ تجربہ زندگی کا ہوتا ہے اور اسی وجہ سے کہ وہ قدیم ہے اُسکی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ مگر کبھی دوستی بڑے اندیشہ کی شے اور اُسکے برقرار رکھنے کے لئے ہم کو بڑی احتیاط لازم ہے — ایک دفعہ دوستی ٹوٹنے کے بعد گہرے عقائد اور عالی ہمت شخص اُس شخص کا جو کہ اُسکا دوست تھا تصور معاف کر دینا مگر پھر دوستی کا ہونا مشکل ہے اور قیڑی دانستہ میں اُس شخص سے جو کہ ہمارے ساتھ دوستی کا عہد کر کے ہمارے ضرر کی بات دانستہ کرے دوستی پور نہ کر پی چاہئے گو اُسکا تصور بالکل دل سے معاف کر دے اور صلح کر لے۔ اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ حرکت جس سے ہم نے ناراض ہو کر ملاقات ترک کی تھی حقیقتہ میں دشمنی کی نہ تھی تو پھر معیت کے جاری کرنے میں کچھ عجز نہیں اور ایسی بات کہ اگر کوئی شخص معاف نہ کرے تو وہ بہت بے رحم اور بے مروت سمجھا جانا چاہئے *

ایک عقلمند کا مقولہ مشہور ہے کہ ”اپنے دشمنوں سے دور رہو اور دوستوں سے ہوشیار“ گو یہ قول ایک دانا شخص کا ہے مگر ہم اُسکے اخیر حصہ سے متفق نہیں — وہ دوستی کیا جسمیں کہ دوست بڑے کچھ بھروسہ نہ کیا جاوے اور وہ معیت کیا کہ جسمیں اپنے دوست کی وفا پر شبہ رہے — شاید یہ قول دنیا کے کار و بار میں نہایت ٹھیک ہو مگر اُس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے خیالات دوستی کے قلمہ برخلاف ہے — اس مقالے سے گڑا یہ سکھانا ہے کہ دوست کو بھیدوں سے مطلع نہ کرے مگر ایسی حالت میں سب سے بڑا فائدہ دوستی کا جاتا رہتا ہے — وہ شخص نہایت نادان بلکہ خائن ہے جو کہ اپنے دوست کے بھیدوں سے درسوں کو مطلع کرتا پھرے — ہم کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں اپنا زائد دار بنائیں مگر یہ کہ شک آجانت کے برخلاف ہے کہ اپنے دوست کے بھیدوں کو غیروں پر کھل دیں الغرض اپنے دوست کی بڑی خاطر داری لازم ہے اور کوئی بات اُس کو رنج دینے والی نہ کرنی چاہئے مصرع ”دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشک درد سے پور نہ آتے کیوں“

بڑے دوست کی ذرا سی معیت کے برخلاف ہے بڑا رنج ہوتا ہے اور ایک دفعہ ایسی دل شکنی کے بعد دوستی کا جاری رہنا دشوار ہی کورتہ دل را شکستہ نہ کہ گھر شکستہ *

کی آسائش سے (جو کہ اُس چیز خاص سے اُس کو ہوتی ہو) بدرجہا بڑھ کر ہوگی اکثر اُس طرح بھی معیت میں فرق آتے دیکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنے دوست سے ایک شے کی درخواست کی اور اُس نے انکار کیا تو ظاہر ہے کہ معیت میں فرق پڑا — سچی دوستی کا ایسی حالت میں یہ مقتضی ہے کہ اگر درخواست کنندہ کو یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں شے دوست کو نہایت عزیز ہے اور اس ناراحتی کی حالت میں درخواست کرے تو معلوم ہوتے ہی اپنی درخواست کو واپس کرے اور اُس شے کے نہ لینے پر مصر ہو — اس بات کو غور سے سمجھنا لینا چاہئے کہ کسی شے کا جو کہ ہمارے دوست کو عزیز ہے مانگنا اُس قدر معیت کے خلاف ہے جقدر کہ اُس دوست کا اُس شے کو درخواست کے بعد لینا — اگر کوئی وجہ خاص ایسی درخواست یا انکار کی ہو تو سچے دوستوں کو لازم ہے کہ صاف بیان کر دیں اور نہ یہ کہ معیت میں خلل آئے دیں *

کیا اچھا قول ہے کہ ”دوست حقیقی ایک بہت مضبوط پٹا ہے اور جس نے ایسا دوست پایا گویا ایک بڑا خزانہ پایا سچا دوست زندگی کے امراض کی دوا ہے اور جو لوگ دل سے ٹیک ہیں اپنی نیکی کے صلہ میں ایسا دوست پائینگے“ سب سے خوبصورت اور ضرور کامل کے لائق اِس مقالے کا اخیر حصہ ہے اُس میں کچھ شک نہیں کہ اپنی طبیعت کی نیکی اور دل کی صفائی کو بغیر ہم کو سچا اور زناہار دوست نہیں ملتا —

دل را بدل رہے ست دریں گنبد سہر

وہ شخص جو کہ خود صاف اور ٹیک ہے ضرور کبھی نہ کبھی اپنا سا دوست پائیگا اور گو اپنی صفائی کے سبب اُس کو کبھی بد لوگوں سے مصرت پھونچے مگر بلاشبہ سچے دوست کے ملنے سے معذور نہ رہیگا مگر بد باطن کو کبھی اچھا دوست نصیب نہیں ہوتا اگر اُس کی سی خاصیت کا شخص ملا تو وہ اُسکی نسبت اتنا ہی شبہ کریگا جتنا کہ یہ اُسکی نسبت اور کبھی کھلو کر دوستی نہیں ہونے کی — اگر بد باطن شخص کسی صاف باطن سے ملے تو اُس کو اُسکی نسبت بھی اپنی بد ملینتی کے سبب شبہ رہیگا اس بات کی فکر میں رہیگا کہ اُسکے بھید معلوم کروں اسی خواہش میں مبتلا ہو کر چھ چھپ کر یاتیں سنیاں اور اگر اتنا نہ کر پی ایسی بات سن پائی جو اُس کی دانستہ میں اُس کے برخلاف ہوئی تو اُس کو اپنی غیبت تصور کر کے اپنے دل میں اپنے تئیں مبارک باد دیکھا کہ کس ہوشیاری سے بھید معلوم کیا گو وہ بات جو کہ اس نے چھپ کر سنی (اور اس طرح پر بات سننے اور چوری میں کچھ فرق نہیں) ایسی ہو کہ اُس صاف باطن شخص کو اُس کے روبرو کہنے میں بھی کچھ تامل نہ پڑتا اپنے شخص کو کبھی

دوستی کا ہوتا

دوستی کا ہوتا

گو اربو کے تقرب میں دوست کے احسان ارتار نے کی خواہش کر ہم برا کہہ آئے ہیں مگر ہم اُس بدبلائی کی بھی مذمت کرتے ہیں جو کہ خواہش مذکورہ بالا کی ضد ہی یعنی اس بات کی خواہش رکھتا کہ جس دوست پر ہم احسان کرچکے ہیں اُسکا احسان نہ لینا چاہیئے تاکہ ہمارا احسان اُسپر سے اُتر نہ جارے جس شخص میں ایسی خواہش ہوتی ہی وہ کبھی سچا دوست نہیں ہوتا اور اُسکا احسان نہایت ناگوار گذرتا ہی کیا اُس نے ہمکو بے بس یا بے مقدر سمجھکر احسان کیا تھا یا یہ کہ ہمکو تقیر و ذلیل اور اپنے تئیں امیر و کبیر اور ہم سے مرتبہ میں اعلیٰ سمجھتا ہی کہ ہم جو اُسکی خدمت معتبت سے کرتی چاہتے ہیں اُسکے قبول کرنے میں اُسکو عار ہی ہاں اور دوست کو تکلیف دینے میں ہمکو کامل ہو تو یہ عین معتبت ہی مگر اس غرض سے اُس سے کسی بات کی درخواست نہ کرتی یا اُسکی دولت کے نہایت ظلیل حصہ کو بھی اپنے لیئے صرف نہونے دیتا کہ ہمیں اُسکا احسان نہونے پارے یا یہ کہ ہمارا احسان اُسپر سے نہ اُتر جارے بدبلائی اور نفاق میں داخل ہی *

ایک اور بات کا ہم متفقہ ذکر کرتے ہیں — زندگی کے تجربہ سے اکثر معلوم ہوا ہی کہ جب کبھی دوستوں میں لین دین شروع ہوا دوستی میں غالباً خلل واقع ہوتا ہی اس لیئے ہماری دانست میں دوست کو ہمیشہ قرض حسنة دے کہ اگر بالفرض بے ادا نہ کر سکے تو معتبت شکنی نہو یہ بہتر ہی کہ اگر دوست قرض مانگے تو صاف بیان کر دے کہ مقدار خاص سے زیادہ دے نہیں سکتا اور اگر ایسے انکار سے کوئی دوست ناراض ہو تو اُسکا تصور ہی *

ہم نے ایک بڑے شخص کے منہ سے یہ مقولہ سنا ہی کہ ”دوست را میاز ما“ مگر اسکے معنی ہوئے یہ نہیں کہ اُسکے احسان لینے سے یا وقت ضرورت مدد کی درخواست کرنے سے عار رکھے بلکہ یہ معنی ہیں کہ بلا ضرورت صرف اپنے دوست کی رفاہی کے واسطے اُس سے کوئی درخواست نہ کرتی چاہیئے کیونکہ آزمائش صرف شہدہ کی حالت میں ہوتا ہی اور وہ درست صادق نہیں جو اپنے دوست کی رفاہی پر شہدہ کرے — زمانہ خود ہو شخص کی خاصیت کو کھول دیتا ہی پھر ہم کہیں اپنے دوست کی نسبت بدگمانی کریں جب تک ممکن ہو اُسکو اپنا دوست سمجھیں اور اگر اخیر کو وہ بد باطن نکلے تو صرف خاموشی اور علیحدہ ہوجاریں مگر اول ہی آدمی کے پوچھنا ہمیں ہمکو احتیاط چاہیئے تاکہ آخر کو ندامت نہو * مصرع

چرا کارے کند حالک کہ باز آید پیشمائی

رقیمہ
محمد محمود عینی مدہ

{ از کریست کالہ کیمرچ
۱۰ اگست سنہ ۱۸۷۱ء

وہم نے اپنے مضمون سابق میں (جسکا یہہ مضمون گویا تتمہ ہی) اُن فریاد کا ذکر کیا تھا جو کہ ہمارے دوست سے ہمکو ہوتے ہیں یہ سب فائدے اکثر دوست کے اپنے بغیر کچھ تکلیف اُٹھائے یا کچھ ہرجائیہ صرف کیئے نہیں ہوتے اور اس لیئے اُن کے سبب ہمیں اُسکا بڑا احسان ہوتا ہی — ایسے احسان کے معاوضہ میں صرف اُس سے مہبت زیادہ کرنی چاہیئے اور مقولہ مشہور ”حساب دوستا در دل“ نہایت غامضی پر مبنی ہی اکثر اس مقولہ کے معنی یہہ سمجھے جارہے کہ جب کوئی دوست ہمارے لیئے اپنی کچھ دولت صرف کرے یا کسی اور طرح ہمکو مہنوں کرے تو اُسکے احسان کو ہم اپنے دلمیں رکھیں طرز موقع پر اُسکو ارتار دیں — ہم اس بات کے بیان کرنے سے باز نہ ہونگے کہ یہہ معنی اس مقولہ کے ہماری رائے میں معتص ظالم ہیں — جسوقت کہ ہم اس اصول کو قبول کریں تو ظاہر ہی کہ اپنے دوست کا احسان لینا گویا قرض لینا ہی اور ضرر ہی کہ ایسے احسان کا بوجھ استدر ناگوار ہوتا ہی کہ برداشت نہیں ہوسکتی قرض کو تو بڑے مقدر ارتار بھی سکتے ہیں مگر ایسے احسان سے تو جان چھٹانی مشکل ہوتی ہی اس لیئے بدلے اسکے کہ ضرورت کے وقت اپنے دوست کی سعی و کوشش کو کام میں لاریں ایک خواہش اسکے برخلاف پیدا ہوجاتی ہی فی الحقیقت دوستی مثل بازار میں سودا خریدنے کے ہوجاتی ہی احسان لیا اور ارتار دیا جیسے سودا لیا اور دام ادا کیئے — دوست کی دوستی سے کیا فائدہ اگر اُسکے احسان کو لیکر ہم اپنے پر اُسکا ارتارنا راجب سمجھیں اور کیا یہہ معتبت کے برخلاف نہیں ہی کہ اُسکے احسان کو ہم اپنے پر بار یا قرض سمجھیں ہاں یہہ معتبت کا مقتضی ہی کہ جہاں تک ہم سے ہو سکے اپنے دوست کی بہبودگی کے لیئے کوشش کریں مگر اس سعی کو اس نیت سے کرنا کہ اُسکا احسان ہم پر سے تل جارے بدبلائی میں داخل ہی — احسان ہم پر سے کبھی تل نہیں سکتا کیونکہ احسان کٹندہ کو احسان کرتے وقت کچھ معاوضہ ملنے کی توقع نہیں ہوتی وہ صرف از راہ مہبت ایک کام ہمارے فائدہ کا کرتا ہی — اس سے ہم اُسکے مہنوں ہوتے ہیں ایسا احسان صرف اس سبب سے کہ اول کیا گیا ہی نمد کے ہزار احسانوں سے بھی نہیں اُترتا بعض لوگ اس نیت سے احسان کسی پر کرتے ہیں کہ وہ شخص ہمیشہ اُنکا مہنوں دھے ایسی حالت میں گو اُس شخص کو ہمیشہ احسانمند رکھنا زیبا ہی مگر اُس احسان کی خود قدر گھٹ جاتی ہی ایسے ہی احسان کرنے والے بعد کو احسان جتایا کرتے ہیں اور واقعہ میں احسان کرکے بھول جانا یا سوائے مہبت کے اور کسی قسم کی عرض کی امید نہ رکھنا بہت عالی ہمت اور شریف لوگوں کا کام ہی *

دوم وہ کتابیں جنکی ضرورت اُسقدر تحصیل علم کے لیئے دیکار
ہی جو (آرٹ) کا درجہ کھلاتا ہی *

سوم وہ کتابیں جنکی ضرورت اُسقدر تحصیل علم کے لیئے ہی
جو (پیچر آف آرٹ) کا درجہ کھلاتا ہی *

مگر لہذا دیکھئے کہ ان درجوں کے لیئے اُسقدر علم کی کتابیں داخل
ہونی چاہئیں جو لندن یونیورسٹی میں اِس قسم کے درجوں کی
تعلیم کے لیئے مقرر ہی *

چہام وہ کتابیں جو درجہ (ماسٹر آف آرٹ) کے لیئے دیکار
ہیں *

تمام لوگ جو مسلمانوں کی تعلیم کے خواہشمند ہیں اسیات
کو غالباً تسلیم کریں گے کہ یہہ تحقیقات جسکے لیئے سلیکٹ کمیٹی
مقرر ہوئی ہی نہایت مفید اور بنیاد ترقی تعلیم مسلمانان بلکہ بنیان
ترقی تعلیم اعلیٰ ہند ہی مگر جسقدر روپیہ کہ اسوقت تک کمیٹی کے
پاس موجود ہی وہ اِس امر کی تمام کارروائی کے انجام دینے کے لیئے
اور فہرست کتب اور ضرورت کمیٹی کے چاہیہ ہونے کے لیئے کافی نہیں
ہی اور اِسلیئے ضرورت ہی کہ اور روپیہ بطور چندہ اور ڈرنیشن کے جمع
کیا جارے اور جو نئے شخص چندہ دیں وہ بلحاظ بائی لاز کمیٹی کے
ممبر متصور ہوں پس ممبران موجودہ کمیٹی سے بھی درخواست امداد
کی جاتی ہی اور نیز اور مسلمانوں سے بھی درخواست ہی کہ اپنی
شرکت سے اور ٹائید چندہ و ڈرنیشن سے اِس مفید کام کے انجام میں
مدد فرماویں *

بموجب تجویز صدر کمیٹی خراسٹار ترقی تعلیم مسلمانان کے
جاری ہوا *

سید اسد

سکرتری

مقام بنارس ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۷۱ ع

اشتہار

از طرف کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان

واضح ہو کہ آج کی تاریخ تک کمیٹی خراسٹار ترقی تعلیم
مسلمانان کی تصریح میں زر تریو چندہ بقدر مبالغہ تین سو پچپن
روپیہ ساڑھے دس آنہ کے موجود ہی مگر کمیٹی نے آج کے اجلاس میں
یہہ تجویز کی ہی کہ ایک سلیکٹ کمیٹی مقرر ہو وہ اِس تمام
کتابوں کو جو آج تک زبان اُردو میں تصنیف یا ترجمہ ہوئی ہیں
علمی ہوں یا چاہیہ کی جہاں تک ممکن ہو سب کو مستعار لیکر
جمع کرے اور اُن کی ایک فہرست علوم رار بنائے اور اُس میں
مصنفوں کا نام اور نہایت اختصار سے مضمون کتاب مندرج کرے تاکہ
معلوم ہو کہ آج تک کس قدر کتابیں اور کس کس عام کی زبان اُردو
میں موجود ہوئی ہیں *

بعد اِسکے کمیٹی مذکور اُن سب کتابوں کو دیکھ کر ایک عام
طور پر اُنکی نسبت رائے دے اور ہر ایک عام کی جو عمدہ کتابیں
قابل درس کے ہیں اُنکو منتخب کرے اور اُنکی نسبت پالتھخیص
اپنی رائے ظاہر کرے اور یہہ لکھے کہ اور کس کس عام کی اور کس قدر
کتابوں کی اُردو زبان میں موجود ہونے کی بالاعمال اشد ضرورت ہی *

کمیٹی کی یہہ بھی خواہش ہی کہ کتب موجودہ کو اور نیز جنکا
آئندہ موجود کرنا متصور ہو چار مفصل ذیل درجوں میں تقسیم
کیا جارے *

اول وہ کتابیں جنکی ضرورت اُسقدر تحصیل علم کے لیئے ہی
جو انٹرنس کا درجہ کھلاتا ہی مگر واضح ہو کہ کلکتہ یونیورسٹی
میں جسقدر تحصیل انگریزی زبان میں اِس درجہ کے لیئے مقرر ہی
وہ نہایت کم ہی اور اُسقدر تحصیل سے کچھہ لیاقت نہیں آتی اِس
لیئے اِس درجہ میں اُسقدر علم کی کتابیں داخل ہونی چاہئیں جو
لندن یونیورسٹی میں (مٹریکولیشن) درجہ کے لیئے ہیں اِس لیئے
کہ انگریزی زبان میں علم تحصیل کرنے میں جو مشکلات بسبب غیر
زبان ہونے کے پیش آتی ہیں وہ اُردو زبان میں پیش نہ آویں گی
اور طالب علم بھرتی لندن یونیورسٹی کے برابر پڑھ سکیں گے *

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۲]

۱۵ رجب المرجب سنہ ۱۳۸۸ ہجری

[جلد دوم]

نہ اس پتلے کے صانع کی مرضی یہی تھی کہ یہ پتلا خود اپنا آپ مالک رہے *

غلامی ان تمام چیزوں کے بانیوں کو نہ صانع کی مرضی کے برخلاف ہی اور اسلامی خدا کی مرضی کے مطابق نہیں ہوسکتی حقیقت میں غلامی سے زیادہ کوئی چیز نظارتی نیکی کے (جو اصلی منبع تمام نیکیوں کا ہے) برعکس اور مخالف نہیں ہے، غلامی بے انتہا بدیوں کی جو اور تمام بد اخلاقیوں کی ماں اور کلیۃً اخلاق حمیدہ کی دشمن ہے نیا پاک پروردگار ایسی ٹاپاک چیز کو انسان کے حق میں جائز کرتا؟ کیا خدا تعالیٰ ان تمام صفات کو جو اُس نے انسان میں پیدا کی ہیں غلامی کی حالت سے برباد کرتا پسند کرتا؟ یہ تمام لطیف توی جو خدا نے انسان میں اسلامی پیدا کیئے ہیں نہ خدا کے ایسے کام میں آریں دوسروں کے تصرف میں جانے پر راضی ہوتا؟ جب کہ خدا کلکم عیداللہ و تل نساہکم امام اللہ مردہ میرے غلام ہیں اور تمام عورتیں میری لونڈیاں ہیں تو کیا وہ اپنا شریک پیدا کر کو خوش ہوتا؟ *

لا و اللہ یا اللہ انت و حدک لاشریک لک *

آزادی جو ہر ایک انسان کا قدرتی حق ہے غلامی ٹھیک ٹھیک اُس کو برباد کرنے والی ہے، قدرتی حقوق کا برباد کرنا اصلی ظلم اور

بسم الله الرحمن الرحيم

مضمون نمبر ۵۲

نوشہ سید احمد

ابطال غلامی

تہذیب الاسلام عن شیخ الامۃ والغلالم

دیباچہ

خدا نے انسان کو ایک ایسی ہستی بنایا ہے جسکی نظارت میں آزادی اور خود مختاری رکھی ہے اُس کو ذی عقل اور ذی شعور پیدا کیا ہے، اُس کو تمام قوی، ظاہری و باطنی عطا کیئے ہیں اُن کے استعمال کی اُس کی قدرت بخشی ہے ہر کام کے شروع کرنے کی سمجھ اور اُس کے انجام کی سوجھ بوجھ اُس کو دی ہے تاکہ ہر کام کا آغاز و انجام خود سونچ لے، اُس کو ایسی نظارت پر بنا دیا ہے کہ وہ خود اپنے لیے تمام چیزوں کے مہیا کرنے کا حاحتمند ہے خود خدا نے فرمایا ہے کہ انسان کے لیے بجز اُس کے جسکی وہ خود کوشش کرتا ہے کچھ نہیں ہے پس یہ تمام حالتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں

جو خدا نے ایک انسان کے دوسرے پر پیدا کیئے ہیں تا وقتا رہتے ہیں اور اس کیئے کچھ اُن کی قدر نہیں جانتے اور گناہ اور دوسروں کی حق تلفی اور طرح طرح کے جواہیم دینی و دنیوی کے منجھہ بن جاتے ہیں اور اپنے نفس کو کسی طرح ضبط میں نہیں رکھ سکتے *

نہایت سچ کہا ہی جس نے کہا ہی کہ غلام زمانہ موجود کی مضائقہ ہی کیونکہ اُس کی حالت قابل ترقی کے نہیں ہی زمانہ آئندہ میں یہ نسبت زمانہ موجود کے کوئی بہتری اُس کے لیئے نہیں ہی زمانہ آئندہ اُن کے لیئے درحقیقت تکرار زمانہ گذشتہ کی ہی اُن کو قرآن انسانی میں سے بجز بھوک اور غصہ کے اور کچھ نصیب نہیں پیش بینی اور پیش بندی میں حیوان مطاق سے کچھ بھی زیادہ نہیں *

جو قوت کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی خواہشوں کو اعتدال میں رکھنے کے لیئے بخشی ہی وہ غلامی کی حالت سے زایل ہو جاتی ہی اور اس لیئے غلام نہایت کمینہ خواہشوں اور خوشیوں کے بالکل مغلوب ہو جاتے ہیں اور نفس امارہ کے روئے کی باگ اُن کے قابو میں نہیں رہتی *

نہایت سچا قول ہی کہ غلامی کی حالت غلاموں کے خیالات اور اخلاق کو خراب اور ابتور کر دیتی ہی وہ اپنی پیدائش سے ظلم و بے انصافی کے مظاہر رہتے ہیں اور اس لیئے انصاف اور انسانیت کے حقوق کو بہت کم جانتے ہیں ، اُنکا مدرسہ بے ایمانی اور نساد ہی اُنکے تمام حقوق ضایع ہو جاتے ہیں اور اس لیئے دوسروں کے استحقاق کو توڑنا اور ضایع کرنا گویا اُن کی جیاد ہو جاتی ہی اور اسی سبب سے جزوی جہت ہوئے اُن کا روزمرہ کا کام ہوتا ہی اور اُس کی برائی اور گنہگاری اُن کو سمجھانا امکان سے خارج ہوتا ہی پس اُن کی حالت ایسی ہو جاتی ہی کہ گویا اُن کے تمام قوی عقلی اور اخلاقی سب ضایع ہو گئے ہیں *

غلاموں کی حالت کی خرابی اُن کی جسمانی حالت کی خرابی سے کچھ زیادہ تعلق نہیں رکھتی بلکہ وہ خرابی زیادہ تر روح سے ملحقہ رکھتی ہی انسان کی روح جہاں تک کہ خراب و برباد ہو سکتی ہی غلامی اُس کے خراب اور برباد کرنے کو کافی ہی ، غلام کو اس بات کا مطلق خیال نہیں آتا کہ میں کیا عرس اور مجھے کیا ہونا چاہیئے ۔ مجھے میں کیا کیا قوتیں ہیں اور اُن کو کس طرح اور کس درجہ تک ترقی دینا چاہیئے *

غلامی صرف غلاموں ہی کے اخلاق کو خراب نہیں کرتی بلکہ اُن کے آقاؤں کے اور جو لوگ غلام کرنے سے تعلق رکھتے ہیں

بھیٹ نا انصافی ہی ، پس انسان ایسی خطاؤں کا خاوار ہو سکتا ہی کیونکہ وہ ناقابل سہر و خطا نہیں ہی مگر خدا ایسے تصور کا تصدیقوار نہیں ہو سکتا وہ تمام خطاؤں سے پاک اور تمام تقصیروں سے مبرا ہی * یہ سمجھنا کہ اگر غلام آرام و آسائش سے رکھے جاویں اور رحم و مہمت سے پرورش کیئے جاویں تو کوئی برائی نہیں ہی منقض غلطی اور سرتا سو دھوکا ہی ، غلامی فی نفسہ ایک قدرتی گناہ ہی اور اُنکو بدسلوکی سے رکھنا دوسرا گناہ ہی پس کوئی چیز قدرتی گناہ سے زیادہ خوف ناک نہیں ہی *

غلامی تمام اخلاق انسانی کو خراب کرنے والی ہی غلاموں کے حالات اور اُنکی عقل اور عادت انسانی حالت سے تزلزل کرکے حیوانی حالت میں آجاتے ہیں اور جو لوگ غلام بناتے ہیں وہ جبراً اور ناانصافی سے انسان کو جو اشرف المخلوقات ہی تزلزل کی حالت میں ڈالتے ہیں ، غلامی کی حالت میں انسان کے تمام قدرتی قوتیں جنکو خدا نے وسیلہ ترقی بنایا ہی معطل و بیکار ہو جاتے ہیں اور اُنکی حالت ہر طرح پر اُنکی ترقی کی جنکی ترقی کرنا قدرت کے قانون بنانے والے قادر مطلق کی مرضی ہی مانع ہوتی ہی *

مستند و مشفق اُنہا کی قوت جو خدا نے انسان میں اس مراد سے پیدا کی ہی کہ انسان اپنی ترقی اور بھلائی کے لیئے صرف کوئے غلاموں میں بالکل معدوم ہوتی ہی کیونکہ اُنکی کوئی مصنف اُنکے لیئے نہیں ہی *

مستند و الفح جو انسان کی زندگی کی جان ہی اور جس پر دین و دنیا دونوں کی بھلائی منحصر ہی غلامی کی حالت میں بالکل مردہ ہو جاتی ہی جو لطف اور اُنس و مستند ازدواج سے پیدا ہوتا ہی وہ غلاموں کو حاصل نہیں ہوتا اُنکا ازدواج وحشی جانوروں کے ازدواج سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتا ارلاک کی مصیبت اور اُنکی پرورش کا جوش جتن کہ جانوروں میں ہی غلاموں میں اتنا بھی نہیں ہوتا غلاموں میں ولولہ ہمدردی کا کسی سے یہاں تک نہ اپنی ارلاک سے بھی مطلق نہیں ہوتا بدوفا ہونا اُسکی ایک مشہور صفت ہو جاتی ہی *

مالکیت کی جو ایک قدرتی خوشی ہی وہ غلاموں میں بالکل معدوم ہوتی ہی کیونکہ وہ کسی چیز کے یہاں تک کہ خود اپنے آپ کے بھی مالک نہیں ہوتے اور یہ حالت ادنیٰ سے ادنیٰ جاندار سے بھی جسکو خدا نے پیدا کیا ہی نہایت کمینہ اور بدتر حالت ہی * چونکہ غلام بجز روٹی کھانے اور کپڑا پہننے کے اور کوئی حق دنیا میں اپنے لیئے نہیں رکھتے اس لیئے وہ اُن تمام حقوق سے

انسانیت نے اپنے درجہ کمال پر ظہور کیا ہو پس اب ہم اُسی زمانہ کی تلاش پر متوجہ ہوتے ہیں *

باب دوم

اس بات کے بیان میں کہ لونڈیوں اور غلاموں کی نسبت اور غلامی کی رسم کی نسبت جو زمانہ جاہلیت میں تھی اسلام نے کیا کیا

اسلام کے شرع ہوتے ہی زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں چوتھ نہیں ہو گئی تھیں بلکہ زمانہ اسلام میں بھی زمانہ جاہلیت کی بہت سی رسمیں پر جب تک کہ اُن کے برخلاف کوئی حکم نہیں اپنا عمل درآمد رہا مثلاً متعہ کی رسم، شراب خوری، احدام کی حالتیں گھوڑوں کے دروازوں سے گھوڑوں میں نہ آنا، برہنہ ہو کر طواف خانہ کعبہ کرنا، دو ہنٹوں سے ایک ساتھ شادی کرنا، باپ کی جرور کو اپنی جرور بنا لینا، متبنی کی جرور کو بہد طلاق بھی محترمت میں سے جاننا، یہ تمام جاہلیت کی رسمیں ایسی تھیں کہ زمانہ اسلام میں بھی جب تک امتناع نہیں آیا ان پر عمل ہوتا رہا اسی طرح غلامی کی رسم پر بھی جب تک آیت حریت قائل نہیں ہوئی کچھ توڑا سا نمادآمد ہوا مگر اُس کے بعد ہو گئے نہیں ہوا اور اُسی لئے ہم کہتے ہیں کہ صرف اسلام ہی ایسا کامل دین ہی جس نے غلامی کو دنیا سے معدوم کرنا چاہا ہی *

اس میں کچھ شک نہیں کہ قبل نزول آیت حریت جو غلام موجود تھے اُن کو اسلام نے دفعتاً آزاد نہیں کیا اور نہ اُن کے اُن تعلقات کو توڑا جو بموجب رسم زمانہ جاہلیت اُن میں تھے بلکہ آئندہ کی غلامی کو معدوم کیا اور موجودہ غلاموں کے لئے بہت سی تدبیریں اُن کے رفتہ رفتہ آزاد ہوجانے کی کیں، جو لوگ اصول النظام مدن سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کسی ملک کے اور خصوصاً عرب کیسے ملک کے جسمیں لونڈیوں و غلاموں کے تعلقات اُن کے آقاؤں سے ایک عجیب سی قسم کے اور نہایت پیچ در پیچ تھے تمام لونڈیوں اور غلاموں کا دفعتاً آزاد کردینا کیسا مشکل اور کستور مختلف قسم کی خرابیوں اور دقتوں بلکہ انواع اقسام کے گناہوں کا مورث ہوتا اسلام نے دفعتاً اُنکا آزاد کرنا غیر ممکن مادی تھا پس اسلام نے عین رحمت اور حکمت کی جو اُن کو دفعتاً آزاد نہیں کیا بلکہ اُن کے رفتہ رفتہ آزاد ہونے کی اور آئندہ کی مسدودی کی تدبیر کی *

بارہ سو برس بعد اس واقعہ کے بڑے بڑے مدبروں نے جو غلامی کے معدوم ہونے میں کوششیں کیں وہ بھی اُس سے زیادہ کچھ نکر سکے کہ

تیسرا میں جو یورپی کا سال کہلاتا تھا اس قسم کے غلام آزاد ہوجاتے تھے *

توریت مقدس سفر لویان باب ہست و پنجم آیت ۳۶ لغایت ۴۳ میں یہ لکھا ہی — اگر برادرت نزد تو فقیر شدہ بتو فروختہ شدہ پندگی بندگان را بار مگذار — باتو ملک مزدور یا چوں مہماں باشد و تو را تا سال یروانی خدمت نماید انکہ از نزد تو بیرون رود و اولادش بہمراستای تا بقیامت خود ہو گردد و ہم بملک اباے خود رجعت نماید — زیرانداد بندگان مستند و ایشان را از زمین مصر بیرون آوردیم مثل فروش بندگان فروختہ نشود — بارے ہیچا حکمرانی مہما را از خدای خود بترس *

دوم — وہ صغیرالن لڑکے و لڑکیاں جو اُنکے ماں باپ سے خرید لی جاتی تھیں — یہ طریقہ بھی غالباً یہودیوں سے جاری ہوا تھا *

توریت مقدس سفر لویان باب ہست و پنجم آیت ۴۴ لغایت ۴۶ میں لکھا ہی — بندگان و کنیزکانے کہ ازان توآند از طاریقی کہ در اشرف شہاید از ایشان بندگان و کنیزکان را بفزید و ہم از پسران مسافران غریبی کہ باشہاید از ایشان و ہم از قبیلہ شاعے ایشان کہ باشما بردہ در زمین شما تولید یابندہ اند بفزید تا برآے شما مملوک باشند و ایشان را برآے پسران شما بعد از شما مملوک سازند تا انکہ ملک موروثی باشند و ایشان را ابدال بندہ سازید اما برادران شما پسران اسرائیل یا یکدیگر ہیچا حکمرانی نہایند *

سوم — وہ صغیرالن لڑکے و لڑکیاں جو کسی ملک سے بھٹاکر یا چورا کر کے آتے تھے *

چہارم — وہ جنگو بزرگدستی ڈاکہ ڈانی یا دھڑنی کے طور سے پکڑ لاتے تھے *

پنجم — دشمن کے ملک کا وہ آدمی جو لڑائی کے زمانہ میں بلاامان خفیہ چلا آتا تھا اور گرفتار ہوجاتا تھا *

ششم — وہ مرد و عورت و بچے جو لڑائی میں قید ہوتے تھے ایسی عورتوں کے ساتھ مشرکین عرب بمعجزہ اُن کے گرفتار کرنے کے مباشرت کو جائز اور درست سمجھتے تھے چنانچہ اس وحشیانہ اور ظالمانہ حرکت کو نزدیک شاعر زمانہ جاہلیت کا اصطلاح پر فخریہ بیان کرتا ہی —

و ذات حلیل انکبتہا و راحلتا * خلال امن یبئنی بہا ام تطلق بلاشبہ ان تمام وحشیانہ رسموں کو سنکر جو قبل اسلام نسبت غلامی کے عرب میں جاری تھیں انسان کے دل پر نہایت سخت اثر ہوتا ہی اور اہمات کی تلاش پر رغبت کرتا ہی کہ کوئی ایسا زمانہ بھی گذرا ہی جس میں ایسی بے رحمیوں کے معدوم کرنے پر کوشش کی گئی ہو اور

ابطال غلامی

ابطال غلامی

نزول آیت حریت کے غلام ہو چکے تھے اور جن کو اسلام نے بھی آزاد نہیں کیا تھا چنانچہ اُن تمام آیتوں میں جن میں لوثیہ و غلام کا ذکر ہی ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے جو آئندہ کی غلامی پر جس کو ہم بلفظ رقیبت مستنبطہ تعمیر کرنے کے دلائل کرتا ہو *

اس مقام پر ہم اپنے اس بیان کے اثبات کے لیئے قرآن مجید کی اُن تمام آیات کو نقل کرتے ہیں جن میں کوئی ایسا لفظ آیا ہے جو غلامی پر دلائل کرتا ہے اور تمام دنیا پر اپنے اس دعوے کی تصدیق ظاہر کرتے ہیں کہ اُن میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو رقیبت مستنبطہ پر دلائل کرتا ہو *

لفظ مملکت

یہ لفظ قرآن مجید کی پندرہ آیتوں میں آیا ہے اور تو یہ لفظ خود بھی صیغہ ماضی کا ہے جو ملکیت مستنبطہ پر دلائل نہیں کرتا اور قطع نظر اس کے اُن آیتوں کے معانی بھی کسی طرح رقیبت مستنبطہ پر اشارہ نہیں کرتے *

آیت اول — سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ، وَاِذَا ذَلَّخْتُمُ الظَّالِمِينَ فِرَاخًا اَوْ مِلْكًا
ایمانکم — ۳ — ۳
سورہ کے تو ایک ہی صورت سے یا

اُس سے جس کے مالک، تمہارے ہاتھ ہو چکے ہیں نکاح کرو *
ایہ تدریس — اسی سورہ میں اللہ صاحب نے دوسری جگہ فرمایا
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمَالَکِ کہ ”تم پر وہ رشتہ دار عورتیں
ایمانکم کتاب اللہ علیکم و احلالکم جنکا بیان ہوا اور آزاد عورتیں
ما وراہ ذالک ان تمہارے باورالک حرام کی گئی ہیں مگر وہ جو
محصنات غیر مسافحین
نہیں خدا نے یہ حکم تم پر لکھ دیا ہے اور ان کے سرا جتنی ہیں
وہ تمہارے لیئے حلال کی گئی ہیں اس طرح وہ کہ تم اپنے مال کے
یعنی مہر کے بدلے نکاح کرتا چاہو پاکدامنی رکھنے کو نہ مستی
نکالنے کو *

اس آیت میں جو لفظ محصنات کا ہے اُس کے معنی انہی
مفسرین نے شہرہ والی عورتیں لیئے ہیں اور مملکت ایمانکم کے لفظ
سے یہ مراد لی ہے کہ وہ عورتیں لڑائی میں قید ہو آئی ہوں اور
اُن کے کافر شرہ دارالکفر میں ہوں اور اس گھڑی ہوئی تقویٰ سے
یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ لڑائی میں جو عورتیں شہرہ والی یا
بے شہرہ والی پکڑی جاویں وہ لوثیاں ہیں اور اُن سے بھائی کی مانند
مباحثت کرنی درست ہے *

آئندہ کی غلامی کو بند کیا اور موجودہ غلاموں کے رفتہ رفتہ آزاد ہونے کی
تدبیر کی البتہ اُن کی تدبیروں میں اور بانی اسلام کی تدبیروں میں
اِتنا فرق تھا کہ اُن کی تدبیروں زیادہ تو مادی چیزوں سے علاوہ رکھتی
تھیں اور بانی اسلام کی تدبیروں زیادہ تو روحانی چیزوں سے متعلق
تھیں *

اُس نے غلاموں کے مالکوں کو وحی کی رو سے سمجھایا کہ ”غلاموں
کے آزاد کرنے سے زیادہ کوئی پیاری چیز اللہ کے نزدیک نہیں ہے *
• اُن نے بعض گناہوں کے کفارہ میں بردہ آزاد کرنے کا حکم دیا *
• صاف یہ حکم دیا کہ اگر غلام کما کر اپنی قیمت ادا کر دینی
چاہیں تو اقرار نامہ لیکر اُن کو چھوڑ دو *

ایسے غلاموں کو جن کے مالکوں نے قیمت لیکر آزاد کرنے کا وعدہ
کیا ہے خیریت دینے اور چندہ دینے پر رغبت دلائی *
بیت المال میں سے مکتبہ غلاموں کی آزادی کے لیئے روپیہ دینا
تجزیر کیا *

بعض حالتیں ایسی مقرر کیں کہ اُس میں لوثیاں از خود بلا
آزاد کیئے آزاد ہو جائیں *

ایسے معاہدے یا اقرار کو جس میں ذرا سا بھی اشتباہ معاہدہ
یا اقرار آزادی کا ہو بمنزلہ معاہدہ و اقرار کامل آزادی کے قرار
دیا *

موجودہ غلاموں کی ترقی حالت کے لیئے بھی نہایت مستنبطہ
احکام صادر فرمائے — غلاموں کے مالکوں کو مناسب سے زیادہ خدمت
لیئے سے منع کیا — یہ حکم دیا کہ وہ لوثیہ غلام نہ کر نہ پکارے
جاویں — اُن کو مثل اپنے کھلایا پہنایا جاوے — اُن کو اُن کے
رشتہ داروں سے جدا نہ کیا جاوے — یہ احکام ایسے مستنبطہ اور
رحم کے پورے ہوئے تھے جن سے غلاموں کی حالت کو بہت ترقی ہوئی
تھی بلکہ وہ غلامی کی حالت سے بھائی پندی کی حالت پر پہنچ گئے
تھے — پس کوئی تدبیر اور کوئی حکیم اور کوئی انسان کا بھلائی
چاہنے والا اُن کے ساتھ اس سے زیادہ نہیں کر سکتا تھا جو کہ اسلام
نے اُن کے ساتھ کیا *

مگر قرآن مجید میں جو متعدد جگہ لوثیہ و غلاموں کا ذکر
آیا ہے اور بعضی جگہ اُن کی نسبت کچھ احکام بھی بیان ہوئے
ہیں اُس سے لڑک متعجب ہونے کے اگر غلامی معدوم ہو گئی تھی
تو وہ احکام قرآن مجید میں کیوں آئے تھے *

اسی چیز نے بڑے بڑے مالکوں کو دھوکہ دیا ہے اور غلطی میں
قلا ہی مگر سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ تمام احکام انہیں موجودہ
لوثیہ و غلاموں کی نسبت ہیں جو ہم رجب رسم جاہلیت اور قبل

چنانچہ تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ معصنات شوہر والی

و المعصنات - و هن ذرات
الازداج لانہن احسن نرجہن بالتزویج
فہن معصنات ر معصنات - الا
ماماکت ایمانکم - یزید ماماکت
ایمانہم من اللاتی سببن ولون ازواج
فی دار الکفر فہن حلال لغراۃ المسلمین
و ان کن معصنات

ہو پس وہ عورتیں مسلمان غازیوں کے لیئے حلال ہیں اور اگرچہ وہ
شوہر والی ہوں - نعوذ باللہ *

مگر جس شخص کو خدا نے ضلالت تغلید سے بچایا ہوگا اور خدا کے
کلم کر اُس ادب سے جسکا وہ مستحق ہے دیکھنا ہی تو یقین کرلیگا کہ
اس آیت کی یہ مراد نہیں ہے نہ اس میں لڑائی کے قیدیوں کا کچھ
ذکر ہی اور نہ ان لفظوں کے یہ معنی ہیں *

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں احسان کا لفظ
چار معنوں میں آیا ہے - اول - بمعنی حریت یعنی آزادی جیسیکہ
واذین یزعمون المعصنات ثم لم
یا تورا باربعۃ شہادۃ فاجادہم ثمانین
جلدۃ

عورتوں پر لکھیں اور پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو اُن کو اُسی درجہ
مارد اور راسیطرح سورۃ نساء میں فرمایا کہ پھر جب وہ یعنی لڑکیاں
شوہردار ہو جائیں اور پھر بدکاری
کریں تو اُن پر یہ نسبت
معصنات یعنی آزاد عورتوں کے
ادھا عذاب ہے اور تفسیر کبیر

میں بھی معصنات کے معنی العذرائ یعنی آزاد عورتیں لکھ
ہیں - اور اسی جگہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کُڑی تم میں

و من لم یستطع منکم عاولا ان ینکح
المعصنات - یعنی العذرائ

اس جگہ بھی تفسیر کبیر میں معصنات کے معنی العذرائ یعنی آزاد
عورتوں کے لکھ ہیں *

دوم - بمعنی پاکدامنی جیسیکہ خدا تعالیٰ نے اسی سورۃ میں
فرمایا ہے کہ معصنیں یعنی
معصنیں غیر مسانہین - اور پاکدامنی رکھنے کو نہ مستی نکالنے
معصنات غیر مسانہات
کو اور لڑکیوں کی نسبت بھی
فرمایا ہے کہ معصنات یعنی پاکدامنی رکھنے والیاں نہ مستی

نکالنے والیاں - اور اسی طرح سورۃ انبیاء میں حضرت مریم کی
نسبت فرمایا والتی احصنت نرجہا * اے عافہ * اور جس نے پاک
دامنی سے رکھا اپنی شرمگاہ کو - احصنت کا لفظ جو اس آیت
میں ہے اُسکے معنی تفسیر کبیر میں عفت یعنی پاکدامنی کے لکھے
ہیں *

سوم - بمعنی اسلام - ہم ابھی سورۃ نساء کی ایک آیت لکھے
چکے ہیں جس میں لفظ احصن کا ہے تفسیر کبیر میں اس کے معنی
لکھے ہیں ”احصن“ اے اسلمن - یعنی جب لڑکیاں مسلمان ہو جائیں
اور پھر بدکاری کریں تو اُن پر یہ نسبت آزاد عورتوں کے ادھا عذاب ہے *
علماء حنفیہ اور دیگر علماء کو جو اس جگہ احصن کے معنی
اسلمن کے لینے دیتے اس کا یہ سبب ہے کہ اگر یہ معنی نلیں تو
اُنکا ایک دوسرا مسئلہ رجم معصنات کا جزو ہے سے ہل کر گزرتا ہے
اس لیئے اُنہوں نے احصن کے اسلمن معنی بنائے مگر ہم ان معنوں کو
تسلیم نہیں کرتے *

چہارم - بمعنی شوہردار - پس جو ارگ کہ والمعصنات
من النساء سے شوہردار عورتیں مراد لیتے ہیں اُن کے پاس اُس کی
نیا سند ہے اس لیئے کہ لفظ متعدد المعنی سے ایک معنی معنی ایک
مسئلہ عظیمہ کے اخذ کرنے کو مقرر کرنے کے لیئے کوئی دلیل عقلی یا نقلی
چاہیے سو یہاں بجز اپنے قیاس سے ایک بات کہہ دینے کے نہ کوئی عقلی
دلیل ہے نہ نقلی *

خود اس آیت سے ثابت ہے کہ یہاں معصنات سے آزاد عورتیں
مراد ہیں کیونکہ یہی لفظ کُڑی جگہ اس مقام پر آیا ہے اور سب
جگہ آزاد عورتیں ہی اُس سے مراد لی گئی ہیں *

تفسیر کبیر میں بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے اور قبول کیا ہے
کہ جس طرح اور جگہ اس لفظ کے معنی آزاد عورتوں کے ہیں اسی
طرح اس جگہ بھی اس لفظ کے معنی آزاد عورتوں کے ہیں چنانچہ
ان المراد ہنہا بالمعصنات العذرائ
والدلیل علیہ قولہ تعالیٰ بعد ہذہ الایۃ
و من لم یستطع منکم عاولا ان ینکح
المعصنات المرمنات فہن ماماکت
ایمانکم ذکر ہنہا بالمعصنات ثم قال
بعدہ و من لم یستطع منکم عاولا
ان ینکح المعصنات کان المراد
بالمعصنات ہنہا ماہوالمراد ہناک
ثم المراد من المعصنات ہناک العذرائ
نکاح کرے تو اُن سے کرے جو
تمہارے ہاتھوں کی ملک ہو چکی ہیں خدا تعالیٰ نے پہلی ذمہ معصنات کا

مگر وہ مرتبتیں جو پہلے آزاد تھیں مگر اب تمہاری اونٹیاں ہو چکی ہیں *

اگر انسان کو خلافت تقلید میں خدا تعالیٰ نے اُس کے دل کو اُس سچائی اور اور حقیقتی سے جو مذہب اسلام میں ہی روشن کرے تو اس آیت کا مطلب سمجھنے میں کچھ بھی دقت نہیں ہی — اس جگہ خدا تعالیٰ نے جو مرتبتیں اور رشتہ دار عورتیں حرام ہیں اور جو حلال ہیں اُن کا بیان فرمایا ہی مگر قبل نزل اس آیت کے اسکا کچھ لحاظ نہ تھا خدا تعالیٰ نے جو کچھ کہ قبل اس آیت کے ہو چکا تھا اُسکے جائز رکھنے کو یہہ فرمایا کہ جو آزاد عورتیں تمہاری ملک ہو چکی ہیں یعنی اُس زمانہ کی رسم بموجب تصرف میں آچکی ہیں وہ حرام نہیں ہیں پس اس سے کوئی حکم رقیہ مستقبلہ کا نہیں نکل سکتا *

اسکی نظیر اسی سورۃ میں اور اسی جگہ موجود ہی کہ اہل عرب اپنے باپ کی جرور کو جرور بنانے میں کچھ قیاحب نہیں سمجھتے تھے جب اُس کی نہی آئی تو خدا نے فرمایا کہ اس سے پہلے جو ہو چکا وہ چکا چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی ”مت نکاح کرو اُن عورتوں سے جن سے تمہارے لائق نہ ہو“ ابامکم من النساء الا ما قد سلف کچھ کہ پہلے ہو چکا “ یعنی وہ اس امتناع میں داخل نہیں ہی *

آیت سوم — اللہ صاحب نے سورۃ نساء میں فرمایا ہی اور جو کوئی تم میں سے بتدریج ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من نیکاتکم المومنات آزاد عورتوں سے نکاح کرے تو جو عورتیں تمہارے ہاتھوں کی ملکیت ہو چکی ہیں اُنہیں سے جو مسلمان چھوڑ دیاں ہیں اُن سے نکاح کرے *

آیت چہارم — اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں دوسری جگہ فرمایا ہی کہ ”اللہ کی عبادت کرو اور را عبدوا اللہ والتشکروا بہ شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربی والیتیم والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل و ماملکت ایمانکم اور یتیموں اور غریبوں کے قربت مدد ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور اپنے پاس کے بیٹھنے والے کے ساتھ اور اُنکے ساتھ جو تمہارے ہاتھوں کی ملک ہو چکی ہیں *

لفظ فرمایا پھر دوسری دفعہ بھی وہی لفظ محصنات کا فرمایا تو چہرہ محصنات کے لفظ سے اس جگہ ہو گئی وہی اُس جگہ ہو گئی پھر اُس جگہ وہ محصنات سے آزاد عورتیں مراد ہیں پھر اُس جگہ بھی یہی مراد ہیں *

اور الا ما ملکت ایمانکم جو اس آیت میں آیا اُس سے لونڈیوں ہی کے معنی لینے ضروری نہیں ہیں اس کیلئے کہ نکاح کے سبب جو ملکیت ہرجاتی ہی اُس پر بھی ماملکت ایمانکم کا اطلاق ہوتا ہی اور جو مدد ازواج کے خدا نے ہمارے لینے جائز کر دیئے ہیں اُنپر بھی ملکیت کا اطلاق ہوتا ہی چنانچہ تفسیر کیوں میں لکھا ہی کہ ”اس آیت میں جو لفظ نفی قرآن الاما ملکت ایمانکم اور جہاں الاما ملکت ایمانکم آیا ہی الاول المراد منه العدد الذي جعله الله ملكا لكم وهو الاربع نصرا والتدبیر حرمت علیکم التحریز الا بعد ان جعله الله ملكا لكم وهو الاربع والثاني العناویر محصنات علیکم الاما اثبت الله لكم ملک علیہن وذلك عند حضور الرئی والشہود و سایر الشراط المتبررة فی الشریعة هذا الاول فی تفسیر قوله الا ماملکت ایمانکم وهو المختار ویدل علیہ قوله تعالیٰ والذین هم لغرضهم حافظون الا علی ازواجهم اوما ملکت ایمانہم جعل الله ملک الیومین عبارة عن ثبوت الملک فیہا فربما ان یکون ہما مقسرا ینذک لان تفسیر لظاہر الا بکلام اللہ اقرب العلق الی الصدق والصراف

جب دلی موجود ہو اور کوا حاضر ہوں اور تمام شرطیں جو شریعت میں نکاح کے لینے مقرر ہیں وہ سب پوری ہوں پس یہی ٹھیک تفسیر ہی خدا کے کلام الا ماملکت ایمانکم کی اور اسکو عالموں نے اختیار کیا ہی اور اس کی صحت پر قرآن مجید کی دوسری آیت بھی دلالت کرتی ہی — سورۃ مومنوں میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ جو مسلمان اپنے عضو شہوت کی نگہبانی کرتے ہیں بجز اپنی جروروں کے یا اُن کے جنکے مالک اُنکے ہاتھ ہو چکے ہیں — اس آیت میں اللہ صاحب نے ہات کی ملک سے مسلمانوں کی ملکیت کا اُن میں ثابت ہونا مراد لیا ہی پس واجب ہی کہ اُس آیت میں بھی یہی مراد لی جاوے اس لینے کہ تفسیر قرآن مجید کی ایک آیت کی قرآن مجید کی دوسری آیت سے نہایت ٹھیک رستہ سچائی اور درستی پر چلنے کا ہی * علامہ ابن کے اگر ماملکت ایمانکم سے اونٹیاں ہی مراد لیں تو بھی آیت کے معنی یہہ ہونگے کہ تم پر آزاد عورتیں حرام ہوئی ہیں

آیت یازدہم — اللہ صاحب نے سورۃ روم میں تمثیلاً فرمایا ہے
 ضرب لکم مملکات من انفسکم هل لکم کہ تم کو تمہارے ہی حال سے
 من ممالک ایمانکم من شرکاء مثلدی کہ جو کچھ خدا نے
 فیما رزقناکم * تم کو دیا ہے کیا اُس میں ان
 لوگوں میں سے کوئی جنکے مالک تمہارے ہاتھ ہرچکے ہیں تمہارے
 شریکوں میں ہی *

آیت درازدہم — اللہ صاحب نے سورۃ اخزاب میں فرمایا ہے کہ
 یا ایہا النبی انا احللتک ازواجکم اے نبی! ہم نے حلال کیں تیرے لئے
 اللاتی ایت اجور ہی و ممالک تیری جوڑیں جنکا مہر تو دے
 یمینک مما اذن اللہ علیک چکا ہے اور جو تیرے ہاتھوں کی
 ملک ہو چکی ہیں اُن میں سے جنکو اللہ نے تجھ کو دیا ہے *

یہ وہ آیت ہے جس میں احکام ازواج مطہرات مذکور ہیں اور
 اسکے بعد کی آیت میں آنحضرت صلعم کو ایسے بعد اور کسی عورت سے
 ازدواج کرنے سے امتناع آیا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب
 رسول خدا صلعم کے ازدواج کے کوئی احکام خاص نہیں تھے بلکہ جس طرح
 کہ عرب میں ازدواج کا دستور تھا اسی طرح پر ازدواج ہوا تھا — البتہ
 متنبی کی زوجہ کے بعد طلاق حرام نہونے کی نسبت احکام صادر ہوئے
 تھے سو وہ بھی جناب پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ متشعروں میں نہیں
 بلکہ حکم مذکورہ تمام مسلمانوں کے لئے ہی مگر اِس آیت میں خدا
 تعالیٰ نے اُن تمام ازدواجوں کو جو ہرچکے تھے حلال و پاک قرار دیا
 اور ازدواج آئندہ سے منع فرمایا چنانچہ اسی سورۃ میں فرمایا ہے
 ولا یصل لک النساء من بعد ولا ان عورتیں ایسے بعد اور نہ یہ کہ
 تبدل دیں من ازواج ولو اعجبکم اُن جوڑوں کے بدلے اور جوڑوں
 حسنین کے اگرچہ اُنکا حسن تجھ کو
 اچھا لگتا ہو *

قبل نزول اس آیت کے مقررہ مصر کے بادشاہ نے دو لونڈیاں
 ایک ماریہ قبطیہ اور دوسری سیرین بطور تحفہ کے بھیجی تھیں
 اُن میں سے ماریہ قبطیہ بہر جب رسم عرب کے حضرت کے تصرف
 میں تھیں — اس طرح پر تحفہ آنے کو عربی زبان میں (فتی) کہتے
 تھے ہیں اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ممالک یمینک
 مما اذن اللہ علیک تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس تصرف کو جو
 ہاتھ ہرچکے ہیں *

آیت پنجم — اللہ صاحب نے سورۃ نحل میں فرمایا ہے کہ
 واللہ فضل بعضہ علی بعض فی الرزق واللہ نے تم میں سے کسی کو
 فما الذین نضار ابرار فی رزقہم علی کسی پر رزق کی فراخی میں
 ممالک ایمانہم ہم فیہ سرآ زیادتی دی ہے پس جنکو
 زیادتی دی ہے وہ اپنا رزق اُنکو بھی دیں جنکے مالک اُنکے ہاتھ
 ہرچکے ہیں تاکہ رزق میں وہ برابر رہیں *

آیت ششم و ہفتم — یہ آیت سورۃ مومنوں میں بھی ہے
 والذین ہم لفرجہم حافظون الامالی اور سورۃ معارج میں بھی ہے
 ازواجہم او ممالک ایمانہم فانہم اسمیں اللہ صاحب نے فرمایا
 غیر ملوسین ہی کہ جو مسلمان اپنے مضر
 شہرت کی نگہبانی کرتے ہیں مگر اپنی جوڑوں کے ساتھ یا اُن کے
 ساتھ جنکے مالک اُنکے ہاتھ ہرچکے ہیں تو اُن پر کچھ ملامت
 نہیں *

آیت ہشتم — اللہ صاحب نے سورۃ نور میں فرمایا ہے کہ
 اور نساؤن او ممالک ایمانہن در عورتوں کو اپنا سینہ جو اُن
 کے بدن کی زینت ہے سب
 لوگوں سے سرائے بعض کے ڈھکا رکھنا چاہیئے اور جو لوگوں سے چھپا
 رکھنا ضرور نہیں ہے اُس میں سے یہ لوگ نہیں جنکا اس مقام پر
 بیان ہی یعنی ایس کی عورتیں یا وہ جنکے مالک اُن کے ہاتھ
 ہرچکے ہیں *

آیت نہم — اسی سورۃ میں دوسری جگہ یہ آیت ہے کہ جو لوگ
 والذین یتغرون الکتاب ممالک اُن لوگوں میں سے جو تمہارے
 ایمانکم نکاتو ہم ان علمتم ندیم خیرا ہاتھوں کی ملک ہرچکے ہیں
 خط آزادی چاہیں تو اُنکو لکھ دو اگر جانو اُس میں بہتری *

آیت دہم — اسی سورۃ میں اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ در
 یا ایہ الذین امنوا لیست انکم الذین اے مسلمانوں تیں وقت میں
 ملک ایمانکم جنکا بیان اس آیت میں ہے
 تمہارے پاس اُنکو بھی اجازت لیکر آنا چاہیئے جنکے مالک تمہارے
 ہاتھ ہرچکے ہیں *

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۳]

یکم شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

تتمہ مضمون نمبر ۵۲

خدا نے درست رکھا مگر اُسکے بعد مطلقاً ازدواج کو منع کر دیا پس اس آیت سے بھی کسی طرح رقیب مستفاد کا ثبوت نہیں ہوتا *

بعض لوگ اذہ کے معنی غنیمت یعنی لڑائی کی اوت کے کہتے ہیں اور اُس پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ لڑائی میں اوت کے وقت جو عورتیں ہاتھ آریں وہ لڑنکیاں ہو جاتی ہیں مگر یہ دلیل انکی درجہ سے غلط ہے اول اس لیے کہ لڑائی کے قیدیوں کی نسبت خاص حکم آچکا ہے کہ وہ احسان کو کر یا ذبیحہ لیکر چھوڑ دیئے جائیں دوسرے اس لیے کہ (اذہ) کے معنی لڑائی کی اوت کے نہیں ہیں بلکہ کافر بغیر لڑائی کے جو کچھ دیں وہ ٹہی ہی چند نچہ بھارا انوار میں لکھا ہے کہ ”کئی وہ چیز ہے جو کافروں انقیلے ما جصل المسلمین من اموال کے مال میں سے بغیر لڑائی کے انکار من غیر حرب ولا جہاد راصلہ اور بغیر جہاد کے مسلمانوں کے ہاتھ آوے“ البتہ کبھی کبھی

میں آٹھیمت کے مال پر بھی (ٹہی) کا اطلاق ہو جاتا ہے مگر جبکہ اصلی معنی بالکل صحیح و درست اور مطابق واقع کے ہوں تو مجازی معنی اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے *

علاوہ اس کے تمام آیت میں اُن موجودہ عورتوں کی نسبت اسکاں ہیں جو آنحضرت صائم کے پاس موجود تھیں اور (ملکت) اور (اذہ) دونوں مائے کے صنفے ہیں پھر اُن سے رقیب مستفاد پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے *

آیت سیدہم — اللہ تعالیٰ سورہ احزاب میں فرماتا ہے

کہ ”ہمکو معلوم ہے جو کچھ قد علمنا فروغنا علیہم فی ازواجہم و ممالک ایمانہم مقرر کر دیا ہے مسلمانوں پر اُن کی جوڑوں کے باب میں اور اُن کے باب میں جن کے مالک اُن کے ہاتھ ہو چکے ہیں“ *

آیت چہارنہم — اسی سورہ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ”نہیں حلال ہیں کچھ عورتیں اس لا یصل لک النساء من بعد ولا ان تبدیل بہن من ازواجہن و لا یجوز حسنن الا ما مالک یمیک کہ بعد اور نہ یہ نہ اُن جوڑوں کے بدلے اور جوڑوں کو حسنن الا ما مالک یمیک اگرچہ اُنکا حسن کچھ اچھا لگتا ہو مگر وہ جسکے مالک تیرے ہاتھ ہو چکے ہیں“ *

یہ آیت اور اسکے پہلے کی آیت جس میں تعدید ازواج لکھی دونوں کا مطلب واحد ہے اس آیت کی ابتداء میں مطلقاً عورتوں کے حلال سے منع فرمایا تھا مگر الا ما مالک کہنے سے وہ عورتیں مستثنیٰ ہو گئیں جنکا بیان پہلی آیت میں ہوا ایمانہ کہ ممالک یمیک اس ملکیت پر بھی

عبدالکرم رہو مومن تہذیب رقبہ مار ڈالا ہو تو کار خلاصی ہمے مومنہ دان کان من قوم یکنم و بیہم میثاقی ذبیقہ مسامحہ الی اعلہ و تہذیب رقبہ مومنہ فون ام یجدہ نصیام شہرین متناہین توبہ من اللہ و خان اللہ علیہا حکیمیا کی قوم میں سے تھا اور وہ مسلمان تھا تو آزاد کرے مسلمان بردہ اور اگر ایسی قوم میں سے تھا جن میں تم سے اور اُن سے عہد ہی تر خوں بھادے اُسکے وارثوں کو اور آزاد کرے مسلمان بردہ اور جسکو مسلمان بردہ نعلے تو در مہینے برابر روزے رکھے تاکہ اللہ اُسکو معاف کرے۔*

آیت دوم — اللہ صاحب نے سورہ مائدہ میں فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ تمکو نہیں پکڑتا لایزاد خذکم اللہ بالغوفی ایما نکم و لکن یوا خذکم بعامتہم الایمان قتارۃ اطعام عشرۃ مساکن من اوسط اطعامون اعلیکم اورکرتہم او تعزیر رقبۃ فون ام یجدہ نصیام ثلثۃ ایام کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا جیسا کہ تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا اُنکو کپڑا پہناتا یا مسلمان بردہ آزاد کرنا ہی اور اگر نہ ملے تو تین دن روزے رکھنے ہیں۔*

آیت سوم — اللہ صاحب نے سورہ مجادلہ میں فرمایا ہی کہ ”جو کوئی تم میں سے اپنی جوروں و الذین یتاہرون من نسائہم تم یہو دون لما قالوا تہذیر رقبۃ من قبل ان یتماسا ذکم تو مطرین بہ و اللہ بما تملون خیبر فون ام یجدہ نصیام شہرین متناہین من قبل ان یتماسا فون ام یستطع فاطعام ستین مسکینا ہرگی اور اللہ جانتا ہی جو تم کرتے ہو پھر جسکو نعلے تو دو مہینے برابر روزے رکھے اپنی جوروں کو چھوٹے سے بڑے اور جو نکرتے تو ساٹھ معتاجوں کو کھانا کھارے۔“

آیت چہارم — اللہ صاحب سورہ بلد میں فرماتا ہی کہ آزاد کرنا بردہ کا بڑی گناہی کا پہلا نکلنا نک رقبۃ

ہی۔*

ان تمام احکام میں جو غلام نہ ملنے کی حالت میں آؤں درودی قسم کے غافروں کا ذکر آیا ہی اس سے رقبہ مستقبلہ کے معہوم ہونے پر اشارہ نکل سکتا ہی تندیر۔*

شامل ہی جو پسپب نکاح یا صا افاد اللہ مالیک کے حاصل ہوئی ہو پس لایصل لک النسا فون بعد ولا ان آیت کے معنی یہ ہوئے کہ تبدیل ہون من ازواج وکو اعجبک و نہیں حلال نہیں تہذیب جوروں حسنوں الا ازواجک اللاتی آیت اس کے بعد اور نہ یہاں جوروں اجور ہن اور مالکیت یہینک صا کے بدلے اور جوروں کے اگرچہ انام اللہ علیک اُن کا حسن تہذیب اچھا لگتا ہو مگر تہذیب جوروں جنکا مہر تو دے چکا ہی اور جوروں کے ہاتھوں کی مالک ہو چکی ہیں اُن میں سے جنکو اللہ نے تہذیب دیا ہی“ پس اس آیت میں بھی ٹوٹی ایسا لفظ نہیں ہی جو رقبہ مستقبلہ پر دلالت کرتا ہو۔*

آیت پانزدہم — اللہ صاحب نے اسی سورہ میں فرمایا ہی ولا نساہن ولا ماملک ایمانہن کہ در جوروں کو اپنی جوروں کے اور جنکے مالک اُنکے ہاتھ ہو چکے ہیں سامنے آنا گناہ نہیں۔*

یہ بات صحیح ہی کہ قرآن مجید میں بہت سے انعال صیغہ ماضی سے بیان ہوئے ہیں حالانکہ جو احکام اُن کی نسبت ہیں وہ زمانہ مستقبلہ کو بھی شامل ہیں مگر انعال انسانی دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جنکا تحقق اور وقوع دونو ایک ساتھ ہیں مثلاً قتل کہ جب وہ واقع ہوگا اُسکا تحقق بھی ہوگا پس ایسے انعال جو صیغہ ماضی سے بیان ہوں اُن کے احکام مستقبلہ کو بھی شامل ہیں کیونکہ اُن کا تحقق صرف وقوع نعل پر منحصر ہی مگر دوسری قسم کے انعال یعنی وہ جنکا تحقق حکمی ہی تو اُن کا تحقق بغیر موجود ہونے حکم کے نہیں ہوتا رقبہ ایک حکمی شی ہی تو جب تک حکم رقبہ موجود نہو تحقق رقبہ کسی نعل انسانی سے نہیں ہو سکتا اور حکم رقبہ قرآن مجید میں موجود نہیں ہی پس جو الفاظ متضمن معنی رقبہ بصیغہ ماضی بیان ہوئے ہیں وہ رقبہ مستقبلہ پر جاری نہیں ہو سکتے۔*

لفظ رقبہ

یہ لفظ چار جگہ قرآن مجید میں آیا ہی چنانچہ اُن آیتوں کو جن میں یہ لفظ ہی ہم اس جگہ لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اُن آیتوں سے کسی طرح حکم رقبہ مستقبلہ مستنبط نہیں ہوتا۔*

آیت اول — اللہ تعالیٰ سورہ نسا میں فرماتا ہی کہ و مسلمان و مالک لہر من ان یقتل مومنالا کو نہیں چاہیئے کہ مسلمان کو خطا و مین قتل مومنالا خطا و تہذیب مار ڈالے مگر یہ کہ انجانی سے رقبہ مومنہ ذبیقہ مسامحہ الی اعلہ مار دیا ہو اور جس شخص نے الا ان یصدقا اُن کان من قوم کہ انجانی سے کسی مسلمان کو

آیت سوم — اللہ صاحب نے سورہ نحل میں یہ پڑھتوں کے سمجھنے کے لیے ایک غلام کی مثال ضرب اللہ مثلاً عبدا مامرا کا دی جو دوسرے کا مال ہی اور لایقادر علی شئی کسی چیز پر کچھ اختیار نہیں رکھتا *
لفظ امة

قرآن مجید میں دو جگہ یہ لفظ ہے اور کسی جگہ سے بھی رقیبت مستقبلہ کا حکم نہیں پا جاتا *
آیت اول — سورہ بقرہ میں اللہ صاحب نے مسلمانوں کو مشرک عورتوں سے بیاہ کرنے کو منع و لامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ فرمایا اور تاکیداً یہ ارشاد کیا کہ ولو اعتبیتکم ایک مسلمان لونڈی مشرک عورت سے اچھی ہے اگرچہ وہ مشرک عورت تم کو اچھی لگتی ہو *
آیت دوم — اللہ صاحب نے سورہ نور میں فرمایا ہے کہ ” نکاح کرو مسلمان رانڈوں کا اور نیک رانڈوں کو الاہمی منکم والصالحین چاہنے والوں اور لونڈیوں کا“ *
من عباد کم و امالکم

لفظ فقیات

یہ لفظ بھی قرآن مجید میں دو جگہ بمعنی لونڈیوں کے آیا ہے مگر ایک جگہ بھی ایسا نہ ہو لفظ نہیں ہے جو رقیبت مستقبلہ پر اشارہ کرتا ہو *
آیت اول — سورہ نساء کی آیت ہے جو ذیل لفظ ماملکت میں بیان ہو چکی *
آیت دوم — اللہ صاحب نے سورہ نور میں فرمایا ہے کہ اپنی چھوڑیوں پر بدکاری کے لینے و لا تگھو فقیاتکم علی البغاء جبر نہ کرو دنیا کی زندگی کا ان اردن تحصنۃ لتبتغوا عرض سامان ہم پہنچانے کے لینے الصدیرۃ الدینا جبکہ وہ چاہتی ہیں پاک دامن رہنا *

لفظ اذوا

یہ لفظ تین جگہ قرآن مجید میں آیا ہے مگر صرف آیت سورہ احزاب ہماری بحث سے متعلق تھی جس سے ہم نے ذیل لفظ ماملکت بغربی بھٹ کرچکے *
لفظ غلام و جارۃ

یہ لفظ قرآن مجید میں تو نہیں آئے مگر حدیث میں آئے ہیں چنانچہ وہ حدیث لکھی جاتی ہے *

لفظ الرقاب

یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ بمعنی عبد آیا ہے مگر کوئی لفظ بھی اُن آیتوں کا جن میں یہ لفظ ہے رقیبت مستقبلہ پر دلالت نہیں کرتا *
آیت اول — سورہ بقرہ میں اللہ صاحب نے اُن باتوں کو جو

اس آیت میں بیان ہوئی ہیں والیسا لیں و فی الرقاب نیکیاں گناہی اور اُنہی کے ساتھ مسافروں اور سائوں کو خیرات دینا اور بردہ آزاد کرنے میں روپیہ خرچ کرنا نیک کام فرمایا ہے *
آیت دوم — سورہ توبہ میں اللہ صاحب نے زکوٰۃ کے روپیہ کا خرچ بتلایا ہے کہ نہاں کہیں خرچ انما الصدقات للفقراء والمساکین ہوئی اسی کے ساتھ بتلایا کہ و للعالمین علیہا والمؤلفۃ قاربہم بردہ آزاد کرنے میں بھی خرچ و فی الرقاب کیا جارہا ہے *

لفظ عبد

یہ لفظ بمعنی غلام تین چار جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اور اُس سے بھی رقیبت مستقبلہ پر استدلال نہیں ہو سکتا *
آیت اول — یعنی اللہ صاحب نے مسلمان عورتوں کو مشرکین سے شادی کرنے کو منع کیا ہے و لعبد مومن خیر من مشرک اور بطور تاکید کے یہ فرمایا کہ و لو اعجبیکم مسلمان غلام بھی ایک مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ مشرک تم کو اچھا معلوم ہوتا ہو *
آیت دوم — عرب میں بزمانہ جاہلیت یہ دستور تھا کہ ایک

عرب میں بزمانہ جاہلیت یہ دستور تھا کہ ایک قوم دوسری قوم پر کسی سبب سے العبر بانصر و العبد بالعبد اپنے تئیں بڑا قرار دیتی تھی اور بڑائی کے سبب سے یہ ہوتا تھا کہ اگر بڑی قوم میں کا غلام مارا جاتا تو اُس کے بدلے میں دوسری قوم کے حر یعنی آزاد کو مار ڈالتے تھے اور اگر عورت ماری جاتی تھی تو اُس کے بدلے مرد کو مارتے تھے اور اگر ایک مرد مارا جاتا تھا تو اُس کے بدلے دو مرد مارتے تھے جب کہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اُس کا جھگڑا رسول خدا صلعم کے سامنے ہوا تو قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر قصاص فرض کیا ہے اگر آزاد مرد کو مارے تو دھبی مارا جاوے اگر غلام غلام کو مارے تو غلام ہی مارا جاوے اگر عورت عورت کو مارے تو وہی عورت ماری جاوے *

اور کون سا آدمی ہی کہ غلام اور لوثی ہو سکتا ہی اُس کا جواب مولوی وجیہ الدین صاحب سہارنپوری نے لکھا تھا اور جناب مولوی محمد اسحق صاحب نے اُس سے اتفاق کیا تھا اور بعد کر مفتی محمد اکرام الدین خاں صاحب اور مولوی محمد کرم اللہ صاحب اور مفتی سید رحمت علیخان عرف مفتی میر لال صاحب اور جناب حضرت شاہ احمد سعید صاحب اور مولوی حاجی قاسم صاحب اور مولوی عبدالغفار صاحب اور جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب اور مولوی حبیب اللہ صاحب اور جناب مولوی محمد صدور الدین خاں صاحب نے بھی اُس پر اپنی اپنی مہریں ثبت کرنا چاہیں اُس میں بھی یہ لکھا ہی کہ ”سب غلام و نابیزک ہونے کا ابتداء غلبہ ہی حالا و مالا یعنی بالفضل اور آئندہ کو نہ غیر اس کا بیع وغیرہ اسلئے کہ سب اور پیدا کرنے والا مالک کا ہو چیز میں غلبہ ہی نہ غیر اُس کا اور متصل اُس کا مال میاں ہی نہ غیر اس کا اور آدمی میں مال میاں قطعاً حویہ ہی اور معنی غلبہ کے قدرت اور قابو پانا ہی ایک چیز پر بالفضل اور آئندہ کو بھی یعنی اُس طرح اُس کی پناہ میں آیا کہ کوئی اُسے چھٹا نہیں سکتا اور غالب حویہ پر جو کوئی ہو مسلمان ہو یا کافر ذمی ہو یا حربی مالک اُس کا ہو جاتا ہی انتہی“ مگر اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ غلبہ و استیلاء کو جو سبب رقیبت اور حربی کو مال میاں ٹھہرایا ہی آیا اُس کے لیئے کوئی نص صریح قرآن و حدیث میں موجود ہی یا نہیں اُس کا جواب صاف ہی کہ کوئی نہیں البتہ یہ بات کہی جاسکتی ہی کہ اگلے عالموں نے اپنے ذہن میں قیدیان جہاد کو لوثی و غلام سمجھے کہ اور صرف اپنی رائے سے اور نہ کسی نص سے اُن کی رقیبت کی وجہ غلبہ و استیلاء قرار دی اور جہاں کہیں اُنہوں نے ذرا بھی غلبہ و استیلاء کسی قسم کا پایا وہاں رقیبت کو جاری کر دیا مسلمانوں کا حربیوں کو زبردستی پکڑ لانا یا حربیوں کا بطور نذر کے بھیجنا یا حربیوں کا دارالاسلام میں پکڑا جانا سب کو جہاد کے غلبہ و استیلاء پر قیاس کر لیا *

کیسے تعجب کی بات ہی کہ اگلے علماء نے حربیوں کی اولاد کا دارالغرب میں خریدنا بشرطیکہ وہ لڑک اُنکا بیٹھنا جائز سمجھتے ہوں اُس لیئے جائز قرار دیا ہی کہ اُس میں بھی غلبہ و استیلاء کی ضرورت ہی اور وہ ضرورت یہ ہی کہ جب اہل حرب جواز بیع کے معتقد ہونے تو بعد بیع وہ اُس کو پھر نہیں سکتے پس پسپ خریدنے کے مسلمان کو حربی پر غلبہ و استیلاء متحقق ہو گیا — ثمود باللہ منہذا الا باطل *

اب ہمارے علماء نے اس غلبہ و استیلاء کو جو اپنی دلیلیات کا ٹھہرایا ہوا اصول تھا یہاں تک وسعت دی کہ غلبہ و استیلاء کرنے والے پر

غلبہ ہی اور ایک وہ جو ملکیت منتقل کردیتا ہی اور وہ بیع ہی اور مثل اُس کے اور ایک وہ جو مالک کا جائشین کردیتا ہی اور وہ وراثت اور وصیت ہی *

روایات ہشتم — در مختار میں لکھا ہی کہ اگر مستامن دارالغرب فار اخرج الینا شیئاً ماکہ ملکاً سے کوئی چیز دارالاسلام میں حراماً للعدو فیصدق بہ بطلان نکال لارے تو حرام مال کی الاسیر فیہا تعرضہ وان اعلقوا طرعا مانند اُسکا مالک ہوگا کیونکہ لاثہ غیر مستامن نہو کالمخلص فاثہ اُس نے غدر کیا ہی پس چاہئے یجوز لہ اخذ المال و قتل النفس کہ اُس مال کو غریبوں کو دیدے برخلاف اُس شخص کے جس کو حربی قید کر کے گئے ہوں پس اُسکو تعرض کرنا درست ہی اگرچہ حربیوں نے اُس کو اپنی خورشی چھڑ ہی دیا ہو کیونکہ جو شخص قید ہو گیا وہ مستامن نہیں ہی بلکہ وہ چور کی مانند ہی اور اس لیئے اُسکو جائز ہی مال کا لینا اور جان کا مارنا *

روایات نہم — ذخیرۃ الزیارات میں لکھا ہی کہ عیون میں لکھا ہی کہ اہل حرب کے پادشاہوں اھدی ملک من ملوک اھل العرب الی رجل من المسلمین ہدیۃ من احرارہم او من بعض اھلہ فان لم یکن بین الھدی والھدی ثوابۃ کانوا ممالیک للھدی الید واتکان الھدی فارحم محترم من الھدی او امۃ قد ولدت لہ لم یصر ملکاً للھدی الیہ

تو وہ اُس کے مملوک ہو جاتے ہوں اور اگر وہ شخص جو بھیجا گیا ہی اُس کا رشتہ مند قریب ہو یا اُس کی صاحب اولاد لوثی ہو تو جسکو تحفہ بھیجا گیا ہی اُس کی ملک نہیں ہوتی *

روایات دہم — سراجہ میں لکھا ہی کہ ایک حربی دارالاسلام حربی دخل الینا بغیر امان میں بغیر امان مانگے چلا آیا فاخذہ رجل منا فہو ثقی لعمۃ پھر اُس کو ایک مسلمان نے المسلمین و قال ابو یوسف و محمد پکڑ لیا تو وہ بطور غنیمت تمام ہو لکنی اخذہ مسلمانوں کا مال ہو جاتا ہی اور امام ابو یوسف اور امام محمد کی یہ رائے ہی کہ وہ اُس کا مال ہی جس نے اُسکو پکڑا *

ان تمام روایتوں سے ظاہر ہوتا ہی کہ اگلے عالموں نے صرف غلبہ اور استیلاء کو سبب رقیبت قرار دیا ہی — ایک مدت ہوئی کہ بعض لوگوں نے استقامت کیا تھا کہ انسان کس چیز سے غلام و لوثی ہوتا ہی

تفسیر پیشانی میں لکھا ہی کہ خذرم کا لفظ جو اس آیت میں ہی اُس کے معنی یہہ و خذرم - واسرورہم - والاخذ - الاخذ - واحصرورہم - واحصرورہم وحیار بیہم و بین المسجد الحرام واقعہ الہم کل مرصد - کل مرصد یتساروا فی البلاء یہہ ہیں کہ اُن کو روکے رکھو اور کافروں کے اور مکہ معظمہ کے درمیان میں رکاؤ ہوا اور واقعہ الہم کل مرصد کے یہہ معنی ہیں کہ اُن کے ہوتے روک او تانہ وہ ملکر میں نہ پہیل سکیں * تفسیر مدارک میں بھی خذرم کے معنی پکڑ لینے کے لکھے ہیں اور لکھا ہے کہ اخذ کے معنی ہیں پکڑنے کے اور احصرورہم کے معنی ہیں کہ اُن کو قید کرو اور اُنکو ملکر میں تصرف مت کرنے در اور واقعہ الہم کل مرصد کے یہہ معنی ہیں کہ اُن کے تمام رستے گھیر لو جہاں سے وہ جانا چاہیں *

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہی کہ وخذرم کے معنی ہیں کہ اُنکو پکار اور احصرورہم کے معنی نہیں اُن کو روک از ان تحصنوا فاحصرورہم ای امنورہم من التفرج و قیل امنورہم من دخول مکة والتصرف فی بلاد الاسلام واقعہ الہم کل مرصد ای علی کل طریق والموصد الموضع الذی یزقب فیہ العذر من رصدت فلان اذا ترقیہ یزید کوئوا الہم رصدا لتاخذورہم من ابی جہت توجہا و قیل اعدوا الہم بطریق مکة حتی لا یذخروا

یہہ کہ ہر رستہ پر اُنکی گہات میں بیٹھو کیونکہ مرصد اُس جگہ کہ کہتے ہیں جہاں دشمن کے مانے کی امید ہو چنانچہ عربی زبان کا ایسا ہی مہاروہ ہی مطلب یہہ ہی کہ اُن کی تاک میں رہو تانہ جس طرف وہ متوجہ ہوں اُنکو پکڑو اور ہتھوں نے کہا ہی کہ مطلب صرف اتنا ہی کہ مکہ کے رستہ میں اُن کی گہات میں بیٹھ رہو تانہ وہ مکہ میں نہ آ سکیں *

تفسیر کشاف میں لکھا ہی کہ خذرم کے معنی یہہ اُن کو پکڑ لو اس لینے کے اخیز و احصرورہم - و قیدورہم و امنورہم من التصرف فی البلاء ومن ابن عباس حصرہم ان یصل بیہم و بین المسجد الحرام کل مرصد وکل ممر و مستأجر تو صرہم نہم یہہ کہ وہ کہتے تھے کہ حصرہم سے یہہ مطلب ہی کہ اُن میں اور مکہ میں روک کر دی جاوے ہر مرصد یعنی ہر رستہ پر جہاں سے وہ جانا چاہیں *

تفسیر تیسر میں لکھا ہی کہ اُن کو پکارو گرفتار کر کے کیونکہ قیل و اخیز - اے بالاسر والاخذ الاخذ - و قیل و احصرورہم معنی التصرف من التفرج - من محیط قال ابن عباس یزیدان تحصنوا فاحصرورہم و قال الفراء حصرہم ان یمنعوا من البیت الحرام قیل تے واقعہ الہم کل مرصد والموصد الموضع الذی یزقب فیہ العذر من قراہم رصدت فلان اعدوا الہم علی کل طریق یاخذون فیہ الی البیت او الی الصحراء او الی التجارة قال الاخفش فی الکلام معذور والتقدیر واقعہ الہم علی کل مرصد ثم قال تعالی فان تاجروا و اقاموا الصلوة و اتوا الزکوة فخلو سبیلہم

کہ جانا چاہیں اُن کی کہیں گاہ میں بیٹھو - اخفش کا قول ہی کہ اس عبارت کے معنی یہہ ہیں کہ ہر رستہ پر اُن کی کہیں گاہ میں بیٹھو اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ جب وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو اُن کا رستہ چھوڑ دو *

ملاحضہ صاحب تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں کہ معنی آیت کے یہہ ہیں کہ جب وہ پہنچے جن میں کوئی منع ہی اور جن میں عہد توڑنے والوں کو مارنا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۲]

۱۵ شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

تتمہ مضمون نمبر ۵۲

یہ تصور کم نظاہر و علیمہ حنفی متح نہیں ہی گذر جاوے تو وجد و کرم من حل او' حرم و خذوہم اے اسروہم و احضرہم ای قیدوہم وامنعوا ہم من التصرف فی البیان واقعدواہم کل مرصد ای کل مہر و محبتاؤ و تصد و نہم نان قابوا من الکفر و اقاموا الصلوة واتوا الزکوۃ فطار سیلہم ای فاطقوا عنہم الاسر قتلوا عنہم ولا تعترضوا لہم ان اللہ غفور الرحیم

ہر جگہ اُن کی گھات میں بیٹھو یعنی ہر رستہ پر جدھر وہ جانا چاہیں پھر جب وہ کفر سے توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوۃ دیں تو اُن کا رستہ چھوڑ دو یعنی اُن کی قید چھوڑ دو اور اُن سے ہات روک لو اور اُنسے کسی طرح کا تعرض نہ کرو بے شک اللہ ہی پیشکش والا مہربان *

ان تمام تفسیروں سے جو ہم نے بیان کیں پھر بھی ظاہر ہی کہ اس آیت کے کسی لفظ سے بھی غلامی کے جواز پر استدلال نہیں ہو سکتا * استنباط سوم — قرلہ تعالیٰ والامہضات من النساء الا ماملکت ایمانکم الخ *

استنباط چہارم — قرلہ تعالیٰ وھاملکت یمینک مما اناہ اللہ ملک *

ان دونوں آیتوں کا بیان ہم دوسرے باب میں یہ نصت بیان لفظ ماملکت پھر بھی کرچکے ہیں اور پھر بھی ثابت کر دیا ہی کہ ان آیتوں سے استرقاق پر استدلال کرنا محض غلطی ہی * استنباط پنجم — بقاری و مسلم میں یہ حدیث ہی کہ رسول خدا صلعم سے اُس شہر کے مشرکوں

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اهل الدار یبیتون من المشرکین فیصاب من نسائہم و ذراہیم قال ہم منہم وہی روایت ہم من ابائہم میں اُن کی مورتوں اور بھویں کو نقصان پہونچے تو حضرت نے

نرمایا وہ بھی اُنہی میں سے ہیں اور ایک روایت میں ہی کہ یہ نرمایا کہ وہ بھی اپنے باپوں میں سے ہیں *

علیمی نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہی کہ رسول خدا صلعم نے جو یہ نرمایا کہ وہ بھی اُنہی میں سے ہیں اس کا مطلب یہ ہی کہ مورتیں اور بچے بھی مردوں ہی میں سے ہیں اور قاضی صاحب نے نرمایا کہ اس سے مطلب پکڑ لینا اور فی قتلہ لانہم ایضا قرار و انما یجب التہیز من قتلہم حیث تیسر ذلک حتی لو تتر سوا ابائہم و ذراہیم لم ینال ہم

فعل رسول مقبول کیونکر ہوا ہوگا — دوسرے اس پر کہ اگر کوئی ایسا حکم قرآن میں موجود ہو تو اس بات کو دیکھنا ضرور پڑیگا کہ اُس کے بعد فعل رسول خدا صلعم کا کیا ہوا ہی کیونکہ یہی فعل منشاء استنباط مسئلہ شرعی ہوگا نہ ارز کرئی — تیسرے اس پر کہ اگر کسی وقت کوئی فعل رسول خدا صلعم کا برخلاف اُس حکم کے ہوا ہی تو وہ قبل اُس کے ہوا ہی یا بعد اُس کے کیونکہ اگر اُسکا وقوع قبل اُس کے ثابت ہو تو وہ فعل منشاء استنباط کسی مسئلہ شرعی کا نہیں ہو سکتا پس اگر یہ تینوں امور ہمارے ادما کے مطابق تحقیق ہوجائیں تو یہ استنباط علماء اسلام کا بالکل غلط ہو جاویگا اور ہماری تہذیب قتاری اور تمام کتابیں بہت ہلکی ہوجاؤنگی اسلیئے کہ اُن میں بہت سے بابوں کی جو غلامی سے متعلق ہیں ضرورت نہیں رہنے کی چنانچہ ہم ان تین مطالبوں کو تین جدا جدا بابوں میں دیوار کرتے ہیں *

باب پنجم

اس بات کے بیان میں کہ قرآن مجید میں جہاں کے قیدیوں کے لڑکتی و غلام نہ بنائیں حکم موجود ہی جسکو ہم آیت حریت کہتے ہیں

قال الله تبارک و تعالیٰ — فاذا اقلتم الذین کفر فضربر الرقاب حتی اذا اضعفتہم ہم نشدوا الرقات فاما مذا بعدر اما فداہ *
اللہ صاحب نے فرمایا ہی کہ جب تم مقابلہ ہو کافروں کے تو اُن کی گردنیں کاٹو جبکہ تم اُن پر گم سان کرچکو تو اُنکو قید کرلو پھر قید کرنے کے بعد یا تو اُن پر احسان رکھکر یا اُن سے فدیہ یعنی چھوڑائی لیکر چھوڑ دو *

یہ آیت قرآن مجید کے چوبیسویں سیرا اور سورہ مصد صلعم میں موجود ہی اِس میں خدا تعالیٰ نے لڑائی کے بعد قیدیوں کے چھوڑ دینے کا صاف حکم دیا ہی اور لفظ اما اور انما کا حصر کے لکھے آتا ہی یعنی عربی زبان کا یہ قاعدہ ہی کہ جب کوئی حکم اس طرح پر دیا جارے کہ یا یہ کر یا یہ کر تو اُن دونوں میں سے ایک کا کرنا ضرور ہوتا ہی اور اُسکے سرا کسی اور بات کے کرنے کا اختیار نہیں رہتا پس اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی قیدی نہ قتل ہو سکتا ہی نہ لڑکتی و غلام بنایا جاسکتا ہی اور بجائے اِس کے کہ مَنا یا نداہ چھوڑ دیا جارے اور کچھ اُس کے ساتھ نہیں ہو سکتا *

علماء اسلام نے بھی اِس آیت کی تفسیر میں یہی معنی تسلیم کیئے ہیں چنانچہ چند تفسیروں سے اِس مقام پر بطور سند کے مضمون اور عبارت لکھی جاتی ہی تاکہ معلوم ہو جارے کہ اِن معنوں سے کوئی انکار نہیں کر سکتا *

مطلب ہی کہ اگر اُن میں کی کوئی ضرورت یا اُن میں کا کوئی بچہ اندھیرے میں اتفاق سے بغیر قصد و ارادہ کے مارا جارے تو اُس کے خون کا کچھ مواخذہ نہیں اور اُس کے مار ڈالنے میں کچھ گناہ نہیں کیونکہ وہ بھی کانٹا نہیں اور اُن کے مارنے سے بچنا اُسی وقت تک واجب ہی جب تک کہ بچنا ممکن ہو مگر جب کہ وہ اپنے لڑکوں کو اور اپنے بچوں کو سپر بنالیں تو اُنکی کچھ پروا نہ کی جاویگی *
استنباط ششم — ترمذی اور ابو داؤد میں یہ حدیث سمرہ بیڈے جندب سے بیان ہوئی ہی کہ من سمرۃ بن جندب عن النبی پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقتلوا شیوخ المشرکین واستہیرا شرخہم اے صبیانہم ترمذی اور ابو داؤد میں یہ حدیث سمرہ بیڈے کو زندہ رکھو *

ملا علی قاری صاحب مرقاۃ میں اس کی شرح اس طرح پر ارقام فرماتے ہیں کہ حدیث میں جو قولہ شرخہم اے صبیانہم تفسیر من الصغاری او ابدال الراء ویؤیدہ مانی النہایۃ الشرح الصغار الذین لم یذکر اور اما تفسیر الاحیاء بالاسترقاق توسع و مجاز و ذلک لان الغرض من استنباطہم احیاء استرقاقہم و استخدامہم لکھا ہی کہ شرح اُن چھوٹی عمر والوں کو کہتے ہیں جو بالغ نہوئے ہوں اُس سے اُن معنوں کی تائید ہوتی ہی مگر بچوں کے زندہ رکھنے سے اُن کا لڑکتی و غلام بنالینا مراد لینی لفظ احیاء کے معنی میں توسع اور مجاز ہی کیونکہ اس صورت میں اُنکے زندہ رکھنے سے گویا اُن کی خدمت اور رقیہ کا زندہ رکھنا یعنی باقی رکھنا مراد ہی *

ان دونوں استنباطوں کی نسبت ہمکو زیادہ بھک کرنے کی ضرورت نہیں ہی اس لیئے کہ ہر کوئی نفس حدیث سے جان سکتا ہی کہ اُس کو رقیہ سے کچھ علائقہ نہیں ہی اور جس طرح یہ بعض نے اُس سے استنباط کیا ہی خود علماء نے اُس کو ٹھیک نہیں سمجھا *

استنباط ہفتم — بہت بڑا استدلال علماء اسلام کا جواز استرقاق پر فعل جناب رسول خدا صلعم ہی اگر یہ ہو تو امنا و صدقنا ہمارے سر آنکھوں پر مگر ہمکو اس بات سے کہ جناب رسول خدا صلعم نے ایسا کیا انکار ہی *

اس استدلال کی صحت یا غلطی تین امر کی بھک پر منحصر ہی اول اس پر کہ قرآن مجید میں جہاں کے قیدیوں کے لڑکتی و غلام نہ بنائے گا کوئی حکم ہی یا نہیں کیونکہ اگر ہو تو اُس کے برخلاف

ابطال غلامی

ابطال غلامی

اس آیت میں قیدیوں کی نسبت حکم نازل ہوا جس میں پھر من و نداد کے ارز کوئی حکم نہیں ہی اور اس لفظ تک و استوقات جایز نہ رہا *

اس آیت جو جو ایک نرس صریح تاویل الٹا رکھی ہے علامہ اسلام نے متعدد طرح سے بحث کی ہے چنانچہ ہم اُن تمام بحثوں کو سمجھنے اُن کی تردید کے اس مقام پر لکھتے ہیں *

بحث اول

متعلق زمانہ نزول آیت

یہ آیت سورہ محمد صلی اللہ علیہ و سلم میں ہی اور ہم دعوے کرتے ہیں کہ سورہ محمد مکہ میں پڑمانے تک مکہ یعنی سنہ ۸ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور اس دعوے کے ثبوت پر تین قطعی دلیلیں ہیں *

اول یہ کہ — تفسیر بیضاری میں لکھا ہے کہ بعض علماء کا قول ہے کہ سورہ محمد صلعم مکہ میں نازل ہوئی ہے *

دوسرے یہ کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعد جنگ بدر نازل ہوئی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں تحت آیہ کریمہ ماکان لنبی ان یکون لہ اسری یہ قول ابن عباس کا مندرج ہے کہ ”یہ حکم جو آیت ماکان لنبی

قال ابن عباس هذا الکلم انما کان یوم بدر لان المسلمین کانوا قلیلین فلما کثروا و ذی سلطانهم انزل اللہ بعد ذلک فی الاساری — حتی اذا ائخذتموہم فشدوا الرثاق فاما من بعد و اما نداد حتی قضع العرب اوزارہا

میں یہ حکم نازل کیا کہ جب لڑائی میں عرب کھمسان کوچکر تو اُنکو قید کرلو اور پھر قید کرنے کے بعد اُن کو احسان رکھکر یا نذیع لیکر چھوڑ دو جب تک کہ لڑائی ہتھیار رکھدے یعنی موقوف ہو جائے“ *

تیسرے یہ کہ — علما حنفیہ جو کہتے ہیں کہ یہ آیت بدر کی لڑائی میں آئی تھی اُسکی غلطی کاشموس فی نصف النہار و روشنہی۔ اِس لفظ کے پیغمبر خدا صلعم نے قیدیوں بدر کو جو نذیع لیکر چھوڑا تھا صحابہ سے صلاح و مشورہ کر کر چھوڑا تھا اگر اُن کی نسبت وحی آچکی ہوتی تو صحابہ سے مشورہ کیوں کرتے علاوہ اِس کے بدر کے قیدیوں کو نذیع لیکر چھوڑنے میں خدا تعالیٰ کی بڑی خشکی ہوئی تھی اگر یہ آیت یعنی نذیع لیکر چھوڑنے کا حکم بدر کے قیدیوں کی نسبت نازل ہوچکا ہوتا تو خدا کی اسقدر خشکی کیوں ہوتی چنانچہ یہ مطالب مضاعف ذیل حدیثوں میں مندرج ہے *

تفسیر مدارک اور تفسیر کشف میں لکھا ہے کہ اُنکو چھوڑ دو احسان رکھ کر قید کر دیکے بعد یا چھوڑ دو نذیع لیکر لفظ منا اور نداد منقول ہیں جنکے فعل تمہوں اور تقدوں یہاں معذوف ہیں اور معنی یہ ہیں کہ قید کرنے کے بعد اُسپر احسان رکھنے میں اور چھوڑ دینے میں اور نذیع لینے میں اختیار ہے *

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ قید کرنے کے بعد احسان رکھکر یا نذیع لیکر چھوڑ دینا ہی پس اگر تم اُن پر احسان رکھو تو احسان ہی بغیر بدلے کے اُن کو چھوڑنا اور یا اُن سے نذیع لیاو *

فاما من بعد و اما نداد بعد ان قاسروہم فاما ان تمروا علیہم من غیر عرض و اما ان تقادروہم

تفسیر بیضاری میں لکھا ہے کہ احسان رکھنے یا نذیع لینے کے معنی یہ ہیں کہ یا تو تم اُنپر احسان رکھو یا نذیع لیاو فرضہ قید کرنے کے بعد احسان رکھ کر چھوڑ دینے اور نذیع لیکر چھوڑ دینے میں اختیار ہے *

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ منار نداد مصدر ہیں اُنکے فعل تمہوں منا و نداد منصوبان لکرو نما مصدرین تقدیرہ فاما تمہوں منا و اما تقدوں نداد و تقدیم العن علی النداد اشارة الی ترجیح حرمة النفس علی طالب المال و النداد یجوز ان یکون مالا وان یکون غیره من الاساری او شرط یشترو علیہم اوعلیہ رحدہ

ہی اور اُس کے سرا قیدی بھی نذیع میں دیئے جاسکتے ہیں اور صرف کوئی شرط قبول کر لینی بھی نذیع ہوتا ہے پھر وہ شرط اُن کانروں نے قبول کی ہو یا صرف اُسی قیدی نے جسکو چھوڑا جاتا ہے قبول کی ہو *

زمانہ جاہلیت اور نیز کسیقدر ابتدائے زمانہ اسلام اور قبل نزول اس آیت کے قیدیوں کو مارا جانے یا لڑائی و غلام بنا لینے یا احسان رکھکر یا نذیع لیکر چھوڑ دینے کا رواج تھا اور کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا

اس درخت سے بھی زیادہ قریب دکھایا گیا اُس کے بعد خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ نبی کو لائق نہیں ہی کہ وہ قیدی بنائے جب تک کہم سان نکوے زمین پر اور اس آیت کا اخیر یہ ہی کہ جو کچھ اوت میں آیا ہی اُس کو کہاؤ کہ حلال طیب ہی پس خدا تعالیٰ نے اوت کے مال کو حلال کردیا ہی *

تفسیر کبیر میں روایت لکھی ہی کہ جب پیغمبر خدا صلعم نے وردی انہم لما اخذوا الفداء نزلت هذه الآية (ماکان لنبی الخ) فدخل عمر علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا هو وابوبکر یبکیان فقال یا رسول اللہ اخبرنی فان وجدت بکام بکیت وان لم اجد تباکیت فقال ابکی علی اصحابک فی اخذهم الفداء واقد مرض علی عذابہم ادنی من هذه الشجرة قریبة منه وار نزل عذاب من السماء لما نجا منه غیر عمر وسعد بن معاذ

بھی دروں درنہ بسرور ہی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تیرے دوستوں پر بدر کے قیدیوں سے ذبیہ لینے پر روتا ہوں مجھکو اُنکا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب دکھایا گیا اور اگر اسمان سے عذاب اترتا تو بجز عمر اور سعد بن معاذ کے اُس عذاب سے ٹرپی نہ بچتا *

بحث دوم

متعلق معنی حصہ

امام ابو حنیفہ صاحب تو قیدیوں کا چھوڑنا کسی طرح پر جایز نہیں سمجھتے مگر امام شافعی صاحب اور امام احمد حنبل صاحب فرماتے ہیں کہ قیدیوں کا قتل کرنا بھی جایز ہی اور لوثتی و غلام بنانا بھی جایز ہی اور احسان رکھکر اور ذبیہ لیکر چھوڑ دینا بھی جایز ہی چنانچہ تفسیر احمدی میں لکھا ہی کہ شافعی اور احمد ابن حنبل ثم الشافعی و احمد ابن حنبل کہتے ہیں کہ امام معتزلی ہی یقولان ان الامام مضر بین القتل چاہے قیدیوں کو قتل کرے چاہے والاسترقاق والفساد بالاطلاق والفداء لوثتی و غلام بنائے چاہے احسان بالمال ارباساری المسلمین رکھکر چھوڑ دے چاہے ذبیہ میں مال لیکر یا مسلمان قیدیوں کے بدلے چھوڑ دے — اور تفسیر

صہیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہی کہ ابن عباس نے کہا کہ جب جنگ بدر میں قیدی پکڑے تو رسول خدا صلعم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ ان قیدیوں کی قسمت تمہاری کیا راے ہی حضرت ابوبکر نے کہا کہ اے پیغمبر خدا یہ لوگ چچا کے بیٹے اور کنبہ کے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان سے ذبیہ لے لیا جائے کہ اُسکے سبب سے ہمکو کافروں پر قربت بھی ہوگی اور شاید اللہ تعالیٰ اُن کو مسلمان بھی کر دے اُس کے بعد رسول خدا صلعم نے حضرت عمر سے پوچھا کہ تمہاری کیا راے ہی حضرت عمر نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میری تو راے نہیں ہی جو ابوبکر کی راے ہی بلکہ میری تو یہی راے ہی کہ اگر آپ اجازت دیں تو وہ اُنکی گردن مار دیں پس علی کو اجازت دیجئے کہ وہ عقیق کی گردن مارے اور مجھکو اجازت دیجئے کہ میں فلاں شخص کی جو حضرت عمر کا ہم جدی تھا گردن ماروں کیونکہ یہی لوگ نکر کے پیشرا اور اُس کے سردار ہیں — مگر حلالا طیباً فاحل اللہ اغنیماہم جو کچھ کہ ابو بکر نے کہا تھا

اُسکو رسول خدا صلعم نے پسند نہیں کیا اُس کے دوسرے دن حضرت عمر آئے رسول خدا صلعم اور ابوبکر کو تو بیٹھے رو رہے تھے حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھ سے تو فرمائیے کہ کس بات سے آپ اور آپ کے دوست ابوبکر رو رہے ہیں تاکہ اگر مجھکو روٹنا آئے تو میں بھی روڑوں اگر روٹنا نہ آئے تو آپ دونوں صاحبوں کے رونے پر بسرور ہی رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں اُسبات پر روتا ہوں جو تیرے دوست نے مجھ سے کہی قیدیوں سے ذبیہ لینے میں مجھکو اُنکا عذاب

قل ابن عباس فلما اسرو الاساري قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يكر ماترون في هلال الاساري فقال ابوبكر يا نبي الله هم ينزوا العلم والمشيئة ارے ان تاخذ منهم ذبية فنكون لنا قوة على الكفار فعمى الله ان يهديهم للإسلام فقل رسول الله صلى الله عليه وسلم ماترى يا ابن الخطاب قال قلت لا والله يا رسول الله ما اري الذي راے ابوبكر ولكن اري ان تمكنا فنضرب اعناقهم فتمكنا عليا من عقيل فنضرب عنقه و تمكنا من فلان فسيبنا لعمر فاضرب عنقه فان هلال ايمتنا انكفروا صدا ديدها نهوى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قال ابوبكر ولم يهوما قلت فلما كان من الفد جئت فاذا رسول الله صلى عليه وسلم و ابوبكر قاعدین و هما یبکیان قلت یا رسول اللہ اخبرنی من اى شئ تبکی انھ و صاحبک فان وجدت بکام بکیت وان لم اجد بکام تباکیت لیکما فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابکی الذی مرض علی اصحابک من اخذهم الفداء — لقد مرض علی عذابہم ادنی من هذه الشجرة شجرة قریبة من نبي الله صلى الله عليه وسلم فانزل الله عز وجل ماکان لنبی ان یکرن لہ اسرى حتی یشتن فی الارض الی قوله نکروا معا غنمتم حلالا طیباً فاحل اللہ اغنیماہم

القتل والاسترقاق والامن والغدا — اُس کے قید ہونے کے بعد تو
نقول هذا ارشاد بذکر العام الجائز
فی سایر الاجناس والاسترقاق غیر
جائز فی اسوام العرب لان النبی صلیم
کان معهم فلم یذکر الاسترقاق واما
القتل فلا الظاهر فی المؤمنین لارامان
ولان القتل ذکرة بقوله تعزیر الرقاب
فلم یبق الا الامران

میں وہی باتیں بیان ہوئی ہیں جو تمام لوگوں سے مستثنیٰ تھیں اور
عرب کی قوم کو لڑتے و غلام بنانا جائز نہ تھا (واضح ہو کہ یہ بیان
محصض غلط ہی) اس لیے کہ پیغمبر خدا صلعم اُن کے ساتھ تھے
اس لیے اس ایت میں لڑتے و غلام بنانے کا ذکر نہیں کیا اور قتل
کرنے کا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اُس کے لیے کچھ زمانہ چاہیئے
اور اِس لیے بھی نہیں ذکر کیا کہ خود اس ایت میں گردن مارنے کا
ذکر آپکا ہی پس اب بجز دو باتوں یعنی امن و ندا کے اور کچھ ذکر
کرنے کے لائق باقی نہیں رہا تھا *

جو لغویت کہ اس تقریر کی وہ خود اُس سے ظاہر ہی اول
تو یہ کہ غلام غلط ہی کہ قوم عرب کا استرقاق ناجائز تھا اور بالغرض
اگر کوئی قزم حکم استرقاق سے مستثنیٰ تھی تو اُس کو مستثنیٰ کرنا
تھا نہ یہ کہ اُس حکم کے بیان ہی کو متروک کیا جاتا اور اُزمان کے
حکم سے حکم قتل کا بیان نہ کرنا یا جو حکم قلب میں لڑائی میں ہی
اُس کو پرم لڑائی کے قیدیوں کی نسبت منسوب کرنا ایسی لغو باتیں
ہیں کہ کوئی اُس پر التفات نہیں کر سکتا پس اس آیت سے یہ نص صریح
ثابت ہی کہ قیدیوں کی نسبت جو حکم ہی وہ دو ہی باتوں یعنی
امن و ندا میں منحصر ہی اور اس لیے کہ وہ بعد قید ہونے کے قتل
ہو سکتے ہیں نہ لڑتے غلام بن سکتے ہیں *

بحث سوم

نسبت معنی امن و فدا

امن کے معنی قیدیوں کو اُن پر احسان رکھ کر اور فدا کے معنی
کچھ لیکر چھڑ دینے کے ہیں اور فدا ایسے معنی ہیں کہ کوئی بھی
اس سے انکار نہیں کر سکتا تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ امن کے
معنی قیدی کا فر کو بغیر کچھ
المن ان یتوک الایو الکافر من
غیر ان یرغض منه فی والغدا ان
یتوک و یاخذ منه مالا او اسیرا
مسما
قیدی کے بدلے میں کافر قیدی
کو چھڑ دینے کے ہیں *

من بالانزال میں لکھا ہے کہ اور لوگوں کی یہ دے راے ہی نہ آیت من
وندا ایت محکم ہی اور جو مرد
عاقل و بالغ کافروں کی طرف
کے قید میں پڑیں اُن کی نسبت
امام کو اختیار ہی چاہئے قتل
کرے چاہے اُن پر احسان کرے بغیر
کچھ لے چھڑ دے چاہے فدیہ
میں مال لیکر یا مسلمان قیدیوں
کے بدلے میں چھڑ دے (شکر
خدا کا کہ اس روایت میں
لڑتے و غلام بنانا نہیں لکھا)
اور اسی بات کو پسند کیا ہی
عمر نے اور یہی بات کہی ہی
حسن نے اور عطاء نے اور بہت
سے صحابیوں اور علموں نے اور یہی قول ہی ثوری کا اور شافعی کا
اور احمد اور اسحاق — ابن عباس کا قول ہی کہ جب مسلمان
بہت ہو گئے اور اُنکا حرب غلبہ ہو گیا تو اللہ عزوجل نے قیدیوں
کے معاملہ میں یہ ایت اوتاری کہ قید کرنے کے بعد یا تو اُن پر
احسان رکھ کر یا کچھ چھڑائی لیکر چھڑ دو سب سے زیادہ صحیح
یہی بات ہی اور اختیار کرنے کے لائق ہی اس لیے رسول صلعم نے
اور اُن کے بعد صحابہ نے اسی پر عمل کیا ہی جو کہ اس آیت میں
استرقاق کا کچھ ذکر نہیں ہی اس لیے ہم اس پر زیادہ بحث
نہیں کرتے *

جن بزرگوں نے قیدیوں کی نسبت چاروں امر یعنی قتل اور استرقاق
اور امن و ندا جائز قرار دیئے اُنہوں نے یہ دیکھ لیا کہ تمام غزوات
میں کیا کیا واقع ہوا اور اُس سب کو اُنہوں نے جائز قرار دیا مگر
فور صرف اس پر کرنا تھا کہ جب قیدیوں کی نسبت خاص حکم آپکا
اُس کے بعد کیا کیا ہوا اور یہ بات پھر بھی ثابت ہو گئی کہ اُس کے
بعد بجز امن و ندا کے اور کچھ نہیں ہوا بہر حال مشہد ان اختلافات
کا کچھ ہی ہو جبکہ مابعد کے عالموں نے ایدہ میں یہ اختلاف
دیکھا تو اپنے اپنے مذہب کی طرفداری سے آیہ کریمہ اما من بعد واما
فدا میں جو صریح حصر ہی اُس پر کج بھٹی شروع کی اور کہا کہ
اِس سے حصر ہی مراد نہیں ہی چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ
اما رانما للخصر و حالہم بعد الاصل
غیر منحصر فی الامریں بل یجوز آتے ہیں اور کافروں کی نسبت

اس لیئے کہ اُس بحث میں معنی ثابت کر دیا ہی نہ ہو کر اپنی
تک یہ آیت نازل ہی نہیں ہوئی تھی *

بحث پنجم

نسبت منسوخ ہونے اس آیت کے

کرتی امام اس آیت کے منسوخ ہونے کا قائل نہیں ہی مگر علماء
حنفیہ کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا یہ مذهب ہی کہ یہ
آیت منسوخ ہی (معاد نہیں نہ صحیح ہی یا اُن پر اتہام ہی)
اور اس لیئے ٹھیک ٹھیک برخلاف اس آیت کے حضرت امام ابو حنیفہ
کا مذهب یہ قرار دیا جاتا ہی کہ قیدیوں پر نہ منسوخ ہوتا ہی اور
نہ اُن سے فدیہ لیا جاسکتا ہی اور بجز اس کے کہ وہ مار ڈالے جائیں
یا لڑتی و غلام بنا لیئے جائیں اور کچھ چارہ نہیں پہناتے تفسیر
مذہب اور تفسیر احمدی میں لکھا ہی کہ وہ ہم حنفیوں کے
نزدیک قیدیوں کے لیئے صرف

و عندنا (ای عند الحنفیہ) حکمہم
(ای حکم الساری) القتل والاسترقاق
فقط والامن والقدام المذکور فی
ہذہ الایت منسوخان باینا القتل
والاسترقاق المذکورین فی بواقی لانہما
من اخرما نزل اول منسوخات بکفار
بدر و زبڈہ ماری عن مجاہد
لیس الیوم من ولا نداد و ہر المذہب
الصحیح عن ابی حنیفہ رحمہ

ہی اس لیئے کہ وہ اُن میں سے ہی جو اخیر کو نازل ہوئی ہیں یا یہ
ایک کفار بدر کے ساتھ منصوص ہی اور اُسکی تائید اُس روایت سے
بھی رہتی ہی جو مجاہد سے بیان ہوئی ہی کہ اب من و فدا نہیں
ہی اور یہی صحیح مذہب امام ابو حنیفہ کا ہی *

اس مقام پر اکتی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اس بیان میں
علامہ در غلطیاں ہیں اول یہ کہ سورہ برات کی آیت میں جو معتزلیہ
بیان ہوگی استرقاق کا مطلق ذکر نہیں ہی پس اُس کا آیت استرقاق
نام رکھنا محض غلط ہی دوسرے یہ کہ آیت قتل کو یا سورہ برات کر
جو آخر مازل کہا ہی یہ بھی غلط ہی علماء کا قول ہی کہ سورہ برات
یک لخت پوری اُتری ہی اُس کے بعد کوئی پوری سورہ نہیں اُتری
پس جتنی سورتیں کہ پوری پوری اُتری ہیں اُن میں اخیر سورہ
البقرہ اخیر ہی الا آخر ما نزل نہیں ہی فتدبر *

غرض کہ جس طرح ان در تفسیروں میں علماء حنفیہ کا مذہب
نقل کیا ہی اس طرح تفسیر کشاف میں بھی لکھا ہی کہ اگر کوئی پڑھے

مگر بعض صاحبوں نے اسی میں بھی بحث کی ہی چنانچہ تفسیر
احمدی میں لکھا ہی کہ مجاہد

و نقل عنہ (اے عن مجاہد)
انہ یجوز ان یکرن المرد با امن
المن بترک القتل و اختیار الاسترقاق
او بالتخلف و قتل العزیز و
بذل الذم الفدا یا حاربی المسلمین
لا بالمال و یکرن اما باقیہ و ہذا
روایۃ الطحاوی عن ابی حنیفہ و ہو
قولہما

اور بدلے میں چھوڑنے سے یہ مراد ہو کہ مسلمان قیدیوں کے بدلے
میں چھوڑا جائے نہ مال کے بدلے میں اور اس صورت میں یہ
آیت دستور عام اور بدلت رہیگی یہ روایت طحاوی نے امام
ابو حنیفہ سے نقل کی ہی اور صاحبوں کا یہی یہی قول ہی *

تفسیر کشاف اور تفسیر مدارک میں لکھا ہی کہ ہوسکتا ہی کہ

احسان رکھنے سے یہ مطلب ہو
و یجوز ان یزاد بالامن ان یمن
علیہم بترک القتل واسترقاق او
یمن علیہم فیقتلوا لئلا یمن علیہم
و کوئیم من اقل الذمہ و بالفدا
ان یفادی یا سارا ہم اساری
المشرکین فندروا الطحاوی مذہب
عن ابی حنیفہ و المشہور انہ
لا یزاد فداہم لا بمل ولا بغیرہ حنفیہ
ان یوردوا بالمسلمین

وہ اُن قیدیوں کے بدلے میں چھٹا لے طحاوی کہتا ہی کہ امام ابو حنیفہ
کا یہ بھی ایک مذہب تھا مگر مشہور مذہب اُن کا یہ ہی کہ وہ
تہ مال لیکر اور نہ اور کسی طرح پر قیدیوں کا چھوڑنا جائز سمجھتے تھے
اور کرتے تھے کہ وہ پھر مسلمانوں سے لے کر کو نہ چڑھ آئیں *

یہ تمام تادیبیں بلکہ تشریفیں صحیح معنوں کی غلط اور خیالی
معنوں کی طرف صرف بات کی پیچ اور مذہب کی طرف تادیبی اور تقلید کی
کہ وہاں کے سبب سے کی گئی ہیں ورنہ جو معنی آیت کے ہیں اور جو
معنی لفظ من و فدا کے ہیں وہ اظہار من الشمس ہیں اور ان کے ایک اور
بچ تادیبوں کو ہو کوئی لغو اور مہمل جانتا ہی اور جو نہ خود اُن
تفسیروں میں ان تادیبوں کو نہایت ضعیف و نا معتبر کر کر لکھا ہی
اس لیئے زیادہ بحث اس میں ضرور نہیں *

بحث چہارم

متعلق خاص ہونے اس آیت کے

انٹر علماء حنفیہ کا قول ہی کہ یہ آیت قیدیوں بدر سے منصوص
ہی اس قول کی غلطی فاحش بحث اول سے بظہری ثابت ہوئی ہی

نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو اُن کا دستہ چھوڑ دو بے شک اللہ ہی بخشنے والا مہربان *

سریم آیت سورہ بقرہ — اللہ صاحب نے فرمایا کہ جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اُن سے خدا کی راہ میں لڑو اور زیادتی مت کرو بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوسرے نہیں رکھتا اور قتل و اخرجوہم من حیث اخرجوہم والقتلۃ اشد من القتل ولا تلوہم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ ذان قاتلوکم فاقتلوہم فذلک جزاء الکافرین

اور اُن سے کہہ دے کہ تم سے لڑیں تو اُن کو مارو یہی سزا ہے کافروں کی *

چہارم آیت سورہ نساء — اللہ صاحب فرماتا ہے کہ کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم بھی دلو اور کافروں کما افرو فکفروں سواہ فلا تتخذوا منهم اولیاء حتی یہاجرزا فی سبیل اللہ فان تولوا فخذوہم وقاتلوہم حیث وجدتموہم ولا تتخذوا منهم ولایا ولا نصیرا

میں ہجرت کر کر کے چلے آئیں پھر اگر وہ نہ مانیں تو اُن کو پکڑو اور اُن کو قتل کر جہاں پاؤ اور مت سمجھو اُن میں سے کسی کو دوسرے اور مددکار *

پنجم آیت سورہ نساء — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب تم پاؤ گے اور لوگوں کو جو چاہتے ہیں کہ تم سبحدوں اخرجیں یو بدوں ان سے بھی امن میں رہیں اور اپنی پامردانہ و پامردانہ قوم کا ردرا الی اللہ انکسر فیہا نام یعتزلوکم ویلوا الیکم اسلام ویقاتلوا الیکم فخذوہم وقاتلوہم حیث ثقتموہم واولکم جعلنا لکم علیہم سلطانا مبینا

اور تم سے صلح کا پیغام نہ کریں اور پکڑو اور اُن کو قتل کر جہاں پاؤ اور ہم نے تم کو اُن پر پتادی دلیل روشن *

یہ وہ آیتیں ہیں جن سے کہا جاتا ہے کہ آیت من و فدا منسوخ ہوگئی — ان آیاتوں میں مشرکین کے قتل کرنے کا حکم ہی پس اگر

کہ مشرکین کے قیدیوں کا نیا حکم ہی تو ہم کہہ گئے کہ امام ابو حنیفہ نے اُن کے پیروں کے نزدیک، تو در کاموں میں سے ایک کرنا ہی یا اُنکو قتل کرنا ہی یا اُنکو لڑائی و غلام بنالینا ہی دونوں میں سے جو کسی بات امام مناسب سمجھے اور من و فدا کے باب میں حنفی کہتے ہیں کہ بس یا اسلام قبول کرنا ہی یا گردن مارنی ہی *

تفسیر بیضاوی میں بھی حنفیوں کا یہی مذہب لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایت من و فدا منسوخ ہے یا جنگ بدر کے قیدیوں سے منصرف ہی کیونکہ حنفی صرف قیدیوں کے قتل کرنے یا لڑائی و غلام بنالینے کے قایل ہیں *

غور شکہ ان راایتوں سے حنفیوں کا مذہب یہ معلوم ہوا کہ وہ آیت من و فدا کو منسوخ بتاتے ہیں پس اس امر پر بحث کرنے کے لئے ارل اُن آیات کو جن کو نسخ قرار دیا ہے یا جن کا نسخ قرار دینا ممکن ہی اس مقام پر نقل کرتے ہیں اور پھر جدا جدا ہر ہر آیت سے بحث کرتے ہیں کہ اُن سے آیت من و فدا کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں *

ارل آیت سورہ انفال — خدا تعالیٰ پیغمبر صاحب سے فرماتا ہے کہ جن سے تو نے عہد کیا ہے الذین عاہدت منکم ثم یفقدون معہم فی کل مرۃ وہم لایمقون فاما تفتنہم فی الحرب فنشدہم من خلفہم لعلمہم ینکروں *

تک کہ جو اُن کے پیچھے ہیں تتر بتر کر دے شاید کہ وہ عہد پکڑیں *

دریم آیت سورہ براءۃ — جن مشرکین عرب نے عہد شکنی کی تو ہی اُن کی نسبت خدا تعالیٰ فاذا انسلف الاشرار انہم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم وخذوہم و احصوہم و اقعدوا لہم کل مرصد فان تابوا و اقاموا الصلاۃ و اتوا الزکوٰۃ فظاہر علیہم ان اللہ غفور الرحیم

کہات میں ہر گھٹ کی جگہ میں پھر اگر وہ کفر سے توبہ کریں اور

ابطال غلامی

ابطال غلامی

تفسیر بیضادی میں لکھا ہے کہ تشرید کے معنی بد حواس کرکے
التشرید تقریب علی اضطراب و تتر بتر کردن کے ہیں اور
قوی شد بالذال المعصیۃ کا وہ بعضوں نے لفظ شرد کو جو بے نقطہ
مقابلہ شذر والی دال سے ہی شرد نقطہ والی
ذال سے پڑھا ہے گویا کہ شرد لفظ شذر کا اُٹھا ہوا ہے *

تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ ابن مسعود نشرن نقطہ والی ذال سے
و تراو ابن مسعود نشرن بالذال بڑھتے تھے جسکے معنی یہ ہیں
المعصیۃ بمعنی نفرت و کائے مقابلہ کہ پراگندہ کردے گویا کہ نقطہ
شذر من قولہم و ہیرا شذر مذر و شذر کا اُٹھا ہوا ہے جیسکے عرب
منہ الشذر الملقط من الممدن کے لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگ
لتفرقہ متفرق متفرق ہو کر گئے اور کان
سے نکالی ہوئی چیز کو بھی شذر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی کان سے
ملحدہ ہوجاتی ہے *

تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ زجاج کا قول ہے کہ نشرہ ہم
نشرہ ہم قال الزجاج انمل ہم کے یہ معنی عین نہ اُنکے ساتھ
ما تفرق جمعہم و تفریدہ صریدانہم وہ کام کر جس سے اُنکا گروہ
متفرق ہوجارے اور جنہوں نے
وہ کام کیا ہے وہ تنہا وہ جاری *

اس لفظ کی اصلیت تحقیق کرنے کے بعد تفسیر کبیر میں لکھا ہے
فمعنی الایۃ انک ان ظفرت فی نہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ
الہرب و ہولہ الکفار الذین ینقضون اگر لڑائی میں ان کانروں پر
العہد فانمل ہم نمل یفرق ہم من جنہوں نے عہد شکنی کی ہے
خلفہم — قال عطاء ینقض نیکم تو تسع ہارے تو اُنکے ساتھ
القتل حتی یبختانک غیر ہم و قیل اس طرح پیش آ کہ جو لوگ
ذکر ہم تنکیلا یشرذ غیر ہم من نک ہم تنکیلا یشرذ غیر ہم من
ناقضی العہد لعلم ینذرون ذلک اُنکے پیچھے لگ رہے ہیں وہ سب قدر
الکمال نیمنہم ذلک من نقض العہد کے متفرق ہوجا رہے — عطاوا
یہ قول ہے کہ اس سے مراد تھی کہ اُمیہ قتل عام کر دو اور بعضوں نے
کہا مراد یہ تھی کہ اُنکو اس قسم کی سزا یا ذات ہو کہ اُنکے بعد
جنکو عہد توڑنے کا خیال ہو سب متفرق ہوجاویں اور اس بات کا کہ
شاید اُسکو یاد رکھیں یہ مطلب ہے کہ شاید وہ لوگ جو اُنکے سوا ہیں
اس سزا یا ذات کو یاد رکھیں اور یہ بات اُنکو عہد توڑنے سے
روکے *

فرض کیا جارے کہ یہ آیتیں آیت من خدا کی ناسخ ہیں تو نتیجہ یہ
تکلیف کہ قیدیوں کا چھوڑنا جائز نہیں بلکہ قتل کرنا چاہیئے مگر
اُن کا اونٹنی و غلام بنانا ثابت نہ ہوگا اور ہیکر اسی میں بھٹکے ہیں کہ
اونٹنی و غلام بنانا جائز نہیں مگر ہم صرف اسی پر اکتفا کریں گے بلکہ
ثابت کریں گے کہ ان آیتوں سے آیت من خدا کا منسوخ قرار دینا
صحیح نہیں ہے *

آیت سورہ انفال کی یہود بنی قریظہ کے حقیقہ نازل ہوئی تھی
جسے سنہ ۵ ہجری میں لڑائی ہوئی تھی — تفسیر بیضادی میں
وہم یہود بنی قریظہ عاعد ہم سورہ انفال نازل ہوئی وہ یہود
رسول اللہ صلی اللہ وسلم ان لایمانو علیہ ناعازوا المشرکین بالسلاح و قالوا
تسینائم عاعد ہم فنکثرا و مائلو ہم خدا صلی اللہ وسلم نے عہد کیا
علیہ یوم القنقدق تھا کہ اُنکے برخلاف اُنکے دشمنوں
سے مل نہ جاریں پھر اُنہوں نے مشرکین کو ہتھیار دیئے اور مشرکین
کی مدد کی اور کہنے لگے کہ ہم بھول گئے اس پر دوبارہ اُن سے عہد کیا
پھر اُنہوں نے اُس عہد کو توڑ ڈالا اور جنگ خندق میں مشرکین سے
مل گئے *

اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ وہ لوگ
قال ابن عباس ہم قریظہ ذانہم بنی قریظہ ہیں اُنہوں نے جو
نقضوا مہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
ویماء لہر علیہ المشرکین بالسلاح نبی وسلم سے کیا تھا اُسکو توڑ دیا
یوم بدر ثم قالوا لخطا فاعاد ہم مرة اور بدر کی لڑائی میں آپ کے
آخری نقضوا ایضاً یوم القنقدق برخلاف مشرکین کو ہتھیار دیئے
اور مدد کی پھر کہنے لگے کہ ہم سے خطا ہوئی پھر رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُس سے دوسری دفعہ عہد کیا اور خندق کی لڑائی میں اُسکو
بھی اُنہوں نے توڑ دیا *

پس جبکہ یہ آیت قبل نازل ہونے آیت من خدا کے نازل ہو چکی
تھی تو اُسکی ناسخ کیونکر ہو سکتی ہے *
علاوہ اُنکے کوئی لفظ بھی آیت کا آیت من خدا کو منسوخ کرنے والا
نہیں — لفظ نشرہ ہم من خلفہم — کی طرح اساری کے قتل پر اور
آیت من و خدا کے منسوخ ہونے پر دلائل نہیں کرتا *
تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ لفظ شرد کا مصدر تشرید ہے
التشرید عبارة عن التفریق مع اُسکے معنی بد حواس کرکے
الاضطراب يقال شرد یشرذ شردا پراگندہ کردن کے ہیں اور عربی
و شردۃ و تشریدا زبان کے معادہ میں اسطراح
اُس کا استعمال ہوتا ہے *

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

حافظ محمد عبدالرزاق کے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۵]

یکم رمضان المبارک سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

تقدیم مضمون نمبر ۵۲

تفسیر کشاف میں بھی اس آیت کا یہی مطلب لکھا ہے کہ نذر
نذر بہم من خلفہم نفقہ عن بہم من خلفہم کے یہ معنی
مصارفک و مناصبتک بقتلہم شرقۃ ہیں کہ لڑنے سے اور بڑی طرح
و النکایۃ فیہم من و رائہم من قتل کرنے سے اور انہیں ذلت و
الکفرۃ حتی لا یجسر علیک احد بعدہم خرابی قائم سے باقی کافروں کو
اعتباراً بہم و تعاضاً بھالہم جر اُنکے سرا ہیں پراگندہ کردے
تاکہ اُنکے بعد پھر کوئی اُنکا حال دیکھ کر تعجب نہ کر سکے
اور اُنکے حال سے نصیحت نہ کرے *

تفسیر معالم التنزیل میں بھی یہی مطلب لکھا ہے کہ نذر بہم من
خلفہم کا مطلب ابن عباس نے یہ کہا ہے کہ عہد توڑنے والوں
کے بعد جو لوگ ہیں اُنکو بھی ذلیل کردے اور سعید ابن جبیر
کا قول ہے کہ جن لوگوں نے ابھی عہد نہیں توڑا اُنکو قرا دے
تشرید کے معنی اصل میں متفرق کر دینے اور تذبذب کرنے کے ہیں
نفس معنی یہہ ہونے کے تمام لوگوں کو جو عہد توڑنے کا

خیال رکھتے ہیں متفرق اور پریشان کردے اور جن لوگوں نے عہد توڑا ہے
اور لڑنے کو اُنے ہیں اُن کے ساتھ قتل کرنے یا ذلیل و خوار کرنے
سے اس طرح پر پیش آ کہ جو لوگ عہد توڑنے میں اُن کے پیچھے
ہیں یعنی اہل مکہ و اہل یمن وہ بھی پریشان ہو جائیں اور قہر
جاریں *

پس ان تمام تفسیروں سے ظاہر ہے کہ اس آیت میں کوئی صاف
حکم قیدیوں کے قتل کرنے کا نہیں ہے بلکہ جو کافر عہد شکنی کر کے لڑنے
کو آمادہ ہوئے اُن کے ساتھ اس طرح پر پیش آنا فرمایا ہے جس سے
اوروں کو عبرت ہو جائے پس جب کہ اس آیت میں قتل کی تصریح
نہیں ہے اور نہ قیدیوں کا ذکر ہے تو اس سے نص صریح آیت میں
و فدا کی جو بالتخصیص قیدیوں کے لینے ہی کیونکر منسوخ ہو سکتی
ہی *

یہورد پٹی قریظہ نے خرد اپنے تئیں اس شرط پر سپرد کیا تھا کہ
جو سزا عہد شکنی اور لڑنے کی اُن کی نسبت سعد ابن معاذ تجویز کرے
وہ اُنکو دی جاوے اور رسول خدا صائم نے اس بات کو قبول کر لیا تھا
اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خرد رسول خدا صائم نے اس آیت سے
یہ خیال نہیں فرمایا تھا کہ خراہ نضواہ اُن کے قتل ہی کا حکم ہے
اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ قتل ہوئے مگر نہ کسی حکم منصوص اس
آیت سے بلکہ سعد ابن معاذ کی ہتھیاریت سے چنانچہ حدیث بخاری

أبطال غلامي

أبطال غلامي

میں نے اُن کے قتل کا حکم نہ تھا بلکہ صرف سعد ابن معاذ کی تجویز تھی۔ *

بہر حال بہرہ دہنی فریضہ کسی طرح پُر قتل ہوئے ہوں ہمیں صرف
 یہ بحث ہی کہ اس ایک سے ایک من و فدا کا مشن ہونا لازم آتا
 ہی یا نہیں سو یہ بات علانیۃً ثابت ہو گئی کہ سبطاح اُس کا مشن
 ہونا لازم نہیں آتا *

ایک سرور کربہ قبل قتل مکہ نازل ہوئی تھی تو یہ تفسیر معامال التزیین لکھا ہے کہ محمد ابن اسحاق اور مجتہد دونوں نے کہا ہے کہ یہ ایک مکہ والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور یہ بات اس طرح پر ہے کہ رسول خدا صلعم نے حدیبیہ کی لڑائی میں قریش سے معاہدہ کیا تھا کہ دس برس تک لڑائی تمہ جارے کہ اُس میں لوگ امن سے رہیں اور بنی خزاعہ رسول خدا صلعم کے معاہدہ میں شامل تھے اور بنوبکر قریش کے معاہدہ میں شامل تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم نے بنی خزاعہ پر زیادتی کی اور انکو قتل کیا اور قریش نے ہتھیار دیکھ کر انکی مدد کی پس جبکہ بنوبکر اور قریش بنی خزاعہ پر غالب

ہوئے اور انہوں نے عہد توڑ ڈالا تو عمر ابن سالم خزاعی وہاں سے چلا اور رسول خدا صلعم پاس آیا اور سامنے کھڑے ہو کر اشعار پڑھے اور اپنا حال بیان کیا انہی شعروں میں سے یہ دو شعر ہیں جنکا مضمون یہ ہے کہ قریش نے بد عہدی کی اور مستحکم عہد کو توڑ دیا اور ہجیرہ میں ہمارے گھروں کو لوٹ لیا اور ہم کو رنوع کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں مار ڈالا رسول خدا صلعم نے یہ حال سنکر نوبیا کا اگر ہم تمہاری مدد نہ کریں تو ہمارے کچھ مدد ہی نہیں کی چنانچہ سنہ ۸ ہجری میں مکہ والوں نے لڑائی کا سامان کیا اور مکہ کو فتح کر لیا *

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک قبل تنگ مکہ نازل ہوئی تھی اور ہمارے اوپر ثابت کیا ہے کہ آیت من و ندا بعد فتح مکہ نازل ہوئی ہے پس یہ آیت اُس کی ناسخ نہیں ہو سکتی *

میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ابن سعد خدری نے زرارہ کی کہ جب یوں اپنی قریضہ نے سعد ابن معاذ کی پختیاری پر اپنے تئیں سپرد کردیا تو رسول خدا صلئے سعد ابن معاذ کو جو وہاں سے پاس ایک جگہ میں تھ بلایا وہ کہنے پر سرار ہو کر آئے جب کہ وہ قریب پہنچے تو آنحضرت نے لوگوں سے کہا کہ اپنے سردار کے لئے کوڑے ہو جاؤ پھر سعد ابن

معاد اُنے اور پیغمبر خدا صلم کے پاس بیٹھ آپ نے اُس سے فرمایا کہ اُن لوگوں نے تمہاری پناہ پر اپنے تئیں سپرد کر دیا ہے جسے اس نے کہا کہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ جو لوگ ان میں لڑنے والے ہیں وہ تو قتل کر دیتے جاویں اور اُن کے بچے قیدی بنا لیئے جاویں آپ نے فرمایا کہ تم نے ان لوگوں کے حق میں بادشاہ کا سا حکم دیا *

اس تمام واقعہ سے جو اس حدیث میں مذکور ہے بشیوہ ظاہر ہے کہ بنی قریظہ کے قتل کا کوئی حکم منصوص نہ تھا — مگر بعض مکابر یہ بھٹ زبانیہ کے اس حدیث کے اخیر میں جو لفظ بھکم الملک ہی اُس میں ہے بھی روایت ہی کہ وہ لفظ بھکم الملک ہی لام کے زب سے بمعنی فرشتہ کے اور ایک روایت میں صاف ہی بھکم اللہ اور اس سے معارف ہوتا ہے کہ اُن کے قتل کا اور اُن کے بچوں کو قیدی یا لوثنی و غلام بنا لینے کا خدا کا حکم تھا مگر یہ بھٹ بیجا ہے اِس لیے کہ ہرگز خرد وہ آیت موجود ہی اور اُس میں قتل کا کوئی حکم موجود نہیں ہے تو اختلاف روایت پر استدلال نہیں ہو سکتا معذرا لام کا زب پر ہونا صرف شیعہ تجنیس خطی ہے اور روایت بخاری کی اسمیں زیادہ اعتبار کے لائق ہے اور جس روایت میں لفظ اللہ کا ہی وہ حرف رادی کی سمجھ ہے کہ لفظ ملک بکسر لام سے وہ خدا سمجھا اور مطابق اپنی سمجھ کے بجائے لفظ ملک بکسر لام کے لفظ اللہ کہیہ *

علاوہ اسکے سیرت ہشامی میں لکھا ہے کہ منجانبہ اساری بنی قریظہ کے وزیر ابن ہاتا بھی تھا اُس نے اہرامِ جاہلیت میں ثابت ابن قیس ابن شامت پر ایک احسان کیا تھا ثابت نے بعض اُس احسان کے اُسکی جان بچائی چاہی اور رسولِ خدا صلعم سے شفاعت کی اور انحضرت نے اُسکا قتل معاف کیا گو کہ بعد کورہ اپنی عروسی سے خود مړا گیا لیکن سفارش سے اُس کا خون معاف کرنا اہل بیت کی ذل ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف

مکہ پر چڑھائی ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ مشرک جہاں ملیں
یعنی حرم کے اندر یا حرم کے باہر اُنکو مارو پس اس جملہ کو
قیدیں کے قتل سے اور منسوخ ہونے آیت من و ندا سے کچھ تعلق
نہیں ہی تمام تفسیروں میں بھی اس جملہ کے یہی معنی لکھے ہیں
فاقتلوا المشرکین الثانیین حیث و چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا
جد تمو ہم من حل و حرم ہی کہ عہد توڑنے والے مشرکین

کو مارو جہاں پاؤں کہہ کے اندر یا کہہ کے باہر *

تفسیر مدارک میں لکھا ہی کہ اُن مشرکوں کو جنہوں نے
فاقتلوا المشرکین الذین نقضوا رم و تمہارا عہد توڑ ڈالا اور تم سے
ظاہر ہو علیکم حیث و جد تمو ہم لڑائی ٹھانی مارو جہاں پاؤں کہہ
من حل او حرم کے اندر یا کہہ کے باہر *

تفسیر احمدی میں لکھا ہی کہ جن مشرکوں نے تمہاری
فاقتلوا المشرکین الذین یہ مصوک فائز مانی کی ہی اور تم سے
نظا ہروا علیکم حیث و جد تمو ہم لڑائی ٹھانی ہی اُنکو مارو
من حل و حرم جہاں پاؤں کہہ کے اندر یا کہہ
کے باہر *

تفسیر کشاف میں لکھا ہی کہ مشرکوں کو مارو یعنی اُن کو
فاقتلوا المشرکین یعنی الذین نقضوا رم و جنہوں نے تم سے عہد شکنی کی
ظاہر ہو علیکم حیث و جد تمو ہم ہی اور تم سے لڑائی ٹھانی ہی
من حل او حرم جہاں پاؤں کہہ کے اندر یا کہہ
کے باہر *

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہی کہ کانروں کو مارو جہاں
فاقتلوا المشرکین حیث و جد تمو ہم پاؤں کہہ کے اندر یا کہہ کے
فی حل او حرم باہر *

معہذا ان تمام آیتوں میں جو مشرکین کے قتل کا حکم ہی وہ
عین لڑائی کی حالت میں ہی اس سے اور آیت من و ندا سے جو عہد
ختم ہونے لڑائی کے اُن لوگوں سے علائقہ رکھتی ہی جو قید ہو گئے ہیں
اور لڑنے پر قادر نہیں ہیں کیا تعلق ہی احکام حالات مختلفہ ایک
دوسرے کے قاض نہیں ہو سکتے *

آیت سرورہ بقرہ بھی صلیح حدیث میں جو سنہ ۶ ہجری میں
ہوئی تھی قبل نزول آیت من و ندا نازل ہوئی تھی اور اس لئے
اُس کی ناسخ نہیں ہو سکتی — تفسیر معالم التنزیل میں ابن عباس

من ابن عباس نزول هذه الآية
في صلح الحديبية وذكر ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم خرج مع

بعض صحابہ یہ بات کہہنے کے سرورہ برات کے بعد کوئی سورۃ
نازل نہیں ہوئی اور اس لئے سورۃ محمد صلعم کا جس میں آیت
من و ندا ہی سورۃ برات کے بعد نازل ہونا صحیح نہیں ہی مگر یہ
کہاں بالکل غلط ہی ایک حدیث میں ذرا آیا ہی کہ سورۃ برات اُن
سورتوں کی اخیر سورۃ ہی جو یومی ایک دنہ آتری ہیں مگر اسکو
بھی عامہ نے تسلیم نہیں کیا اور اس حدیث میں شبہہ کیا ہی
چنانچہ ہم اپنے اس قول کی تصدیق کے لئے اُس حدیث کو معہ عالموں
کی تحقیق کے اس مقام پر نقل کرتے ہیں بخاری میں لکھا ہی کہ

برام نے کہا کہ اخیر بوری سورۃ
جو نازل ہوئی ہی وہ سورۃ برات
ہی اور جس سورۃ کا خاتمہ
اخیر کو نازل ہوا ہی وہ سورۃ
نساء ہی — قسطلانی نے کہا کہ یہ
تو بڑی مشکل کی بات ہی اِس لئے
کہ سورۃ برات تہرزی تہرزی
ہو کر آتری ہی تو اس حدیث

کا مطلب سورۃ برات کی بعض آیتوں یا بڑی بڑی آیتوں کے
اُترنے کا ہوگا کیونکہ سورۃ برات میں بہت آیتیں ہیں جو سال
وقات بُری میں نازل ہوئی ہیں *

اب ہم اس بحث سے بھی قضاہ نظر کرتے ہیں اور اس بات پر
غور کرتے ہیں کہ آیت سورۃ برات سے آیت من و ندا منسوخ ہو بھی
سکتی ہی یا نہیں اور کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہو سکتی *

آیت سورۃ برات میں دو جملے ہیں جس سے آیت من و ندا کے
منسوخ ہونے پر استدلال ہو سکتا ہی اول فاقتلوا المشرکین اور دوسرا
حیث و جد تمو ہم مگر ان سے استدلال محتض غلط ہی *

اول جملہ فاقتلوا المشرکین میں جو المشرکین کا لفظ ہی اُسکا
الف لام استغراق کا تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اگر استغراق کا ہو تو
معنی یہ ہو گئے کہ تمام مشرکوں کو مار ڈالو اول تو یہ ایسا حکم
ہوگا جو عاقل انسان ہی بلکہ عادت الہی سے بھی خارج ہی دوسرے
تمام احکام مجزیہ لینے کے اور صلیح کرنے کے بالکل باطل ہو جاوینگے پس
ضرور ہی کہ الف لام عہدی ہی پس اس آیت سے نص صریح آیت
من و ندا کے منسوخ قرار دینی کو ضرور ہی کہ کسی نص صریح ثنائی
سے یہ بات ثابت کی جاوے کہ المشرکین میں اساری مشرکین بھی
داخل ہیں اور یہ ثابت نہیں تو دعویٰ نسخ باطل ہی *

دوسرے جملہ حیث و جد تمو ہم کو اساری سے کچھ تعلق نہیں
ہی زمانہ قدیم سے کہہ کے اندر قتل و خونریزی منع تھی مگر جب

میں اس کے معنی ایسے لکھے ہیں جسے قیدیوں کا قتل کرنا بھی پایا جاتا ہے چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اخیر آیت سے کہ

وَأَقْتُلُوا هُم حَيْثُ تَقْتُلُوهُمْ قِتْلًا
نَسَقَتْ الْآيَةُ الْأُولَى بِهَذِهِ الْآيَةِ
وَأَصْلُ التَّفَاقُتِ الْعِزُّ وَالْبَصَرُ
بِالْأَمْرِ وَمَعْنَاهُ اقْتَارُوا هُم حَيْثُ ابْصَرْتُمْ
مَقَاتِلَهُمْ وَتَمَكَّنْتُمْ مِنْ قَتْلِهِمْ
آیت کا شروع آیت کے اخیر سے

منسوخ ہو جاتا ہے کلام الہی کا ہیکو ہوا ہنسی ٹھٹھا ہو گیا ثقافت کے معنی کسی چیز کو بغور دیکھنے کے ہیں پس معنی یہہ ہوئے کہ کانروں کے لئے والوں کو جہاں دیکھو اور اُن کے قتل پر قابو پائے مار ڈالو *

اور تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ اُن کو مارو جہاں پاؤ ثقف کے لفظ کے معنی پکڑ کر اور غلبہ و اقتدار ہم حیت ثقافتور ہم کو کر پانے کے ہیں اور آیت میں وجدتوہم والثقف الوجود علی وجہ حکم ہی کہ اُن کو نکالو من حیت اخر جو کم ای من مکہ و عد ہم اللہ تعالیٰ ینقح مکہ بہذہ الایۃ و قد نزل رسول اللہ علیہ وسلم بمس لم یسلم منہم یوم النقیح اور جب مکہ فتح ہوا تو پیغمبر

خدا صلعم نے اُن کے ساتھ جو مسلمان ہوئے ایسا ہی کیا جیسا کہ اس آیت میں لکھا ہے — پس ان دونوں تفسیروں سے قیدیوں کا قتل کرنا جائز پایا جاتا ہے اور جب وہ جائز تھا تو آیت من و ندا کا منسوخ ہونا لازم آ گیا *

مگر یہ تمام تقریر محض غلط اور بالکل دھوکا ہے — اگر فرض کیا جاوے کہ اس آیت میں قیدیوں کے ہی قتل کا حکم ہے تو ہر گاہ یہ آیت نیک آیت من و ندا نازل ہوئی ہے اور آیت من و ندا اُس کے بعد تو آیت من و ندا اس کی ناسخ ٹھہریگی نہ یہ آیت — علاوہ اسکے کیسا تعجب ہے کہ تفسیر کو جو قول مفسر یا رائے مفسر سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتی نص صریح قرآنی کا جسکے کلام الہی ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے ناسخ قرار دیا جاوے — قطع نظر ان سب باتوں کی جو تفسیر آیت کی صاحب معالم التنزیل نے کی ہے اُس سے تو قیدیوں کا قتل کرنا پایا نہیں جاتا کیونکہ وہ یہہ کہتا ہے کہ شروع آیت میں یہہ حکم تھا کہ جو لڑیں اُنہی کو مارو تو اس حکم سے یہہ لازم آتا تھا کہ جب تک کوئی مشرک پہلے وار قتل

اصحاب العمرۃ وکانوا اقا واربعمائۃ فصاروا حتی نزلوا المہدیۃ فصد ہم امشرون من البیت العرام فصالحہم علی ان یروج عامۃ ذاک علی ان یبقوا لہ مکۃ عام قابل ثلثۃ ایام فیطوف بالبیۃ ذلک کان العلم اقاہیۃ تبذروہ رسول اللہ و اصحابہ العمرۃ القصار و خانوا ان لاتی قریش بما قالوا و ان یجدہ ہم عن البیت العرام و کوا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتالہم فی انشور العرام و فی العرم فانزل اللہ تعالیٰ ر قاتلوا ہم فی سبیل اللہ یعنی مہترمین الذین یقاتلوکم یعنی قریشا ولا تعدوا قتلاً یا قتال فی العرم مہترمین ان اللہ لایحبب المعتقدین لیئس سامان درست کیا اور رسالت

کا خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ قریش اپنا اقرار پورا نہ کریں اور جو کہا ہے وہ نہ کریں اور مکہ میں جائے سے روکیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اُن مہترمین میں جہنمی لڑائی منع تھی اور نیز مکہ میں لڑنا ہوا جانتے تھے پس خدا تعالیٰ نے یہہ آیت نازل کی کہ خدا کی راہ میں یعنی احرام باندھے ہوئے اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں یعنی قریش سے اور تم زیادتی مت کرو کہ تم ہی حرم میں پہلے سے لڑائی شروع کر دو بے شک زیادتی کرنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا *

قطع نظر اس بات کے کہ یہہ آیت نیک آیت من و ندا کے نازل ہوئی تھی اس بات پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ اس آیت سے آیت من و ندا منسوخ بھی ہو سکتی ہے یا نہیں سر ظاہر ہی کہ کس طرح منسوخ نہیں ہو سکتی اس لیئے کہ اس آیت میں جو حکم ہی وہ خاص اُن اہل مکہ کے لیئے ہے جو بخلاف عہد کے لڑنے پر طیار ہوں تمام مشرکین سے متعلق نہیں ہے پس قیدی جو بعد قید کے لڑنے پر قادر نہیں رہتے اس حکم میں داخل نہیں ہو سکتے *

پس مکابر کیا عجب ہے کہ لفظ حیت ثقافتوہم سے آیت من و ندا کے منسوخ ہونے کے امکان پر استدلال کریں (اگرچہ آج تک کسی عالم نے جکے وہ مقام ہیں استدلال نہیں کیا) (رسلینے کو تفسیر نشانف میں لکھا ہے کہ حیت حیت ثقافتوہم و جد توہم ثقافتوہم کے دہی معنی ہیں فی حل او حرم جو حیت و جد توہم کے ہیں یعنی اُنکو مارو جہاں پاؤ کہیہ کے اندر یا کہیہ کے باہر لیکن اور تفسیروں

منسوخ نہیں ہوئی اور قیدیوں کا لونڈی و غلام بنانا جائز نہیں رہا چنانچہ ان جملہ امور کو باب آئندہ میں بیان کرتے ہیں واللہ المستعان *

باب ششم

اسباب کے بیان میں کہ بعد نزول ایست حریت کے جناب رسول خدا صلعم نے کسی قیدی کو لونڈی و غلام نہیں بنایا

اگرچہ عرب میں زمانہ جاہلیہ سے لڑائی کے قیدیوں کو قتل کرنے اور لونڈی و غلام بنالینے اور فدیہ لیکر اور احسان رکھ کر چھوڑ دینے کا رواج تھا اور جب تک کہ اسلام میں کوئی حکم نسبت قیدیوں کے نہیں آیا ایسا ہی ہوتا رہا لیکن بعد نزول ایست من و خدا کے (جس میں قیدیوں کی پابست احکام ہیں) جس قدر غزوات ہوئے کسی غزوہ کے قیدی لونڈی و غلام نہیں بنائے گئے بلکہ احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چھوڑ دیئے گئے اور اُس کے برخلاف رسول خدا صلعم نے کبھی نہیں کیا یہاں تک کہ اس دنیا سے رحلت فرمائی وہذا مایدر علیہ رحمۃ الاسلام وہذا هو مذهب الاسلام اور یہی ہی مسئلہ مذهب اسلام کا اب ہم اپنے اس کلام کے اثبات کو اُن غزوات کے قیدیوں کا جو بعد نزول ایست من و خدا ہوئے تھے ذکر کرتے ہیں *

ارل اساری بطن مکہ — اُنہیں دنوں میں جبکہ مکہ فتح ہوا اسی آدمی جو جبل تنعیم سے لڑنے کو اُترے تھے قید ہوئے اور جناب رسول خدا صلعم نے احسان رکھ کر سب کو چھوڑ دیا *

خرد خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسکا ذکر فرمایا ہے کہ وہ خدا ہی جس نے روئے ہاتھ و ہواذی کف ایدیم عنکم وایدیکم کانزوں کے تم سے اور تمہارے ہاتھ اُنسے مکہ کے بیچ میں بعد اسکے نہ فتح نہ کیا تم کو اُنہر *

صحیح مسلم کی حدیث میں بھی اسکا ذکر ہے اور انس سے من انس ان ثمانین رجلاً من اہل مکہ واپس میں رسول خدا علیہ وسلم من جبل التعمیم متسلحین یزیدون فزوالہی صلی اللہ علیہ وسلم ناخذہم ساماً ناصتہایہم و فی روایۃ ناصتہم فانزل اللہ تعالیٰ و ہوا الذی کف ایدیم عنکم و ایدیکم من بعد ان یعنی قتل نہیں کیا اور ایک اظفر من علیہم

پس یہ آیت اُتری کہ وہ خدا ہی جس نے روئے ہاتھ کانزوں کے تم سے

اس وقت تک اُس کو نہ مارو اخیر ایست سے یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ حکم ہوا کہ اُن کے لڑنے والوں کو جہاں دیکھو مار قاتل اُنکے پہلے مار لڑنے کے منتظر نہ رہو پس قیدی اس تفسیر سے بھی خارج ہیں اس لیے کہ قید ہونے کے بعد اُن میں لڑنے اور مقاتلہ کرنے کی طاقت نہیں رہتی اور اس لیے وہ مقاتلہم کے لفظ میں داخل نہیں رہتے *

صاحب تفسیر مدارک نے جو معنی کُف کے گھڑے ہیں اول تو وہ قاتل تسلیم نہیں کیونکہ کُف کے معنی پکڑ کر اور غلبہ کر پانے کے جو اُس نے بیان کیئے ہیں جن سے قیدی پٹ نکلتا ہی اُسکی کوئی سبب نہیں ہی معذرا وہ صاف صاف قیدیوں پر دالالت بھی نہیں دیتے کیونکہ مقاتلین کی نسبت بھی صادق آسکتے ہیں — قطع نظر ان سبب پانے کے اگر بالکل تقریر مخالفین تسلیم کر لی جاوے تو جو حکم اس ایست میں ہر وہ مختصر اہل مکہ سے ہوگا جنکی نسبت متعدد احکام مختصرہ صادر ہوئے تھے اور اس لیے مہرمیت ایست من و خدا کا مختص ہوگا نہ مبطل اس لیے نہ ایست من و خدا عام ہی اور احکام عام کے برخلاف جو کوئی حکم خاص صادر ہوتا ہی تو وہ حکم خاص اُس حکم کا مختص ہوتا ہی یا وہ حکم خاص اُس حکم عام سے مستثنیٰ سمجھا جاتا ہی نہ اُس حکم عام کا مبطل کیونکہ وہ حکم عام اپنے باقی افراد کے لیے بدستور نازل و بحال رہتا ہی پس نتیجہ مخالفین کی تقریر کو تسلیم کرنے کے بعد بھی یہ تکیلا کہ تمام قیدیوں کو سوائے قیدیان مشرکین مکہ کے یا احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چھوڑ دو اور ہمارا مطالب بھی اسقدر ہی *

اب باقی رہ گئیں سرورہ نساہ کی آیتیں وہ بھی قبل فتح مکہ یعنی قبل نزول ایست من و خدا نازل ہوئی ہیں اور اس لیے اُسکی ناسخ نہیں ہو سکتیں — علاوہ اس کے ان آیتوں میں بھی وہی لفظ حیث کہ بعد تمہرم ہی جس کی نسبت ہم اوپر بھٹ کر آئے ہیں کہ قیدیوں سے متعلق نہیں ہی اور اس لیے ایست من و خدا کا ناسخ نہیں ہو سکتا اور جوکہ علما حنفیہ میں سے بھی کسی عالم نے ان آیتوں کو ناسخ ایست من و خدا نہیں کہا ہی اس لیے ہم کو بھی اور زیادہ بھٹ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہی *

اب ہم ایست من و خدا کے غیر منسوخ ہونے کو ثابت کرنے کے لیے اور اسباب کے ثابت کرنے کے لیے کہ قیدیوں کے ساتھ بیچز من یا خدا کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ایسی دلیل بیان کرنے پر متوجہ ہوتے ہیں جس میں کسی کو کُفنگر کا مہل نہرے گا اور وہ یہ ہی کہ بعد نزول ایست حریت کے جناب رسول خدا صلعم نے نہ کسی قیدی کو قتل کیونکہ کسی کو لونڈی و غلام بنایا بلکہ سب کو بلا استثنائے احدے احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا اور اس سے ثابت ہوا کہ ایست من و خدا

اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو ماریا جبکہ ہم رسول خدا صلعم پاس آئے تو ہم نے ان سب باتوں کا ذکر کیا۔ یہاں سنکر پیغمبر خدا صلعم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دو دفعہ کہا کہ: بار خدایا جو کچھ خالد نے کیا ہے میں اپنی ہر امت تیرے سامنے اُس سے ظاہر کرتا ہوں *

ہمارے مخالف تو اس حدیث سے یہ استدلال کرینگے کہ اس غزوہ میں جو بعد فتح مکہ ہوا خالد نے قیدیوں کو قتل کیا اور اُن کے قتل کا حکم دیا پس معلوم ہوتا ہے کہ آیت من و نذا منسوخ ہو چکی تھی یا اُس سے صرف من و نذا میں حصہ مقصود نہ تھا *

مگر یہ دلیل درجہ سے غلط ہے ارل تو خالد کا نعل ناسخ آیت قرآنی نہیں ہو سکتا دوسرے اور یہ ہے سے اصحابوں کا جو خالد کے ساتھ تھے قیدیوں کے قتل سے انکار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نازل آیت من و نذا سے رائف تھے اور کیا عجیب ہے کہ اس وقت تک حضرت خالد رائف نہ ہوئے ہوں اس لئے کہ ابھی آیت کا نازل ہوئے صرف کئی دن ہوئے تھے اور خالد بن ولید اُن دنوں میں لڑائیوں میں مصروف تھے *

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جن لوگوں نے قیدیوں کے قتل سے انکار کیا اُنکو صبا کے لفظ سے اس بات کا شہدہ ہوا تھا کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے کیونکہ اگر وہ انکار مسلمان سمجھتے تو قید ہی کا ہیگر کرتے *

کیا لطیفہ ہے کہ خالد سے اس غزوہ میں دو ضرر ہوئے تھے ایک یہ کہ صبا کے لفظ سے جو مقصد اُن لوگوں کا تھا کہ وہ نہ سمجھے دوسرے یہ کہ قیدیوں کے قتل کا حکم دیا تھا اسی لئے در دفعہ رسول خدا صلعم نے خدا کے سامنے اپنی صفائی خالد کے کام سے عرض کی *

غرض کہ یہ واقعہ اس وجہ سے کہ خلاف مرضی رسول خدا صلعم کے ہوا اور آنحضرت نے اپنی ناراضی اُس سے ظاہر کی ہمارے استنباط کا مثبت اور مدد و معارف ہی اور ہمارے مخالفوں کے مفید نہیں *

سرم اساری ہوازن — ہوازن کے قیدیوں کو رسول خدا صلعم نے احسان رکھ کر جو لوگ احسانا چھوڑنا چاہتے تھے اُنکو انکا ندیہ دیکر چھوڑ دیا اور اس سے ثابت ہو گیا کہ غازیوں کا جنہوں نے کانروں کو قید کیا ہو بجز ندیہ لینے کے اور کچھ حق قیدیوں پر نہیں ہے * اسارے ہوازن کا ذرا لٹا قصہ ہے چند حدیثوں میں بھی وہ قصہ مذکور ہے اور سیر کی کتابیں میں بھی اُسکی روایتیں ہیں اور

اور تمہارے ہاتھ اُن سے مکہ کے بیچ میں بعد اسکے کہ فتح مند کیا تمکو اُنپر *

تمام علماء اور مفسرین اور اہل سیر اس بات کے قائل ہیں کہ یہ لشکر کئی بعد فتح مکہ ہوئی اور خود قرآن مجید کی آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے مگر یہیں لغو روایتوں میں ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ میں قبل فتح مکہ ہوا تھا لیکن جبکہ سب لوگ اُس روایت کو موقوف جانتے ہیں تو اسیر زیادہ بھٹ کرنے کی ضرورت نہیں * دوم اساری غزوہ بنی خزیمہ — کرمانی کہتا ہے کہ یہ ایک

قبیلہ ہے عبد قیس کا اور سیروطی قال الکومانی ہی قبیلۃ عبد قیس قال السیروطی فی الترویج کان الیہم فی شوال عقب الفتح *

مراہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ خالد ابن ولید تھوڑا سا لشکر لیکر تم سیرۃ خالد بن الولید الی بنی خزیمہ قبیلۃ من عبد قیس اسفل مکہ الی لیلة بنا حیمۃ یاملم فی شوال سنۃ ثمان و ہر یوم الفیضا بعد علیہ السلام لمارجع من ہدم العزی و ہر فیضا کے دن روانہ ہوئے اُنکو رسول خدا صلعم نے عزی توڑ کر

پھر آئے کہ بعد بھیجا تھا اور خود رسول خدا صلعم مکہ میں مقیم تھے * اس غزوہ کی جو حدیث بخاری میں ہے اُسکو ہم تو اپنے استنباط کے موافق سمجھتے ہیں اور شاید ہمارے مخالف اُسکو اپنے مفید سمجھیں اس لئے اُسکو لکھ کر اپنے استنباط کا اثبات اور مخالفین کے استدلال کی تردید کرتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ سالم نے روایت کی کہ اُسکے باپ نے کہا کہ پیغمبر خدا صلعم نے خالد ابن ولید کو لشکر دیکر بنی خزیمہ پر بھیجا خالد نے اُنکو

من سالم من ایۃ قال یثیبہ بنی خزیمہ خالد بن الولید الی بنی خزیمہ دعوا ہم الی الاسلام فلم یجسروا ان یقولوا اسلمنا نجعل یقولون صبا صبا فقتل خالد یقتل و یا سر و دح الی کل رجل منا اسیرہ حتی اذا کان یوم اخر امو خالد ان یقتل کل رجل منا اسیرہ فقتل والہ لا اقل اسیرہ و لا یقتل رجل من اصحابی اسیرہ حتی قدما الی النبی صلعم فذکرنا لہ نفع النبی صلعم یدۃ قتال الہم انی ابرار الیک ماصنع خالد مرتین

میں تو اپنا قیدی نہیں مارنے کے

ابطال غلامی

ابطال غلامی

ملیہ و سلم معی من ترون و احب
 احدیث الی اصدقہ فاخترنا
 احدی الطایفین اما السبی و اما
 المال و قد کنت استانیب بکم
 و کان انظار ہم رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ و سلم بضع مشرۃ لیلۃ
 حین قفل من الطایف فلما بین لهم
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم
 غیر راد الیہم الا احد الطایفین
 قالو فانما نشتار سبینا فقام رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فی
 المسلمین فأنشی علی اللہ بما
 ہو اھل ثم قل اما بعد فان اخوانکم
 قد جاؤ انھیں رانی قد رایب
 ان ارد الیہم سبیہم فمن احب
 منکم ان یطیب ذلک فایفعلہ و من
 احب منکم ان یکون علی حقلہ حتی
 تمطیۃ ابراہ من اول ما یفنی اللہ
 مالہا فایفعل فقال الناس قد طیبنا
 ذلک یا رسول اللہ فقال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ و سلم انا لاندی
 من اذن منکم فی ذلک معن ام یا
 ذنار جعوا حتی یرفع الینا عرنا ثم
 امرکم ان ترجع الناس فککم عرنا ثم
 ثم رجعوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 و سلم فآخذہ انھم قد علیوا و انذرا
 هذا الذی بلغنی من سبی ہوا زن
 صلعم کھڑے ہوئے اور ان سے
 فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں
 جو تم چاہتے ہو مگر تھوہک
 بات کھدیٹی مجھے پسند ہی تم
 درنوں میں سے ایک چیز اختیار
 کرلو یا تو قیدی ہی لے لو یا
 مال ہی لے لو میں پیشک تم سے
 اُنس رکھتا ہوں رسول خدا صلعم
 نے طایف سے پھر کر دس سے بھی
 زیادہ رات تک ان لوگوں کے
 آنے کا انتظار کیا تھا فرضکہ جب
 اُن لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ رسول
 خدا صلعم درنوں چھڑیں نہیں
 پھیرینگے بلکہ اُن میں سے ایک
 دینگے تو اُنہوں نے کہا کہ ہم
 قیدیوں کو چاہتے ہیں پس
 رسول خدا صلعم مسلمانوں کے
 بوجھ میں کھڑے ہوئے اور خدا
 کی تعریف کی جسکارہ مستحق
 ہی پھر خدا کی تعریف کے بعد
 فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی
 توبہ کر کر آئے ہیں اور میں
 چاہتا ہوں کہ اُن کے قیدی اُن کو
 پھیر دوں پس جس کسی کو یہ بات
 اچھی لگے وہ کرے اور جو شخص چاہے
 کہ اپنا حصہ نہچوڑے تو وہ
 ویسا کرے یہاں تک کہ دیا جاوے
 اسکا حق اس مال سے جو سب سے
 اول خدا ہکو دیا لوگوں نے عرض
 کیا کہ ہم آپ کی بات کو
 پسند کرتے ہیں رسول خدا صلعم
 نے فرمایا کہ ہم نہیں جانتے کہ کتنے
 ہم میں سے ایک بات کی اجازت دی
 اور کتنے نہیں دی تم جاؤ تاکہ
 تمہارے مکہ یا یہ بات آنکر کہیں
 سب لڑک گئے اور اپنے اپنے سرگروہوں
 سے کہا پھر وہ لوگ رسول خدا
 صلعم پاس آئے اور اطلاع کی کہ سب
 لوگ پسند کرتے ہیں اور اجازت
 دیتے ہیں یہ قصہ ہرازن کا ہی
 جس کی اطلاع ہم کو رہی ہی *

اُن چوبیس بہت باتیں ہمارے استنباط کی
 معارف ہیں اور بعض اغاظ
 ایسے ہیں جنکو ہمارے مخالف اپنے مفید
 سمجھتے ہوئے اس کیلئے
 اور اُن تمام حدیثوں اور روایتوں کو
 بچنسہ لکھتے ہیں اور پھر اُن سے
 چڑ کٹھہہ دستنباط ہوتا ہی اُسکر بیان کرتے
 ہیں *

سیرت ہشامی میں لکھا ہی کہ تمام قیدی
 اور مال جو حنین کی
 لڑائی میں ہاتھ آیا تھا رسول
 خدا صلعم پاس جمع کیا گیا اور
 غنیمت پر مسعود بن عمر
 التغاری متعین تھے اور رسول
 خدا صلعم نے تمام قیدیوں کو
 اور مال کو جعرانہ نصیب
 کیا *
 کا حکم دیا اور وہیں وہ رکھے گئے *

اور سیرت محمدی میں لکھا ہی کہ رسول خدا صلعم نے قیدیوں
 کے اور لڑک کے مال جمع کرنے کا
 حکم دیا چنانچہ وہ سب جمع
 کیئے گئے اور جعرانہ میں
 بھیج دیئے گئے اور رسول خدا
 صلعم کے طایف سے مراجعت
 فرمانے تک وہیں رہے اور قیدی
 چھ ہزار آدمی تھے — اور
 پٹھاری نے اپنی تاریخ میں اور
 بغوی نے ہزیل ابن ورقاد سے یہ
 روایت کی ہی اور اصابعہ میں
 لکھا ہی کہ اُس کی سند اچھی
 ہی کہ رسول خدا صلعم نے اپنے
 تشریف لائے تک قیدیوں کے اور
 مال کے جعرانہ میں رہنے دینے کا
 حکم دیا تھا — اور ابن عساکر
 نے اپنی تاریخ میں مسیب سے یہ
 روایت کی ہی کہ رسول خدا صلعم نے
 حنین کی لڑائی میں چھ ہزار لڑکے اور
 مردوں قید کی تھیں *

پٹھاری میں اسی واقعہ کی بابت یہ حدیث
 ہی کہ جب ہوزان کے
 ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 قلم حنین جہ و فد ہوازن مسلمین
 فسالوا ان یرد الیہم امرالہم و
 سبیہم فقال لهم رسول اللہ صلی اللہ

سیرت ہشامی میں اس قصہ کو
 ثمر خرج رسول اللہ صلعم حنین
 انصرف من الطایف علی دھنا حتی
 نزل الجعرانۃ فیمن معہ من الناس
 اس طرح پر لکھا ہی کہ بارادہ
 جہاد تشریف کیلئے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ مراجعت
 فرمائی آپ نے طایف سے اوپر

پٹھاری میں اسی واقعہ کی بابت یہ حدیث
 ہی کہ جب ہوزان کے
 ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 قلم حنین جہ و فد ہوازن مسلمین
 فسالوا ان یرد الیہم امرالہم و
 سبیہم فقال لهم رسول اللہ صلی اللہ

و معہ من ہوازن سبب کثیر و قد
قالہ رجل من اصحابہ یوم طعن
ثقیف یا رسول اللہ ادع علیہم فقال
رسول اللہ صلعم اللہم اھد ثقیفا
و ائت بہم - ثم اتاہ و ند ہوازن
بالجمرانۃ و کان مع رسول اللہ
صلعم من سبب ہوازن ستۃ الاف
من الذراری والنساء و من الایل
والاشیاء مما لا یدری ما عدتہ قال ابن
اسحاق فحدثنی عمر و بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ عبداللہ بن عمروان
و ند ہوازن اتوا رسول اللہ صلعم و قد
اسلموا فقالوا یا رسول اللہ قد اسأنا
من ابلاہ مالہ یطغ علیک فاستن
علینا من اللہ علیک - قال ابن اسحاق
فحدثنی عمر بن شعیب عن ابیہ عن
جدہ عبداللہ بن عمر و قال فقال رسول
اللہ صلعم ابناہ کم و نسائہ کم احب
الیکم ام اموالکم فقالوا یا رسول
اللہ خیرتنا بین اموالنا و احسابنا بل
تودا لہنا نساءنا و ابناءنا فابو احب
الینا فقال لہم اما ماکان لی و ابنتی
عبدالہطلب فہو لکم و اذا ما انا
صلیبت الظہر بالناس فقوموا فقالوا
انا نستشفع بربنا رسول اللہ الی المسلمین
و بالمسلمین الی رسول اللہ فی اہلنا
و نساءنا نسال علیکم عند ذلک و سال
لکم - فلما صلی رسول اللہ صلعم
بالناس اظہر قمرًا فتکلموا بالذی
امرہم بہ فقال رسول اللہ صلعم
اما ماکان لی و ابنتی عبدالہطلب
فہو لکم فقال الھاجرون ما کان
لنا فہو لرسول اللہ صلعم فقال لا افرع
بن حابس اما انا و بنو یمینم فلا -

قال عیینۃ بن حصن و اما انا و بنو
فوزۃ فلا - و قال عباس ابن مرداس
اما انا و بنو سلیم فلا - قالہ بنو
سلیم بلی ماکان لنا فہو لرسول اللہ
صلعم - قال یقول عباس ابنتی سلم
و ہتمہوتہی فقال رسول اللہ صلعم
اما من تمسک یحققہ من ہذا
السبی فلہ بکل ست فرا یص من
اول سبی اصیبہ فردا الی الناس
ابنائہم و نساءہم - قال ابن اسحاق
وحدثنی ابو ورجۃ یزید ابن عبید
السعدی ان رسول اللہ صلعم اعطی
علی بن ابی طالب (رضہ) جاریۃ
یقال لہا ریط بنت ہلال بن حیان
بن عمیرۃ بن ہلال بن ناصرۃ بن
قصیہ بن نصر بن سعد بن بکر -
و اعطی عثمان بن عفان جاریۃ
یقال لہا زینب بنت حیان بن عمرو
بن حیان - و اعطی عمر بن
الخطاب جاریۃ فربہا عبداللہ بن
عمر ابنہ - قال ابن اسحاق فحدثنی
نافع مولی عبداللہ بن عمر عن
عبداللہ ابن عمر قال بعثت ہا الی
اخوتہی من بنی جمح لیصلنہا
بی مٹھا حتی اطوف بالبیث
ثم آتیہم وانا ارید ان اصیبہا
اذا رجعت الیہا قال فخرجت من
المسجد حین فرغت فاذا الناس
یشقون قال ما شانکم قال ردعلنا
رسول اللہ صلعم نساءنا و ابناءنا
قلنا تلکم صاحبکم فی بنی جمح
ناہو فخذواھا فخذوا الیہا
فاخذواھا - قال ابن اسحاق واما
عیینۃ بن حصن فخذہا معجزا
من معجزات ہوازن و قال حیان اخذہا
ابی معجزا انہی لاصب لہا فی العی

بمقام علیکدہ — مطبع علیکدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

حافظ محمد عبدالرزاق کے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۹]

۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

تقریباً مضمون نمبر ۵۲

سے ابو رجزہ یزید بن عبدالسمدی نے بچہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عابی کرم اللہ کو ریشہ نام ایک لوتنی ہلال ابن حیان بن عمرہ بن ہلال بن ناصرا بن قضیعہ بن نصر بن سعد بن بکر کی بیٹی عطا کی تھی اور حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ) کو زینب نام ایک لوتنی بنت حیان بن عمرہ بن حیان کی بیٹی عطا فرمائی تھی اور حضرت عمر ابن الخطاب کو ایک لوتنی عطا کی تھی اور انہوں نے اسکو اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمر کو بخش دیا تھا کہا ابن اسحاق نے پس روایت کی مجھے سے نافع مولیٰ عبداللہ ابن عمر نے اور انہوں نے سنا تھا عبداللہ ابن عمر سے کہ میں نے اُس لوتنی کو اپنے بھائیوں قوم بنی جہم کے پاس بھیج دیا تھا تاکہ وہ اُس کو رکھیں یہاں تک کہ میں طواف بیت سے فارغ ہواؤں اُسکے بعد اُن کے پاس جاؤں اور میرا دل چاہتا تھا کہ جب میں واپس آؤں تو اُس لوتنی سے مصاحبت کروں کہا عبداللہ ابن عمر نے جبکہ میں مسجد سے فارغ ہو کر نکلا تو لوگوں کا جھگڑ تھا میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے کہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو رسول خدا نے چھوڑ دیا پس میں نے کہا کہ ایک بیوی تمہاری بنی جہم میں ہی رہے بھی تم لیجاز پس رہ گئے اور اسکو بھی لینگے کہا ابن اسحاق نے کہ عیدہ بن حصن نے ایک پرزہیا قوم ہراؤں کی لی تھی اور جب اُس نے اس پرزہیا کی اہا تھا کہ دے

نسباً و عسی ان یعظم نذاہا فلما رد رسول اللہ صلعم السیایا پسہ فواص ابی ان یودھا فقال لہ زعیر ابو صرد خذھا منك فو اللہ ماؤھا یبارد ولائدہا بذاہد ولا بطنھا بواند ولا زجھا بواحد ولا درھا بواحد فودھا پسہ فواص حین قال لہ زعیر ما قال فؤمرا ان عیثۃ لقی اربع بن حابس نشکی الیہ ذلک فقال انک واللہ ماخذھا بیضاً عزیزاً ولا نصفا وثیراً

اور یزید سلیم بھی ندینگے مگر یزید سلیم نے کہا کہ نہیں جو ہمارا حصہ ہے اُس کے مالک انحضرت ہیں کہا راوی نے کہ عیاس ابن مرداس بنی سلیم سے کہتا تھا کہ تم نے میوی بات کو پسٹ کر دیا پس فرمایا رسول خدا نے جس شخص نے ان قیدیوں میں سے اپنا حق لیا یا ہی اور وہ واپس کر دیا اسکو میں بننے آئیے حصہ کے چھہ اور نہ اُس غنیمت میں سے دوٹکا جو سب سے پہلے میرے ہات لگیگی پس پھیر دو اُن لوگوں کے دہیے اور عورتیں - کہا ابن اسحاق نے اور روایت کی مجھے

مگر اسکے جواب میں اول تو ہم یہ کہہینگے کہ سیرت ہشامی اور اُسکے راوی نامعتمد ہیں اور اس لئے سیرت ہشامی کی وہ روایت جسکی مؤید کوئی صحیح روایت نہیں ہی قابل اعتماد کے نہیں ہی *
۱۰

دوسرے یہ کہ سیرت ہشامی میں جو لفظ اعلیٰ کا لکھا ہے اور جو قصہ بداخلاقی اور صفت ہیثمہ کا مدللہ ابن عمر کی نسبت منسوب کیا ہی منہض کذب اور جھوٹ ہی رسول خدا صلعم نے کسیکو کوئی لڑکی بخشی نہیں تھی بلکہ خود حضرت عمر نے گرفتار کیا تھا اور اُسکی سند کے لئے ہم حدیث بخاری کی اپنے پاس موجود رکھتے ہیں *

چنانچہ بخاری میں نافع سے یہ روایت ہی کہ عمر بن خطاب نے رسول خدا صلعم سے کہا کہ زمانہ انبیطاب قل یا رسول اللہ اذک کان علی استکفاف یرم فی الجاہلیۃ فامرو ان یقی یہ قل وصاب مہرجارتین من سبی حنین فرضما فی بعض بیوت مکہ قال نعم رسول اللہ صلعم علی سب حنین فیحملوا یرمونی فی السکک نقال عمر یا عبد اللہ انظر ما عذا نقال من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السبی قال اذهب ذرمل الجارحیتین الخ

مکہ کے گھوڑوں میں سے کسی گھوڑے میں رکھ دیا تھا نافع نے کہا کہ جب پیغمبر خدا صلعم نے حنین کے قیدیوں کو احسان رکھ کر چھوڑا تو وہ بازار میں چلے پورے لئے تب عمر نے کہا کہ اے عبد اللہ دیکھ تو یہ کہہ دیا ہی تب عبد اللہ نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے قیدیوں کو احسان رکھ کر چھوڑ دیا عمر نے کہا کہ جا اُن لڑکیوں کو بھی چھوڑ دے — پس اس حدیث میں نہ پیغمبر خدا صلعم کا اُن لڑکیوں کو بخش دینا مذکور ہی اور نہ اُس اتہام کا ذکر ہی جو ابن اسحاق نے حضرت عبد اللہ ابن عمر پر کیا ہی *

قطع نظر اسکے اگر الفاظ سیرت ہشامی ہی کو تسلیم کر لیا جاوے تو بھی استرقاق ثابت نہیں ہوتا اعلیٰ کا لفظ استرقاق پر دلالت نہیں کرتا اور جارحہ کا لفظ لوثنتی اور آزاد لڑکی دروں پر اطلاق ہوتا ہی اور جس جارحہ کی نسبت عبد اللہ ابن عمر پر اتہام کیا گیا اگر وہ لوثنتی تھی جیسکے طرز کلام ہشامی سے پرچہ ذکر کرنے نسب درجاریں کے اور نہ ذکر کرنے نسب اس جارحہ سے پایا جاتا ہی تو مابعد آیت حریف کے استرقاق پر کچھ بھی استدلال نہیں ہر سکتا *

کہا تھا کہ یہ بڑے بڑے میری دانست میں قوم ہرازن میں سے کسی بڑے گھر کی ہی اور غالب ہی کہ مجھکو اس کے عرض میں بہت کچھ مال ہاتھ آریگا پس جب کہ رسول خدا نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور لوگوں سے وعدہ کیا اُن کی عرض میں چھ چھ اونٹوں کا تو عینہ نے انکار کیا کہ میں اس بڑے بڑے گھر کے نذرنگا پس زہیر ابوصد نے کہا کہ نہ تو وہ چنداں پاکیزہ دھن ہی اور نہ اُسکی چھاتیاں کچھ اُبھری ہوتی ہیں اور نہ وہ جتنے کے لائق ہی اور نہ زوج اُس کا ایک ہی اور نہ اُس سے کسی دایمی نفع کی توقع ہی پور کیوں نہیں دیدیتا پس عینہ نے ابوصد کے اس کہنے سننے سے دیدیا کہا پس گمان کیا اُنھوں نے یہ کہ عینہ ملا اقع بن حبس سے اور شکایت کی اُس سے اس بات کی پس اُس نے کہا کہ والدہ نہیں لیا تو نے اُس کو کچھ عائلہ مزید سمجھکر اور نہ کچھ کام خدمت کے لائق دیکھکر *

مگر اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے بخاری کی حدیث پر استدلال ہی جس سے قیدیوں کا احسان رکھ کر چھوڑنا ظاہر ہی اور اُس حدیث کے ان الفاظ سے کہ در من احب منکم ان یکون علی حلقہ حتی یصلیہ ایامہ من ارل ما یفی اللہ علینا، بطوری ثابت ہی کہ غازیوں کا حق اساری پر بجز ذبیہ لینے کے اور کچھ نہیں ہی *

سیرت ہشامی میں جو یہ لکھا ہی کہ پتو تمیم نے احسان رکھ کر چھوڑنے سے انکار کیا اور رسول خدا صلعم نے بطور حق قید کرنے والے کے فی قیدی چھ ارنت ذبیہ میں دلانے تجویز کیئے اس سے اور بھی ثابت ہوا کہ غازیوں کا بجز ذبیہ کے اور کچھ حق نہ تھا *

سیرت ہشامی کے ان الفاظ سے کہ عینہ نے ایک بڑے کو اس خیال سے پکڑا کہ اُس کا ذبیہ زیادہ ہرگا ظاہر ہوتا ہی کہ مجاہدین صحابہ جانتے تھے کہ اساری پر بجز ذبیہ لینے کے اور کچھ حق نہیں ہی *

گو سیرت ہشامی کو ہم اس رتبہ کی کتاب نہیں سمجھتے کہ اُسکی روایت بلا کسی مؤید کے قابل اعتبار ہو مگر چونکہ بخاری کی مذکور بالا حدیث سے اسقدر مضمرن کی تائید ہوتی ہی اس لئے ہم نے اس پر ہورسا کیا ہی *

مگر ہمارے مخالف سیرت ہشامی کی روایت پر استدلال کر کے ہم سے مکابہ کرینگے کہ جب خود رسول خدا صلعم نے قبل واپس دینے اسارے کے چند لڑکیاں ملی و عثمان و عمر کو بخش دی تھیں اور حضرت عمر نے منجملہ اُنکے ایک اپنے بیٹے کو بھی کوئی تھی اور وہ اُسکے ساتھ مباشرت کرنے کو میار ہو گئے تھے تو اس سے صاف اسارے کے استرقاق کا جواز پایا جاتا ہی *

ابطال غلامی

ابطال غلامی

پنجم اسارے بنی تمیم — بشاری نے توجہ الباب میں لکھا ہے کہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ذکو

ذل ابن اسحاق غزوة عینہ بن
حصین بن حذیفہ بن بنی یزید بنی
الغزیر بن یزید بنی تمیم بنی
صلی اللہ علیہ وسلم الیہم ذاکارواصاب
منہم تاسا و سبی منہم تاسا
کو بھیجتا تھا انہوں نے وہاں اڑتا

اور آدمیوں کو مارا اور مردوں کو قیدی بنا لائے *

بعد اس کے بشاری نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا

کہ میں ہمیشہ بنی تمیم کو

دوست رکھتا ہوں جب سے کہ

ان کی نسبت تین باتیں رسول

خدا صلعم سے سنی ہیں آپ

ان کے حق میں فرماتے تھے

کہ میری تمام اصف سے زیادہ

سخت ہونے دجال پر اور انہی

لوگوں میں ایک عورت حضرت

عایشہ پاس پندی میں تھی تو آپ نے فرمایا کہ اُس کو چھوڑ دے

کیونکہ وہ اسمعیل کی اولاد میں سے ہے اور اُن کے پاس سے جب

صدقات آئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک قوم کے صدقات ہیں یا

فرمایا کہ میری قوم کے صدقات ہیں *

یہ تینوں باتیں جو حضرت ابو ہریرہ نے فرمائیں یہ اُس وقت

کے واقعات نہیں ہیں جس وقت کہ انہوں نے اُن کو فرمایا تھا بلکہ

پچھلے باتوں کو جو مختلف اوقات میں کہی گئی تھیں اُن کو اُس وقت

بیان کیا تھا پس اس حدیث سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ غزوة بنی

تمیم کے بعد کئی عورت حضرت عایشہ پاس بطور اونٹنی کے تھی اور

اُس کے آزاد کرنے کا رسول خدا صلعم نے حکم دیا تھا بلکہ جب

غزوة بنی تمیم کے قیدی پکڑے آئے اُسی میں سے ایک عورت حضرت

عایشہ پاس تھی جس کو بلا ذبیہ بہ سبب اراد ابراہیم ہونے کے

چھوڑ دیئے کو فرمایا تھا کیونکہ تمام قیدی بنی تمیم کے بلا ذبیہ

احسان رکھے اور اُس وقت چھوڑ دیئے گئے تھے چنانچہ مراد بن ابی

میں بالتفصیل لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے عینہ ابن حصین نوازی

کو بنی تمیم پر سقا کے مقام پر

جو بنی تمیم کا ضاح ہے معمر

سنہ ۹ ہجری میں بھیجا اور

اُس کے ساتھ پچاس سوار عرب

کے تھے اور اُن میں کئی مہاجرین

چہارم اساری ثقیف — ثقیف کے قیدیوں کو بھی رسول خدا صلعم

نے ذبیہ لیکر چھوڑ دیا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ عمران

ابن حصین نے کہا کہ بنی ثقیف اور بنی عقیل دونوں آپس میں بھائی

بھائی بن گئے تھے بنی ثقیف نے

رسول خدا صلعم کے اصحابوں

میں سے دو شخصوں کو قید کر لیا

تھا اور رسول خدا صلعم کے

اصحاب نے بنی عقیل کے ایک

شخص کو قید کر لیا اور اُس کو

باندھ کر دھوپ میں کال دیا

جب کہ رسول خدا صلعم اُس کے

پاس سے گذرے تو اُس نے بکرا

ای معتمد ای معتمد معتمد

کس وجہ سے پکڑا ہے آپ نے

فرمایا کہ تمہارے بٹے ہوئے

بھائیوں ثقیف کے گناہ میں

یہ فرمایا اور اُس کو بدستور بندھا

ہوا چھوڑ کر تشریف لیچئے وہ

چھوڑ پکارا ای معتمد ای معتمد

رسول خدا صلعم کو اُس پر رحم آیا اور آپ پھر کر آئے اور پوچھا کہ

تیرا کیا حال ہے اُس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں آپ نے فرمایا کہ

اگر تو اُس وقت کہتا جب کہ تو اپنے اختیار میں تھا تو بہت

بھلائیوں پاتا عمران ابن حصین نے کہا کہ بعد اس کے رسول خدا صلعم

نے اُن کو قیدیوں کے ذبیہ میں جن کو بنی ثقیف نے قید کیا تھا

چھوڑ دیا *

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس شخص کو جوچہ مسلمان

ہوجانے کے چھوڑ دیا تھا اس لئے کہ وہ مسلمان نہیں ہوا تھا جہوت

مٹ کہتا تھا کہ میں مسلمان

ہوں چنانچہ مرقاة میں لکھا ہے

کہ اُس شخص کو رسول خدا

صلعم نے بعد اس کے کہ اُس نے

مسلمان ہونے کا اقرار کیا اسی لئے

دارالعرب میں بھیج دیا کہ آپ جانتے تھے کہ وہ سچا نہیں ہے پس

یہ بات رسول خدا صلعم ہی کے لئے خاص ہے *

ثقیل انماردة صلعم الی دارالعرب

بعد اظہار کلمۃ الاسلام لانه تدل

انہ غیر صادق نہدا خاصة بہ صلی

اللہ علیہ وسلم

ہی پس حدیث مذکورہ بالا میں جو لفظ اعتقا ہی اُس سے یہ کہ سمجھنا کہ وہ عورت لوثنی تھی ایک بہت بڑی فاحش غلطی ہی *

کشف الغمۃ عن جمیع الامم کی کتاب السیر میں خصوصاً ابو ہریرہ سے عن ابی ہریرۃ قال کان علی عایشۃ ایک حدیث منقول ہی کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا عتیق رقیۃ نضام عایشہ پر ایک پردہ آزاد کرنا تھا سہی من بغی تمیم فقال البغی صلی جب بغی تمیم کے قیدی آئے تو اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اعتقی رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ من ہؤلاء الخ زانیوں سے آزاد کردے *

یہ حدیث محض بے جوڑ اور خلاف اصول اور بعض نامعتبر ہی اگر ایسی لغویات پر مسائل مذہب اسلام کی بنیاد ہو تو خدا حافظ ہی * ایک متصہب مکابر ہمارے اس بیان پر جو اسباب میں لیا گیا ہی یہ اعتراض کر سکتا ہی کہ بعد نتج مکہ جس قدر غزرات میں قیدی ہوئے اور جنکا ذکر ہم نے اس باب میں کیا وہ سب اہل عرب تھے اور اہل عرب کا لوثنی و غلام بنانا جائز نہ تھا اس لیے وہ چھوڑے گئے نہ اس وجہ سے کہ آیت من و فدا نازل ہو چکی تھی * مگر اسکا جواب ہم یہ کہتے ہیں کہ عرب میں بزمانہ جاہلیت اہل عرب کا لوثنی و غلام بنانا بالکل رایج تھا اور ابتداء زمانہ اسلام میں بھی جبکہ قیدیوں کے باب میں کوئی حکم نہیں آیا تھا اور رسم و رواج عرب کے موافق کام ہوتا تھا قوم عرب کا لوثنی و غلام بنانا ناجائز نہیں سمجھا جاتا تھا اور تمام علماء بالاتفاق اس بات کے متفق ہیں کہ قوم عرب کا لوثنی و غلام بنانا ناجائز نہ تھا پس اس سے بظہری ظاہر ہوا کہ ان غزرات میں جس قدر قیدی منا و فدا چھوڑے گئے وہ اسی وجہ سے چھوڑے گئے کہ قیدیوں کی نسبت آیت من و فدا نازل ہو چکی تھی اور اسکی تعمیل فرض تھی *

واسطے ثبوت اس بات کے کہ قبل نزل آیت من و فدا قوم عرب کا لوثنی و غلام بنانا ناجائز نہیں سمجھا جاتا تھا دو حدیثیں اور قول علماء متقدمین ذیل میں لکھا جاتا ہی — بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب میں لکھا ہی باب غزوة بنی المصطلق من خزاعة وہی غزوة المریضہ قال ابن اسحق و ذلک سنة ست و قال موسی بن عقیقہ سنة اربع و قال نعمان بن راشد من الزہری کان حدیث الانک فی غزوة المریضہ سنہ ۶ میں ہوا تھا اور موسی بن عقیقہ کا قول ہی کہ سنہ ۴ ہجری میں ہوا تھا اور نعمان بن راشد نے زہری سے روایت کی ہی کہ اسی غزوة مریضہ میں لوگوں نے حضرت عایشہ پر اتہام کیا تھا *

اور انصار میں سے نہ تھا پس وہ رات کو چلتے تھے اور دن کو گھات میں بیٹھتے تھے پس ایک جنگل میں بغی تمیم پر ٹوٹ پڑے اور گھس کر اُن کی مریضہ کو گھیر لیا جب اُنہوں نے آدمیوں کے غول کو دیکھا تو وہ بھاگ گئے پس آدمی اُن میں سے پکڑے گئے اور اُس جگہ گیارہ عورتیں اور تیس بچے ملے اُس کے بعد اُن میں کے دس سوہار جن میں عطار اور دبرقان اور قیس ابن عاصم اور اقرع بن حابس بھی تھا مدینہ میں آئے اور پیغمبر خدا صلعم کے دروازے کے پاس جا کر پکارنے لگے کہ اے محمد

ہمارے پاس باہو آو اپ اندر سے باہو تشریف لائے اتنے میں بلال نے ظہر کی نماز کی اذان دی اور اُن لوگوں نے رسول خدا صلعم کے دامن کو پکڑ لیا اور بات چیت کرنے لگے آپ نے تھوڑی دیر توقف کیا پھر چلے گئے اور ظہر کی نماز پڑھی پھر مسجد کے صحن میں بیٹھے اُن لوگوں نے عطار ابن حاسب کو پیش کیا اُس نے بات چیت کی اور خطبہ پڑھا پھر رسول خدا صلعم نے آیت بن قیس بن ہاشم کو اُنکا جواب دینے کو حکم دیا اور اُنہوں نے اسکا جواب دیا اُنھی لوگوں کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ تجھکو مکان کے دروازے کے باہر سے پکارتے ہیں الخ اور رسول خدا صلعم نے اُنکے قیدی مرد اور قیدی عورتیں دہچے سب چھوڑ دیئے *

سہی اور سبایا کا لفظ عام ہی اُن پر بھی اطلاق کیا جاتا ہی جو قیدی لوثنی و غلام بنالیئے گئے ہوں اور اُن پر بھی بولا جاتا ہی جو قید ہوئے ہوں اصل میں وہ لفظ لڑائی میں جو لوگ پکڑے جاویں اُن کے لیے موضوع ہوا ہی مگر چونکہ عرب میں ہمیشہ لڑائی کے قیدی لوثنی و غلام بنا لیئے جاتے تھے اس لیے سہی سے لڑائی میں پکڑے ہوئے لوثنی و غلام مراد ہونے لگے مگر وہ مطلق لڑائی کے قیدی نہ تھے نسبت بھی مستعمل ہیں *

عتق کا لفظ صرف غلام ہی کے آزاد کرنے پر نہیں بولا جاتا بلکہ نہایت عام معنوں میں اور قیدیوں کے چھوڑ دینے میں بھی مستعمل

ابطال غلامی

ابطال غلامی

و هذا قول الشافعي في العبد
وهو الصحيح و به قال مالك
و جمهور اصحابه و ابو حنيفة
والايزاعي و جمهور العلماء و قال
جماعة من العلماء لا يسترقون وهذا
قول الشافعي في القديم
ابو حنيفة اور اوزاعي اور تمام
علماء اسي بات کے قابل ہیں اور ایک گروہ علماء کا یہ قول ہی کہ
وہ اونٹنی و غلام نہیں ہو سکتی اور یہ قول ابتدا میں امام شافعی
صاحب کا تھا *

پس ان حدیثوں اور اقوال علماء سے ظاہر ہی کہ قبل نزل آیت
من و فدا کے قلم عرب کو اونٹنی و غلام بنانا رائج تھا پس بعد نزل
اس آیت کے جو بیغیر خدا صلعم نے سب کو احسان رکھا کہ یا فدیہ
لیکر چھوڑ دیا تو اُس کا سبب یہ نہ تھا کہ وہ لوگ قوم عرب سے
تھے بلکہ اسی آیت کے حکم کے مطابق چھوڑا تھا *

تمام کام جو رسول خدا صلعم نے کیئے اور تمام احکام جو رسول
مقبول نے صادر فرمائے سب کا منشاء غلاموں کی آزادی اور غلامی کا
معدوم کرنا تھا یہاں تک کہ غزوہ عطايف میں عام منادی کر دی تھی
تہ جو غلام نکد کر ہمارے پاس چلا آریگا وہ آزاد ہی چنانچہ مراءب

لذہبی میں لکھا ہی کہ رسول
ثم نادى مناديه عليه الصلوة والسلام
ي اي عبد نزل من العنص حنچ الينا
نہو عو
نے منادی کی کہ جو غلام قلمہ میں
سے نکد کر ہمارے پاس چلا آریگا

وہ آزاد ہی پس جو کہ غلاموں کو ایسی عام منادی سے آزاد کرتا تھا
وہ آزادوں کے غلام بنانے پر کبھی راضی نہ تھا — صلی اللہ علیہ و علی
من احبہ و سالک طریقتہ وسلم مگر انروس ہی کہ قدیم رسم و رواج
کے اُنس نے جو انسان کو غفلت میں ڈالتا ہی ہمارے بزرگوں کو
اس طرف غور کرنے سے غافل کر دیا مگر اب حکم اُس سے غفلت کرنی
نہیں چاہیئے اور تفرقہ کا قذر اور اسکا خوف بالکل نکل دینا چاہیئے
اِس لیئے کہ بڑے بزرگ کا قول ہی کہ ”راہ طلب میں تفرقہ ہی دایک
صدق طلب ہی“ و توکل علی اللہ و ہرثمہ الزکیل *

باب ہفتم

اُن حدیثوں اور روایتوں کے بیان میں جسے لونٹکی
و غلام بنانے کا فعل رسول خدا صلعم کی نسبت

منسوب کیا جاتا ہی

تمام علماء اسلام کوئی حکم رسول خدا صلعم کا نسبت جواز
استرقاق کے بیان نہیں کر سکتے اور جب اُسکے بیان سے عاجز ہوتے ہیں

ابو سعید خدری میں کیا وہاں
ابو سعید خدری کو بیٹھا ہوا
دیکھا پھر میں نے عزل کی
نسبت اُس سے پوچھا اُنہوں نے
کہا کہ ہم ایک دفعہ رسول خدا
صلعم کے ساتھ بقی المصطلق کی
لڑائی میں گئے تو عرب کی قیدی
عورتوں میں سے ایک قیدی
عورت میرے ہاتھ لگی اور ہم
عورتوں کے ہاتھ آئے کے
خراہشمند تھے کہ عورتوں کے
پاس نچانا ہم پر بہت سخت تھا
اور عزل کرنا ہم چاہتے تھے

کسیکو حمل نہ پھر پس ہم نے عزل کا ارادہ کیا پھر ہم نے کہا کہ یارچون
موجود ہونے رسول خدا صلعم کے اُن کے بغیر پوچھ ہم یہ کام کریں
پھر ہم نے اس باب میں اُس حضرت سے پوچھا آپ نے نوسایا تم کو
کیا ہوا ہی جو ایسا کرتے ہو جو جان کے قیامت تک پیدا ہونے والی
ہی وہ پیدا ہوگی *

صدیج مسام میں یہ حدیث ہی کہ ابن عرب نے کہا کہ میں نے
من ابن عرب قول قنیت الی ذائع
اسلمہ من الدعاء قبل القتال فکتب
الی اقامہ کان ذلک فی ازل الاسلام
قد اغار رسول اللہ صلعم علی بنی
المصطلق و ہم داروں و انعامہم تسقے
علی الاماء فقتل مقاتلتہم و سباہم
واصاب یومئذ قال یھیی احبہ
قال جویریۃ اربابۃ بنت الحارث
و فی روایۃ قال جویریۃ بنت الحارث
و لم یشک
پھر قتل کیا اُن میں سے اُنے

راہوں کو اور قید کیا اُن میں سے قیدیوں کو اور یھیی نے کہا کہ
پھیال کرتا ہوں کہ سلیم نے جویریہ کہا یا البتہ بنت الحارث کہا
کہ اسی دن ہاتھ آئی تھی اور ایک روایت میں ہی کہ اُسنے جویریہ
بنت الحارث کا نام لیا بغیر کسی شک کے *

نوادی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہی کہ اس حدیث
قال النوادی فی شرحہ - دنی
هذا الحدیث جواز استرقاق العرب
لبن بنی المصطلق عرب من خزاعہ
بنی مصطلق قوم عرب بنی خزاعہ

ابطال غلامی

ابطال غلامی

ہرگز نہیں اور مدینہ کے تمام یہودی بھئی قینقاع جو عبداللہ ابن سلام کی
مقدم تھے اور یہودی بھائی حارثہ اور تمام مدینہ کے یہودیوں کو جلا وطن
کر دیا *
۱۱

اس حدیث سے البتہ اساری کا لوٹنے و غلام بنانا پایا جاتا ہے اور سیرت ہشامی میں جو اسقدر زاید اور زائد لکھی ہے کہ رسول خدا صلعم ﷺ نے سعد بن زید انصاریؓ یا ابا بٹنی عبداللہ بن بٹنی قریظہ کے قیدیوں میں سے کچھ قیدیوں کے ساتھ نجد کو بھیجا اور

تو کہتے ہیں کہ فعل رسول خدا صلعم ہمارے لیئے حصہ ہی بات کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور فعل رسول خدا صلعم کو مثیل آپ کے قول کے سر پر اور آنکھوں پر رکھتے ہیں مگر فعل کی تقشیش پر سوسخت مترجمہ دیتے ہیں جبکہ قول یا حکم موجود نہر اور اس باب میں حکم قرآنی فاما مابعد و اما اندام موجود ہی جسمیں کچھ شیعہ نہیں ملا وہ اسکے جو کام رسول خدا صلعم نے کیئے : آپ کے سامنے ہوئے اور اخیر زمانہ نبوی تک نہ اُسکے مخالف کوئی حکم آیا اور نہ اُسکے برخلاف کوئی کام ہوا وہی کام کسی مسئلہ شرعی کی بنیاد ہوسکتے ہیں اس معاملہ میں جسمیں ہم بحث کر رہے ہیں ہم نے نص صریح قرآنی کو سند پکڑا ہی ار یہ ثابت کیا ہی کہ اُسکے بعد فعل رسول خدا صلعم بعیدہ اُسی آیت کے مطابق رہا ہی اور تبھی اُسکے برخلاف نہیں ہوا تو ہمکو اُس حکم کے مقابل کے فعل رسول خدا صلعم کی تقشیش کرنے کی ضرورت نہیں ہی کیونکہ اُس حکم سے مقابل کا فعل کیسا ہی ہو ہر مسئلہ شرعی کی بنیاد اُسی حکم صریح ہو یا اُس فعل پر جو مابعد اُسکے ہوا ہی قائم ہوگی اور یہ اصول کچھ ہمارا معیار کیا ہوا نہیں ہی بلکہ تمام اہل اسلام اور علماء دین اور ائمہ مجتہدین کا اصول ہی لیکن بایں ہمہ ہم اُن حدیثوں اور روایتوں کا بھی ذکر کونکے جنسے لکھتی و غلام بنائے کا فعل جناب رسول خدا صلعم کی نسبت قبل نزول آیت فاما مابعد و اما اندام کیا جاتا ہی اور جو اطفیف اطفیف نکلتے اُمیں نہیں اُنکو بھی بغیر بیان کیئے نہیں چھوڑنگے *

روایات متعلق غزوہ یہود بنی قریظہ

سب سے بڑا واقعہ جس سے اساری کو اونٹنی و غلام ہڈانا فعل رسول
خدا صلعم کا کہا جاتا ہے وہ غزوہ بنی قریظہ ہے مگر یہ غزوہ قبل
فتم مکہ و قبل نزول آیت حریت واقع ہوا ہے *

بلاشبہ یہ حدیث جو بخاری و مسلم میں ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ بنی نصیر اور بنی قریظہ درندن سے لڑائی ہوئی بنی نصیر کو رسول خدا صلعم نے جلا وطن کردیا اور بنی قریظہ کو احسان رکھ کر پسا رکھا یہاں تک کہ بنی قریظہ نے ہزار لڑائی کی تب ان کے مردوں کو مار ڈالا اور انکی عورتیں اور بچے اور مال مسلمانوں میں بانٹ دیا مگر بعض لوگ جو رسول خدا صلعم پاس گئے آپ نے وہ امن سے رکھے اور مسلمان

روایات متعلق غزوہ بنی فزارہ

صباحِ مسلم میں یہہ حدیث بھی کہ ایسا ابنِ سامع نے کہا کہ
 مگرے باپ نے مجھ سے یہہ بات
 کہی نہ ہم بنی فرار سے لڑنے کو
 چلے اور رسولِ خدا صلعم نے
 ابو بکر کو ہم پر سردار کیا تھا پس
 جب کہ رھا ہم سے دور پانی سے
 تھوڑا فاصلہ حکم دیا ہم کو
 ابو بکر نے ٹھہر جانے کا پس
 ٹھہرے رکھے ہم رات کو اور پھر
 متفرق کیا چار طرف سے اور
 پانی پوئے آئے پس جو مقابل ہوا
 اُسکو قتل کر ڈالا اور کچھہ

مذہب کے بانی نے مجھ سے یہ بات
کہی کہ ہم بھی فراز سے لڑنے کو
چاہتے ہیں اور رسول خدا صلعم نے
ابو بکر کو ہم پر سردار کیا تھا پس
جب کہ رہا ہم سے اور پانی سے
تھوڑا فاصلہ حکم دیا کہ
ابو بکر نے تھوڑے جاتے کا پس
تھوڑے دھم رات کو اور پھر
مستحق کیا ہمارے طرف سے اور
پانی پر آئے پس جو مقابل ہوا
اُنکو قتل کر ڈالا اور کھٹا

ہوا ہو ہمارے استدلال کا نائنس نہیں ہو سکتا مہمنا زیادہ تفصیل اس غزوة کے اساری کی ہمارے نہیں ملی اور جس قدر ملی ہی اسکو ہم جویریہ کے حال کے ساتھ بیان کرینگے جو منجمہ سبائے غزوة ہذا سے تصور ہوئی ہیں اور اسیکے ساتھ ان تمام اختلافات روایات کو بھی جو اس معاملہ میں ہیں اور نہایت تعجب انگیز ہیں بیان کرینگے *

ذکر آنحضرت صائم کی سراری کا

مواہب لدینہ میں لکھا ہی کہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صائم کی

چار حرمیں تھیں ماریہ قبطیہ بیٹی شمعون کی اسکو مقرنس مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ نے بطور تحفہ کے آنحضرت صائم کو بھیجا تھا اور اُس کے ساتھ سیریں اسکر۔ بہن بھی تھیں تھیں آں حضرت صائم نے سیریں کو حسان ابن ثابت کو دیدیا تھا اور اُسی سے عبدالرحمن ابن حسان سے عبدالرحمن ابن ابیہیم ابن النبی صائم و ماریہ ماریہ نبی خلافت عمر رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ مشور و دینت بالیقین — دریدانہ بنت شمعون بن بنی قریظہ و قیل من بنی النضیر والاول اظہر و مارتہ قیل و ذلک علیہ السلام مرجعہ من حجة الوداع سنۃ عشر و دفت بالیقین و کان علیہا السلام و طیہا بماء الیمع۔ و قیل اعطیہا و تزوجہا و لم یذکر ابن الاثیر غیرہ — و ہبت ہا زینب بنت جحش — الاربعة اصحابہ فی بعض السبعی

بغیر خدا صائم کے ہو گیا جبکہ آپ سنہ ۱۰ ہجری میں حجة الوداع سے واپس تشریف لائے اور بغیر خدا صائم بطور حرم کے انکو تصرف میں لائے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ انکو آزاد کر دیا تھا اور پھر ان سے نکاح کیا تھا اور ابن اثیر نے اس کے سوا اور کڑی روایت نہیں لکھی — اور ایک اور کہیں جن کو زینب بنت جحش نے ہبت کیا تھا — اور چوتھی بھی تھیں جو کسی لڑائی کے قیدیوں میں سے آپ کے ہاتھ آئی تھیں *

اب ہم ان چاروں کا جنکو رسول خدا صائم کی حرمیں بیان کیا گیا ہی جدا جدا حال لکھتے ہیں — ماریہ قبطیہ کے بطور تحفہ آنے

لوگوں کو قید کیا اور ایک جماعہ میں نے دیکھی کہ اسمیں بھیے اور عورتیں تھیں پس مجھکو اندیشہ ہوا کہ یہ بچکر پہاڑ پر نہ چڑھا جائیں چنانچہ میں نے ایک تیز پوینکا کہ وہ ان کے اور پہاڑ کے درمیان میں گرا جب انہوں نے تیز دیکھا تو روکھڑے ہو گئے اسی عرصہ میں مینے ان کو جا لیا اور ان کو اس طرف پھیرا اور اُس جماعت میں ایک عورت قمر بنی فزارہ سے تھی اور یہ ایک

چادر چڑھے کی اڑھت تھی اور اُسکے ساتھ ایک اسکی بیٹی تھی نہایت خوبصورت پس سب کو گھیر کر میں حضرت ابوبکر کے پاس لے آیا حضرت ابوبکر نے اُس لڑکی کو مجھے دیدیا اُسکے بعد ہم سب مدینہ منورہ کو چلے آئے اور میں نے اُس لڑکی کا کپڑا تک نہیں کھولا تھا (کپڑا نہ کھولنا اشارہ ہی جامع نکرے کی طرف) اتفاقاً مدینہ کے بازار میں مجھکو حضرت رسول خدا ملے اور ارشاد فرمایا نہ اسی ساتھ وہ عورت تو مجھکو بخشدے پس میں نے کہا کہ یہ رسول اللہ وہ عورت تو مجھکو نہایت بھاری لگتی ہی حالانکہ میں نے ابھی تک اسکا کپڑا بھی نہیں کھولا پھر دوبارہ ملے مجھکو رسول خدا دوسرے دن بازار ہی میں اور پھر فرمایا کہ اسی ساتھ بخشدے تو مجھکو روک عورت تو مینے جواب دیا کہ اے ابی آپ رسول اللہ اور قسم ہی خدا کی کہ میں نے ابھی تک اسکا کپڑا بھی نہیں کھولا پس آنحضرت نے اُسے لیکر مکہ کو بھیج دیا اور اہل مکہ نے اُس کے عرض میں بہت سے مسلمانوں کو جو نثار کی قید میں تھے چھوڑ دیا *

اس حدیث سے بھی بلاشبہ معلوم ہوتا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلیات سے نہ اساری بنی فزارہ اور زنی و غلام بنائے گئے ثابت ہوتا ہی مگر خود اس حدیث سے ظاہر ہی کہ یہ واقعہ فتح مکہ و قبل نزول آیت حریت واقع ہوا تھا اور اسلئے ہمارے استنباط میں کچھ نقصان نہیں ڈالتا *

روایات متعلق غزوة بنی المصطلق

یہ غزوة بھی سنہ ۵ یا سنہ ۶ ہجری میں قبل فتح مکہ و قبل نزول آیت من و ندا ہوا تھا اور اس لئے جو کچھ کہ اس غزوة میں

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۷]

یکم شوال المکرم سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

ہیں آنحضرت صلم دو لکھا دیتے ہیں گو یہ اتہام عمدہ نہو اور اسلئے جہنم میں نجاتیں مگر اسمیں کچھ شراب بھی نہیں پانے کے *

چوتھی بے نام حرم کا بھی یہی حال ہی جس کی نسبت لکھا ہی کہ ”اصابہ فی بعض السبب“ اگرچہ اس فرضی حرم کا بھی نہیں پتا نملتا تھا مگر ہم نے اسبات کا کھوج لگایا کہ رسول خدا صلم کی جناب پر ان اتہام کرنے والوں کو موقع اتہام کیونکر ہات آیا بہت غور کرنے کے بعد غزوہ بنی نواذہ کا حال ہمکو ملا جس میں ایک خدیجہ بنت خویلد نے رسول خدا صلم کے ساتھ ہجرت کی تھی اور جناب رسول خدا صلم نے باصرار اُس کو سامنے مانگ لیا تھا ان بے ادب مقلدین نے اُسکو بھی حرم آنحضرت صلم میں خیال کر لیا حالانکہ آنحضرت صلم نے اُسکو لیکر مکہ میں اُس کے کنبہ کے پاس بھیج دیا تھا اور اُس کے بدلے مسلمان تیدی ”چھوڑا ایسے تھے چٹا کچھ اس واقعہ کی حدیث صحیح مسلم سے ہم ابھی لکھ چکے ہیں *

ذکر آنحضرت صلم کے بعض ازواج مطہرات کا

حضرت جویریہ بنت العاص آنحضرت صلم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں اُن کا بھی کچھ ذکر اس مقام پر لکھنا ضرور ہی ۔ اُن کے ازواج کی نسبت اسقدر مختلف روایتیں ہیں کہ اُنکو دیکھو

تیمہ مضمون نمبر ۵۴

کی کچھ وجہ معقول نہ تھی پس اسی روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ اُن پر رسول خدا صلم نے کچھ تصرف نہیں کیا تھا مورخین نے اپنی ہدایت پر قیاس کرکے صرف اس بد گمانی سے کہ جب رسول خدا صلم نے اُنکو بطور لونٹنی کے رکھا تھا تو ضرور تصرف بھی کیا ہوگا یہ بات لکھدی ”وطیحا بملک الیمین“ حالانکہ اسکا کچھ ثبوت نہیں — راہ کیا معتقدین رسول کے ہیں کہ جو برائیاں اُنہیں ہیں وہ سب پیغمبر کی نسبت بھی تیس کرتے ہیں اور جب ہم اُن سے مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی بدگمانی پیغمبر سے صحت کرے تو ہمارے زمانہ کی لٹی قازہی اور اونچے پیچامہ والے ہمکو غیر مقلد ایمہ اربع اور کانر اور ماعد بتاتے ہیں اور ہم اپنی اس فکر کو اُن کے ایمان سے چھٹا چھا سمجھتے ہیں — لوکان الکفر حب النبی محمد ذاتی اشہد باللہ انی کانر *

تیسری بے نام حرم جسکی نسبت لکھا ہی کہ وہیہ زینب بنت جحش اسکا کچھ پتہ نہیں ہی نہ نام نشان ہی نہ کچھ ثبوت ہی اور یہ عام نامہ مقلدین کا ہی کہ بے دھڑک اور بلا سند جو بات چاہتے ہیں رسول کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ۔ اور جو اتہام چاہتے

تعجب معلوم ہوتا ہے۔ — صحیح مسلم کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جریرؓ قبل ہجرت مکہ میں حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس تھیں اور کافر جو نماز پڑھتے میں آنحضرت صلعم کو سنا تے تھے اُس میں آنحضرت کی مدد کرتی تھیں جس سے اُن کے اسلام پر استدلال ہو سکتا ہے۔ پھر اُسی صحیح مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ اُنکو بنی مصطلق کے غزوہ میں جناب رسول خدا صلعم نے بطور اہل تبت کے قیدی کیا۔ پھر ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول خدا صلعم نے نذیعہ لیکر اُن کو چھوڑ دیا پھر وہ مسلمان ہو گئیں اور رسول خدا صلعم نے اُن سے نکاح کیا۔ — ایک روایت میں ہے کہ ثابت ابن نیس کی قید میں پڑیں اور اُنھوں نے لوثقی بنایا پھر رسول خدا صلعم نے اُنکو ثابت سے مول لیا پھر آزاد کیا پھر نکاح کیا۔ — ایک روایت میں ہے کہ ثابت نے اُنکو مکاتب کیا وہ رسول خدا صلعم پاس گئیں اور مدد چاہی آنحضرت نے کتابت کو ادا کیا اور نکاح کر لیا چنانچہ یہ سب پڑشای روایتیں اسمقام پر لکھی جاتی ہیں *

صحیح مسلم میں ابن مسعود سے یہ حدیث ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک خانہ کعبہ کے نماز پڑھتے تھے اور ابو جہل اپنے یاروں میں بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اور وہاں اونٹ ذبیح ہوئے تھے کہ ابو جہل نے اپنے یاروں سے کہا کہ بلا کر ایسا شخص ہی جو اُٹھ کر اونٹ کی ارچھڑی وغیرہ آنحضرت کے دروں شانوں کے درمیان میں رکھ دے جبکہ آنحضرت سجدہ میں جاویں پس ایک ہکا شقی اُٹھا اور جب آن حضرت سجدہ میں گئے تو اُس نے وہ ارچھڑی آپ کے دروں و جڑیہ نماز حاتمہ ع

شانوں کے درمیان میں رکھ دی اور پھر سب کے سب ہنسنے اور ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگا اور عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا دیکھتا تھا اگر مجھے مجال ملتی تو میں اُس کو پھینک دیتا پس اُس حضرت سجدہ میں پڑے رہے آپ نے سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ ایک شخص نے حضرت فاطمہ کو خبر دی جب حضرت فاطمہ اور جریرؓ نے اُس کو اُسکو پھینکا *

یہ دوہری حدیث بھی صحیح مسلم میں ہی نہ حملہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈوہرو قوم بنی مصطلق کے اس حالہ میں کہ وہ مشرق تھ ابراہن کے جانور وغیرہ پانی پیتے تھے پس قتل کیا آپ نے مقاتلہ کرنے والا اور کو اور قید کیا قیدیوں کو اور اسی

روز ہاتھ آئی کہا رادی نے
 مکان کرتا ہوں میں کہ کہا جو پیریت یا کہا یقیناً بنت حارث اور ایک رزایہ
 میں کہا جو پیریت بیٹی بنت حارث اور اس میں کچھ شبہ نہیں کیا *
 اور سدرت ہشامی میں یہ رزایہ لکھی ہے کہ ابن

قال ابن هشام و يقال لما انصرف رسول الله صلعم من غزوة بني المصطلق ومع جواريتہ بنت الحارث بن نفل بذات النضير دفع جواريتہ الی رجا من الانصار و جمة و امرأة الاحتفاظ بها و قدم رسول الله صلعم المدينة فاقبل ابرو الحارث بن ابی ضرارة فداو ابنه فلما كان بالعقيق نظر الی الابن الذي جاء بها للذمار فرغب في بيعهون منها فغيبه في شعب في شعب العقيق ثم اتي صاحب فقال يا محمد اصدم ابنتي و هذا فداها فقال رسول الله صلعم فاین البعور ان الاذان غيبه بالعقيق في شعب نذا وكذا فقال الحارث اشهد ان لا اله الا الله و انك رسول الله فوالله ما اطاع على ذلك الا الله فاسلم الحارث و اسلم معه ابنتان له و ثاس من قومه و اسل الی البعيرين فنبهوا بهما فذبح الابن الی النبي صلعم و دنعن الیه ابنته جواريتہ فاسامت و حسن اسلامها و خطبها رسول الله صلعم الی ابيها ففرجه اياها و اصدقها اربعماية درهم و كانت قبل رسول الله صلعم عند ابن عم لها يقال له عبد الله

آیا ہی اور اس حضرت نے نبویک
تھیک اُن کا پتا دیا اُس وقت حارث نے کہا اشد ان لاء الا اللہ و اکبر
رسول اللہ قسم اللہ کی نہیں اطلاع دی تھی تبھکو اُن نبی کے حال کی مگر خداے

اسلم میں ہی کہ حملہ کیا رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُوپر
قوم بنی مصطلق کے اُس حالہ
میں کہ وہ متوقع تھے اِس اُن کے
جانور وغیرہ پانی پیتے تھے پسر
قتل کیا آپ نے مقاتلہ کرنے والوں
کو اور قید کیا قیدیوں کو اور اُسی
روز ہاتھ اُٹھایا کہا رادے نے

یہ دوری حدیث بھی صحیح
قد انار رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم علی بنی المصطلق و ہم غارون
و انعامہم تنقی علی الہم ققتل
مقاتلتہم و سیاسیتہم و اصاب یوسؤذ
قال احسیہ جزیریۃ اول البیتہ انہ
بنہ العتارث و فی رداۃ جزیریۃ
بنہ العتارث ولم یشک

لہٰذا ان کے لئے جو جہاد کے لئے جان و مال کی قربانی کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو اپنی مرضی سے جہاد کے لئے تیار کرے۔ آمین

من الأضار و ديمة و امرأة الخفافا
بها و قدم رسول الله صلعم المدينة
فاقبل أبوهما العنابر بن أبي ضراب قدما
ابنته فلما كان بالعقيق نظر الى
الابن الذي جاء به للقدم فرغب
في بيعه من متهن فبعيها من شعب
من شعاب العقيق ثم اتى النبي
صلعم فقال يا محمد اصبتم ابنتي
و هذا قدمها فقال رسول الله صلعم
فان اليعزر ان اللذان غيبهما بالعقيق
في شعب كذا وكذا فقال العنابر
اشهد ان لا اله الا الله و انك رسول
الله قال ما اطاع على كذا الا الله
فاسلم العنابر و اسلم معه ابنان
له و ثلث من قومه راوثة الى
اليعزرين فبذل بها فدفع الابل
الى النبي صلعم و دفعت اليه ابنته
جوزينة فاسلمت و حسن اسلامها و
خطبها رسول الله صلعم الى ابنيها فزوج
اياها و اسدتها برامعة درهم وكانت
قبل رسول الله صلعم عند ابن عم
لها يقال له عبدالله

تھیک اُن کا پتا دیا اُس وقت حارث
رسول اللہ قسم اللہ کی نہیں اٹھایا

فی خیر من ذلک قالت و ماہو یا رسول اللہ قال انقضی کتابک واترجع قالت نعم قال قد فعلت وخرج التخبور الی الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تزوج جویریۃ بنت الحارث فقال الناس سحر رسول اللہ صلعم فارسلوا ما فی ایدیہم من سجالا بنی المصطلق قال عایشۃ فلانعل امرأۃ کانہا عظم بکۃ علی قومہا منہا رکان اسمہا برة نغیر رسول اللہ صلعم اسمہا و سمالہا جویریۃ و توفیت فی ربیع الاول سنۃ ست و خمسون

عایشہ نے فرمایا ہی کہ جویریہ ایسی مورت تھی کہ اسمیں ایک قسم کی ملاحظہ اور حرارت دونوں باتیں تھیں اور جو شخص اُس کو دیکھتا تھا اُس کے دل میں وہ کہہ جاتی تھی پس وہ اُس حضرت کے پاس اس لئے آئی کہ آپ اُس کی خلاصی میں کچھ اعانت فرمائیں حضرت عایشہ فرماتی ہیں کہ وہ آنحضرت کے حجرہ کے دروازہ پر جا کھڑی ہوئی پس مجھکو ناگوار گذرا اور میں نے جان لیا کہ جو بات اسمیں دیکھ رہی تھی وہ دیکھنے کے پس اُس جویریہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں جویریہ بنت حارث ہوں اور حارث . سیدالقوم ہی اور جو کچھ میرے نصیب میں لکھا تھا وہ آپ کو معلوم ہی ہے اور میں ثابت بن قیس اور اُسکے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئی ہوں پس اُس نے مجھکو مکاتب کردیا ہی اس لئے میں آپ کی خدمت میں آئی ہوں کہ آپ میری خلاصی میں معاونت فرمائیں آنحضرت نے فرمایا کہ اگر تجھکو اس سے بہتر بات نصیب ہو تو تو راضی ہی اُسنے کہا کہ وہ کیا ہی آنحضرت نے کہا کہ میں تیرے بدلیکارو پیچہ دیکر تجھکو چھٹا ہوں اور تجھے بے نکاح کرلوں اُسنے کہا کہ مجھے منظور ہی پس اسوقت یہ خبر لوگوں میں مشہور ہو گئی کہ آنحضرت نے جویریہ بنت حارث سے نکاح کر لیا پس بعض لوگوں نے کہا کہ آنحضرت نے سحر کیا پس جس کسی کے پاس قوم بنی المصطلق کے قیدی تھے سب نے چھوڑ دیئے حضرت عایشہ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے کوئی مورت جویریہ سے بڑھکر بابوک اُسکی قلم کی ندیکھی اور اسکا نام برة تھا پس آنحضرت نے اُسکو بدل کر جویریہ رکھ دیا اور اُس نے سنہ ۵۶ میں ربیع الاول کے مہینے میں وفات پائی *

پس یہ تمام روایتیں جو ایسی مختلف ہیں اور بعض بے سند ہیں اور بعض ایسی بے ادبی کی باتیں آنحضرت صلعم کی نسبت منسوب کی ہیں جیسیکہ خود اُن راویوں کی طینت تھی تو بجز اُن لوگوں کے جنکی آنکھیں ضلالت تقلید سے کسی چیز کو نہیں دیکھتیں اور کون سچا مسلمان جو درحقیقت رسول صلعم کی صحبت کو تمام چیزوں سے ارزید و مہرور کی صحبت سے زیادہ عزیز سمجھتا ہو اُسکو تسلیم کر لیا اور کیونکر ان واقعات مشتبہ کو فعل رسول خدا صلعم قرار دیکر اُسپر ایک مسئلہ عظیم الشان معرفۃ الاولیاء کی بنیاد قائم کر لیا

فانے پس حارث مسلمان ہوا اور اُس کے ساتھ اُس کے دو بیٹے مسلمان ہوئے اور بہت سے آدمی اُس کی قوم کے مسلمان ہوئے اور ایک آدمی مگر بھیڑ کر اُسنے وہ دونوں اوقات مذاکبہ اور آنحضرت کو دیدئے آنحضرت نے اُسکی بیٹی اُس کے حوالہ کی جس کا نام جویریہ تھا پس وہ مسلمان ہو گئی اور بہت بچی مسلمان ہوئی پس اُن حضرت نے اُسکو نکاح کا پیغام دیا پس اُس کے باپ نے اُسکا نکاح آنحضرت کے نکاح سے پہلے ہی جویریہ اپنے چچا کے بیٹے عبداللہ کے نکاح میں تھی * یہی قصہ بعینہ استیعاب میں بے تحصہ بیان حال حارث بن ابی ضرہ پدر جویریہ کے لکھا ہے اور بے تحصہ بیان حال عبداللہ بن حارث کے بھی یہی قصہ ہی مگر کچھ خفیف سا اختلاف ہی *

مگر خود جویریہ کی نسبت جو روایتیں ہیں وہ کسی مختلف ہیں سیرت ہشامی میں لکھا ہے کہ یہ بات کہی گئی ہی کہ رسول خدا صلعم نے اُن کو ثابت بن قیس سے مرل لیا پھر آزاد کر دیا اور اُسے نکاح کیا اور چار سو درہم اُنکا مهر باندھا *

اور استیعاب میں اور بھی کچھ لکھا ہے اُسکا مختصر سیرت ہشامی میں بھی موجود ہے مگر اسباق پر ہم استیعاب کی روایت جو منصل ہی لکھتے ہیں استیعاب میں بیچ حال جویریہ بی بی رسول خدا کے لکھا ہے کہ اُن حضرت نے اُن کو یوم مریض سنہ ۵ ہجری میں اور بعض نے کہا ہی کہ سنہ ۶ ہجری میں قید کیا تھا مگر اس میں کمی کا اختلاف نہیں ہے کہ یہ اسی غزوہ میں ہاتھ لگی تھی اور اس سے پہلے یہ سانع ابن صفوان کے نکاح میں تھی اور ثابت بن قیس بن سہام اور اُسکے چچا کے بیٹے کے حصہ میں آئی تھی اور اُسنے اُسکو مکاتب کر دیا تھا اور یہ جویریہ ایک خوبصورت مورت تھی حضرت

قال ابن ہشام و یقال اشتواہا رسول اللہ من ثابت بن قیس ناعتہا و تزوجہا و اصداہا اربع مائۃ درہم

فی الاستیعاب فی ترجمۃ جویریۃ زوج النبی صلعم — سیاہا رسول اللہ صلعم یوم المریض فی سنۃ خمس و قبل فی سنۃ ست و ام یشتلوا انہا اصباہا فی تلک الغزۃ و کانہ قبلہ تحصہ سانع بن صفوان المصطلق و کانہ قد وقع فی سہم ثابت بن قیس بن سہام و ابن مہ لہ و کانہ علی نفسہ و کانہ امرأۃ جمیلة قالت عایشۃ کانہ جویریۃ علیہا حارۃ و ملاحظہ و لایکاد یروی ہا احد الا وقع بنفسہ قالت فانہ رسول اللہ تسعیئہ علی کتابتہا قالت نوالہ ماہو الا ان راہتہا علی باب الحجۃ نکوہتہا و مرنۃ اذہ سہری منہا مثل الذی راہتہا قال رسول اللہ انا جویریۃ بنت الحارث بن ابی ضرہ سید قریۃ و قد اصابتہ من الامر ما لم یصف علیک نورۃ فی السہم الثابت ولا بن مہ لہ نکاتہ علی نفسہ و جنکۃ استعیثک فقال لہا ہلک

حمید سے روایت ہی انہوں نے انس سے سنا ہی کہ

آنحضرت نے تین شب فرمیاں
خیبر اور مدینہ کے قیام فرمایا
اور وہیں حضرت صفیہؓ سے
صحبت کی اور انکے ولیمہ کے
واسطے خرد مینے ہی مسلمانوں
کو بلایا مگر اس ولیمہ میں ردی
یا گوشت کچھ نہ تھا صرف یہ
تھا کہ آنحضرت نے حضرت بلال
کو حکم دیا کہ تم دسترخوان
بچھاؤ انہوں نے دسترخوان
بچھا دیا پس آپ نے اُس پر
چوہارے اور اکتا (یہ ایک کھانا

دہی سے عرب میں بنتا ہی) اور مسک رکھ دیا پس مسلمانوں نے
کہا کہ آیا یہ آنحضرت کی بیوی ہیں یا کوئی لونڈی ہیں اگر انہوں نے
جواب دیا کہ اگر آنحضرت انکو پردہ میں لیجاویں تو بیوی ہیں
نہیں تو لونڈی ہیں پس جب آپ نے کوچ کیا تو صفیہ کو پس پشت
بیٹھا کر پردہ روپ دیا *

پس ان مختلف روایتوں سے یہ بات کہ درحقیقت کیا واقعہ پیش
آیا اور فعل جناب رسول خدا صلعم کا کس طرح اور کس سبب سے واقع
ہوا بظہری ثابت و متحقق نہیں ہوتا اور اسی لینے یہ واقعات کسی
مسئلہ عظیمہ شریعی کی بنیاد نہیں ہو سکتے معہذا اگر فرض کیا جاوے
کہ یہ سب واقعات اسی طرح واقع ہوئے تھے اور استرقاق اساری
عمل میں آیا تھا تو بھی یہ سب واقعات ماقبل نازل آیت من رندا
کے ہیں اور اسلئے بنیاد مسئلہ استرقاق اساری نہیں ہو سکتے *

روایات متفرقہ

بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے یہ روایت ہی کہ ایک شخص نے

رسول خدا صلعم کے واسطے ایک
قال اھدی رجل لرسول اللہ صلعم
غلاما یقالہ مدمن یصط رحلا لرسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ اصابہ
سہم مایر فقتلہ الخ
کہ ناکاہ اسکے ایک مقام پر ایک

تیر لگا اور اس سے وہ مر گیا *

یہ حدیث ہمارے دماغ کے مخالف نہیں ہی اسلئے کہ ابتدائے

اسلام میں جو لوگ غلام تھے وہ سب بطور غلام تسلیم کیئے گئے تھے *

بائیں ہمہ ہم کہتے ہیں کہ وہ جو کچھ ہوا قبل نزل آیت من رندا
ہوا اور اس لینے وہ واقعات کسی طرح پر ہوئے ہوں بنیاد مسئلہ
استرقاق نہیں ہو سکتے *

حضرت صفیہ بنت حی ابن اخطاب البہردی انثر روایتوں میں ہی
کہ حضرت صفیہ خیبر کی لڑائی میں پکڑی گئیں اور بطور لونڈی کے
دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں اُن سے مول لیکر رسول خدا صلعم نے
اُن سے نکاح کیا چنانچہ مراءب اور اور کتابوں میں بھی اسی
طرح لکھا ہی اور مراءب کی عمارت یہ ہی کہ صفیہ بنت حی ابن
اخطاب یہودی دحیہ بن خلیفہ
صفیہ بنت حی ابن اخطاب البہردی
واقعہ فی سہم دحیہ بن خلیفہ کلبی
فاشتراھا رسول اللہ صلعم یاروس
اختلف فی مددھا و امتقھا وتزوجھا
و ذلک سنۃ سبع

کریا اور یہ سنہ ۷ میں ہوا *

اور سیرت ہشامی میں جو روایت ہی اُس میں اختلاف ہی اُس
سے دحیہ سے خرید کرنا نہیں معلوم ہوتا چنانچہ اُسکی عمارت یہ
ہی کہ اور نکاح کیا آنحضرت
حی بن اخطاب سیاہا من خیبر نے صفیہ بنت حی بن اخطاب
فاصلۃ ھالنفسہ وارلم رسول اللہ صلعم سے اسکو آپ نے قید میں پکڑا
ولیمہ مانینھا شعم ولانعم وکان سورینا تھا جنگ خیبر میں پس
آنحضرت نے انکو خاص اپنے
ز تمرا

واسطے پسند کر لیا تھا اور آپ نے اسکا ولیمہ کیا تھا جسمیں نہ گوشت
تھا نہ شعم تھی صرف ستر اور چوہارے تھے *

اور ابن شہاب کی روایت میں ہی کہ کانت مائزل اللہ علیہ اور
یہ روایت بالکل متضاد روایت خرید کے ہی مگر اس سب سے زیادہ
بخاری کی حدیث ہی جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ حضرت
صفیہ کو کسی نے لونڈی یا ممالک ایمانک میں سمجھا ہی نہیں
در اصل واقعہ اتنا معلوم ہوتا ہی کہ انکا شوہر کناثہ ابن العقیق
خیبر کی لڑائی میں مارا گیا وہ راندہ رہ گئیں اُن سے حضرت نے نکاح
کر لیا راویوں نے انکو سیاہا میں سمجھا اور اسپر قیاساً قصے بنادیتے
چنانچہ وہ حدیث بخاری کی یہ ہی *

خاتمہ

بعض شبہات کے جواب میں

۱۔ ہمارے ہمارے اس تعذیر سے بیضوی تشفی ہوتی ہی کہ جناب رسول خدا صام نے غلامی کو مذہب اسلام سے معدوم کر دیا تب بھی بلاشبہ مسلمانوں کے دل میں دو شبہ پیدا ہونگی — اول — یہ کہ بعد رسول خدا صام کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع میں نے عہد خلافت میں نسبت قیدیوں کے کیا عمل درآمد رہا اور صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں جسکی نسبت رسول مقبول صام نے فرمایا ہی کہ خیر القرون قونی ثم الذین یلونہم ثم الذین یارونہم کیا — دوم — یہ کہ تیرھویں صدی میں تمام اہل قبلہ اور اجماع امت کے برخلاف یہ مسئلہ کیونکر تسلیم ہو سکتا ہی ؟

پہلے شبہ کی تحقیق نہایت سچ اور بالکل صحیح اور مطابق واقع کے یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا انحصار صرف پانچ میں ہی — ابو بکر صدیق — عمر فاروق — عثمان غنی — علی مرتضیٰ — حسن مجتبیٰ خاتم الخلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین — اور آنکا زمانہ خلافت صرف تیس برس ہی اُسکے بعد زمانہ خلافت نہیں ہی بلکہ عہد دولت مملوک موقوف ہی الا ماشاء اللہ غرض کہ اُس زمانہ کے بعد کسی شخص پر خلیفہ نبی اور جانشین پیغمبر کا اطلاق نہیں ہو سکتا البتہ بادشاہان اسلام تھے جن میں سے بہت سوں نے ہزاروں ظالم اور ہزاروں کام خلاف مذہب اسلام کیئے اور بعضوں نے کچھ کم اور کسینے بہت زیادہ انصاف کیا اور احکام مذہب اسلام کی پیروی کی اور اور حتی المقدور اُن کو بچا لایا پس جسقدر ہمکو تقشیر ہی وہ صرف اُنہی پانچ خلیفوں کے زمانہ کی ہی نہ اور کسی عہد کی *

مگر اور نہایت تہمت دے دل سے اور انصاف سے اور بیہودہ اور غلط مذہبی غار کو ایک لمحہ کے لیئے چھڑ کر یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ جناب رسول خدا صام کے یہ فرمانے سے کہ خیر القرون قونی ثم الذین یلونہم ثم الذین یارونہم یہ لازم نہیں آتا کہ اُس زمانہ کے لوگ معصوم اور پشیم سے مبرا ہیں بلکہ وہ سب انسان مگر ہمارے سردار اور پیشوا اور ہمارے سرتاج تھے اُنکا قول و فعل ہمارے لیئے ہدایت ہی مگر نہ اس وجہ سے کہ وہ خاص اُن کا قول و فعل ہی بلکہ اس یقین یا حسن ظن سے کہ وہ قول و فعل رسول خدا صام کا قول و فعل ہی یا ہوگا پس تمام اقرار اور انحال صحابہ کو واجب العمل سمجھنے کے لیئے یہ ہم کو یقین کامل ہونا چاہیئے کہ بلاشبہ یہ قول و فعل رسول مقبول کا ہی یا اُس کے ایسا ہونے کا ہم کو حسن ظن ہونا چاہیئے اور

حسن ظن اُسی وقت تک باقی رہتا ہی جب کہ برخلاف اُس کے کوئی ثبوت موجود نہیں ہوتا الا جب خلاف اُس کے ثبوت موجود ہوا تو اُسیدم حسن ظن ساقط ہو گیا — اور یہ خیال کرنا کہ اگر ہم کسی صحابی کے قول و فعل کی نسبت یہ گمان کریں کہ مطابق قول و فعل رسول مقبول کے نہ تھا تو اُن کی شان کے منقص اور اہمال بے ادبی اور ہمارے ایمان کے نقصان کی بات ہی ایک غلط اور بیجا غلو مذہبی ہی صحابہ ہزاروں کام اپنی سمجھ اور اپنے اجتہاد سے کرتے تھے اور جب اُس کی غلطی ظاہر ہوتی تھی یا کسی دوسرے صحابی سے اُس کے برخلاف قول یا فعل رسول مقبول کا دریافت ہوتا تھا فی الفور اُس سے رجوع کرتے تھے بہت کثرت سے مسائل ہیں کہ جن میں باہم صحابہ کے اختلاف رہا ہی اور اُن دونوں کا صحیح ہونا متعادل ہی کہی کسی صحابی نے اپنے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا پس یہ تمام اوہام بیجا اور غلو مذہبی ہی جو خود ہم نے اپنے دل سے پیدا کیا ہی *

صحابہ کی پیروی اُمور مذہبی میں ہم اپنی نجات کا باعث سمجھتے ہیں مگر ہمارا فرض ہی کہ اول ہم یہ بات دیکھیں کہ رسول مقبول صام نے کیا فرمایا ہی جب آنحضرت کا قول نلے تو دیکھیں کہ صحابہ کیا فرماتے ہیں جب وہ نہ معلوم ہو تو دیکھیں کہ تابعین کیا تے ہیں پھر اُن کی صحت و غلطی کا امتحان کر کو اُس کو تسلیم کریں *

بعد اس نی ایسی مثال ہی کہ ہم کو احکام مذہبی بچا لانے میں اول قرآن مجید پر عمل کرنا چاہیئے پھر حدیث پر پھر قیاس منصرص العادت اور اجتہاد پر پھر جب کہ ہم اساری کی نسبت نص صریح قرآن مجید میں پاتے ہیں اور مزیدے ہواں ثابت ہوتا ہی کہ روز و نوات تک اُسی پر رسول خدا صام کا عمل رہا ہی تو اب ہم کو اس بات کی تقشیر کی کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں کیا ہوا کچھ حاجت نہیں رہی کیونکہ اُس زمانہ میں کچھ ہی ہوا اور کچھ ہی اُس کا سبب قرار دیا جارے ہوگا تو اپنے معتبر رسول کی پیروی ضرور ہوگی اور مسئلہ اسلام کا تو رجعی قرار پاریگا جو قرآن مجید میں ہی نہ اور کوئی *

با ایں ہمہ ہم صحابہ کرام اور خلفائے خمسہ راشدین کے زمانہ کے حالات دریافت کرنے کے نہایت آرزو مند ہیں اُن حالات و واقعات سے ہمکو بڑی ہدایت ہوتی ہی اور جو مسئلہ کہ ہم نے قرآن سے یا حدیث سے نکالا ہی اُس کے صحیح ہونے اور اُس استنباط کے درست ہونے کے لیئے کسری ہوتے ہیں جن سے ہمارے سمجھ کا گھٹا نہ ہونا پڑے گا جاتا ہی مگر مشکل ہی کہ جو محتاربات کہ خلفائے خمسہ راشدین

ظلمہ تقلید نے دنیا میں اٹھایا کر دیا اور سب اُسکی پیروی کرتے رہے اور از خود بلا قصد اجماع اُسپر اجتماع ہو گیا *

تفصیل اسکی یہ ہے کہ عرب میں رواج لونڈی و غلام کا اور لڑائی کے قیدیوں کو لونڈی و غلام بنانے کا ایسا قدیم چلاوتا تھا اور ایسا بے عیب سمجھا جاتا تھا کہ کئی کے دامن اسکا خیال بھی نہ تھا نہ اُسکی موقوفی ہوگی اس خیال کو بعض واقعات ابتدائی زمانہ اسلام نے جسمیں لڑائی کے قیدیوں کو بطور رسم زمانہ قدیم لونڈی و غلام سمجھا اور نیز مذہب اسلام کے ان احکام نے جن سے وہ لونڈی و غلام جو قیل نزل آیت حریص لونڈی و غلام ہو چکے تھے بطور لونڈی و غلام کے تسلیم کیئے گئے تھے اور متعدد احکام اُنکی نسبت قرآن و حدیث میں موجود تھے اور بھی زیادہ مستحکم اور پختہ کر دیا تھا اخیر غزوات میں آیت من و ندا نازل ہوئی اُس آیت میں بھی قیدیوں کی نسبت احکام محصورہ صادر ہوئے اور اُنکا لونڈی و غلام بنانا الفاظ صریح سے نہیں بلکہ برجہ حصر باطل کیا گیا بعد نزل اُس آیت کے جناب رسول خدا صلعم نے اگرچہ تمام اساری نو من وندا کیا الا جو کہ قبل نزل اُس آیت کے بھی ایسا ہوتا تھا اِس سبب سے خیال حصر موجودہ آیت پر نہوا اور اُسکے بعد قلیل زمانہ میں رسول خدا صلعم نے رحلت فرمائی صحابہ نے زمانہ میں اُسپر خیال نہونا پوجوہات مذکورہ بالا کچھ تعجب کی بات نہیں ہی شراب کی حرمت نازل ہونے کے بعد کوئی نہیں سمجھا تھا کہ شراب حرام ہوگئی ہی یہاں تک کہ تین دفعہ اُسکی حرمت نازل ہوئی بیع اموات اولاد ممنوع ہونے پر ابتدائے عہد خلافت حضرت عمر تک بیع ہوتی رہی متعہ کے غیر ممنوع ہونے پر متعدد صحابہ بلکہ حضرت علی مرتضیٰ بھی خیال نہ تھا علوہ اس کے خلفائے راشدین کے زمانہ میں اُسپر خیال نہونے کا یہ بھی سبب ہوا کہ اُن کے وقت میں اس مسئلہ پر بحث ہونے کا بہت کم موقع ملا حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت مرتدین کے مطیع کرنے میں ختم ہوگئی اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں دارالخلافت سے بہت دور دور کے فاصلہ پر لڑائیاں ہوئیں اور حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت اُس کے جھگڑے میں انجام ہوگئی اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی خلافت تو آنتاب یرم ہزاراں کی مانند تھی اور یہ بڑے قوی اسباب تھے جنکے سبب سے ایسے من و ندا کا حصر خیال سے خارج رہا *

اُس زمانہ کے بعد لوگوں کی توجہ اسبات پر زیادہ تو تھی کہ اُس زمانہ کے واقعات کو جہاں تک ہو سکے دلائل سے نو کریں اس لئے غلامی کی نسبت آیات تلاش ہونے لگیں اور بمجہوری ایسے من و ندا کو منسوخ بتانے لگے یہر حال یہ جو کچھ ہوا اُس کی نسبت

کے وقت میں ہوئے اُن پر لائق اعتماد اور علمائے اطلاع حاصل ہونے کو ہمارے پاس کوئی ذریعہ موجود نہیں ہی کتب احادیث میں وہ واقعات بہت کم ہیں کتب سیر و تواریخ میں وہ پائے جاتے ہیں مگر وہ الف لیلہ و قصہ حاتم عائی سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں اس لئے کہ اپنے ثبوت کے لئے بالکل محتاج دوسری سند یا دلیل یا کسی اور وجہ قابل اعتماد کی ہیں پس اگر وہ روایتیں اور کتابیں ہمارے مذہب کی بنیاد قرار پادیں اور اُن پر مسائل مذاہب کا مدار ہوئے تو مسلمان مذہب تو لونڈوں کا کھیل اور دیو پری کا قصہ ہو جاوے گا نہ صرف بالہ منہ *

علماء محدثین رحمہم اللہ اجماع میں نے احادیث کے جمع کرنے اور اُن کی صحت کی تنقیز میں نہایت کوشش کی ہی اُسپر بھی حدیث کی کتابوں کا یہاں تک کہ بظاہر و مسلم کا بھی یہ حال ہی کہ بعد تنقیز کے بھی اُنکی احادیث مندرجہ مفید ظن یا ظن غالب کی ہیں تو وائے ہو حال کتب سیر و تواریخ کے نہ اُن سے تو بجز چند واقعات ناقابل اشتباہ کے وقوع کی اطلاع کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اگر اُن کتابوں کو ہم استنباط مسائل مذہبی میں دخل دیں تو ہم صاف صاف ہندوؤں کے مقاد ہونگے جنہوں نے مہابھارت کو اپنے شان کتب مقدسہ میں داخل کر لیا ہی *

دوسرا شعبہ تو نہایت ہی لغو اور نالائق التفات ہی یہ مسئلہ ہی کہ اجماع امم سے کوئی حکم شرعی قائم مثل حکم منزل من اللہ قائم ہو جاتا ہی غلط بعض ہی لاتیجتمہ امتی مای الفضلہ اور من ہذ سن فی النار کی صحت تسلیم کرنے کے بعد بھی کبھی انکا یہ مطلب کہ خدا یا رسول خدا صلعم نے جماعت کو دوسرا شارع یا موجد احکام مذہب پٹایا تھا یا اُسکو محصور یا ناقابل سیر و خطا ٹھرایا تھا نہ تھا اسکی بحث کے لئے ایک دوسرا رسالہ چاہیئے مگر اس مقام پر اسقدر لکھنا چاہیئے کہ صحیح مسئلہ اسلام کا یہ ہے کہ جس طرح ایک آدمی کا خطا میں پڑنا ممکن ہی اسی طرح ایک گروہ کا بلکہ ایک زمانہ کے زمانہ کے لوگوں کا خطا میں پڑنا ممکن ہی پس اجماع امم ہر ایک شخص پر جو اُس اجماع کو غلط یا غلط بنیاد پر سمجھتا ہو واجب العمل نہیں ہی *

غلامی پر جو اجماع امم ہوا ہی اب اُسکی غلطی علانیہ ظاہر ہوتی ہی اول تو نص صریح قرآنی کے برخلاف ہی دوسرے اُس اجماع کا سبب کوئی حکم احکام مذہبی سے نہ تھا بلکہ ایک اتفاقیہ طبعی ایسا سبب تھا کہ نادانستہ اُس آیت سے غفلت ہوگئی چند روز اتفاقیہ غفلت رہی اُس زمانہ کے بعد کے لوگوں نے اُس ڈھول کو امر قدی اور ارادی سمجھا اور اُس سے استنباط مسائل کیا اُسکے بعد

شاہ ولی اللہ صاحب کے امام متاخرین میں جامع سلف اور مقتداے خلف تھے انہوں نے نہایت عمدہ طرح پر کتب حدیث کی تفصیل بیان کی ہے اسیکو ہم بھی اس مقام پر بیان کرتے ہیں *

وہ لکھتے کہ کتب احادیث پامتیار صحت و شہرت اور قبول کے کئی درجہ پر ہیں *

صحت کے معنی انہوں نے یہ لکھے ہیں کہ مصنف نے احادیث صحیحہ اُس میں لکھی ہوں اور اُس کے سوا جو حدیث لکھی ہو اُسکا نقص بھی اُسکے ساتھ لکھ دیا ہو *

شہرت کے انہوں نے یہ معنی لکھے ہیں کہ ہر زمانہ میں اہل حدیث اُسکو پڑھتے پڑھاتے رہے ہوں اور اُس کی ہر ایک چیز بیان میں آگئی ہو *

قبول کے وہ یہ مراد لیتے ہیں کہ امام حدیث نے اُس کتاب کو مستحکم و مستند سمجھا ہو اور کسی نے اُس سے انکار نہ کیا ہو *

پھر وہ لکھتے ہیں کہ ان تینوں باتوں میں سب سے اول درجہ کی تین کتابیں ہیں — موطا امام مالک — صحیح بخاری — صحیح مسلم — وہ لکھتے ہیں کہ ان تینوں کتابوں کی حدیثیں اصح احادیث ہیں اگرچہ انہی میں بعضی حدیثیں بعض سے زیادہ تر صحیح ہیں *

ان کتابوں کے بعد دوسرے درجہ میں انہوں نے — جامع ترمذی — سنن ابوداؤد — سنن نسائی — کو قرار دیا ہے *

وہ انہی چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں لیکن انہوں نے موطا کو صحاح میں سے خارج رکھا ہے اور ابن ماجہ کو داخل کیا ہے *

شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ بھی قول ہے کہ مستند امام احمد بھی اسی درجہ میں داخل ہونے کے لائق ہے مگر اُس میں ضعیف حدیثیں بہت ہیں *

تیسرے درجہ میں انہوں نے ان کتابوں کو شمار کیا ہے — مستند شافعی — سنن ابن ماجہ — مستند دارمی — مستند ابو یعلیٰ مرسل — مصنف عبدالرزاق — مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ — مستند عبد بن حمید — مستند ابوداؤد طحاوی — سنن دارقطنی — صحیح ابن حبان — مستند رک حاکم — کتب بیہقی — کتب طحاوی — تصانیف طبرانی *

وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ ان کتابوں کے مصنف عالم متبحر تھے لیکن انہیں اچھی پڑی یہاں تک کہ موضوع حدیثیں بھی شامل ہیں *

یہ بات تسلیم ہوسکتی ہے کہ اُس زمانہ کے لوگوں کی غلامی کی نسبت یہ بڑے قوی مگر وہ راے مذہب اسلام کا مسئلہ اور حکم منزل من اللہ نہیں قرار دے سکتا اور نہ اسلام پر اُن لوگوں کی راے سے کچھ داغ لگ چکا ہے *

بیکر یہ بات ظاہر ہے کہ یہ بھٹ جو ہم نے شروع کی ایک ایسی بھٹ ہے کہ ساڑھے بارہ سو برس کے درمیان میں شاید کسی نے نہیں کی اور بلاشبہ اسوقت ہم پر خرق اجماع اور تضاد اجماع اُس کا الزام لگایا جاتا ہے مگر چونکہ مسلمانوں کا مقرر کیا ہوا یہ ایک مسئلہ ہے کہ اجماع ثانوی اجماع اول کو منسوخ کردیتا ہے اور اجماع ثانوی شرع ہونے کے لئے ضرور ہے کہ کوئی شخص اجماع اول سے اختلاف کرے پس وہ شخص میں ہوں اور کیا عجب ہے کہ اُس پر اجماع ہر جگہ اور اجماع ثانوی اجماع اول کو منسوخ کر دے اور یہ چھوٹا داغ جو ہم نے اپنی غلطی سے اسلام کے خوبصورت چہرہ پر لگایا ہے ہمیشہ کے لئے مٹ جاوے *

اے میرے بھائی مسلمانو یہ سب باتیں جو اسوقت تمہارے دل میں ہیں بسبب خیالات کے محدود ہونے کے ہیں جو ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب میں بسبب محدود ہونے علم کے تھے مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا اور انسان کی ہر ایک چیز کو ترقی اور اُس کے خیالات کو وسعت ہوتی جاتی ہے پس وہ زمانہ کچھ دور نہیں ہے کہ جس طرح اب تم میوے بات سے نفرت کرتے ہو اسی طرح ان سب باتوں کی دل سے تصدیق کرو اور اُس وقت تمکو اسلام کی حقیقت معلوم ہوگی اور جس قدر کہ اس وقت اُس کے بن سمجھی خرابی تمہارے دل میں ہے اُس سے ہزار درجہ زیادہ سچی اور دلی تصدیق کی ہوئی خرابی تمہارے دل میں ہوائیگی اور اُس وقت بکے مسلمان ہو گئے *

اللہم ارزقنا حقیقۃ الاسلام و امتنا علیہ آمین

راقہ

سید احمد

نمبر ۵۳

کتب احادیث

کسی مسئلہ یا طریقہ یا عادت یا رسم و رواج پر بحث کرنے میں وہ اقوال انسان کو بڑی غلطی میں ڈالتے ہیں جو حدیث کے نام سے مشہور ہیں جو کہ اب تمام حدیثیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں اُس لئے ہمکو دیکرنا چاہئے کہ امام متقدمین و متاخرین نے کتب حدیث کی بلحاظ اعتبار و عدم اعتبار کے کس طرح تقسیم کی ہے *

ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید کے پڑھنے و تلاوت کرنے کا شوق پیدا ہو
ہر ایک سورۃ کی تفصیلات میں حدیثیں بنالیں — بے دینوں نے
اسلام کی ہنسی اڑانے کو مضامین دراز قیاس کی حدیثیں مشہور
کردیں مشہور ہی کہ چودہ ہزار حدیثیں ہیں جو اہل زندقہ کی
بنائی ہوئی مشہور ہیں اسی طرح ایک فرقہ کے متمصب نے اپنی
تائید یا دوسرے کی تذلیل کے لیئے حدیثیں بنالی ہیں — وعظ کہنے
والوں نے بہت سی حدیثیں اپنی طرف سے گڑے لی ہیں — اور بعضی
دفعہ اولیاء اللہ بھی اس خرابی میں پڑ گئے ہیں نہ انہوں نے خواب
میں دیکھا کہ یہ بات رسول خدا صلعم نے اُن سے کہی پس سنا
حدیث مسوعہ کے بیان کردی بعض لوگوں نے بزرگوں اور عالموں سے
کوئی بات سنی اور اُس کو یہ سمجھ گئے کہ یہ حدیث ہی اور
مثلاً حدیث کے مشہور ہو گئی چنانچہ اس قسم کے بہت سے اقوال بطور
حدیث مشہور ہیں پس صرف حدیث کا نام سن کر کھڑانا اور توجہات
مذہبی میں پڑ جانا نہیں چاہئے بلکہ اول اُس حدیث کی تحقیقات
اور تفتیش کوئی چاہئے کہ وہ کیسی حدیث ہی اور کس قدر
اعتبار رکھتی ہی پھر جب سب طرح امتحان میں پوری نکلے اور
معلوم ہو کہ در حقیقت یہ پوری اور پکی صحیح حدیث ہی اُس کو
سر اور آنکھوں پر رکھ دینے درندہ کی مکاری کی طرح اُس کو نکال کر
پھینک دے کیونکہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول ہی کہ ”حدیث
بے سند گرز شتر است“ اگر ہم مسلمان ایسی لغو اور بے سند باتوں کو
اپنے مذہب میں شامل کریں اور پوچھ اور واہیات قصوں کو جن کی
دہشتہ اصل نہیں ہی مذہبی قصہ اور الہامی رقاعت سمجھنے لگیں تو
ہمارا مذہب ہنسی ٹھٹھا ہو جاوے گا اور لوں کے گہر سے بھی زیادہ
ناپائدار اور مکاری کے جالے سے بھی زیادہ بودا بن جاوے گا علماء
مقدمین نے نہایت سختی سے بطور ایک دشمن کے حدیثوں کو
امتحان کرنے میں کوشش کی ہی پس یہ بات کہ حدیث بے سند
یا ضعیف یا مشتبہہ کو حدیث نہ سمجھا جاوے اور مذہبی باتوں
میں اُسے داخل نہ کیا جاوے بے دینی کی بات نہیں ہی بلکہ نہایت
ایمانداری اور اسلام کی بڑی درستی کا کام ہی *

چوتھ درجہ میں اُنہوں نے ان کتابوں کو گنا ہی — کتاب الضعفا
لابن حبان — تصانیف الصالح — کتاب الضعفا للقبلی — کتاب الکامل
لابن عدي — تصانیف ابن مردويه — تصانیف خطیب — تصانیف
ابن شاہین — تفسیر ابن جریر — فردوس دیلمی — سایر تصانیف
فردوس دیلمی — تصانیف ابی نعیم — تصانیف جرزانی —
تصانیف ابن عساکر — تصانیف ابوالشیخ — تصانیف ابن نجار *

وہ لکھتے ہیں کہ یہ کتابیں معتمد ہیں اور اس لائق
نہیں ہیں کہ کسی عقیدہ کے اثبات میں یا کسی عمل کے جواز میں
ان کتابوں سے سند لی جاوے عمدہ بات جو شاہ صاحب نے لکھی ہی
وہ یہ ہی کہ حضرت شیخ جلال الدین سیوطی کے رسائل و نوادر کا
مبادیہ یہی کتابیں ہیں اور اس قدر میں اور لکھتا ہوں کہ حضرت شیخ
عبدالحق محدث دہاروی کی بھی تمام تصنیفات انہی نا معتمد
کتابوں پر مبنی ہیں *

اسی بیان کے ساتھ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں
کہ وضعی یعنی بنائی ہوئی حدیثوں کے پہچاننے کی یہ صورتیں ہیں
اول یہ کہ — تاریخی واقعہ کے برخلاف ہو — دوسرے — یہ کہ
صرف کسی دشمن نے روایت کی ہو — تیسرے — یہ کہ ایسی بات کہی
ہو کہ جس کا جاننا اور ادا کرنا سب پر فرض ہو مگر صرف وہی ایک
شخص روایت کرتا ہو — چوتھے — یہ کہ قرینہ حالیہ اُسکے چھوٹے
ہونے پر دلالت کرے — پانچویں — یہ کہ عقل اور قواعد شرع کے
برخلاف ہو — چھٹے — یہ کہ ایک ایسا قصہ مذکور ہو کہ اگر درحقیقت
وہ ہوا ہوتا تو ہزاروں آدمی اُسکو دیکھتے مگر اُسکو صرف وہی شخص
بیان کرتا ہی — ساتویں یہ کہ الفاظ خلاف معاورہ اور مضمون
نامعقول ہو — اٹھویں — یہ کہ چھوٹے سے گنا میں نہایت سخت
عذاب یا چھوٹے سے نیک کام میں بہت زیادہ ثواب کا ہونا بیان ہوا
ہو — نویں — یہ کہ چھوٹے چھوٹے کاموں پر حج عمرہ کے ثواب
ملنے کا بیان ہو — دہم — یہ کہ کسی کو مثل انبیاء کے مستحق ثواب
کا کسی کام میں بیان کیا ہو — گیارہویں — یہ کہ حدیث بیان
کرنے والے نے اُسکے چھوٹے ہونے کا خود اقرار کیا ہو *

بعد اس کے شاہ صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے
مختلف سیبوں سے چھوٹی حدیثیں بنالی ہیں بعضوں نے اس خیال

رات —

سید احمد

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۸]

یکم ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بتخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترخیص کے منایا فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جارے غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آنہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہی ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اوہام اُس ترقی کے مانع ہیں وہ مٹائے جارے *

اطلاع

تشریح قیمت و تصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراج بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارےگا * مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کر ہر خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعاقب نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نہ پرچہ چار آنہ سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا * ممبروں کو بلا قیمت یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا یہی بلا قیمت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

مضمون نمبر ۵۳

تفسیر بالارے

مسلمان یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ اپنی عقل سے قرآن مجید کی تفسیر کرنی اور معنی بیان کرنے منع ہیں اور اپنے اس اعتقاد کے ثبوت پر اس حدیث کو کہ ”من فسّر القرآن برأۃ فلیتبرأ“ مقدمہ من النار“ پیش کرتے ہیں یعنی جس شخص نے قرآن کی تفسیر اپنی عقل سے کی تو وہ اپنی جگہ درجہ کی آگ میں ٹھہرے *

مگر جو معنی کہ انہوں نے تفسیر بالارے کے سمجھے ہیں وہ غلط محض ہیں یہ وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر میں جو کچھ اٹلے مفسروں نے کہا ہے اور جو کچھ اگلی تفسیروں میں لکھا ہے اُس کے سرا اور کچھ مطالب قرآن مجید کے لفظوں سے نکالنا منع ہے پس اُس کے سرا جو کوئی شخص قرآن مجید کے کسی لفظ کے اور معنی کہتا ہے یا کسی آیت کی تفسیر درجہ کی طرح کرتا ہے وہ تفسیر بالارے کرتا ہے اور درجہ کی آگ کا مستحق ہوتا ہے *

یہ سمجھ اُن کی بالکل غلط ہے اور علماء متقدمین کے اقوال اور عاریقہ اور مذہب کے بھی برخلاف ہے امام حنفی الاسلام غزالی فرماتے ہیں کہ ”تفسیر قرآن برائے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کی غرض اور سمجھ میں ایک مطلب کا بیان کرنا ہو اور وہ اُس پر قرآن کی گواہی لائے اور قرآن مجید کو ایسے مطلب پر لیتا ہے نہ اُس مطلب میں آیت کے نازل ہونے پر نہ لفظوں کے لغوی معنی دلائل کریں اور نہ کوئی نقلی روایت موجود ہو“ پس بلا شبہ اس طرح پر قرآن کی تفسیر منع ہے *

بعد اس کے امام غزالی صاحب لکھتے ہیں کہ ”اس بات سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ قرآن کی تفسیر استنباط سے اور غور و فکر سے بھی کرنی منع ہے کیوں کہ بہت سی آیتیں ایسی ہیں کہ اُن کے پانچ پانچ جہہ سات سات معنی صحابہ اور مفسرین سے نقل

۱۰ من فسّر القرآن برأۃ فلیتبرأ غرضہ درانہ تقریر امر و تحقیقہ نیست تفسیر شہادۃ القرآن الیہ و یستلزم علیہ من غیر ان یشهد لتأذیلہ علیہ دلائل قطعیۃ لغریۃ او نقلیۃ

† ولا ینذری ان یفہم منہ انہ یحب ان لا یفسّر القرآن بالاستنباط والفکر فان من الایات ما نقل فیہا من الصحابۃ والمفسرین خمسۃ معان و ستہ و سیمۃ و یعلم ان جمیعہا غیر مسمرۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قد تکرر متتابعۃ لا تقبل الجمع فیکون ذالک مستنبطاً بحدس الفہم و ملول الفکر ولہذا قال صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبئ عنہما صلی اللہ علیہ وسلم فی الدین و علمہ التاریخ

ہوئے ہیں اور اُن میں سے کوئی بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں آتا اور وہ معنی آپس میں ایک دوسرے کے برعکس بھی ہوتے ہیں اور سب کے سب صحیح نہیں ہو سکتے اور اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے اپنے غور اور اپنی اپنی سمجھ سے نکالے تھے اسی کیلئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دعا دی تھی کہ اللہ اُس کو دین میں سمجھ دار کرے اور اُس کو قرآن کے معنی بیان کرنے سکھارے *

اسی طرح ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”بہت سے دقیق معنی اور قرآن کے بھید ایسے ہیں کہ غور و فکر کرنے والوں کے دل میں آتے ہیں کہ اُن سے تفسیر کی کتابیں بالکل خالی ہیں اور بڑے بڑے مفسرین کو بھی اُن کی خبر نہیں ہوئی“ *

غرض کہ اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ خدا کی کتاب پر غور کرنا اور اُس کے الفاظ سے معانی اور مطالب کی تحقیق کرنا اور صرف اگلے مفسرین کی پیروی ہی نہ کرنا بلکہ جو علوم کہ اب حاصل ہوئے ہیں اُن کا قرآن مجید کے الفاظ سے جانچنا منع نہیں ہے اور نہ ایسا کرنا تفسیر بالارے ہی اور یہ کیونکر تفسیر بالارے ہو سکتی ہے اس کیلئے کہ تفسیر بالارے ہونے میں یہ بات ضرور تھی کہ لفظ کے لغوی معنی یا نقل اُس پر دلالت نہ کرتے ہوں اور اب جو ہم تفسیر قرآن کی کرتے ہیں وہ تو اُس سے بھی زیادہ سند یعنی حقائق محققہ پر کرتے ہیں اور اپنی عقل یا قیاس کو مطاق دخل نہیں دیتے پس وہ تفسیر بالارے کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ وہ تفسیر تو فی الحقیقت حقیقت قرآن ہی جس کی روشنی خدا سب کو نصیب کرے - آمین *

رات مہدی علی

ڈپٹی کلکٹر ضلع سرزا پور

نمبر ۵۵

وجوہ آسمان

مسلمان جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کی رو سے ہر ایک مسلمان کو اس بات کا اعتقاد کرنا فرض ہے کہ آسمان ایک محبوب کردی جسم گنبد کی مانند ہے اور اُن کے چہلکے کی طرح دنیا کو گھیرے ہوئے ہے اور زمین مثل اُتارے کی زد ہے اُس میں ہے اور تمام ستارے اُس میں جڑے ہوئے ہیں یہ سمجھ اور یہ اعتقاد اُن کا غلط ہے *

† فکرم من معان دقیقه من اسرار القرآن تحفہ علی قل المتجددین المذکر والفکر یضار منہا تنبہ التواضع ولا یطاع منہا انانہ غلہ المفسرین

وجوب آسمان

وجوب آسمان

برسایا خدا نے اوپر سے پانی جس اس جگہ سماء یعنی آسمان کے لفظ سے اگلے لوگوں کے نزدیک بھی یونانی حکیموں والا اسمان مراد نہیں بلکہ صرف اوپر کی سمت مراد ہی *

قرآن مجید سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آسمانوں کا ایسا وجود جیسا کہ یونانی حکیموں نے بیان کیا ہے نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ستاروں کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ تیز تیز پھرتے ہیں پھر اگر وہ آسمان میں جڑے ہوئے ہوتے تو وہ تیز تیز کیونکر پھرتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمان ٹوٹی وجود مجسم نہیں ہے اور نہ ستارے کسی میں جڑے ہوئے ہیں بلکہ ملحق ہیں اور خود اپنی اپنی جگہ میں تیز تیز پھرتے ہیں *

فلک کے معنی بھی جو مسلمانوں نے مثل آسمان کے جسم معبروف کروی محیط ارض قرار دینے میں بے غلطی ہے بلکہ فلک کے معنی اُس دائرہ کے ہیں جو کسی ستارہ کی گردش سے ذہن میں یا خیال میں پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ بنیٹی پھرتے ہیں تنہا دیکھا ہوگا کہ گول چکر بنجاتا ہے حقیقت میں وہ چکر نہیں ہے بلکہ صرف بنیٹی کے سروس کی گردش کرنے کا رستہ ہے جو خیال میں مثل فلک یعنی دائرہ کے دیکھا جاتا دیتا ہے یا جب کبھی لڑکے در در کے سرے میں پتھر یا گیند باندھ کر زور زور سے پھراتے ہیں تو ایک دوسری حلقہ معلوم ہونے لگتا ہے حقیقت میں وہ حلقہ مجسم نہیں ہے بلکہ اُس پتھر یا گیند کی گردش کی راہ ہے جو وہم میں مثل فلک یعنی دائرہ کے دکھائی دیتی ہے *

قرآن مجید کی اس آیت سے کہ ”کل فی ذلک یسبحون“ یعنی ہر ستارہ ایک ٹیڑھے میں تیز پھرتا پھرتا ہے بالکل ٹھیک ٹھیک فلک کے یہی معنی ثابت ہوتے ہیں جو ابھی ہم نے بیان کیئے * شارح جعفی نے بھی لکھا ہے کہ ”ان الفلک یطلق علی غیر المجسم ایضا کالدایرہ و محیطا“ یعنی فلک کا لفظ غیر مجسم چیز پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ دائرہ پر یا حلقہ پر * امام نصر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ”ار دائرۃ یفعلھا الکواکب بصرتہ“ یعنی فلک ایک دائرہ بھی ہو سکتا ہے جو ستارہ اپنی حال سے بناتا ہے *

اور اس بات کے ثبوت کے لیئے کہ آسمان سے صرف ستاروں کا رستہ مراد ہی ہوتا ہے دلائل یہ ہیں کہ خود خدا تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن مجید میں آسمانوں کے لفظ کے بدلے ستاروں کی راہ فرمایا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ”وخلقنا فراقم سبع طرائق“ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ ہم نے سات آسمان پیدا کیئے ہیں اسی طرح اس آیت میں یہ فرمایا کہ ہم نے تمہارے اوپر سات

* حکماء یونان نے اپنی حکمت اور اپنے علم ہیئت میں آسمان کو ہم کروی محیط زمین کے اور ستاروں کا اُس میں جوا ہوا ہونا یا نکلیا تھا پھر بھی آسمانوں کی ایسا ہی سمجھتے تھے مسلمانوں نے ہی قرآن مجید کی آیات متشابہات پر جن میں اسمانوں اور ستاروں کے ذکر ہی بضر ہی غرر و فکر نہیں کیا اور جیسا کہ اُس زمانہ میں راجح تھا اور جہاں تک اُس زمانہ میں ترقی علم کی ہوتی تھی اسی کے مطابق اُن کے معنی کھدینے ورنہ قرآن مجید سے اس اعتقاد کا ثبوت مطلق نہیں ہے *

قرآن مجید میں آیات متشابہات کا ہونا خصوصاً اُن امور میں جو زمین و آسمان اور ستاروں اور فرشتوں اور بہشت و دوزخ سے ملانہ جاتے ہیں نہایت حکمت اور ایک عجیب قدرت کی بات ہے اگر حقایق و تعبی مروجہات کی بذریعہ آیات متصم قرآن مجید میں بیان کی جاتی تو تمام دنیا اُس میں حیران و پریشان ہو جاتی اور تعلیم روحانی جو اصلی مقصد قرآن مجید تھی غیر مقصود جھکڑوں میں برباد ہو جاتی اس لیئے اُن حقایق کا بیان بذریعہ آیات متشابہات کے ہوا جن کے الفاظ مستعملہ مضائق علم و ادراک اُس زمانہ کے لوگوں کے نہ تھے اور اُن کے معانی محققہ حقیقت اشیاء عامہ علیہ پر دلالت کرتے تھے اور یہ طرز بیان ایسا عمدہ ہے کہ اعجاز قرآن میں شمار ہو سکتا ہے *

پس اب ہم مسلمانوں کو یہ اعتقاد کرنا چاہیئے کہ در حقیقت آسمان ٹوٹی وجود مجسم مثل گول گیند یا چورس چھت کے نہیں ہے بلکہ تمام ستارے چاند اور سورج جن میں زمین بھی ایک ستارہ ہی نضاعے بسیط میں ملحق ہیں اور قدرتی ستوں کے ذریعہ سے جسکو ہم نہیں دیکھ سکتے اور جسکا نام آسان شرع میں عمد غیر مرقی اور زبان اہل علم میں جذب ہے اپنی اپنی جگہ پر قائم ہے جو کہ ہمارے سر کے اوپر ہے اُس کا نام آسمان ہے جس طرح کہ ہم اپنے سر پر کی چیزوں کو جو حقیقت میں امریکا کے رعبے والوں کے تحت قدم نہیں آسمان کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اسطرح امریکا کے رعبے والے اپنے سر پر کی چیزوں کو جو در حقیقت ہمارے تحت قدم ہیں آسمان کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں *

یہ کچھ ہمارا ہی قول نہیں ہے بلکہ اگلے مسلمان عالم بھی اسبات کے قائل ہوئے ہیں امام نصر الدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ”السماء عبارة عن کل ما ارتفع“ یعنی آسمان کا لفظ ہر اوپر کی چیز پر بولا جاتا ہے *

* قرآن مجید میں بھی سماء کا لفظ انہی معنوں میں آیا ہے جہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”و انزل من السماء ماء“ یعنی

دوسرے یہ کہ ایک جگہ قرآن مجید میں آیا ہے —
سبعاً شدادا و جعلنا سراجا وھاجا — یعنی پناہیں ہم نے دینا اور تم کو
سات مضبوط چھیڑیں اور کیا ہم نے ایک کو چراغ روشن کیا ہے اور
میں جن سات مضبوط چھیڑوں کا ذکر ہے اُن سے یونانی حکم — اس آیت
آسمان مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ اُن سے کہ سات
چھیڑوں سے دھبی سات سیارے مراد ہیں جن کو اُس زمانے میں
بھی جانتے تھے اور جب کہ اُس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اُن کے لوگ
ایک کو چراغ روشن جس سے ملائکہ سورج مراد ہے کیا ہم نے
اُن سات میں سے ایک سمجھتے تھے تو اب کچھ شبہ جس کو لوگ
اُن سات چھیڑوں سے یونانی حکیموں والے سات آسمان مراد رہا کہ
بلکہ وہ سات چھیڑیں مراد ہیں جن کو اُس زمانے کے لوگ نہیں
دیکھتے تھے *

تیسرے یہ کہ ایک جگہ قرآن مجید میں آیا ہے
رنع السموات بغير عمد ترونها — اس آیت سے بھی یونانی
آسمان ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ آیت بالکل اُس مذکورہ بالا
ہم نے بیان کیا ہے واضح کر دیتی ہے اس لینے کے سبب کہ جو
معنی یہ ہیں کہ اللہ وہ ہے جس نے اُنہا دیا اور والی چیز آیت کے
ستاروں کے جسکو تم دیکھو — اس سے معلوم ہوا کہ جو چہ کو بغیر
اور دیکھا دیتی ہیں اُن کے لینے ستاروں تو ہی مگر وہ انہیں ہم کو
ہی کہ ہم کو دیکھا دیتی نہیں دیتا اب سمجھو کہ وہ ستاروں کے
ذرت جذبہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہی دھبی
معلق میں پیدا کی ہے جس کے سبب تمام اور کی چیزیں ایک کرا
ظاہری ستاروں یا سہارے کے کھڑی ہیں *

امام فخرالدین رازی نے جو کچھ اس مقام پر لکھا ہے
پایا جاتا ہے کہ بعض مفسرین کی یہی رائے تھی کہ خلا غیہ اُس سے
میں کرات معلق ہیں چنانچہ وہ اسی آیت کی تفسیر میں
— و عندی فیہ و جہ آخر احسن من الکل وھو ان العباد ما یفہم
و قد دللنا علی ان ہذا الاجسام انما بقیت رافقہ فی الامد علیہ
بقدرت اللہ تعالیٰ و حیثین یكون مدھا ہر قدرۃ اللہ تعالیٰ فتنتہ
انہ رنح السموات بغیر عمد ترونها ای لہا عمد فی الحقیقۃ الا ان
العمد ہی قدرت اللہ تعالیٰ و حفظہ و تدبیرہ و ابقاؤہا ہا نک
العالمی و انہم لایرون ذلک التذہیر ولا یعرفون کیف ذلک الاموال
یعنی امام فخرالدین رازی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس آیت —

تفسیر میں سب سے اچھی ایک اور بات ہے اور وہ یہ ہے کہ کھڑوں
اُس چھیڑ کو کہتے ہیں جس کے سہارے سے کوئی چیز کھڑی رہے
ہم نے ثابت کیا ہے کہ یہ تمام جسم صرف خدا کی قدرت سے

راہیں پیدا کی ہیں آسمانوں کی جگہ راہیں نورانیوں جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ آسمان اور ستاروں کے چلنے کی راہ ایک چیز ہی اور راہ
ستاروں کی ضرور نہیں کہ جسم مجسم ہر بلکہ کرات معلق کی
نقل سے ہیست میں جس طرف حرکت ہی دھبی اُس کی راہ ہی *

اب اُن لفظوں سے بحث باقی رہی جن میں صفات آسمانوں کی
بیان ہوئی ہے اور جس سے آسمانوں کے مجسم ہونے کا شبہ
پوتا ہے مگر حقیقت میں اُن سے بھی مجسم ہونا آسمانوں کا ثابت
نہیں ہوتا *

اول یہ کہ ایک جگہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خلق سبع
سموات طباقا یعنی سات آسمان تھے ہر تہہ اور اس سے یہ سمجھا
جاتا ہے کہ ایک آسمان دوسرے آسمان سے ایسا ملا ہوا ہے جیسیکہ
پیارے کے پرت اور یہی مذہب حکمائے یونان کا بھی تھا کہ ایک آسمان
کا مقعر نیچے کے آسمان کے مستدب سے ملا ہوا مانتے تھے *

مگر امام فخرالدین رازی نے ان معنوں کو تو باطل کر دیا کہ
ہیں کہ ”لعل المراد کوٹھا طباقا کوٹھا متوازیۃ لا انھا متماصۃ“ یعنی
تہہ ہر تہہ ہونے سے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ملے
ہوئے ہوں شاید اُن کا ایک دوسرے کے متوازی ہونا مراد ہو *

مگر حقیقت میں یہ معنی بھی جو امام فخرالدین رازی نے
لینے ہیں صحیح نہیں ہیں اصل یہ ہے کہ سما یعنی آسمان کا
لفظ عربی زبان کے متادارہ میں ہو اور کی چیز پر جو بلا تعلق زمین
کے معلق دکھائی دیتی ہو بولا جاتا ہے مثلاً چاند سورج ستاروں پر
بھی سما کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور اُن کی حرکت سے جو دائرہ
یا گھیرہ متغیر ہوتا ہے اُس پر بھی سما کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے
بادلوں پر بھی سما کا لفظ بولا جاتا ہے اور یہ ٹیلی ٹیلی چھت
جو ہم کو دکھائی دیتی ہے اُس پر بھی سما کا لفظ بولا جاتا ہے
اور کی سم پر بھی جو خلا ہیست ہی سما کے لفظ کا اطلاق ہوتا
ہے پس خالق سبع سموات طباقا کے یہ معنی ہیں کہ خالق اللہ تعالیٰ
ہذا السموات السموات علی سبع ارتفاعات طباقا یعلمہا اهل ذالک الزمان
یعدد سبع اجرام عظام یقال لہا الکواکب السبع — یعنی انہ تعالیٰ نے
اس اورتھائی کو سات اونچے طبقوں میں پیدا کیا ہے جس کو اُس
زمانہ کے لوگ سات ہڑے ہڑے جسموں کے سبب جن کو سات ستارے
کہتے تھے درجہ بدرجہ جدا جدا سمجھتے تھے جیسیکہ ہم ایک
سطح پر نقاط مفرضہ مقرر کر کے اُس سطح واحد کو طبقات قرار
دے دیں پس اس آیت سے یونانی حکیموں کے آسمان کا وجود ثابت
نہیں ہوتا *

یونانی حکیموں والا آسمان بھی ترہا اور ہینچ چلی کی طرح سونے کا گہر خاک ہو گیا تو اسپر جناب شاہ ولی اللہ صاحب حبیب اللہ الباغہ میں ارقام فرماتے ہیں کہ دیکھتے والوں کی آنکھوں میں دھوئیں کی مانند دکھائی دے مگر اصل میں ایسا نہو اسپر ابن مسعود کا ایک قول ہے سند نقل کیا ہے کہ بھوک کے مارے آنکھوں میں آسمان مائل دھڑلے کے دیکھائی دیکھا پھر فرماتے ہیں کہ میاں قرآن کی باتوں سے انکار کرنا منع ہے اگر سمجھ میں نہ آوے تو ظاہری اُسکے معنوں ہی پر ایمان رکھنا چاہیئے کہ اقل درجات ایمان اُنکا مان لینا اور تصدیق کر لینا ہے مگر ہم دست بستہ مرض کرتے ہیں کہ جناب ہم اقل درجات ایمان نہیں چاہتے ہم تو اعلیٰ درجات ایمان پر پہنچنے چاہتے ہیں *

یہ باتوں ہم نے کچھ گستاخی کی راہ سے نہیں لکھیں بلکہ جتنا کہ ہم امام رازی اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا ادب کرتے ہیں اور اُنکو علماء محققین ربانی سے سمجھتے ہیں اتنا کڑی نہ کرتا ہوں نہ سمجھتا ہوں مگر اس تحریر سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ لوگ یہ بات سمجھیں کہ حقیقت اشیاء روز بروز زیادہ تر مشکف ہوتی جاتی ہے اور جس قدر کہ ہمارا علم ترقی پاتا ہے اُس قدر ظلم ربانی کی حقیقت زیادہ تر واضح ہوتی ہے پس اقوال مفسرین سابق ہی پر ہمارے منہ صبر رہنا نہیں چاہیئے *

ہماری دنیا کو ایک مادہ رقیق سیال محیط ہے جسکا نام دُخان ہے خواہ ہوائے محیط کرے ارض خواہ اور کچھ اور دھبی مادہ اسپات کا سبب ہے کہ ہمارے دیکھنے والی چھت جسکو آسمان بھی کہتے ہیں دکھائی دیتی ہے پس یہ بات کہنا کہ آسمان دُخان ہی بالکل حقیقت کے مطابق ہے اور کچھ بھی تارک اور تردد کی حاجت نہیں ہے یہ ساری خرابی اس لیے پڑتی ہے کہ ہم نے اپنی غلطی سے ہر جگہ لفظ اسمان کا مصداق یونانی حکیموں کے آسمان کو سمجھ رکھا ہے *

پانچویں یہ کہ قرآن مجید میں آسمان کی نسبت قح ابواب بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان ایک جسم مجسم ہے اور اُسے چرکھت اور کواڑ اور قرضی کرے کتے سب لگے ہوتے ہیں جسکے سبب دروازے کھلتے بند ہوتے ہیں اور ضرور سنبھتی بھی دروازے کھولنے بند کرنے کے کھڑے ہونگے پھر آسمان کے وجود مجسم و مستحکم سے کیونکر انکار کیا جاسکتا ہے مگر اسپر ہمارے بعض کڑی ضرور نہیں کیونکہ خود اگلے مفسرین اسکو رد کرچکے ہیں — قال الامام الغزالی و ہر ملی طریق الاستعارۃ فان الظاہر ان العلم کان من السحاب و علی هذا فہو کما یقول القائل فی المطار الوابل جوت مزارعہ

وسیع جہ میں پھرے ہوئے ہیں تو اب وہی خدا کی قدرت اُن کے لیے ستاروں پر کی پس نتیجہ یہہ نکلا کہ خدا تعالیٰ نے آسمان یعنی اُور کی چیزوں کو بغیر ایسے ستاروں کے جسکو تم دیکھو اُنکا دکھا ہی دینا ہی اُس کے لئے حقیقت میں تو ستاروں ہی مگر وہ ستاروں کیا ہی وہ عداً ہی قدرت اور اُسکی نگہبانی اور تدبیر اور اُسکا ٹھکانہ رکھنا ایسی چیزوں کا اتنے بڑے جو میں ہی اور بے شک بندے اُن تدبیروں کو نہیں دیکھتے اور ان باتوں کو نہیں جانتے *

اگر اس زمانہ میں امام غفرالہ دین رازی ہوتے تو اُن کو اتنی بڑی تدبیر اور بڑی سیدھی باتیں نہ بنانی پڑتیں بلکہ وہ نہایت آسانی سے سمجھ لیتے کہ وہ ستاروں جسکو ہم نہیں دیکھتے جس سے تمام کرات منسلک تھے ہوئے ہیں وہ قوت جذب ہی جو خدا نے ہر ایک میں پیدا کی ہے *

چوتھے یہ کہ قرآن مجید میں آسمان کی نسبت تین لفظ اور آئے ہیں جنکی تفسیر میں تم غور کرنے والوں کو دقت پڑتی ہے اور وہ لفظ یہ ہیں — سقنا محفوظا — ماہا من فوج — والسفوف المرفوع — اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان تینوں لفظوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمان چھت کی مانند ہی اور جب چھت کی مانند ہوا تو ضرور جسم ہوگا *

اس خیال پر بعض مفسرین کی اور شامت آئی کہ وہ یہ سمجھتے کہ جب چھت کی مانند ہوا تو ضرور چورس ہی ہوگا اور دیواروں پر ہی رہنا ہوا ہوگا اس خیال باطل سے اُنہوں نے کہنا کہ قرآن سے پایا جاتا ہے کہ آسمان چورس ہی اور بڑے اُونچے اُونچے پہاڑوں پر ٹکا ہوا ہے امام غفرالہ دین رازی نے ایک اور طرز پر جیسا کہ اُس زمانہ کے فیاضوں کا دستور تھا اس بیان کو رد کیا ہے مگر اصل یہ ہے کہ یہ لفظ کچھ بھی معنائیں یا مضاف حقیقت کے نہیں ہیں ہم اُور بیان کرچکے ہیں کہ آسمان ہر اُور کی چیز پر بولا جاتا ہے پس یہ نیلی نیلی چیز جو ہمارے دکھائی دیتی ہے اور جو حقیقت میں مائل دُخان یا ہوائے محیط کے ایک جسم بھی رکھتی ہے اور ہماری دنیا کے چاروں طرف محیط ہے اور دنیا کے رہنے والوں کو مثل ستف گنبدی کے دکھائی دیتی ہے اس پر بھی آسمان کا اطلاق ہوتا ہے مگر یہ نیلی چیز یونانی حکیموں والا آسمان نہیں ہے پس اگر اس نیلی چیز پر سقف مرفوع اور سقف محفوظ کا اطلاق ہوا تو مشکل اور دقت کیا بیش آئی *

ایک اور سمجھ مفسرین پر پڑی ہے کہ قرآن مجید میں آسمان کی نسبت لفظ دُخان بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف دھواں ہی ابتر مفسرین کے ہر ش گئے اور سمجھتے کہ اب تو

پس صاف ظاہر ہو گیا کہ اگلے عالموں کے نزدیک بھی سات ہی میں آسمانوں کا انحصار نہیں پایا جاتا تھا *
غرضکہ بیان مذکورہ سے ثابت ہی کہ الفاظ اور آیات قرآن مجید سے وہ آسمان جسکو یونانی حکیموں نے بنایا تھا اور جسکی حقیقت ہیئت قدیمہ میں بیان کی گئی ہی ثابت نہیں ہوتی اور اسکا منکر منکر نص قرآنی نہیں سمجھا جاسکتا اور مسئلہ ہیئت جدید جو اس امر کی نسبت ہی وہ مخالف قرآن مجید نہیں پایا جاتا - تدبیر *

واضح

مہدی عالی قیٹی کلکٹر ضلع مرزاپور

نمبر ۵۶

طعام اہل کتاب

جب سے ہم لوگوں میں طعام اہل کتاب کی اجابت اور حرمت کی نسبت گفتگو شروع ہوئی ہی تب سے اکثر لوگوں کو اس امر کی تحقیق کی غرض سے کہ اصحاب نبوی اور ان لوگوں کا جو قرون ثلثہ میں تھے کیا طریقہ تھا یا وہ اہل کتاب کے کھانے کو حلال جانتے تھے یا حرام یا مکروہ سمجھتے تھے اور انکی دعوت کو قبول کرتے تھے یا نہیں چنانچہ جن لوگوں نے اہل کتاب کے کھانے اور ان کے ساتھ کھانے کو مباح اور جائز تصور کیا انھوں نے اسلاف کرام کے اقوال سے اُس کے جواز کو ثابت کیا مگر اب تک کسی نے صحابہ کی عام رسم و رواج کو اس معاملہ کی نسبت ہمارے پچھلے محققین اور علماء کے قلم سے ثابت کیا *

میں مدت سے اس کی تحقیق میں ہوں چنانچہ اتنا تو مجھے ثابت ہو گیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی اہل کتاب سے مصالحت کرتے اور ان سے عہد لیتے تو عہد نامہ میں منجملہ اور شرائط کے ایک چیز بھی شرط کرتے تھے کہ جب کسی مسلمان کا اُن کے یہاں گذر ہووے تو تین دن تک مہمانی کریں مگر یہ بات صاف معلوم نہ ہوئی تھی کہ اس وقت مہمانی کا کیا قاعدہ تھا آیا اہل کتاب خشک دانے دیدیا کرتے تھے یا قیمت کھانے کی نذر کیا کرتے تھے یا اپنے گھوکا پکا ہوا کھانا کھاتے تھے یا خود بھی اُن مسلمان مہمان کے ساتھ بیٹھے کو کھانا کھاتے تھے چنانچہ مدت سے مجھے اس امر کی تلاش تھی کہ آج میں کتاب تبیید الشیطان بتقریب افائدہ المؤمنین کو جو خلاصہ کتاب افائدہ المؤمنین فی مصائد الشیطان تصنیف علامہ ابن قیم کا ہی دیکھ رہا تھا کہ اس میں بیٹے ایک مضمون دیکھا جس کا صاف ثابت ہو گیا کہ اصحاب نبوی نہ صرف اہل کتاب کے کھانے کو جائز جانتے تھے بلکہ انکی ضیانت کو قبول کرتے اُن کے یہاں کے پکے ہوئے کھانے کو اُن کے گھر اور اُن کے عیادت خانوں میں جائز کھاتے چنانچہ اُس کتاب کی اصل عبارت اور ترجمہ کو ذیل میں لکھتا ہوں پس جو دیندار مسلمان آج کل کے لوگوں پر احاطہ نفر اور تنظیر کا اُس بات کے کرنے سے جو صحابہ نبوی کیا کرتے تھے کیا کرتے ہیں نہ کریں اور صرف پابندی رسم و رواج سے درپردہ الزام اصحاب رسوا پر نہ لگائیں *

السماء و فتح ابواب القرب — یعنی امام غزالی صاحب نورائے ہیں کہ شدت سے مینفہ برستے میں جو خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہی کہ آسمان کے دروازے کھل گئے تو ایسا کھنا بطور استعارہ کے ہی کھینکے یہ بات تو ظاہر ہی کہ مینفہ یونانی حکیموں والے آسمان میں سے تو برستا نہیں بلکہ بادلوں میں سے برستا ہی پس آسمان کے دروازوں کا کھانا ایسا ہی جیسے کوئی شدت کے مینفہ برستے میں یوں کہہ کہ آسمان کے پرنالے بھونکے اور پکھالوں کے منہ کھل گئے *

چوتھے یہ کہ بعضی جگہ قرآن مجید میں آسمانوں کے پیدا کرنے اور بنانے کا ذکر کیا اور چند جگہ اُن کا شق ہونا اور بہت جانا فرمایا ہی پھر اگر وہ مثل یونانی حکیموں کے آسمان کے مستحکم نہوتا تو خدا تعالیٰ یہ باتیں آسمانوں کی نسبت کیونکر منسوب کرتا *

مگر سمجھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے بہت سی جگہ قرآن مجید میں غیر متعین چیزوں پر خالق کے لفظ کا اطلاق فرمایا ہی بلکہ حالات مفروضہ اور اشیاء معدومہ کی نسبت بھی ایسے لفظوں کا اطلاق ہوا ہی مثلاً فرمایا ہی کہ ”جعل فی السماء بروجا“ یعنی بنائے آسمان میں برج حالانکہ کسی کے نزدیک وہ کوئی جسمانی چیز نہیں ہی موت اور حیات سب کے نزدیک صرف فرضی حالتیں ہیں ان کی نسبت بھی خالق کا لفظ قرآن مجید میں آیا ہی کما دل اللہ تبارک و تعالیٰ ”خلق الموت والْحَیَاةَ“ عقل کی نسبت بھی پیدا کرنے کا لفظ آیا ہی معہذا جب کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہی کہ اوپر کی تمام چیزیں پر آسمان کا لفظ بولا جاتا ہی تو انہیں بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ وجود اصلی بھی رکھتی ہیں پس یہ بات کہنی کہ اوپر کی چیزیں کو خدا نے بنایا ہی — خدانے پیدا کیا ہی اوپر کی چیزیں بہت جارہنگی حق و جارہنگی کچھ بھی حقیقت کے برخلاف نہیں ہی اور نہ کسی قسم کی تاویل کی حاجت ہی غلطی تو جب ہی پڑتی ہی جبکہ قرآن کو جوہر یونانی حکیموں کی پڑوسی کوکر — مامہ کے لفظ سے یونانی حکیموں کا بنایا ہوا آسمان مراد لیا جائے *

اب سبع سموات کی بحث باقی رہی یعنی اگر طبقات آسمان کے وہ معنی لیتے جاریں جو سبع سموات طبقات میں بیان ہوئے تو وہ سات نہیں قرار پاسکتے بلکہ سات سے زیادہ ہیں اور روز بروز نکلتے چلے آتے ہیں چند روز ہوئے کہ ایک طبقہ سیارہ کا طبقہ نکلا تھا اور ابھی نیچوں سیارہ کا ایک طبقہ نکلا ہی اور معلوم نہیں کہ اور کتنے نکلتے آویں گے پورا اُنکو سات میں منحصر کرنا کونکر صحیح ہوگا *
مگر یہ سمجھ کہ خدانے اُن طبقات کو سات میں منحصر کر دیا ہی غلط ہی کوئی تعداد بیان کرنے سے مدد زائد کی نفی لازم نہیں آتی امام رازی صاحب فرماتے ہیں ثانی ثانی فائق ہل بدل التخصیص علی سبع سموات علی نفی العدد الزاید قنا الحق ان تخصیص العدد بالذکر لای ل علی نفی الزاید — یعنی اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ کیا سات آسمانوں کی صریح تعداد بیان کرنی اسبات پر دلائل کرتی ہی کہ اس سے زیادہ آسمان نہیں ہیں تو ہم کہیں گے کہ حق یہی ہے کہ کسی مدد کو بیان کرنے میں خاص کر لینا اُس سے زیادہ نہوئے ہو دلائل نہیں کرتا —

عبارت اصل کتاب

وَمِنْ ذَلِكَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ مِنْ دَعَاةِ نَهَائِكَ مِنْ عِلْمِهِمْ وَاضَافَةَ يَهُودِيٍّ يَجْزِي شَعِيرًا وَاهَانَةً سَنَعَةً وَاحِلَ اللَّهِ إِهْلَافَةً أَهْلَ الْكِتَابِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يَأْتُونَ مِنْ أَعْلَافِهِمْ وَشَرَطَ عَلَيْهِمْ مَعْرَضَةً يَمُرُّ بِهَا يَمُرُّ بِهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَ قَالَ أَلْعَمْرُؤُ مَا تَأْكُلُونَ وَلِمَ أَقْدَمَ صَوْرَ الشَّامِ صَنَعَ لَهُ أَهْلَ الْكِتَابِ طَعَاماً ذَمُّوا فَقَالَ أَيْنَ هُوَ قَالُوا فِي الْكَنِيسَةِ فَكَرِهَ دَخْلَهَا وَقَالَ لِمَا لِي أَقْبَعُ بِالنَّاسِ تَهْذِيبُ بِالْمُسْلِمِينَ وَ أَكْرَاهُ وَ جَعَلَ عَلَى بَشَّارٍ إِلَى الصُّورِ بِالْكَنِيسَةِ وَ يَقُولُ مَا عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَدْخُلَ وَ أَكَلْ *

ترجمہ

اور اس میں سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی جو شخص دعوت کرتا آپ قبول فرماتے اور اُس کا کھانا کھاتے اور ایک یہودی نے آپ کی ضیافت جو کی روٹی اور بکڑے سالن سے کی تھی اور خدا تعالیٰ نے اہل کتاب کا کھانا حلال فرمایا ہے اور مسلمان اُن کا کھانا کھایا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے شرط کر لی تھی کہ جو مسلمان تمہارے پاس آئے اُس کی ضیافت کر دو اور جو تم کھاتے ہو اُس کو کھلاؤ اور جب آپ شام میں تشریف لائے تو آپ کے لیئے اہل کتاب نے کھانا طیار کیا اور بولا آپ نے پوچھا کہ وہ کھانے کی اُنہوں نے کہا کہ گرجا میں ہے آپ نے اُس کے اندر جانا مکررہ سمجھا اور حضرت مای رضی اللہ سے فرمایا کہ تم ارگروں کو لیجاؤ چنانچہ وہ لیگئے اور کھانا کھایا حضرت علی رضی اللہ عنہ گرجا کی تصویر... کو دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ بھی آتے اور کھاتے تو نتھپے اُن کا بوج نہ تھا *

واضح ہو کہ شام کے لوگ اُس زمانہ میں عیسائی رومن کیٹھلک تھے *

راۓ

مہدی علی دہلوی کلکٹر راہٹ گنج

ضلع مرزاپور

نمبر ۵۷

احادیث غیر معتمد

اسلام کا ادب اور اُسکی دوستی اور کمال ایمانداری اسباب میں ہے کہ حدیثوں کی تنقیح کی جاوے اور جس میں ذرا بھی شک ہو اُسے دود کی مٹھی کی طرح نکال کر پھینک دے۔ حدیث کی تنقیح نہ کرنا اور ہر حدیث کو سمجھنا کہ پیغمبر خدا صلعم کا قول ہی نہایت پر ادبی اور اسلام کی دشمنی ہے پس سچی دوستی اور حقیقی ادب یہی ہے کہ غیر کے کلام کو اپنے بھئی پاک کے کلام سے ملاحدہ کر دے *

حضرت علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے جو اکابر علماء حدیث سے ہیں سفار السعادة کے خاتمہ میں بہت سی باتیں لکھی ہیں اور بیان کیا ہے کہ ان باتوں کی نسبت بہت سی حدیثیں بیان ہوئی ہیں اُن میں سے کچھ بھی صحیح اور علماء حدیث کے نزدیک ثابت ہیں چنانچہ اسی مقدمہ کو ہم بھی لکھتے ہیں تاکہ لوگوں کو

معلوم ہو کہ کسی کسی مشہور حدیثوں کو علماء معتبر قابل اعتماد نہیں سمجھتے تھے پس جو حدیثیں کہ معتبر نہیں ہیں اُنکو نہ ماننا عین دینداری ہی چنانچہ مفصلہ ذیل باتیں اُس کتاب میں مندرج ہیں *

۱ — ایمان کے بیان میں جو حدیثیں ہیں کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور کھانا اور پیرانا ہی یا نہ کھانا ہی نہ پیرانا ہی اُن میں سے کوئی حدیث بھی پیغمبر خدا صلعم کی نہیں ہے بلکہ صحابہ اور تابعین کے اقوال ہیں *

۲ — مروجہ اور قدیمہ اور جدیدہ اور اشعریہ کی نسبت جسدہ حدیثیں ہیں کڑی بھی اُن میں سے صحیح نہیں ہے *

۳ — اسباب میں کہ ظالم اللہ قدیم غیر متنازع ہے بہت حدیثیں ہیں مگر پیغمبر خدا صلعم کی کوئی حدیث نہیں ہے صحابہ و تابعین کے اقوال ہیں *

۴ — ملائکہ کی پیدائش میں اور حضرت جبرئیل کے پروں کے قطاروں سے فوشتوں کے پیدا ہونے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *

۵ — محمد اور احمد نام رکھنے کی خبری اور بزرگی میں یا اُس کی معائنات میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *

۶ — عقل کی اصلیت اور اُسکی فضیلت کے بیان میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *

۷ — خضر و الیاس کی عمر اور اُس کی درازی کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *

۸ — عام کے باب میں اور اسمیں کہ علم کا طالب کوٹا فرض ہے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *

۹ — عام کے چوپائے کی برائی میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *

۱۰ — توان اور سورتوں کی خاص خاص فضیلتوں میں جسدہ حدیثیں ہیں سولے چند کے اُن میں سے بھی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *

۱۱ — حضرت ابوبکر کی فضیلت کی مشہور حدیثیں موضوع اور مقویات سے ہیں *

۱۲ — حضرت علی کے فضائل میں بجز ایک حدیث کے اور کوئی ثابت نہیں *

۱۳ — معاویہ کے فضائل میں کوئی حدیث نہیں ہے *

۱۴ — امام ابو حنیفہ اور شافعی کی بزرگی یا برائی میں جسدہ حدیثیں ہیں سب موضوع اور منقہ ہیں *

۱۵ — بیضا المقدس اور صفحہ اور عقلمان اور قزویں اور اندلس اور دمشق کی فضیلت میں کوئی حدیث نہیں ہے *

۱۶ — قلیں پانی جب ہو تو ناپاک نہیں ہوتا بعضے اُس حدیث کو صحیح کہتے ہیں بعضے غیر صحیح مگر اکابر اہل حدیث نے اپنی تصنیفات میں اس حدیث کو بیان کیا ہے (میرے نزدیک پانی کے باب میں صحیح حدیث صرف ایک ہی امام طاہر و طاہر الخ) *

- ۳۲ — کہنے کی اور شہد کی اور توکاری کی زکوٰۃ کے باب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۳۵ — روزِ عاشورہ کے فضائل اور اعمال کے باب میں سربِ روزہ کے مستحب ہونے کے اور رجب کے روزہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور اسی طرح جو حدیثیں صدقات اور خضام اور سر میں قبل ڈالنے اور سرمہ لگانے کی اور دانہ اربالے کی فضیلت میں آئی ہیں سب موضوع ہیں *
- ۳۶ — پچھنے لکانے سے روزہ جاتے رہنے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۳۷ — اس باب میں کہ جو مقدور رکھہ کو حج نہ کرے وہ یہودی ہو کر مریکا یا عیسائی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *
- ۳۸ — جس قرض میں نفع ہو وہ سود ہے اس باب میں بھی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۳۹ — چوری سے گشت کات کر کھانا منع ہونے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *
- ۴۰ — رسول خدا صلعم کے فارسی میں کلام کرنے میں یا فارسی زبان بولنے کے مکروہ ہونے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *
- ۴۱ — دعا مانگ کر دونوں ہاتھوں کو منہ پر مانے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۴۲ — سفید مرغ اور مہندی کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *
- ۴۳ — اس باب میں کہ والد الزنا جنت میں نہ جائیگا کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۴۴ — اس باب میں کہ اجماع حجت ہے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۴۵ — اس باب میں کہ قیاس حجت ہے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *
- ۴۶ — اس باب میں کہ قیامت کی نشانیاں نکل نکل مہینوں میں ظاہر ہونگی اور دوسرے برس بعد سے قیامت کی نشانیاں ظاہر ہونگی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- یہ چند باتیں بطور مثال کے ہم نے لکھی ہیں مگر سواۃ السعادة میں اور بہت سی باتیں اسی قسم کی ہیں جن کی نسبت صحیح حدیثیں نہیں ہیں اس تمثیل سے ہماری غرض یہ ہے کہ جب تک حدیث کی صحت بقدری پورال نہ لیجائے اُس وقت تک اُس صحت تسلیم کرنی نہ چاہیئے کیونکہ ایسا کرنے سے اسلام میں اتنا ہی اور صرف اس بات پر کہ یہ حدیث نکل کتاب میں نہ ہے بھروسہ کرنا معض بیجا ہے گو کہ وہ کتاب صحیح بشرط کیوں نہ ہو *
- رائس —
سید احمد

- ۱۷ — دھبے سے گرم ہونے پانی کے مکروہ ہونے کی نسبت یہی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۱۸ — وضو کے بعد ہات پاؤں کا پانی پونچھ لینے کے باب میں یہی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *
- ۱۹ — دھازہ کے خلال اور کاٹوں اور گردن پر مسح کرنے میں یہی کوئی حدیث صحیح ہے *
- ۲۰ — نیند سے وضو کرنے کی یہی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۲۱ — عورت کو چھونے سے وضو کرنے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۲۲ — مردہ کو غسل دینے کے بعد خورد غسل کرنے کی یہی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۲۳ — حمام میں جانے سے منع ہونے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۲۴ — اس باب میں کہ بسم اللہ ہر سورۃ کی آیت ہے اور نماز میں اُس کو پکار کر بڑھنا چاہیئے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *
- ۲۵ — اس باب میں کہ امام ضامن ہے اور مردن مومن ہیں اور مسجد کے ہمسایہ میں رہنے والے کی نماز بغیر مسجد کے نہیں ہوتی اور ہر نیک و بد کے پیچھے نماز جایز ہے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۲۶ — جس شخص پر نضا نمازیں ہوں اُس کی نماز نہ ہونے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۲۷ — سفر میں پوری نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے گناہ ہونے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۲۸ — فجر کی نماز اور وتر میں قنوت پڑھنے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۲۹ — مسجد میں جنازہ کی نماز نہ پڑھنے میں اور تکبیرات جنازہ میں رنح یدیں کرنے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۳۰ — اس باب میں کہ نماز کوئی چیز قطع نہیں کرتی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۳۱ — اور اس باب میں کہ طلب کر تم خیر کو رحم دلوں اور خندہ رو لوگوں سے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *
- ۳۲ — اور اس باب میں کہ مالداروں کا غریب کی حاجت برداری سے پہلو تہی کرنا موجب زوال نعمت ہے اور احسان کرنے میں ثواب ہے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے *
- ۳۳ — صلوٰۃ التسبیح اور صلوٰۃ رغایب اور صلوٰۃ نصف شعبان و نصف رجب و صلوٰۃ ایمان اور صلوٰۃ ایقانہ معراج و لیلۃ القدر اور صلوٰۃ ہر رجب و شعبان و رمضان کے باب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے *

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۹]

۱۵ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۸ ہجری

[جلد دوم]

بسم الله الرحمن الرحيم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیے بھیجنا ہو یا زر قیمتہ اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترنیشن کے منایہ فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے دیتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ادھام اُس ترقی کے مانع ہیں وہ مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و تصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمتہ وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوتی بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا * مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ اُسے مضامین ہوگا چھپا کر یا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ نہوتی * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نی پرچہ آٹھ ماہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا * ممبروں کو بلا قیمتہ یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بلا قیمتہ حصہ وہ چاہیں اختیار ہوگا *

مضمون نمبر ۵۸

تطبیق منقول بامعقول

کوئی خیال اس سے زیادہ غلط نہیں ہے کہ دین کے اصول جو خدا نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت بتلائے وہ مطابق اُن اصول کے نہیں ہیں جو عقل سے ثابت ہوتے ہوں اور کوئی امر اس سے زیادہ تو مذہب پر الزام نہیں دیتا جیسا کہ یہ مسئلہ کہ نقل میں عقل کو دخل دینا شروعاً ناجائز ہی اس غلط خیال کے پیدا ہونے کا کوئی سبب کیوں نہ ہو اور اس مسئلہ کے جاری کرنے والوں نے کیسا ہی کچھ فائدہ کیوں نہ سوجھا ہو مگر حقیقت میں دین کے غلط اور بنائے ہوئے پر اس سے زیادہ اور کسی دلیل و برہان کی حاجت نہیں ہے کہ یہ کہا جارے کہ اُسکے اصول کو عقل سے جانچنا ناجائز ہی یا وہ عقل کے خلاف ہیں کیونکہ جو مذہب فی ذاتہ سچا اور صحیح ہے اور خاص خدا کا دیا ہوا ہے نہ انسان کا بنایا ہوا تو اُس میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں ہوگی جو عقل کے خلاف ہو اس لئے کہ جو شی عقلاً معال ہوا اُسکا واقع ہونا بھی غیر ممکن ہی پس اگر کسی دین و مذہب میں کوئی بات ایسی ہو جو مخالف عقل کے ہو تو حقیقت میں وہ دین و مذہب ہی سچا اور صحیح اور خدا کا دیا ہوا نہیں بلکہ انسان کا بنایا ہوا ہوگا پس جتنے دین دنیا میں جاری ہیں اُن کی صحت اور غلطی کے جانچنے کے لئے اگر خدا نے ہم کو کوئی آلہ دیا ہے تو وہ صرف عقل ہی پس اگر اُس کے استعمال کو کسی دین کے بانی نے ناجائز اور ممنوع اور حرام کر دیا ہو تو گریبا اُس نے پہلے ہی سے اہل عقل پر ظاہر کر دیا کہ یہ دین خدا کا دیا ہوا نہیں ہے جس سے غلطی کا ہونا غیر ممکن ہی بلکہ ایک ایسے انسان کا بنایا ہوا ہے جسکی غلطیاں بہ نسبت صحت کے زیادہ ہوتی ہیں اور اُسے غلطی کے چھپانے کے لئے اُسکے بانی نے عقل سے جانچ اور امتحان کرنے کو منع کر دیا پس جو دین و مذہب ایسا ہو کہ جس کے بانی نے عقل کو بیکار کر دیا ہو اور اُس سے کام لینے سے ممانعت کر دی ہو تو اُس دین کو کوئی قبول نہ کریگا مگر احمق اور جاہل کیونکہ بنا اُسکی جہالت پر ہی *

لیکن ہم اپنے دین اسلام کی نسبت کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ خدا کا دیا ہوا نہیں ہے اور اُسکے اصول عقل کے مطابق نہیں ہیں بلکہ ہم یقین کرتے ہیں کہ ہمارا دین سچا دین ہے کیونکہ جو کچھ خدا نے ہم کو بتلایا ہے وہ نفس الامر کے مطابق اور اصول عقلا کے مطابق ہے اور ہمارے اس یقین کی تمہیل خدا کے کلام اور ہمارے رسول کے اقوال سے ہوتی ہے اس لئے کہ ہمارے خدا اور

ہمارے رسول نے کبھی نہیں کہا کہ تم عقل سے کام نہ لو اور جاہلوں کی طرح کسی بات کو مانو بلکہ دین کا مدار بالکل عقل پر رکھا اور سب کو عقل سے کام لینے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اُسکی تاکید فرمائی ہمارے خدا کا پاک کلام اسی دہری سے پیدا ہوا ہے نہ جس کسیکو اس دین کی حقیقت میں شک ہو وہ سوجھ اور عقل سے جانچ کرے تاکہ ہر بات کو مطابق نفس الامر کے اور جو نقل عقل کے پاکر اُسکی حقیقت پر یقین کرے کما قال اللہ تعالیٰ ”ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت نازج البصر لہ تری من طور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وہو حسیر“ *

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ منقول اور معقول میں مخالفت ہے وہ حقیقت میں عقل اور دین کی حقیقت سے بے خبر ہیں اس لئے ہم دونوں کی ماہیت بیان کرتے ہیں جس کے جاننے کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ منقول اور معقول میں مخالفت ہے *

جتنی چیزیں خدا نے اس دنیا میں پیدا کی ہیں اُنکی فی ذاتہ ایک حقیقت ہے اور انسان کو خدا نے اُن چیزوں کی حقیقتوں کے دریافت کرنے کی ایک قوت اور استعداد دی ہے اُسے قوت کا نام عقل اور اُس حقیقت کے دل میں یا دماغ میں آجانے کو علم کہتے ہیں پس عارم عقلی وہ ہیں جو بذریعہ عقل کے دریافت کیے جا رہے خواہ وہ ضروری اور بدیہی ہوں کہ بغیر دلیل و برہان کے سمجھ میں آسکیں خواہ وہ نظری اور کسی ہوں جو فکر و استدلال سے حاصل ہو سکتے ہوں اور علوم دینی وہ ہیں جو کہ خدا نے معرفت کسی سچے پیغمبر کے ظاہر کیے ہوں خواہ وہ متعلق عقائد کے ہوں جو اصلی اصول دین کے ہیں یا متعلق اعمال کے ہوں جو عقائد کی تائید اور ظاہری تمہیل کے لئے بتلائے گئے ہوں جو فروع اُن اصول کی ہیں پس جن چیزوں کو خدا نے پیدا کیا وہ حقیقت میں اُسکا نعل ہی اور جب اُسکی حقیقت کو معرفت کسی پیغمبر کے بتلادیا وہ اُسکا قول ہی پس کون احمق اور جاہل ہے جو یہ کہہ سکے کہ خدا کا قول مخالف اُسکے فعل کے ہو سکتا ہے یا قانون قدرت اُسکا تبدیل شرایع اور اختلاف ادیان سے تبدیل اور مختلف ہو سکتا ہے یا حقیقت کسی چیز کی کسی دین کے بدلنے سے بدل سکتی ہے جو کوئی ایسا نہ کرے وہ دین سے بے بہرہ ہے اور عقل سے بھی بے نصیب اور یہ امر ثابت ہو گیا کہ حقیقت اشیا کی کبھی بدل نہیں سکتی قانون قدرت میں کچھ ترمیم ہو نہیں سکتی پس جو علوم ہیں کہ جن سے اشیا کی حقیقت معلوم ہو انہیں کو ہم علوم اور علوم حکمی کہتے ہیں جیسا کہ ہمارے یہاں کے ایک معتقد لکھا ہے کہ ”ان العلم ینقسم الی حکمی و غیر حکمی و وجہ اللہ

تطبیق منقول و معقول

تطبیق منقول و معقول

دینی کی مخالفت کا قائل ہی اُسکو بھی بھی دھوکہ اور بھبی مفسد ہو
 ہوا ہی رزق کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو یہ خیال بھی کرے
 کہ خدا کا قول اُسکے فعل کے مخالف ہوگا کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ
 خدا نے زمین کو گول بنایا ہو اور معریت پیشہ کو اُس کا مسطح
 ہونا بتلایا ہو نہیں ایسا کہہی نہیں ہو سکتا جو قول خدا کا
 ہی وہ مرکز اُس شی کی اصلی حقیقت کے مخالف ہوگا اس کیلئے
 جو شخص اپنے دین کی سچائی پر خود کامل یقین رکھتا اور اُس
 کی سچائی اوروں پر ثابت کرنا چاہے اُسے ضرور ہی کہ وہ اپنے
 دین کے اصول کی عقلی اصول سے مطابقت دیکھ دے کہ وہ بچاے اُس
 کے اپنے دین کی حفاظت کے کیلئے یہ حکم جاری کر دے کہ اصول
 دین کو عقل سے جانچنا اور منقول کو معقول سے ملانا ناجائز ہے اور
 دوتوں میں فی ذاتہ تناقض ہی ہمارے مذہب کا ایک معتقد لکھتا
 ہے کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ علوم عقلی علوم شرعی کے
 مخالف ہیں اور دوتوں میں موافقت غیر ممکن ہے یہ خیال ہے بچاے اُس
 بصیرت کے اندر سے پیدا ہوتا ہے خدا ایسے خیال سے بچاے اُس
 خیال کرنے والا جبکہ بعض علوم شرعی کو بعض علوم عقلی سے مخالف
 پاتا ہے اور دوتوں میں توافق نہیں کر سکتا تو وہ یہ سمجھتا ہے
 کہ یہ اختلاف اصل دین میں ہی پس وہ دین سے ایسا نکل جاتا
 ہے جیسا کہ بال آئے سے اور اسکا سبب بھی ہے کہ اُس کے معجز و
 تصور نے اُس کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ درحقیقت دین ہی
 میں اختلاف ہی انوس ایسے آدمی کے حال پر *

تطبیق معقول و منقول میں انٹر چند شبہات اگرگوں کے داروں
 میں گذرتے ہیں اور علوم و فنون کی تحصیل واسطے تطبیق منقول کے
 اُن کے نزدیک سے دین و ناجائز یا موع سمجھی جاتی ہے *

پہلا شبہ تطبیق معقول و منقول میں یہ ہے

کہ انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی اور ہم اور شک کی آمیزش
 سے کوئی عقلی مسئلہ پاک نہیں ہوتا خلاف منقول کے کہ جو کچھ خدا

† وحان من یظن ان العلوم العالیة منافیة للعلوم الشرعیة وان الجمع
 بینہما غیر ممکن ہو ظن صادر عن عمی فی عین البصیرة نمودبالہ منہ
 بل هذا القائل ربما تناقض عدہ بعض العلوم الشرعیة لبعض فیہجوز عن
 الجمع بینہما فیظن انہ تناقض فی الدین فیتمہ بصیرة فیفسد من الدین
 السلال الشرعیة من المعین وانما ذلک لان معجزہ فی نفسہ خیل الیہ نقضا
 فی الدین و ہیبت و انما مثالہ مثال الاعمی الذی دخل دار قوم تفسر فیہا
 بارانی ادار نقال لہم ماہل هذه الارائی ترکست علی الطریق لم تود الے
 مواضعہا نقال الہ تلک الارائی فی مواضعہا وانما انہ لسف تہذی
 للطریق لہماک فالعجب منک انک لا تحضیل شونک علی عواک وانما
 تضلیہا علی تقصیر غیرک فہذہ نسبة العلوم الدینیة الی العلوم العقلیة
 (احیاء)

انہ اما ان لا یتغیر بتغیر الامکنة والازمان ولا یتبدل بتبدیل الدول والادیان
 فالاول العلوم الصمکیة و یقال للعلوم الصمکیة ای الثابتة علی
 مولدہور والاعوام اور جو علوم ایسے ہیں کہ جنکو خاص خدا نے
 معریت کسی رسول کے بتلایا ہو اُنکو ہم علوم دینی کہتے ہیں جیسا کہ
 امام ذوالی فرماتے ہیں ”اما العلوم الدینیة فہی ماخذة بطریق التقلید
 من الانبیاء صلوات اللہ علیہم وسلامہ و ذلک یحصل بالتعلیم بکتاب اللہ
 تعالیٰ و سنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہم معانیہما بعد السماع“ *
 اب ہمکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ آیا ہم علوم دینی کی حقیقت
 بغیر استماع عقل کے دریافت کر سکتے ہیں یا نہیں چنانچہ اسکی
 نسبت ہمارے معتقدین کا اقرار ہے ”لایمکن فہمہ بعد سماعہ الا بال عقل
 فلا فناء بالعقل من السماع و لانما بالسماع من العقل فالعقل الی معض
 التقدیم مع عزل العقل بالکلیة جاعل و المکتفی بمجدد العقل عن انوار
 القرآن و السنة مغرور فایک ان کتوں من ابدال الفریقین و کن جامعہ
 بین الصلین (احیاء جلد ۱ صفحہ ۱۱) اور جب بغیر استماع عقل
 کے علوم دینی کی حقیقت کا سمجھنا ہی مشکل ہے تو کیونکر وہ
 علوم عقلی مخالف دینی علوم کے ہو گئے مگر جو لوگ ظاہر میں
 دوتوں کو مخالف بتاتے ہیں اُسکے دو سبب ہیں ایک یہ کہ جو
 علوم حقیقت میں عقلی نہیں ہیں بلکہ وہمی اور خیالی ہیں اُنکو
 غلطی سے عقلی علوم سمجھنا دوسرے جو علوم حقیقت میں دینی نہیں
 ہیں یعنی جنکو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلایا
 اُنکو دینی علوم تصور کرنا مثلاً یہ مسئلہ حکمران یوتان کا کہ خدا عالم
 بالجزئیات نہیں ہے بے شک مخالف ہمارے اس دینی عقیدہ کے ہے
 کہ خدا سب چیز کو جانتا ہے یا یہ قول جاعل مسلمانوں کا کہ
 زمین گارے کے سینک پر ہے بلاشبہ مخالف علوم عقلی کے ہے پس
 مخالفت اس قول کی کہ خدا عالم بالجزئیات نہیں ہے ہمارے دینی
 عقیدہ سے اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ قول عقل سے ثابت ہے بلکہ
 اسوجہ سے ہے کہ حقیقت میں اُسکا ثبوت دلائل عقلی سے نہیں ہے
 بلکہ صرف وہمی اور خیالی دلائل سے اور یہ قول جہلا کا کہ
 زمین گارے کے سینک پر ہے وہی مخالف علوم عقلی کے نہ اس وجہ
 سے ہے کہ یہ قول بتلایا ہو خدا و رسول کا ہے بلکہ اس سبب
 سے ہے کہ اُسکی کچھ اصلیت دین میں نہیں ہے مگر جب
 دوتوں باتیں اپنے اپنے اصول کے مطابق ہو گئی یعنی علوم عقلی
 حقیقت میں علوم عقلی ہوں اور بلا آمیزش وہم اور خیال کے
 عقل سے ثابت ہوں وہ مخالف اُن علوم دینی کے ہو ہی نہیں
 سکتے جو کہ خاص خدا و رسول کے بتلانے ہوئے ہوں اور جسمیں کسی نے
 بچ میں کچھ ملا نہ دیا ہو اور کسی نے اپنی غلطی سے اُنہیں
 تصدیق معقول نہ کی ہو اس کیلئے جو شخص علوم عقلی اور علوم

دینی کی متضادیت کا قائل ہی اُسکو بھی یہی دھوکہ اور یہی مفاسد ہوا ہی روتہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو یہ خیال بھی کرے کہ خدا کا قول اُسکے فعل کے متضاد ہوگا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا نے زمین کو گول بنایا ہو اور معروفہ پیدمور کے اُس کا مسلح ہونا بتلایا ہو نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا جو قول خدا کا ہی وہ ہرگز اُس کی اصلی حقیقت کے متضاد ہوگا اس لئے جو شخص اپنے دین کی سچائی پر خود کامل یقین رکھتا اور اُس کی سچائی اوروں پر ڈاٹ کرنا چاہے اُسے ضرور ہی کہ وہ اپنے دین کے اصول کی عقلی اصول سے مطابقت دھلا دے کہ بجاے اِس کے اپنے دین کی حفاظت کے لئے یہ حکم جاری کرے کہ اصول دین کو عقل سے جانچنا اور منقول کو معقول سے ملانا ناجائز ہی اور دونوں میں نی ذاتہ تناقض ہی ہمارے مذہب کا ایک معتقد لکھتا ہے کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ علوم عقلی علوم شرعی کے متضاد ہیں اور دونوں میں مواضع غیر ممکن ہی یہ خیال چشم بصیرت کے اندھ بن سے پیدا ہوتا ہے خدا ایسے خیال سے بچتا ہے ایسا خیال کرنے والا جبکہ بعض علوم شرعی کو بعض علوم عقلی سے متضاد پاتا ہے اور دونوں میں توافق نہیں کر سکتا تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ اختلاف اصل دین میں ہی پس وہ دین سے ایسا نکل جاتا ہے جیساکہ بال آئے ہے اور اسکا سبب یہی ہے کہ اُس کے معجز و تصور نے اُس کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ درحقیقت دین ہی میں اختلاف ہی اتنوس ایسے آدمی کے حال پر *

تطبیق معقول و منقول میں انٹر چند شبہات لوگوں کے دلوں میں گزرتے ہیں اور علوم و فنون کی تحصیل واسطے تطبیق منقول کے اُن کے نزدیک بے سود و ناجائز یا ممنوع سمجھی جاتی ہے *

پہلا شبہہ تطبیق معقول و منقول میں یہ ہے
کہ انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی اور شک کی آمیزش سے کوئی عقلی مسئلہ ہلکا نہیں ہوتا خلاف منقول کے کہ جو کچھ خدا + عقل من یظن ان العلوم العقلیۃ مناضۃ للعلوم الشرعیۃ وان الجمع بینہما غیر ممکن ہو ظن صادر عن عامی فی عین البصیرۃ نہوذباللہ منہ بل هذا القول ربما تناقض عندہ بعض العلوم الشرعیۃ لبعض فیعجز عن الجمع بینہما فیظن انہ تناقض فی الدین فیتعجز بہ فیفسد من الدین انسلال الشرعۃ من العجوب واما ذلک لان معجزۃ فی نفسہ خیال الیہ نقضا فی الدین و ہیبات و انما منافیہ مثال الاممۃ الذی دخل دار قوم فتمشوا براہی اذ قال لہم ما بال ہذا الارانی ترک علی الطریق لم تروا لے مواضعہم فقالوا لہم ما بال ہذا الارانی فی مواضعہم واما انہ لست تہتدی للطریق لعماک فاعجب منک انک لاتتذیل مریک علی مہاک واما تخیلہا علی تقصیر غیرک فہذا نسۃ العلوم الدینیۃ الی العلوم العقلیۃ (احیاء)

انہ اما ان لا یتغیر یتغیر الامکنۃ والزمان ولا یتبدل یتبدل الدول والادیان الاول العلوم العکمیۃ و یقال للعلوم الحقیقیۃ ایضا ای الثابتۃ علی موالذہور والاموار اور جو علوم ایسے ہیں کہ جنکو خاص خدا نے معروف کسی رسول کے بتلایا ہو اُنکو ہم علوم دینی کہتے ہیں جیسا کہ تمام جزائی فرماتے ہیں "اما العلوم الدینیۃ فیہی ماخوذۃ بطریق التقلید من الانبیاء صلوات اللہ علیہم وسلم و ذلک یحصل بالتعلیم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و فہم معانہما ہد السباع" * اب ہمکو یہ سوچنا چاہیئے کہ آیا ہم علوم دینی کی حقیقت بغیر استعانت عقل کے دریافت کر سکتے ہیں یا نہیں چنانچہ اسکی تسبیح ہمارے معتقدوں کا اقرار ہے "لا یمکن فہمہ بعد سماعہ الا بال عقل لافنا بال عقل من السماع و لافنا بال سماع من العقل فالعقل الی معض التقدیم مع عقل العقل بالکلیۃ جامع و المکتفی بمجرد العقل عن انوار القرآن و السنۃ مغرور فایک ان تکون من احد الفریقین و کن جامعاً بین الاصلین (احیاء جلد ۳ صفحہ ۱۱)" اور جب بغیر استعانت عقل کے علوم دینی کی حقیقت کا سمجھنا ہی مشکل ہی تو کیونکر وہ علوم عقلی متضاد دینی علوم کے ہونگے مگر جو لوگ ظاہر میں دونوں کو متضاد بتاتے ہیں اُسکے دو سبب ہیں ایک یہ کہ جو علوم حقیقت میں عقلی نہیں ہیں بلکہ وہی اور خیالی ہیں اُنکو فلسفی سے عقلی علوم سمجھنا دوسرے جو علوم حقیقت میں دینی نہیں ہیں یعنی جنکو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلایا دینی علوم تصور کرنا مثلاً یہ مسئلہ حکمو یرون کا کہ خدا عالم نزلیات نہیں ہے بے شک متضاد ہمارے اس دینی عقیدہ کے ہی خدا سب چیز کو جانتا ہے یا یہ قول جامع مسلمانوں کا کہ گائے کے سینک پر ہی بلاشبہ متضاد علوم عقلی کے ہی پس نت اس قول کی کہ خدا عالم بالجزئیات نہیں ہے ہمارے دینی کے اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ قول عقل سے ثابت ہی بلکہ جہ سے ہی کہ حقیقت میں اُسنا ثبوت دلائل عقلی سے نہیں ہے نہ صرف وہی اور خیالی دلیل ہے اور یہ قول جہلا کا کہ بین گائے کے سینک پر ہی متضاد علوم عقلی کے نہ اس وجہ سے کہ یہ قول بتلایا ہوا خدا و رسول کا ہی بلکہ اس سبب سے کہ اُسکی کچھ اصلیات دین میں نہیں ہیں مگر جب ترو باتیں اپنے اپنے اصول کے مطابق ہونگی یعنی علوم عقلی یقت میں علوم عقلی ہوں اور بلا آمیزش وہم اور خیال کے سے ثابت ہوں وہ متضاد اُن علوم دینی کے ہو ہی نہیں تے جو کہ خاص خدا و رسول کے بتلئے ہوئے ہوں اور جسمیں کسی نے میں کچھ ملا نہ دیا ہو اور کسی نے اپنی غلطی سے اُنہیں بوجہ معذرتی نہ کی ہو اس لئے جو شخص علوم عقلی اور علوم

کونیکي ترغیب اور تھریص بھی اپنے کلام میں جابجا فرمائی ہی اور فور کرنے والوں اور سوچنے والوں کی بزرگی بھی بیان کی ہی پس اگر اُس قوت مدرکہ سے کام لینے اور عقل سے سوچنے کی ہم کو اجازت نہوتی تو نہ ہم کو عقل دی جاتی نہ ہرور و نکر کی ترغیب ہوتی پس ہم کو عقل کا دینا اور یتفقرون نی خلق السموات و الارض کہہ کر ہم کو اُس کے حقایق دریافت کرنے پر ہوانگیختہ کرنا ہی اس بات کی عمدہ دلیل ہی کہ ہم حقایق اشیا کو دریافت کرسکتے ہیں اور چونکہ ہماری عقل ہم اور خیال کی آمیزش سے پاک نہیں ہی اُس لیے جو کچھ ہم سوچیں اور سمجھیں اور تحقیق کریں اُس میں غلطی کا احتمال بھی ہوسکتا ہی لیکن ہماری تحقیق در قسم کی ہوسکتی ہی یا ایسی تحقیق کہ سوائے دینی دلیل کے کوئی ثبوت یوں ایسا نہو جس کو ہم مشاہدہ اور معاینہ اور تجربہ سے ایسا صحیح سمجھیں کہ غلطی کا احتمال ہی نہو یا علوہ اس دینی دلیل کے اُس کا ثبوت کامل مشاہدہ اور معاینہ اور تجربہ سے بھی ہو پس پہلی قسم کی تحقیق پر بلاشک ہم احتمال غلطی کا کرسکتے ہیں اور دوسری قسم کی تحقیق پر اُس کا خیال نہیں کرسکتے اسی سے ثابت ہوا کہ جستجو پر ہمارے سب معقولات برحق اور صحیح اور مطابق واقع نہیں ہوسکتے اسطرچ ہمارے سب منقول غلط اور پوچ اور باطل نہیں ہوسکتے *

اب ہم کہہ چاہئے کہ ہم معقولات کا امتحان کریں اور اُس کی صحت اور غلطی کو جانچیں اگر ہم کو امتحان کے بعد اُس کی صحت پر یقین ہوجاے تو ہم کو اگر ہم سچے مسلمان اور پکے دہندار ہ اور عقل اور سمجھہ بھی رکھتے ہیں اور تعصب اور جہالت سے پاک ہیں تو لازم ہی کہ اُنہیں باتوں کا اگر اُن کا ذکر کچھ ہہ دین میں ہو اُس معقولات سے متعدد اور مطابق ہونا سب پر کردیں اور اگر بظاہر کچھ اختلاف ہو اُس کی وجہ پر غور کریں ایک سچے با ایمان آدمی کے موافق اُس اختلاف کو حل کریں اگر ایسا کونیکے تو ضرور ہم کامیاب ہونگے اور دونوں کو ایک دکھائینگے *

خیال کرو کہ اگلے حکماء یونان جو کچھ سچے سمجھتے تھے ا جو مسئلے عقلی وہ بیان کرتے تھے اُن کی دلیلیں صرف ذہنی اور عقل ہوتی تھیں اور احتمال غلطی کا بلکہ ظن غالب خطا کا ہوتا تہ اُس لیے ہم اُن کو غلط کہہ سکتے تھے مگر جو حکماء کی باتیں بیان کی جاتی ہیں اگر وہ ہیں جنکا ثبوت مشاہدہ اور تجربہ ایسی تحقیقات پر ہی کہ آنکھ دیکھی چیز سے کم نہیں تو اگر ایسے اصول اور مسلمات کو غلط کہیں اور بلا امتحان اور بغیر حجاز

ور اُس کے رسول نے فرمایا اُس میں کبھی غلطی ہو ہی نہیں سکتی پس ایسی چیز کو جس میں حق و باطل کی تمیز نہو ایسی چیز سے ملانا جس میں غلطی کا احتمال ہی نہو سوائے پریشانی طبیعت اور تھریک مادہ العاد اور پیدا کرنے شکر و شہادت کے عقاید دینی پر کچھ حاصل نہیں ایسے شے کرنے والے یہہ نہایت عمدہ اور مضبوط دلیل بیان کرتے ہیں کہ اب تک اس دنیا میں ہزاروں حکیم اور فلسفی اور عقل گذرے اور صدہا برس تک ہزاروں محقق چند عقلی مسائل کی صحت پر مقرر رہی مگر پھر ایک ایسا زمانہ آیا کہ اُن کے مسلمات عقلیہ کی غلطی نہل گئی اور جو کچھ وہ سچے سمجھتے تھے اُس کی کچھ اصلیت پائی نہ گئی پس اگر انسان کی عقل ادراک حقایق کے لیے ذاتی ہوتی اور اُس کے دریافت پر بھروسہ ہوتا تو کیوں ایسی غلطیاں ہوتیں اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ عقل حقیقت اشیا کے ادراک میں قاصر ہی اور جو کچھ عقل حکما نے سچا سمجھا وہ اطعمان کے لائق نہیں ہی تو خدا اور رسول کے کلام کو اُس سے ملانہ حق کو باطل سے تطبیق دینا ہی * یہہ شے بے شک غور کرنے کے لائق ہی مگر ایسا قوی و مدلل نہیں ہی کہ اُس سے تطبیق منقول و معقول کی ضرورت اور جواز سے انکار کیا جاے کیونکہ یہہ بات تو یقینی معلوم ہی کہ ہر چیز کی فی نفسہ ایک حقیقت ہی اور خدا نے جو قوت مدرکہ ہم کو دی ہی وہ اُن اشیا کی حقیقت دریافت کونیکے لیے دی ہی اُن اور اشیا کے حقایق دریافت

+ امام غزالی فرماتے ہیں کہ وہ صف جس سے انسان انسان ہو اور جس نے اُس کو حیوان سے جدا کردیا ہوالذی استعداد بہ لقبول العلوم النظریہ و تدبیرالصناعات الطغیۃ الفکریۃ و ایک استعداد قبول کرنے علوم نظریہ کی اور پیدا کرنے تدبیر صناعات پوشیدہ کی ہی اور ایسی استعداد کا نام عقل ہی اور کوئی انسان نہیں ہی جس کو یہہ استعداد نہی گئی ہو تمام علوم اور جمیع فنون اسی سے پیدا ہوتے ہیں گویا وہ سب اُس میں پوشیدہ ہیں اور صرف ایک سبب کی حاجت ہی جو اُن علوم کو اُس سے پیدا کرے کونیکے علم اور فن نہیں ہی کہ جو اُس سے خارج ہو اور اُس میں پوشیدہ نہو عقل کے اور علوم کے اُس میں پوشیدہ ہونے کی مثال زمین پانی اور مٹی کی ہی کہ کوئی زمین نہیں ہی جس میں پانی نہو مگر اُس کا تنکنا مستحاج کھودنے اور نکالنے آؤں کی مٹی کا ہی یا اُس کی تشکیل منک روغن کے ہی کہ وہ ہوددہ میں موجود ہی مگر اُس کی پیدا ہونا ایک تدبیر خاص پر موقوف ہی پس جو شخص اُس استعداد کو کام میں لاوے اور عقل کو بیکار کر دے وہ درحقیقت اُس استعداد کو ضایع کرتا ہی جو خدا نے اُس کو دی ہی اور وہ انسان ہوو اپنے آپ کو حیوان بناتا ہی اُس استعداد کا کمال اور ترقی تجربہ اور تحقیقات اور معتمد پر موقوف ہی قدرت نے بدر فطرت میں وہ قوت سب کو دی ہی جو اُس کو کام میں لاتے ہیں وہ اُس کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں اور اُس کے ثمرات اور نتائج کا لطف اُٹھاتے ہیں جو اُس کو کام میں نہیں لاتے اُس کی حقیقت ہی کے منکر ہوجاتے ہیں اور اُس کو استعمال میں لانے اور اُس سے نائدہ اُٹھانے سے معذور رہتے ہیں —

کا عہد خلافت نہیں ہی کہ تکت فلسفہ اور معقولات کا پڑھانا اور علوم عقلی کا تعلیم کرنا ہمارے عوام کے قریب سے بند ہو جائے اور مولویوں کے کہہ دینے سے ان عوام کا پڑھنا پڑھانا موقوف ہو جائے دوسرے اگر بعض مسلمان یا کل اہل اسلام پر اُن کا کتبوی اثر کرے اور مسلمان اُن عوام و ذہن سے جا ملے بھی رہیں تو متعزز کے اعتواضات اور منکرین اسلام کے شبہات نلی دفع کرنے کا کیا علاج ہی اور جو قوت اُن کے انداز کو پیچھا حاصل نہ دے جواب شافی کے ہوگی اُس کا عذاب کس کی گزرتی ہو گی *

سچ تو یہ ہے کہ جو حالت اس زمانہ کی ہے اُس پر نظر کر کے یہ ہے نہ کہ معقولات کی تعلیم حرام ہی سراسر نادانی ہی اس کی مثال ایسی ہی کہ کسی مقام کے رہنے والے کسی بلندی پر روشنی کے شعلے دیکھیں اور آگ لگنے کے خوف سے مضطر ہو کر اپنے رئیس سے صلاح پوچھیں اور وہ کہہ دے کہ سب اپنی آنکھیں بند کر دو اور اس آگ کو جو نور نہ جہنم کا ہی نہ دیکھو پس نتیجہ اُس کا اُس قوم کے حق میں کیا ہوگا اگر وہ روشنی حقیقت میں جلنے والی آگ ہے تو وہ آگ اُس قوم کے گھر بار کو جلا دے گی اور نام و نشان اُن کا نہ رہے گی اور اگر وہ روشنی تاریکی کی دور کرنے والی اور گھوڑوں کی روشن کرنے والی ہے تو اُس سے وہ قوم محروم رہے گی پس اُس قوم کے دوست کا یہ کہ کام نہیں ہی کہ وہ آنکھ بند کر لیں اور چپ بیٹھ رہنے کی صلاح دے بلکہ اُس قوم کے سچے اور عادل دوست کا کام یہ ہے کہ سب کو بڑا رنگ بخت کرے اور اُس کی حقیقت دریافت کرنے کا شوق دلاوے تاکہ چھوٹے بڑے سب اُس کو غور سے دیکھیں اور چھت پر چڑھ چڑھ کر اُس کی تحقیق کریں اگر وہ حقیقت وہ جلنے والی آگ ہو تو قبل اس کے کہ اُن کے گھر نک پہنچے اُسے پانی سے بجھا دیں اور اگر وہ گھوڑوں کی روشن کرنے والی قندیل ہو تو اُس سے اپنے گھروں کو بھی روشن کریں *

ہمارے مذہب کے وہ عالم بھی مقتدا تھے جنہوں نے علوم یونانیوں کی ترویج پر کہا تھا کہ ”یا معشر النسلان انی انسہ ناراً فی براہی الفضلین اتیکم منہا بنیو ارقیس اعلمک تصلاطون“ اور ہمارے ہی دین کے وہ بھی پیشوا تھے جنہوں نے ریاضی کے منکرین کی نسبت فرمایا تھا کہ ”قد اتخذہ القوم طائر یا رطلوہ شیئاً قریباً“ اور اب ہماری ہی قوم کے وہ لوگ ہیں نہ ان عوام و ذہن سے ناراض ہیں اور جاہلوں کی طرح اُس کی حقیقت سے منکر ہیں اور اپنی قوم کو اُس کی تحصیل کے مانع ہیں اُس سے ہماری قوم جہالت کے دریا میں غرق ہوتی جاتی ہے اور تصبات کے تاریک جنگل میں بہتی پھرتی ہے اور اگر کوئی شاذ و نادر اُس سے نکلتا ہے تو اُس کا

نقطہ اور باطل کہہ دیں تو صرف مکابرو اور اپنی نادانی کا ظاہر ہی *

فرض کرو کہ مسلمانوں کے مذہب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ زمین کا پانچ سو برس کی راہ ہی اور اب تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اُسکا ۷۹۲۶ میل ہے اور زیادہ سے زیادہ دو برس میں یہ راہ علی ہوسکتی ہے تو اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے زمین کا قطر پانسو برس کی راہ کا نہیں اور اس تحقیقات کو غلط اور پوچ کہہ دیں یا اسکی تحقیقات کریں و اہل اسلام اُس تحقیقات کو غلط کہہ دیں تو اُس سے اسلام کو کیا فائدہ ہوگا یہ ہوگا کہ لوگ اسلام کو مجموعہ جہالت جاننے اور مسلمانوں کو احمق اور جاہل سمجھنے کے اور ذی علم اور تربیت یافتہ لوگوں کو اسلام کی حقیقت سے منکر ہونے کا ذریعہ پیدا کرینگے اور اگر اہل اسلام اس تحقیقات کو ٹھنکے دل سے سنیں اور اُس کی وجہ اور دلائل کو سمجھیں اور اُس پر غور کریں تو اُسے کیا حاصل ہوگا دو باتوں میں سے ایک فائدہ ہوگا یا یہ کہ وہ اس تحقیقات کے اصول اور دلائل کی غلطی ثابت کر دینگے اور اپنے مذہبی قول کی صحت ظاہر کرینگے یا وہ اُس تحقیقات کی صحت کو قبول کرینگے اور ایسے بین اور ظاہری اختلاف کے دور کرنے پر متوجہ ہوئے اور اس امر کی تحقیق کرینگے کہ یہ قول جسکو ہم مذہبی قول سمجھتے ہیں خدا کا فرمایا ہوا ہے رسول کا بتلایا ہوا ہے اس کی اصل کیا ہے اس تحقیقات سے اُن کو یہ فائدہ ہوگا کہ اُس قول کا کچھ ہتہ نہ چلیگا اور خدا کے ظلم اور رسول کی کتاب سے اُس کی اصابت ہی کچھ ثابت نہ ہوگی بلکہ ایک بضعی اور غلط اور بے بنیاد بات معلوم ہوگی اور جو الزام دین اسلام پر عاید ہوتا تھا وہ رفع ہو جائیگا اور اسلام کی حقیقت پر کسی متعزز کا مونہ نہ کھلیگا پس خیال کرو کہ یہ معقول دوست شریعت کا اور عاشق اسلام کا ہے یا وہ متقدم نمونہ ہالہ من ثمان الحق و قد کان الحق بالاتباع حق *

● یہ بھی خیال کرنے کی بات ہے کہ جو علوم آج کل جاری ہیں اور جنکی تحقیقات روز بروز ہوتی جاتی ہیں اُس کا کچھ اثر مذہب اسلام پر پہنچے گا یا نہیں اور اگر پہنچے گا تو اُس کا علاج کیا ہے یہ متوجہ ہو کر دیکھنا چاہئے کہ اُس کا اثر مذہب اسلام پر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اکثر علوم وہ ہیں جو ہماری مانی ہوئی مذہبی باتوں کے خلاف ہیں اور جب اُس کا پد اثر مذہب پر پہنچتا ہے تو اُس کی طرف سے روک دیا جاتا ہے بلکہ خود اس روئے اصول مذہب کے فرض کفایہ ہی پس اگر ہم اُس کی تدبیر صرف یہ خیال کریں کہ اُن علوم کی تعلیم کو حرام اور منع کہیں تو وہ تدبیر کافی نہیں ہے درحقیقت سے اول یہ کہ اب معتقد ہا اللہ خلیفہ عباسی

ظاہری الفاظ کی پابندی پر ایک اور غلطی یہ ہوئی کہ علوہ و ثلوان و حدیث کے لوگوں کے اقوال بھی قابل استناد ٹھہرائے گئے اور وہ الفاظ جو کسی نامی آدمی کی زبان سے نکلے اور وہ حرف جو کسی مشہور شخص کے قلم سے نکلے وہ بھی دین میں داخل کیئے گئے اور اُن لفظوں اور حرفوں کی بھی رعایت ضروری سمجھی گئی اُسپر حکایات کاذبہ اور قصص باطلہ اور روایات ضعیفہ نے اسلام کی یہ کینیت کردی کہ مذہب اسلام اضرکہ مائلان ہو گیا اور دین کو لوگ نہ انہوں اور قصوں کا مجموعہ سمجھنے لگے *

اگر چشم انصاف سے دیکھا جائے اور تعصب اور لہجہ کو دخل نہ دیا جائے تو کیا فرق ہی ہندوؤں کے اس قول میں کہ میوہ پھار دیا کا مرکز ہی اور اُسکے پھار جڑاوقات کے ہیں اور اُسکی چوٹی پر زمین کی بیکنٹھہ ہی اور سات سمندر دودہ اور شراب اور گنتے کے رس کے اُسکے گرد ہیں اور ہمارے اس قول میں کہ زمین چوٹی ہی اور کائے کے سینک پر رکھی ہی اور سات آسمان سونے چاندی یانوت مورتی کے ہیں اور کرہ قاف زمرد کا پھار ہی اُسپر ستون آسمان کے ٹھوسے ہوئے ہیں پس اگر ہم ہندوؤں کی کتابوں پر ہنسیں اور اپنے اُس خرافات پر غرور نہ کریں تو انسوس ہی ہماری سمجھ اور شرم پر اذا تعجب لجلاب الضیاء نقل مشاہد فان من لا یخیر لہ لا یلایان لہ *

اگر ایمان اور عقل کو دخل دیا جائے تو آج اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے کہ جو کچھ اگلے فلاسفہ اسلام نے کیا وہ ہم کریں اور علوم و فنون جدیدہ صرف واسطے تزیین دین کے تفصیل کریں اور اسرار مخموم کو ٹھوکیں اور حکایات اور اباطیل کو دین کی کتاب سے حک کریں اور جو چہوتے قصوں اور بے اصل باتوں نے خوبصورت اور روشن چہرہ کو اسلام کے داغدار کردیا ہی اُن داغوں کو مٹاویں اور اُن سیاہ بادلوں کو جو اسلام کے روشن آفتاب کے گرد جمع ہوئے ہیں ہوا میں آزاویں تاکہ سب اُس کے نور سے ہدایت یابن نہ نہ اُس عارضی سیاہی کے سب سے ٹھوکیں کھادیں اگر اہل ایمان کے نزدیک یہ کام اسلام کا نہیں ہے تو معام نہیں کہ اسلام کا کام کیا ہے *

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ جہاں بلکہ اکثر عالموں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ جو بات دین سے منسوب ہوئی ہو کہ وہ واقع میں دین کی ہو یا نہ ہو مگر اُس کی حمایت ہی کرنی چاہیے مگر یہ غلطی ہی خیال کرے کہ اگر چہک اور کائنات بدن پر جمع ہو جائے اور امتداد مدت اور بے احتیاجی کے سبب سے وہ ایک تہ جسم کی ہو جائے تو کیا اُس کا دور کرنا جسم کے اصلی اجزا کا جدا کرنا اور اُس کی ہڈیات اور شکر کا بدانا ہی ہو کر نہیں بلکہ اُس جسم کی طہارت کو ظاہر کرنا اور اُس کو اصلی ہڈیات پر لانا اور اُس کی کائنات اور میل کو چھوڑنا ہی پس کر کرٹی جامل غلطی سے ایسی شامت دور کرنے والے کو دشمن جانے مگر حقیقت میں وہ سچا درست اور پکا خیرخواہ اُس جسم کا ہے *

راقم مہدی علی قیٹی کٹر

ضاح مرزا پور

یہ شیعہ زیادہ اس سبب سے پیدا ہوا کہ کسی زمانہ میں باطنیہ فرقہ نے تمام آیات کو مایل کردیا اور اُس کے ظاہری معنوں سے انکار کیا مگر ہماری یہ غرض نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو بغیر مناسبت اور رعایت الفاظ کے فرضی معنی بنائے جاویں اور نعم سے مراد لا اور ایش سے مراد آریے لیجاریے تو تطبیق سے کیا حاصل ہوگا تطبیق تو اُس حالت میں مفید ہوگی کہ بذات اور تکلف نہ پایا جائے اور عقل تسلیم اُس قاریل کو تسلیم کرے لیکن جتنی پابندی ظاہری الفاظ کی بعض علما نے کی ہے وہ یہ شارع کے مقصد کے برخلاف ہی کیونکہ جب خدا نے ہندوں سے خطاب کیا اور اُنکو ترغیب اور تہدید تو اُنکی سمجھ اور فہم اور علم کے مناسب اُن سے گفتگو کرنا اُس حکیم کی مقتضایہ حکمت تھا اور تین باتوں کو وہ خوشی اور رنج کی سمجھتے تھے اُسی پیرایہ میں اُنکا سمجھنا مناسب تھا پس اگر خدا نے اپنی قدرت کے اظہار میں فرمایا کہ سب آسمان اور زمین میوے ہی ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں اور سب آسمانوں سے اوپر عرش پر عیسا مقام ہی اور میرے تخت کو بڑے بڑے فرشتے اُڑھائے ہوئے ہیں اور میں آسمانوں کو پیزے کی طرح جب پھاہونگا تو گرداگرد اُنکا تو خرد عقل شہادت دیتی ہی کہ مراد اس سے اظہار قدرت ہی نہ بیان حقیقت پس اگر کوئی ظاہری لفظوں کی ایسی رعایت کرے کہ خدا کے ہاتھوں سے مراد ہمارے سے ہاتھ ہیں اور عرش سے مراد تخت طوسی سا تخت زر تکار ہی اور حائلان عرش سے سلطانی بنات کی ردی پہنے ہوئے کھار مراد ہیں تو یہ اُسکی نادانی ہی اور اس سے جو کچھ اعتراض شریعت پر وارد ہووے اُسکا الزام اُس نادان پر ہی نہ شریعت پر *

پس ظاہری الفاظ کی حد سے زیادہ رعایت کرنے سے بڑا نقصان ہوا لوگ حقیقت سے دین و مذہب کی بے خبر ہو گئے دلوں سے اصلی نور ایمان کا جاتا رہا اسلام پر جو نہ روحانی لذتوں کا پھونچانے والا اور انسان کا اعلیٰ درجہ کی تہذیب و شایستگی بخشنے والا ہی ظاہری صفائی اور جسمانی لذتوں کی رہنمائی کا غلط الزام لوگوں نے لگایا تناقض اور اختلاف دینیات میں بڑے کیا تاریخات ریکہ کرنے کی ضرورت نہ تھی جو بات بار بار دینے سے ضعف دین اسلام کا ظاہر ہوا کہ اگر کابین مذہب اسلام کو قائم نہ ہوتے تو ان ظاہری عالموں کی بدولت مذہب اسلام میں سوائے نام کے کچھ نہ رہتا اور بجز پوست اور چھلنے کے کچھ باقی نہ رہتا مگر رحمت ہو خدا کی اُن علماء پر جنہوں نے دین کو قائم رکھا اور اصول اور احکام شریعت کے حقائق کو ظاہر کیا و لکم ما قال الامام الزمینی رحمۃ اللہ علیہ ان من یاخذ بالعلوم من اللفاظ واللہ صومۃ المارۃ والعمومات المہتقۃ کان اللذل علیہ اغلب مالم یہتد ینور اللہ تعالیٰ الی ادراک العلوم علی ماہی علیہ *

ترقی علوم

نمبر ۵۹

مسلمانوں میں ترقی علوم کی ایک عجیب سلسلہ سے ہوئی ہے سب سے اول بنیاد ترقی علوم کی جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت میں ہوئی کہ انہوں نے زید ابن ثابت کو متعین کیا کہ قرآن مجید کو اول سے آخر تک یکجا جمع کر کے بطور ایک کتاب کے لکھ دیں چنانچہ انہوں نے لکھا جیسا کہ اب موجود ہے *

دوسری دفعہ مسلمانوں کے علوم کو اُس وقت ترقی ہوئی جبکہ لوگوں نے حدیث کو جمع کرنے کا ارادہ کیا اگرچہ اول اول لوگ اسکو بڑا جانتے تھے (اور شاید اُنکی رائے صحیح ہو) مگر دوسری صدی میں سب نے اُسکی ضرورت کو قبول کیا اور حدیثوں کو جمع کرنے اور حدیث کی کتابوں کے لکھنے کی عارف متوجہ ہو گئے *

اس بات میں اختلاف ہے کہ سب سے اول کس نے اس کام کو شروع کیا بعض کہتے ہیں کہ سب سے اول امام عبد الملک بن عبدالعزیز ابن جراح مصری نے جنہوں نے سنہ ۱۰۰ ہجری میں وفات پائی کتاب تصنیف کی اور بعض کہتے ہیں کہ ابو نصر سعید ابن عربی نے جنہوں نے سنہ ۱۵۶ ہجری میں انتقال کیا کتاب تصنیف کی اور بعض کہتے ہیں کہ ربیع ابن صبیح نے جو سنہ ۱۶۰ ہجری میں مر گئے سب سے اول کتاب لکھی اور اسی زمانہ کے قریب میں سفیان بن عیینہ اور مالک ابن انس کی تصانیف مدینہ میں اور عبداللہ ابن وہب کی تصانیف مصر میں اور معمر اور عبدالرزاق کی تصانیف یمن میں اور سفیان ثوری اور محمد ابن فضال ابن غزالی کی کوفہ میں اور حماد ابن سلمہ اور روح ابن عبادہ کی بصرہ میں اور ہشیم واسطہ اور عبداللہ ابن مبارک کی خراسان میں شایع ہوئیں *

تیسری دفعہ مسلمانوں کے علوم کی ترقی اُس وقت ہوئی کہ بعض لوگوں نے عقائد مذہبی میں اختلاف کیا اور فرق بدع و اعراض کا شیعہ ہوا اور علم نالام میں کتابیں تصنیف ہوتی شروع ہوئیں پھر اسی علم کلام کو اور زیادہ ترقی ہو گئی جبکہ نزدیک مسائل فلسفہ یونانیہ بھی جو عقائد اسلام کے برخلاف تھے اس میں شامل کیئے گئے — سب سے اول اس علم میں حارث مصاسبی نے کتاب تصنیف کی جو حضرت امام احمد حنبل کا ہم عصر تھا اول اول علماء اور اتقیا اس علم کو زندہ و الحاد سمجھتے تھے پھر رفتہ رفتہ اسکی ایسی ضرورت معلوم ہوئی کہ فوض نہایت تک فریب پور نہ گئی *

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

حافظ محمد عبدالرزاق کے شایع ہوا

چوتھی دفعہ مسلمانوں کے علوم کی ترقی خلفاء عباسیہ میں ہوئی کہ یونانیوں کے علوم یونانی زبان سے عربی میں ہوئے اور مسلمانوں میں رائج ہوئے اول اول ان علوم کے پڑ بھی کفر و ارتداد کے نثری ہوئے مگر چند روز بعد یہی فضیلت و کمال قرار پائے *

پانچویں دفعہ مسلمانوں کے علوم کی ترقی اُس وقت ہوئی کہ مسلمان عالموں نے معتزل و معتزل کی تطبیق کو ایک اصول لا ضروری سمجھا اور یقین کیا کہ بغیر اسکے انسان کا ایمان نہیں ہو سکتا *

اس دن میں سب سے زیادہ کمال امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حاصل کیا اُنکی کتاب احیاء العلوم گویا سورجشمہ اس دن کا ہی ابتدا میں امام غزالی کی نسبت بھی کفر کے نثری ہوئے اور اُنکی کفر کے جلادینے کے اشتہار کیئے گئے مگر آخر کو حقیقتاً اسلام آنا اور اُنکی کتاب کو تمام عالم نے تسلیم کیا *

اُس کے بعد بہت کم کتابیں اس دن میں تصنیف ہوئیں مگر زمانہ میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی مترجمہ ہوئے اور کتاب حجتہ اللہ البالغہ لکھی جو بلاط زمانہ کے درحقیقت نہایت عمدہ اور عجیب عظیم کتاب ہے مگر اب یہ تمام وقت جنگی کھائی ہوئے بیان کی گزر گئے اب بڑی ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں دو طرح جو علوم کی ترقی ہو اور جس طرح کہ قریب یونانی فلسفہ اور حکمت ہم مسلمانوں نے حاصل کی تھی اب فلسفہ و حکمت جدیدہ کے حاصل کرنے کی ترقی کرے کیونکہ علوم یونانیہ کی غلطی اب علانیہ ظاہر ہو کر ہے اور علم جدید نہایت عمدہ اور مستحکم بنیاد پر قائم ہوئے ہیں *

دوسرے یہ کہ جس طرح علماء سابق نے معتزل یونانیہ معتزل اسلامیہ کی مطابقت میں کوشش کی تھی اسی طرح حال معتزل جدیدہ اور معتزل اسلامیہ قدیمہ کی تطبیق میں کوشش کی جارے تاکہ جو نتائج ہو کر پائے حاصل ہوئے تھے وہ اب حاصل ہوں *

اس کام کے کرنے میں بلاشبہ بہت سے نادان بڑا کھینکے اور زطلعت دراز کرینگے مگر ہم کو اس پر کچھ خیال کرنا نہیں چاہیہ کیونکہ جن اگلے لوگوں نے ایسا کیا تھا اُن کا بھی یہی حال ہوا تھا مگر آخر کو سب لوگ اُسی کی قدر کرینگے *

سید احمد

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۲۰]

یکم ذی الحجۃ سنہ ۱۲۸ ہجری

[جلد دوم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجتا ہو یا زر قیمت اختیار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترغیب کے منایا فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام میزاس بھیجا جاوے غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپ کر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مقامین مغربہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اختیار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اعمال، ترقی کے مانع ہیں وہ مٹائے جائیں *

اطلاع

تشریح قیمت و تصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر تصور ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر ایک خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ لگات ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہےگا اُس کو یہ پرچہ چار آنہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا * ممبروں کو بلا قیمت یہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھی بلا قیمت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

مضمون نمبر ۶۰

اعتقادی باللہ

اشہد ان لا الہ الا اللہ

میں نہایت سچے دل سے اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ تمام عالموں کا بنانے والا کرٹی ہی اور اُسکی کو ہم کہتے ہیں اللہ وہ ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ رہیگا، اُس کا ہونا ضروری ہی اور اُسکا نہ ہونا ممکن نہیں، وہ سب سے بڑا ہی، اور تمام صفات کمال اُسکی ذات میں موجود ہیں، اُسکا سا کرٹی نہیں نہ ہونے میں کیونکہ ہونا اُسکی ذات ہی، اور نہ کسی صفت میں کیونکہ اُسکی تمام صفتیں ہی اُسکی ذات ہی، وہ زندہ ہی نہ جان سے بلکہ اپنی ذات سے، وہ جاننا ہی نہ کسی جاننے والی چیز سے بلکہ اپنی ذات سے، وہ سنتا ہی نہ کسی سننے والی چیز سے بلکہ اپنی ذات سے، وہ بولتا ہی نہ کسی بولنے والی چیز سے بلکہ اپنی ذات سے، وہ تمام نقصانوں سے پاک ہی اور تمام عیبوں سے بے عیب، یہہ مثل کہ بے عیب ذات خدا کی ہی بالکل اُسپر تھیک ہی، تمام مختلوقات کا رہی خالق ہی اور تمام معلومات کا رہی عالم ہی، سب ممکن چیزوں پر قادر ہی العلیٰ القایم ہی، دانا و بینا ہی، نہ اُسکا کرٹی مشابہ ہی، اور نہ اُسکا کرٹی مصاحب اور مددگار اور نہ اُسکی مانند کرٹی ہی اور نہ اُسکا کرٹی شریک، نہ وجوب وجود میں، اور نہ استحقاق عبادت میں، اور نہ پیدا کرنے میں اور نہ صلاح و تدبیر بنانے میں، پس اُسکے سوا کرٹی کسی قسم کی عبادت یعنی اظہار اپنے تذال اور اُسکی غایت الغایت تعظیم کا مستحق نہیں ہی پس ہماری تذال کا اور جو طریقہ اُسکی تعظیم کا ٹھہرایا گیا ہو اُس طریقہ کی تعظیم کا استحقاق اُسکے سوا دوسرے کو نہیں *

وہی بیمار کو اچھا کرتا ہی اور وہی سب کو رزق پھونچاتا ہی وہی بلاؤں کو ڈالتا ہی اور وہی خیریں کو لاتا ہی مگر یہہ سب باتیں اپنے قانون قدرت کے مطابق کرتا ہی *

اُس کا قانون قدرت کبھی ٹوٹتا نہیں وہ ہر طرح کے قانون قدرت کے بنانے پر قادر ہی مگر جو قانون قدرت کہ اُس نے بنا دیا پھر اُسکے برخلاف کچھ ہوتا نہیں *

قدرت کے قانون بنانے میں کسی سبب کا محتاج نہیں بدیع السموات والارض اذا قضی امر او انھا یقولن کن فیکون امر کے لفظ سے وہی قانون قدرت مراد ہی جسکو بغیر کسی سبب کے صرف کن کے لفظ سے یعنی ارادہ سے جو مقتضائے کمال ہی بنادیتا ہی *

وہ کسی میں سماتا نہیں اور نہ کسی میں ملتا ہی متعدد و حدیث آ ہی نہیں سکتا نہ اُس کی ذات میں اور نہ صفات میں اُس کا تعلق متعلقات سے بھی حادث نہیں ہی متعلقات سے اُن کے وقتوں میں وہم حادث اور خیال تعدد مگر اُس میں نہ حادث ہی اور نہ تسلیط کا تعدد * وہ نہ جوہر ہی نہ عرض ہی نہ جسم ہی نہ کسی معنی والے میں ہی نہ کسی خاص جگہ میں ہی نہ یہہ کہا جاسکتا یہاں ہی یا وہاں ہی نہ اُس میں حرکت ہی اور نہ اُس پر سبب و اطلاق ہو سکتا ہی اور نہ اُس کی نسبت کسی جگہ سے آنا اور جگہ میں جانا بولا جاسکتا ہی اُس کے ایسے کرٹی طرف و برع متعین نہیں ایٹھا تورا فتم رجہہ اللہ اُس کا عرش پر ہونا پور انسانوں کو اُسکی بڑائی کا خیال دلانا ہی نہ اُس کا عرش پر بڑائی کی سمت پر ہونا اور تو ایک اضافی سمت ہی جو ہماری ادھر کی ہے وہ کسی دوسروں کے نیچے کی سمت ہی مگر عرش پر ہونے پر ایک کے دل پر وحشی سے لیکر مہذب فلسفی تک کے دل پر اُسکی بڑائی کا خیال آتا ہی *

مرنے کے بعد مومنین و موحدین اُسکو دیکھیں گے وہ ایک ایرو روحانی انکشاف ہوگا جو عقلی تصدیق سے جیسیکہ اس دنیا میں ہم رہتے ہیں بدرجہا بڑھکر ہو جسکی نسبت عرف عام میں آنکھوں سے دیکھنا کہا جاتا ہی مگر اُس رویہ کے ایسے نہ سمت ہوگی نہ یہہ بصر نہ صورت ہوگی نہ شکل نہ رنگ ہوگا نہ کرٹی تھانگ نہ مقابلہ ہوگا نہ آسنا سامنا محض ہو کا مقام ہوگا *

کفر و معاصی کا بھی اُسکی قانون قدرت کے موافق رہی خالق ہم مگر اُس نے اپنے قانون قدرت سے انسان کو ایسا بنایا ہی جسپر اُن سے بچنے کی قدرت رکھی ہی اس لیئے اگرچہ خدا اُنکا خالق ہم مگر خرد انسان اپنی قدرت و اختیار سے اُن کا کاسب ہی ہوگا بلحاظ قانون قدرت کاسب کا بھی خدا ہی پر اطلاق ہو سکے مگر اُسکا نہ کفر و معاصی سے کچھ نقصان ہی اور نہ عبادت کی حاجت * اُس کے تمام کام سراسر حکمت ہیں جو کچھ نہ اُس سے ہم وہ سب فکر، ہی کمالیہ — انتہہ از پردہ خفا بمنصہ ظہور جلوہ کرامت ہمہ نیکر است *

پیر ما گفت خطا در علم صنع نرخت
انریں ہو نظر پاک خطا پوشش باد

پس جو در و ظلم کی نسبت اُسکی طرف نہیں ہو سکتی وہ اپنی منظور کو پیدا کرتا ہی جس طرح کہ اُسکی حکمت کا تقاضا ہوتا ہی خدا و حکمت کے ایسے ہر ایک کو اُسکی کے حال میں دیکھنا چاہیئے :

نہیں اور در حقیقت وہ قول یا فعل یا تقریر رسول خدا صلام کی ہی یا نہیں *

غالباً لوگ یہ سمجھتے ہوئے کہ تحقیق حدیث کا زمانہ گزر گیا اور جو کچھ وہ اگلے علماء تحقیق کو کہہ گئے ہیں وہی احادیث مستحکمہ ہیں اب ہمارے لیئے صرف اتنی بات کا جائزہ کافی ہے کہ وہ حدیث کتب حدیث میں مندرج ہے اور علماء نے اُس کو صحیح لکھا ہے *

ہمارا بھی مطالب اس مقام پر بھی نئی تحقیق سے نہیں ہے بلکہ ہم انہی حدیثوں کی نسبت جو کتب احادیث میں مندرج ہیں یہ بات دیکھنی چاہتے ہیں کہ ان میں سے کونسی حدیث درحقیقت قول یا فعل یا تقریر رسول خدا صلام کی ہے اور کونسی اُن کی نہیں ہے بلکہ دوسرے شخص کی ہے تاکہ ہم اپنے رسول مقبول کے کلام کو دوسرے شخص کے کلام سے بالکل جدا کر لیں پس اسی مراد سے ہم اقسام حدیث کو جو علماء حدیث نے بیان کی ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ان اقسام کی جتنی حدیثیں ہیں اُن میں سے کئی پر اس بات کا یقین کامل نہیں ہو سکتا کہ در حقیقت پیغمبر خدا صلام کی حدیث ہے بلکہ بعضی قسموں کی نسبت تو یقین ہے کہ وہ آں حضرت صلام کی حدیث نہیں ہے اور بعض قسمیں مشتبہ ہیں ممکن ہے کہ پیغمبر خدا صلام کی حدیث ہوں اور ممکن ہے کہ انہوں چنانچہ اقسام مذکورہ یہ ہیں *

اول حدیث بالمعنی — تمام علماء اور محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ روایت احادیث کی بلاغہ نہیں ہے بلکہ بالمعنی ہے یعنی احادیث ضرورت کے لفظ بمعینہ وہ لفظ نہیں ہے جو رسول خدا صلام نے فرمائی تھیں بلکہ راویوں نے اُن کا مطالب اپنے الفاظوں میں بیان کیا ہے اور بخاری اور مسلم کی حدیثیں بھی ایسی ہی ہیں اور اسی طرح پر روایت روئے ہیں پس ہم اُس کے ہر ایک لفظ کو صاحب وحی کی طرف منسوب نہیں کر سکتے بلکہ صحابی و تابعی کی طرف بھی بالزعم نسبت نہیں کر سکتے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ الفاظ سب سے اخیر راوی کے ہوں جس نے بخاری یا مسلم یا اور کسی سے روایت کی بلکہ کیا صحیح ہے کہ بعض مقام پر خود بخاری یا دوسرے مصنف جامع حدیث کے لفظ ہوں *

اس کی تصدیق خود بخاری کی بہت سی حدیثوں کے آپس میں مقابلہ کرتے سے ہوتی ہے چنانچہ اس مقام پر تمثیلاً ہم دو حدیثوں کا آپس میں مقابلہ کرتے ہیں *

حدیث اول — حدثنا بشر بن خالد قال اخبرنا محمد بن مسعود عن سلیمان بن ابی رافع — قال ابو موسیٰ لعمد اللہ بن مسعود

کیونکہ عدل و حکمت نسبتی چیز نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے بمذللہ اُسکے خاصہ کے ہے جسکی تعریف میں آیا ہے مایہ جدیدہ

وجود فی غیرہ *

اُس کے سوا کوئی حاکم نہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اندھا دھوندی سے اغو و بے فائدہ احکام جاری کرنے لگے پس اعتقاد رکھنا کہ حسن و قبح اشیاء کی اور کسی فعل پر ثواب یا عتاب ہونا صرف خدا کے حکم اور اُسکے امر و نہی کے سبب سے ہی ہے پس لغو اعتقاد ہے بلکہ حسن و قبح اشیاء کی اور کسی فعل پر عتاب کا ہونا اسی قانون قدرت پر مبنی ہے اور خدا کے احکام سی قانون قدرت بیان ہی پس اُن میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ اُن کے حسن و قبح کو ابتدائاً ہی عقل انسان کی دریافت کر لیتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ بعد الاخبار من الرسول من اللہ تعالیٰ اُن کے حسن و قبح کو عقل تسلیم کرتی ہے *

ہذا اعتقاد باللہ الواحد الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یکن لہ قبرا احد و قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مستقیماً بہا قبیۃ دخل الجنۃ فانما من اهل الجنۃ انشاء اللہ تعالیٰ بحکمۃ سیدنا محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً

نکیرا نذیرا *

راقم
سید احمد

نمبر ۶۱

اقسام حدیث

انسان کی روحانی ترقی اور دنیاوی بہبودی اور حسن معاشرت اور علم و تجربہ کا کمال بہت کچھ اُس کے مسائل مذہبی کی تفہیم پر موقوف ہے اور اہم مذہبی کی تاریکی انسان کے دل کو سیاہ اور اس کے دماغ اور عقل کو کند اور خراب کر دیتی ہے اس لیئے جو لوگ کہ مسلمانوں کی ترقی اور ترقی تہذیب و شایستگی پر پختہ کرتے ہیں اُن کو ایسے مسائل مذہبی سے بھٹ کرنا جو غلطی سے اُن چیزوں کے مانع خیال کیئے جاتے ہیں ناگزیر ہوتا ہے *

بہت اہم انہی موانع کے بہت سے مسائل ہیں جن کی بنیاد غلط یا نامعتبر حدیثوں پر مبنی ہوتی ہے مسلمانوں میں یہ ایک اہم مال ہو گیا ہے کہ جو بات کسی حدیث میں آئی ہے اُس سے بے خوف یا خوف مصیبت ہے مگر اس بات پر خیال نہیں جاتا کہ یہ بات کس حدیث میں ہے اور کس حدیث میں ہے تو اس لیے تحقیق کریں کہ آیا وہ حدیث بھی معتبر ہے یا

اب دیکھو کہ ایک ہی حدیث ہی اور ایک ہی مطلب ہے جس کو ایک راوی نے ایک تقریر سے اور دوسرے راوی نے دوسری زبان میں بیان کیا ہے اور اس سے بشرفی ثابت ہے کہ حدیث کی روایت کا یہ طریقہ نہیں ہوتا تھا بلکہ بالمعنی ہوتا تھا *

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس قدر احکام احادیث سے بطور صریح الفاظ یا بوجہ تفسیر و تاخیر الفاظ یا خاصیت ابواب وغیرہ از روئے قواعد صرف و نحو و معانی و بیان آتے ہیں وہ سب احکام اجتہادی ہیں جو علماء نے الفاظ موجودہ سے نکالے ہیں مگر امکان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مقصود نہر پس اس قسم کے تمام احکام مخصوص نہیں ہوسکتے اجتہادی ہی یہی پھیلنے لفظ والصراب *

دوم در حکم مرفوع — یعنی در حقیقت حدیث مرفوعہ تو وہ ہے جس سے کہ جس میں بالتصریح یہ بات کہی گئی ہو کہ رسول خدا نے فرمایا ہے یا خدا کیا ہے یا آپ کے سامنے ہوا ہے لیکن اگر حدیث میں یہ بات بالتصریح نہ بیان ہوئی ہو بلکہ کسی صحت یا تاویلی سے کوئی ایسی بات کہی ہو یا کسی ہر کہ عقل اور اجتہاد اس کو کچھ تعلق نہ ہو بلکہ منقولات میں سے ہو مثلاً قیامت کا آئینہ کی خبر یا کوئی صحابی یا تابعی یوں کہے کہ پیغمبر صلعم کے زمانہ میں میں نے اس کو کہتے یا اسطرح پر کرتا سنتی تھی یہ حدیث بھی در حکم مرفوع ہے اور بعض علماء کا یہ قول ہے کہ ایسی حدیث سے یہ نہی احتمال ہے کہ صحابہ اور خلفاء راشدین کی سنت مراد ہو *

مگر میں یہ بات کہتا ہوں کہ یہ رائے علماء متقدمین کی جو نسبت اُس حدیث کے ہے جس کو در حکم مرفوع قرار دیتے ہیں کوئی منصرص یا منقول بات نہیں ہے بلکہ اُن علماء کی رائے ہے اور وہ بھی صرف اٹکل اور اندازہ سے لکھی گئی ہے مگر ایسی حدیث کو در حکم مرفوع قرار دینا محض غلط اور پلاشیہ رائے کی غلطی ہے اس لئے کہ یہ بات تحقیق ہے کہ یہودیوں کے ہاں بھی قیامت کی نسبت اور آئینہ کی خبروں میں بہت سی روایتیں زبان زد تھیں اور یہودیوں کے ہاں یہی روایتیں کے ذکر کرنے کی خود پیغمبر خدا صلعم نے اجازت دی تھی پس ممکن ہے کہ وہ یہاں صحابی یا تابعی کا کوئی روایت روایت یہود سے ہو نہ قول پیغمبر صلعم کا اور صرف اسباب کے کہنے سے کہ پیغمبر خدا صلعم کے زمانہ میں ہم یوں کیا کرتے تھے اُس فعل کے سبب ہونے پر بھی یقین نہ ہوسکتا ممکن ہے کہ سنت ہو اور ممکن ہے کہ ایسا فعل ہوا ہو اُس زمانہ میں جس زمانہ کا ذکر راوی نے کیا بموجب روایت

اذالم یجدالہام لایصلی قال عبداللہ نعم ان لم اجدالہام شہدا لم اصل لورخصت لہم فی ہذا کان اذا وجد احدہم البرد (احدثکم البرد) قال ہذا یعنی تیمم وصلی قال قلت فاین قول عمار لعمر قال انی لم ار عمر قنح بقول عمار *

حدیث دریم — حدثنا عمر بن حفص قال ثنا ابی قال ثنا الامام ش قال سمعت شقیق بن سلمۃ قال کنت عند عبداللہ و ابی موسی فقال لہ ابو موسی اویض یا ابامبدالرحمن اذا اجنب فلم یجد مار کیف یضغ فقال عبداللہ لا یضغ حتی یجدالہام فقال ابو موسی فتکفیف تضغ بقول عمار حین قال لالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتکفیک ذل الم تر عمر لم یقنع بذلک منه فقال ابو موسی ندعنا من قول عمار کیف تضغ بھذا الایۃ نما دری عبداللہ مایقول فقال انا لو رخصنا لہم فی ہذا لارشح اذا برد علی احدہم الہام ان یدعہ و تیمم نقالت لشقیق فانما کرہ عبداللہ لہذا فقال نعم *

دورنوں حدیثوں میں وہ گفتگو مذکور ہے جو درباب تیمم کے ابو موسیٰ اور عبداللہ ابن مسعود میں ہوئی تھی — پہلی حدیث میں تو مجملہ یہ بیان ہوا ہے کہ ابو موسیٰ نے عبداللہ ابن مسعود سے کہا کہ کیا جس شخص کو نہانے کی حاجت ہو جب اُس کو پانی ملے تو وہ نماز نہ پڑھے عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ ہاں اگر مجھکو مہینہ بھر پانی ملے تو میں نماز نہ پڑھوں اگر میں اُن کو تیمم کی اجازت دوں تو اُس وقت تک کہ کسیکو سردی ہو نہی ہو گا کہ ایسا یعنی تیمم کیا و نماز پڑھے ابو موسیٰ نے کہا کہ میں نے عبداللہ ابن مسعود سے کہا کہ پھر وہ کیا بات ہوئی جو عمار نے عمر سے کہی تھی عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ عمر عمار کی بات سے راضی نہیں ہوئے تھے *

دوسری حدیث میں اسی واقعہ کو دوسری تقریر سے بیان کیا ہے کہ ابو موسیٰ نے عبداللہ ابن مسعود سے کہا کہ تم کیا خیال کرتے ہو اب عبدالرحمن کے باپ کہ جب کسی کو نہانے کی حاجت ہو جاوے اور اُس کو پانی نہ ملے تو کیا کرے تب عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ نماز نہ پڑھے جب تک پانی ملے ابو موسیٰ نے کہا کہ تو آپ عمار کے قول کو کیا کریں گے جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا تھا کہ تیمم ہی تجھکو کافی تھا عبد اللہ نے کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ عمر اُن سے اسباب پر راضی نہیں ہوئے تھے ابو موسیٰ نے کہا کہ ہم عمار کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں آپ قرآن کی آیت میں (جس میں تیمم کا حکم ہے) کیا کریں گے پھر عبداللہ کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا نہیں پڑھا کہ جب ہم اُن کو تیمم کی اجازت دیں کہ مانی کسی کو سردی ہو نہ جاوے کہ اُس کو چھوڑ دے اور تیمم کرے *

حدیث نبوی ہو اور ممکن ہی کہ نبو یعنی اُس کے حدیث نبوی ہونے پر یقین نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ایک تابعی دوسرے تابعی سے بھی روایت کیا کرتا تھا اور جو راوی چھوڑ گیا ہی معارف نہیں کہ ثقہ ہی یا نہیں اور یہہ راے بالکل صحیح و درست معلوم ہوتی ہی *

مگر حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک کے نزدیک وہ حدیث بالکل مقبول ہی وہ یہہ بات فرماتے ہیں کہ تابعی نے جو راوی کا راوی چھوڑ دیا تو اُس کو اُس حدیث کی صحت پر کامل یقین ہوگا ورنہ وہ اُس کو پیغمبر خدا صلعم کی نسبت منسوب نہ کرتا *

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر حدیث مرسل کی تقریباً آؤر کسب طرح پر بھی ہو سکے تو وہ حدیث قابل قبول ہی *

حضرت امام احمد حنبل کی راے اس باب میں یکسر نہیں ہی ایک قول اُن کا ہی کہ ایسی حدیث قبول کیجئے اور ایک قول ہی کہ توقف کیا جائے *

بہر حال جو لوگ کہ حدیث مرسل کو قابل قبول ٹھہراتے ہیں اُنکی راے کی بنا صرف حسن ظن پر ہی مگر کسیکو جزم اور یقین اس بات پر نہیں ہو سکتا کہ بلاشبہ وہ حدیث پیغمبر خدا صلعم کی ہی *

ہشتم مدلس — یعنی وہ حدیث جسکی روایت میں اُس شخص کا نام جس سے راوی نے حدیث سنی چھوڑ کر اُس سے اوپر کے راوی کا نام ایسے طور پر لیا جائے جس سے یہہ شبہ پڑے کہ اس راوی نے اُس سے یہہ حدیث سنی ہی *

ایسی حدیث کی نسبت علماء کی یہہ راے ہی کہ اگر وہ راوی ثقہ اور نیک ہی اور کوئی غرض نامہ اس میں نہیں رکھتا تو وہ حدیث قبول کرنے کے لائق ہی *

میں کہتا ہوں کہ ایسی حدیث کے قبول کرنے کا مدار بھی صرف حسن ظن پر ٹھہرا مگر اس بات کا ثبوت یا یقین کہ یہہ حدیث بے شک رسول مقبول صلعم کی ہی حاصل نہیں ہوتا *

نہم مضطر — وہ حدیث ہی جسکے راوی کو راویوں کے نام یا حدیث کی عبارت پر ترتیب یاد نہ ہو رہی *

دہم مدرج — وہ حدیث ہی جس میں راوی نے کسی مطلب کے لئے اپنی عبارت بھی ملا دی *

ایسی حدیثوں پر کبھی یقین نہیں ہو سکتا نہ پیغمبر خدا صلعم کی حدیثیں ہیں کیونکہ ترتیب کی درستی اور عبارت زائد اگر حذف ہی کیجئے تو بھی یہہ بات یقین کے لائق نہیں ہی کہ یہہ الفاظ بے کم و کاست بلاشبہ رسول مقبول صلعم کے فرمائے ہوئے ہیں *

حدیث کے ہوتا آیا ہو اور سنت اُس کے بخلاف ہو غرضکہ ایسی حدیثوں میں یقین کلی اسباب پر نہ وہ بلاشبہ قول یا فعل رسول ہی ہی ہیں ہو سکتا *

سوم مرتوف — یعنی ایسی حدیث جس میں قول یا فعل یا تقریر صحابی کا بیان ہو اور جناب رسول خدا صلعم کی طرف نسبت نہ کیا گیا ہو *

چہارم منقطع — یعنی وہ حدیث جو تابعی تک پہنچ کر وہ جارے اور اُس سے اوپر نہ بڑھے *

پنجم معلق — یعنی وہ حدیث جسکے کل راوی یا میادی سند سے کچھ راوی چھوڑ گئے ہوں *

ششم مرسل یا منقطع — یعنی وہ حدیث جسکی اخیر سند میں تابعی کے بعد راوی کا نام نہ لیا ہو مثلاً تابعی یہہ کہ نہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہی اور کسی صحابی کا درمیان میں نام نہ لے * ہفتم معضل — یعنی وہ حدیث جسکے راویوں سے درمیان کے راوی چھوڑ گئے ہوں *

پس ان پانچوں قسموں کی حدیثوں میں سے کسی حدیث پر یقین نہیں ہو سکتا نہ بلاشبہ وہ قول یا فعل یا تقریر رسول مقبول صلعم کی ہی *

علمائے سابقین نے جو کچھ اُن کی نسبت بیان کیا ہی وہ سب اُن کی راے اور اُن کی سمجھ بٹا کسی منقول سند کے ہی فرض کیا جائے کہ ظن غالب اُن کی نسبت حدیث نبوی ہونے کا ہو الا اُس پر یقین نہیں ہو سکتا *

منقطعہ اقسام مذکورہ بالا کے حدیث معلق پر جو صحیح بخاری کے ہر باب کے شروع میں ہیں لوگوں نے گفتگو کی ہی علماء سابقین کا یہہ قول ہی کہ اس قسم کی حدیثیں جو صحیح بخاری میں ہیں وہ نسب صحیح ہیں اور بمنزلہ حدیث معضل کے ہیں یعنی بمنزلہ ایسی حدیث کے جسکا کوئی راوی نہ چھوڑا ہو اس لئے کہ بخاری نے التزام کیا ہی کہ سوائے حدیث صحیح کے اور کوئی حدیث اپنی کتاب میں نہ لائے *

میں کہتا ہوں کہ یہہ راے پسند، حسن ظن کے بے نسبت بخاری کے قرار پائی ہی پس تعلیقات بخاری کا بمنزلہ حدیث معضل کے قرار دینا صرف حسن ظن ہوا نہ یقینی و ان بینہما *

اسی طرح حدیث مرسل کی نسبت بحث ہوئی ہی چہرہ علماء کا یہہ مذہب ہی کہ حدیث مرسل کو حدیث نبوی قرار دینے میں توقف چاہئے بمنزلہ کہ اُس کو کہہ سکتے ہیں کہ حدیث نبوی ہی نہ کہہ سکتے ہیں نہ نہیں ہی یعنی اُس میں شک ہی ممکن ہی کہ

علامہ اس کے بھی اور بہت سی قسمیں حدیثوں کی ہیں جو اپنے حسن اور درجہ روات اور مضمون حدیث وغیرہ سے علائقہ رکھتی ہیں مگر ان کے اُن کا اس مقام پر ذکر کرنا نہیں چاہتے کیونکہ باقی اقسام حدیثوں پر علائقہ جن میں کچھ نقصان ہے وہ تو ناقص اور نامعتبر ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیثوں پر بحث نہ کرنا چاہتے ہیں جن میں اُس قسم کا نقصان ہے کہ وہی اور پھر اُن پر اسباب کا شبہ ہے کہ آیا درحقیقت مراد حدیثی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی یا نہیں پس یہ بارہ قسمیں احادیث کے اصناف کی جو ہم نے بیان کیں ایسی ہی ہیں کہ ہر مقل شخص ان سے بات کہے گا کہ اُن میں سے حدیث نبوی ہونا بھی ممکن ہے الا انہی کچھ سے کسیکا بھی بالیقین حدیث نبوی ہونا ثابت نہیں ہے *

علامہ متقدمین نے جو کچھ رائے اسکی نسبت قائم کی ہے وہ صرف اُن کی رائے ہی کوئی حدیث یا حکم میں جانبی شارع اُس پر نہیں ہے پس ہمارا بھی یہی مقصود ہے کہ جہاں تک ممکن ہے ہم بھی اُن راویوں اور بزرگوں کا ادب ماحفظ رکھیں اور ہمیشہ دامن حسن ظن اُن کی طرف رکھیں مگر ایسا کرنے میں بالکل انڈیفری نہ ہو جاویں اور خود کچھ بھی خیال نہ کریں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن حدیثوں کے حدیث نبوی قرار دے کر لیتے کوئی عمدہ اصول اُن قرار دیں پس وہ اصول یہ ہیں *

اول — ہر کو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ حدیث احکام قرآن مجید کے برخلاف ہے یا نہیں اگر ہو تو ہر کو یقین کرنا چاہیے کہ وہ حدیث نبوی نہیں ہے جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث سنا دی مرنے کی حدیث نبوی ہونے سے بسبب مخالفت قرآن کے انکار کیا کہ باوجودیکہ صحابی اُس کے راوی تھے اور نہایت قلیل زمانہ بعد پروردگار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے گذرا تھا *

دوم — اُس حدیث میں اشیاء موجودہ میں سے کسی کی حقیقت الہام سے بطور واقع کے بیان کی ہو نہ بطور عرف عام کے اور نہ بیان درحقیقت اُس موجودہ شی کی حقیقت کے برخلاف ہو تو وہ حدیث حدیث نبوی نہیں ہے *

سوم — اُس حدیث میں کوئی ایسا واقعہ بیان ہو جو تاریخ سے علائقہ رکھتا ہو اور تاریخ سے ثابت ہو کہ وہ واقعہ صحیح نہیں ہے تو ہم اُس حدیث کو ہرگز بطور حدیث نبوی تسلیم نہیں کرتے کہ چہارم — اُس حدیث میں ایسا واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وہ واقعہ ہوتا تو ہزاروں آدمی اُس کو دیکھتے مگر اُس کا ہونا صرف اسی حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں تو اُس حدیث کو بھی ہم حدیث نبوی نہیں قرار دیتے *

پنجم — اُس حدیث میں ایسی بات ہو جو تمام لوگوں سے علائقہ رکھتی ہو اور جس کا جاننا سب کو ضرور ہے مگر اُس سے

یازدہم معنی — یعنی وہ حدیث جسکو راوی نے من نال من نال کر کے بیان کیا ہو *

یہ ایک ایسی قسم کی حدیث ہے جس سے تمام حدیث کی کتابیں پوری پوری ہیں اور اس قسم کی حدیثیں بہت زیادہ غور کرنے کے لائق ہیں *

واضح ہو کہ علامہ حدیث میں روایت کی روایت میں چار لفظ مستعمل ہیں — اخبرنا — انبانا — یہ تینوں لفظ جب بولے جاتے ہیں تو سمجھا جاتا ہے کہ پچھلے راوی نے اور کے راوی سے یہ حدیث سنی یا سیکھی ہے مگر چوتھا لفظ — عن — کا مشتبہ لفظ ہے اس لفظ سے دونوں احتمال ہیں کہ پچھلے راوی نے اور کے راوی سے یہ حدیث سنی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اُس سے نہ سنی ہو بلکہ جس سے سنی ہو اُس کا نام چھوڑ کر اُس سے اور کے راوی کا نام لے دیا ہو *

پس اس بات کے قرار دینے میں کہ ایسی حدیث کا کیا حال ہے اختلاف ہے شاید اس بات پر سب متفق ہیں کہ اگر اُس میں کوئی راوی ایسا ہو جو کسی غرض فاسد سے اُس راوی کا نام چھپایا کرتا ہو جس سے درحقیقت اُس نے حدیث سنی ہے تب تو یہ حدیث معتبر نہ ہوگی اور اگر ایسا نہیں ہے تو معتبر ہوگی اُس کے بعد علامہ میں اختلاف ہے بعض عالموں کا یہ قول ہے کہ ایسی حدیث کے معتبر ہونے کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ جس شخص نے لفظ عن کسی سے روایت کی ہے اُن دونوں کا آپس میں ملاقات ہونا اور حدیث سیکھنے کا اُنکو موقع بھی ہونا ثابت ہو چنانچہ بخاری کا مذہب یہی ہے مگر مسلم ان باتوں کو قبول نہیں کرتا اور کسی شرط کو ضروری نہیں سمجھتا *

یہ حال ہرگز ان مذہبوں میں بحث نہیں ہے ہرگز صرف یہ بات دکھانی ہے کہ جس حدیث میں لفظ عن روایت ہوئی ہے اُس میں برابر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کا احتمال ہے اور اسی سبب سے یہ بھی احتمال ہے کہ وہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہ ہو جن لوگوں نے کہ مختلف شرطوں کے ساتھ اُس کو حدیث نبوی سمجھا ہے صرف قیاس و تقمیں و حسن ظن کے سبب سمجھا ہے کوئی ثبوت یا کوئی نص اُس پر اُن کے پاس نہیں ہے پس ایسی حدیث پر جزم و یقین اس بات کا کہ بلاشبہ وہ حدیث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی نہیں ہو سکتا *

درازاہم مؤذن — یعنی وہ حدیث جس میں کسی راوی نے ان کے لفظ سے روایت کی ہو اور اسکا حال بھی بخیر و ناسا ہی جیسا کہ

مسلمانوں پر کیا موقوفہ ہی انگریز بھی ایسا ہی خیال کرتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں جو حال میں انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی نسبت لکھی ہے یہ فقرہ مندرجہ ذیل ہے :

”کڑی نوجوان خواہ غندو خواہ مسلمان ایسا نہیں ہے جو ہمارے انگریزی مدرسوں میں تعلیم پائے اور اپنے بزرگوں کے مذہب سے بد اعتقاد ہوتا نہ سیکھے — ایشیا کے شاداب اور تر و تازہ مذہب جب مغربی (یعنی انگریزی) علوم کی سچائی کے قریب آتے ہیں جو مثل یون کے ہی تو سرکھنے کو لکھی ہو جاتے ہیں“ امانا و صدقنا یہہ قول ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا بالکل سچ اور تمامہ سچ ہی *

اب مسلمانوں کو بھی اسکی فکر پڑی ہی وہ دیکھتے ہیں کہ انگریزی پڑھنے کی ضرورت تو روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہی اور بغیر انگریزی پڑھنے اب گزارہ نہیں ہو سکتا مگر وہ مذہب کو بھی عزت سمجھتے ہیں اور اسکو ہاتھ سے جاتا ہوا دیکھ کر بالکل بیوقوف اور بے چین ہیں اور طرح طرح کی تدبیریں سوچتے ہیں اور ہم ایک کونے میں کھڑے ہوئے ہنستے ہیں اور آہستہ آہستہ کہتے ہیں کہ میاں اگر تمہارا مذہب ایسا ہی بودا تھا تو جائے دو ایسی بودی چیز رہی تو کیا اور گئی تو کیا مگر جب کڑی ہمارے چپکے چپکے آواز سن لیتا ہی تو ہم دو فراتوں ہی کہ کیا ہمارا مذہب کم زور ہی مگر دامن کھتا ہی کہ بات تو سچ کہی ہی بودا تو ہی کہ ذرا سی انگریزی پڑھنے سے تھا جاتا ہی *

بڑے بڑے معلم و مشعل مدرس عالموں نے بہت غور کے بعد یہہ تجویز کی کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم بھی دی جاوے اور تہذیب درسیہ عقائد اور فقہ و اصول و تفسیر و حدیث و علم کلام بھی انگریزی کے ساتھ پڑھائی جاوے تاکہ عقائد مذہبی پختہ و درست رہیں اور علوم غریبہ کے ریلے میں بہہ نہ جاوے *

مگر میں یہہ عرض کرتا ہوں کہ مستفائدہ تعلیم مذہبی اصول حقہ و اربعہ پر بلاشبہ مائع نقصان عقائد حقہ اسلامیہ کے ہوگی مگر تصنیف معاف ہو یہ اندھی تقلیدی تعلیم مذہبی تو مائع نقصان عقائد نہیں ہو سکتی اور یہہ تہذیب درسیہ مذہبیہ تو لامذہبی کا علاج کر نہیں سکتیں بلکہ اگر یہہ نقائیں انگریزی تعلیم اور بد اعتقادی علوم کے ساتھ چڑھائی جاوے گی تو اور زیادہ لامذہبی اور بد اعتقادی پھیلے گی اس لیے کہ سوائے قرآن مجید کے جسقدر تہذیب مذہبیہ اس زمانہ تک موجود ہیں ہزاروں غلطیوں کے معرور ہیں کڑی ایک کتاب بھی ایسی نہیں ہے جس میں کڑی نہ کرئی عقائد غلطی موجود نہ ہو اور جس نے اسلام کی سچائی اور صحیح مذہبی سادہ حقیقت کو وہمی اور خیالی نہ بنادیا ہو *

چنانچہ حدیث کے راوی وراثت تھے نہ اور کڑی تو وہ حدیث بھی چلی نہیں ہو سکتی *

ہی — اس حدیث میں کڑی بات برخلاف اُن احکام اور احکام اسلام کے ہو جو معتبر حدیثوں سے ثابت ہو چکے ہیں یا مذہب کو بھی حدیث نبوی قرار نہیں دے سکتے *

اس حدیث میں ایسے معتدات بیان ہوئے ہوں جسے نہ کرتی ہو اور جب تک کہ اُن کا الہام ہے بیان ہوتا نہ تو وہ تسلیم کرنے کے لائق نہیں پس جبکہ ایسے معتدات کی حدیثوں میں مذکور ہوں جنکا اوپر ذکر ہوا تو اُن حدیثوں حدیث نبوی میں داخل نہیں ہو سکتے اسلیئے کہ یہ سب اُن اور احتمالوں کے جو اس قسم کی حدیثوں میں ہیں اور پھر بیان ہوا اُن معتدات کا الہام ہے بیان ہوتا اور جناب رسول اللہ کا اُن معتدات کو بیان کرنا ثابت نہیں ہوتا اور جب تک الہام ہے بیان ہوتا ثابت نہیں ہی تو اس حدیث کو جس میں وہ حدیث حدیث نبوی بھی قرار نہیں دے سکتے *

ی قسم میں وہ حدیثیں بھی داخل ہیں جن میں تھوڑے سے بڑے بڑے ثوابوں کا اور جنت میں معاشوں کے بننے کا یا ادنیٰ میں سخت سخت عذابوں کا ذکر ہوا ہی *

سام مذکورہ بالا کی حدیثیں تمام کتب احادیث میں یہاں تک وہی و مسام میں بھی موجود ہیں پس ہم جو کچھ کہتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اس قسم کی حدیثوں میں سے کسی حدیث نہ اس وجہ سے کہ نال حدیث کی کتاب میں مندرج ہی نہ ہوئی کہتا نہیں چاہیئے بلکہ اُن اصول ہنگامہ سے اُنکا امتحان م ہی اگر اُس میں بھی وہ ٹھیک اور پوری آوے اسوقت نسبت حدیث نبوی ہونے کا شان غالب کہتا چاہیئے کیونکہ اس کے بعد بھی اس سبب سے کہ اُس حدیث کی روایت ہی اس ہی جس سے حدیث نبوی ہونے کا ثبوت نہیں ہی اُس کو بالجزم اور بالیقین حدیث نبوی نہیں کہہ سکتے *

(ا) —
سید احمد

نمبر ۶۲

تعلیم مذہبی

تو گریا بالاتفاق تمام مسلمان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پڑھنے اور علوم جدیدہ کے سیکھنے سے مسلمان اپنے عقائد میں مست ہوجاتے ہیں بلکہ اُنکو لغو سمجھنے لگتے ہیں اور ہوجاتے ہیں اور اسی سبب سے مسلمان اپنے لوگوں کو انگریزی

سے ہوتی تھی کیونکہ روح ہر کسی میں باتیں نہایت صاف
ہیں ان کو ظاہر میں نشانہاں دوسری بات ہی مگر کوئی اس سے
نہر کا جو اپنے دل میں ان باتوں کو سچ نہانتا ہوگا
حالت میں ان کتابوں کا نہ پڑھتا ان کے پڑھنے سے ہزار درجہ
ہی مسلمان ہونے اور بہشت میں جانے کو خدا کو ایک درجہ
برحق جاننا کافی ہے عمل کو نماز پڑھ لینے روزہ رکھ دینا پس
ان غیر مفید کتابوں کے پڑھنے سے کیا حاصل ہی *

ہاں اگر مسلمان مرد میدان ہیں اور اپنے مذہب کو سچا
سمجھتے ہیں تو بے دھوک میدان میں آریں اور جو کچھ ان کے
بزرگ نے فلسفہ یونانیہ کے ساتھ کیا تھا وہ فلسفہ مغربیہ
مصطفیٰ جدیدہ کے ساتھ کریں تب البتہ ان کا پڑھنا پڑنا
ہوگا ورنہ اپنے مذہب میں شکوک پیدا کرنے کے کچھ فائدہ نہیں
رہتا

نمبر ۶۳

علوم جدیدہ

ہماری تحریروں میں اکثر لفظ ”علوم جدیدہ“ آتا ہے
اسکی مراد میں لوگوں کو شبہ رہتا ہوگا اسلیئے اسکی تفہیم
مذہب معارف ہوتی ہے *

واضح ہو کہ علوم جدیدہ سے تین قسم کے علوم مراد ہیں
جو متقدمین یونانیہ اور حکماء اسلامیہ کے زمانہ میں مطلق
اور اب حال میں ایجاد ہوئے ہیں مثلاً جیالوجی اور ایلا
وغیرہ — دوسرے وہ علوم جنکا نام تو متقدمین یونانیہ اور
اسلامیہ میں تھا مگر جن اصول پر وہ علوم مبنی تھے را
ثابت ہوکر متروک ہوئے اور اب نئے اصول قائم ہوئے جنکا
تذیب سے کچھ مناسبت نہیں اور بعض اتحاد نام کے اور کچھ
نہیں رہا مثلاً عام ہیئت اور کسٹری وغیرہ — تیسرے وہ
متقدمین یونانیہ اور حکماء اسلامیہ کے زمانہ میں بھی تھے
اصول میں بھی کچھ اختلاف نہیں ہوا مگر اب انکو کمال
ہرگز ہی نہ زمانہ حال میں بالکل نئے معارف ہوتے ہیں
میکینکس یعنی علم آلات جو ہمارے ہاں بلطف علم جرئیل
ہی اور علم حساب جبر مقابلہ عام هندسہ وغیرہ پس ہم اپنے
زوجہ خدا سے امید رکھتے ہیں کہ وہ جہاں ہماری تحریروں
جدیدہ کا لفظ دیکھیں اس سے ہماری مراد ان چیزوں قسموں
قسم کو یا نکل کو مجھوے و منفرداً تصور فرمائیں *

را—
سید احمد

مقدس لوگوں نے موجودہ مذہبی معارف کو اس لامذہبی کا
سمجھا ہی اُنہوں نے یہ خیال کیا ہوگا کہ جس زمانہ
میں فلسفہ یونانیہ مسلمانوں میں شایع ہوا تو بڑے زور و شور سے
تہذیب و تمدن نے رواج پایا مگر اس زمانہ کے عالموں نے فلسفہ یونانیہ
ساتھ عقائد مذہبی کی تعلیم کو شامل کر دیا جس کے سبب سے
تہذیب و تمدن جاتا رہا *

مگر میری یہ عرض ہی نہ اگر اس زمانہ میں ایسا ہوا
تو حال کے زمانہ میں ان کتابوں سے اس نتیجہ کی امید رکھنا
میں مع الفارق ہی جس زمانہ میں کہ فلسفہ یونانیہ مسلمانوں میں
شایع ہوا اور اس زمانہ میں جو کتب مذہبیہ تھیں انکو بھی اس
کے عالموں نے اس زندقہ اور الحاد کے روزے کو کافی نہ سمجھا
اس لیے اُنہوں نے نئی نئی کتابیں عام نلام کی تصنیف کی
اور ان کتابوں میں اُنہوں نے زندقہ و الحاد در کرنے کے لیے
سورج تیار دیئے تھے یعنی یا تو ان مسائل فلسفہ یونانیہ کی جو
کتاب مذہبی کے برخلاف تھے غلطی ثابت کر دیتے تھے یا مسائل مذہبی
کی تصدیق مسائل فلسفیہ سے کر دیتے تھے مگر اب میں نہایت ادب سے
پوچھتا ہوں کہ جو کتب مذہبی اب تک ہمارے ہاں موجود ہیں
اور پڑھنے پڑھانے میں آتی ہیں ان میں سے کون سی کتب ہی جس
میں فلسفہ مغربیہ اور علوم جدیدہ کے مسائل کی تردید یا تطبیق مسائل
مذہبیہ سے کی ہو *

وجود سموات سبع کی ابطال پر جو دلائل ہیں ان کی تردید
کس کتاب میں لکھی ہے اثبات حرکت زمین اور ابطال حرکت دوری
آفتاب پر جو دلائل ہیں ان کی تردید کس سے جائز پوچھیں
عناصر اربع کا ناپ ہونا جو اب ثابت ہو گیا اس کا کیا علاج کریں
ایہ ذریعہ و اند خلقتنا الانسان من سلاط من مایں ثم جعلنا نطفة فی
اموار مکین ثم جعلنا النطفة علقۃ ثم جعلنا العلقۃ مضغۃ ثم جعلنا المضغۃ عظاماً
ثم نسونا العظام لیسما کی جو تفسیر عالموں نے لکھی ہے فن تشریح کی
پر سے وہ غلط معارف ہوتی ہی ہم اپنی آنکھوں سے بورتوں میں ہونے
ہوئے نطفہ سے لیکر بچہ کے پیدا ہونے تک کی تغیرات کو دیکھتے ہیں
جو مقبول کی تفسیروں کی غلطی کو ثابت کرتے ہیں پھر کیونکہ ہم
اس پر اعتقاد رکھیں — خدایا یا ت اور اس کا کام ایک ہونا چاہوئے
یہ مسئلہ تمام دنیا نے تسلیم کر لیا ہے پھر اس کی تصدیق مذہب
اسلام کی کس کتاب میں قارئین اور کس سلا و اخوند سے جائز
پوچھیں جب کوئی بات یہی ان میں سے موجودہ کتب مذہبی میں
نہیں ہے تو ان سے لامذہبی جو فلسفہ مغربیہ و علوم جدیدہ

مقام علیگتہ — مطبع علیگتہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باق تمام *

حافظ محمد عبدالرزاق کے شایع ہوا

۱۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً
 ۲۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً
 ۳۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً
 ۴۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً
 ۵۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً
 ۶۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً
 ۷۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً
 ۸۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً
 ۹۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً
 ۱۰۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا تو اس کو فوراً

11/10/2015